

ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

CALL NO. 0171 168151

Accession No. 17660

Rare

Call No. 017.1.....

Acc. No. 17660.....

16843.1 ;

سلسلہ مطبوعات ادارہ ادبیات اردو شماره ۱۱۳

تذکرہ اردو مخطوطات

جلد اول

معنی

کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کے صرف و سوچ بھتر اردو مخطوطات
تفصیلی تذکرہ

درمستجہ

سید محی الدین قادری زور

معتد اعزازی ادارہ ادبیات اردو

حیدرآباد دکن

۱۳۶۲

۵۱۳۶۲
۶۱۹۲۳

بار اول -

پانچ روپے

قیمت -

مطبوعہ

اعظم الشیم پریس حیدرآباد دکن

ملک کا پتہ

سب سے کتاب گھر - خیریت آباد - حیدرآباد دکن -

سینئر ایڈیٹر جانبیہ اردو

تذکرہ اردو مخطوطات اور ادبیات اردو جلد اول

فہرست مندرجہ

۵	۱۔ فہرست مخطوطات بلحاظ موضوع
۱۲	۲۔ دیباچہ مرتب
۱۵	۳۔ تذکرہ مخطوطات
۲۴۱	۴۔ معینین مخطوطات کے اسمائے کرامی
۲۴۵	۵۔ فہرست مخطوطات بلحاظ زمانہ تصنیف
۲۶۱	۶۔ تصریحات
۳۶۵	۷۔ اشاریہ

کتابخانه عمومی سید الشهدا

برای این که

پاکستان

وَأَمَّا أَنْتَ يَا دَاوُدَ

کتابخانه ملی افغانستان

بہارِ نبویؐ کوئی نہ جانے

ایڈیٹر

کتابخانه عمومی

2024

100

معراج نامہ میل بلاقی - تصنیف سنہ ۱۰۸۰ھ
قطب شاہی عہد کا نسخہ - دیکھو صفحہ ۲۷

فہرست مخطوطات الجانا موضوع



۲۵۷	گلزار الیکین	عابد شاہ	قبل ۱۰۹۲	۳۱۳	۱۵۸	چار کرسی طریقت	فقیر شاہ جید	قبل ۱۲۵۰	۱۹۳
۲۱۸	ورالاسرا	مرید سلطان	" ۱۱۰۰	۲۶۱	۱۶۹	قطعه	رمضان شاہ	" ۱۲۹۹	۲۰۱
۱۰۰	"	"	" "	۲۰۱	۱۶۲	مراقبات سلوک	مکین شاہ	۱۲۷۹	۲۰۲
۱۱۲	حجج مغنی	منظم	" "	۱۴۸	۱۵۶	حبیب المریدین	حبیب علی	قبل ۱۲۸۱	۲۲۶
۱۱۳	یکلی نہ	فاروقی	" "	۱۵۰	۱۶۰	نکات الواصلین	سلطان محی الدین	۱۲۷۹	۱۹۲
۲۰۱	شہوی علی	علی	" "	۲۲۳	۱۶۱	وجہان الحق	"	۱۲۸۱	۱۹۶
۲۰۷	مناظرہ عقل و عین	"	" "	۲۲۸	<p>(۴) پند و اصلاح و تبلیغ و مناجات</p>				
۲۱۰	وصل نامہ	مرتضیٰ	" "	۲۵۱					
۴۱	کسب محویت	صدر الدین	" ۸۷۶	۶۶	۲۲	پند دلبند	علی	دینا ۱۰۲۰ ۱۰۹۲	۴۵
۲۵۹	کسب عروج	"	" "	۳۱۵	۱۶	تحفۃ الفصاح	قطب رازی	۱۰۲۵	۳۵
۲۹	من گن	بحری	" ۱۱۱۲	۵۵	۴۷	"	"	"	۷۵
۴۳	اشادت اغانین	عاشق	قبل ۱۱۲۳	۶۸	۱۹	نجات نامہ	ایمانی	۱۰۶۷	۴۱
۳۳	پہچمی باچھا	وجدی	" ۱۱۴۶	۶۰	۱۲۳	پند نامہ	"	۱۰۸۶	۱۵۸
۳۴	"	"	" "	۶۱	۷	مناجات	علی زحمتی	قبل ۱۱۰۰	۲۲
۳۵	"	"	" "	۶۲	۲۰۳	"	غفار	" "	۲۲۳
۹۱	"	"	" "	۱۱۲	۲۰۴	کشف المحرج	مواہب	" "	۲۲۵
۲۳۸	گنج عرفان	امام الدین غار	" ۱۱۵۰	۲۸۶	۲۱۶	وصایاے نبی	"	" "	۲۵۹
۲۴۱	نظم شادی	عظیم الدین	" ۱۱۷۶	۲۹۱	۱۲	پند نامہ لقمان	فتح شریف	۱۱۳۰	۳۱
۱۱۱	فقر نامہ	کامل	" ۱۱۹۵	۱۴۷	۴۳	دعائے داؤد	سید	" ۱۱۴۵	۷۰
۱۸۱	مجنوب السالکین	ابن	" ۱۲۰۰	۲۱۸	۴۹	عقاید نامہ	آگاہ	۱۱۸۵	۷۶
۱۶۳	اربع عنان الوجود	"	" "	۱۹۷	۱۳۲	تنبیہ النساء	رحمت اللہ	۱۱۹۵	۱۷۰
۱۶۴	رمز محل	"	" "	۱۹۸	۱۳۵	"	"	"	۱۷۲
۱۶۵	معرفت حق	"	" "	۱۹۸	۱۳۶	"	"	"	۱۷۲
۱۶۶	رسالہ وجودیہ	"	" "	۱۹۹	۱۳۷	"	"	"	۱۷۳
۱۶۷	رسالہ چل تن	"	" "	۱۹۹					

(۵) تبایخ و سیر و مناقب

(۱) حالات و مناقب نبی عربی

۲۳	۱۰۰۹	عبدالملک	۶	مولود نامہ
۲۴	۱۰۸۰	سید یحییٰ	۱۰	معراج نامہ
۲۲۳	۱۱۰۰	قبل	۲۰۲	قصہ ہر فی کا
۱۸۱	"	"	۱۲۸	" باز و فاختہ
۲۱	۱۱۰۲	یعقوبی	۴	تفسیر معجزہ
۲۲	"	"	۵	" دیگر
۲۳	۱۱۱۱	شاو عنایت	۲۰	نور نامہ
۲۴	"	"	۲۱	"
۲۴	"	دریا	۱۵	امات نامہ
۱۵۴	"	"	۱۱۹	"
۱۵۵	"	"	۱۲۰	"
۲۰	قبل ۱۱۲۰	امامی	۳	"
۳۳	۱۱۵۰	عبدالحمید	۱۲	شامل النبی
۷۸	۱۱۸۵	ابوبکر	۵۱	بشت بہشت
۸۰	۱۱۸۵	"	۵۲	من دیپک
۸۱	"	"	۵۳	من ہرن
۸۲	۱۱۸۶	"	۵۴	من مومن
۸۲	۱۱۸۵	"	۵۵	جنگ سونہن
۸۳	"	"	۵۶	آرام دل
۸۳	۱۱۸۶	"	۵۷	راحت جان
۸۴	۱۲۰۶	"	۵۸	من درپن
۸۵	۱۲۰۷	"	۵۹	من جیون

۱۳۸	۱۱۹۵	رحمت اللہ	۱۷۳	تفسیر النساء
۱۹۰	۱۲۰۰	قبل	۲۳۰	مناقب
۱۵۰	۱۲۰۰	"	۱۸۳	کتاب ہدی
۱۱۳	۱۲۰۲	مصطفیٰ	۱۲۹	ذہبت نامہ
۱۸۲	۱۲۳۵	محمد اسماعیل	۲۲۳	تنبیہ الایمان
۱۸۳	۱۲۳۵	"	۲۲۲	رسالہ جہاد
۱۲۲	۱۲۳۲	محمد علی شاہ لغت	۱۵۷	ایمان درپن
۱۲۴	۱۲۳۸	خرم علی	۱۷۷	ذہبت المسلمین
۱۲۵	۱۲۳۹	محمد عبداللہ	۱۷۸	قیامت نامہ
۱۲۹	۱۲۴۲	نور ادبی (۹)	۱۰۳	سوانح گدوین
۱۲۹	۱۲۴۳	حسن قزوینی	۱۷۹	ہدایت المؤمنین
۱۲۷	"	قویب	۱۸۰	رسالہ اعمال
۱۵۱	قبل ۱۲۴۵	"	۱۸۳	اصطلاح مسلمانی
۱۵۲	"	خرم علی	۱۸۴	شرک و بدعت
۱۵۳	۱۲۵۰	"	۱۸۵	قیامت نامہ
۱۶۲	"	"	۱۹۶	رسالہ بے نماز
۱۸۵	"	ظہور علی	۲۲۵	دود نامہ
۱۸۸	"	محمدی و بحر	۲۲۹	محرمات شریعت و قرآن
۲۳۲	"	"	۲۷۹	ترجمہ کریمیا
۲۵۴	"	حیات	۲۰۹	آب حیات
۲۶۲	۱۲۷۵	فقیر و ناقص	۲۱۹	مجموعہ مناجات
۱۶۳	"	سیکن و دیگر	۲۲۰	مولود شریف
۶۶	"	غلام دیگر	۹۳	احوال قیامت

۱۰۵	دیوانچه	افسوس	۱۲۰۳	۱۳۸	۲۴۹	دیوان	یقین	قبل ۱۱۹۱	۳۰۲
۱۰۶	سفرنامه عظیم جا	نادر	۱۳۳۸	۱۳۱	۱۰۵	"	عاجز	" ۱۱۶۸	۲۰۶
۲۶۳	مسدس اکبر	شعله	۱۳۸۶	۳۲۲	۱۷	نقصیده	فغان	" ۱۱۸۶	۹۸
					۲۴۵	کلام	میرن	" ۱۱۹۰	۲۹۳
					۸۷	دیوان	میر	" ۱۱۹۲	۱۰۹
					۸۳	"	سودا	" ۱۱۹۳	۹۹
					۷۸	کلیات	"	" "	۱۰۲
					۷۹	"	"	" "	۱۰۳
					۸۰	منتخب دیوان	"	" "	۱۰۳
					۷۷	دیوان	درد	" ۱۱۹۹	۱۰۱
					۲۵۶	کلیات	کاظم قریب	" "	۳۱۰
					۱۷۷	بیاض اشعار	ولی - سراج - داؤد قبل ۱۲۰۰		۲۱۰
							نکته - سودا - تمام		
							صاحب - اخلاص		
					۱۷۸	منتخب دیوان	مدینه	" "	۲۱۶
					۲۴۳	کلام	برهان	" "	۲۹۳
					۲۵۵	"	میرن وید	" "	۳۰۹
					۲۴۶	بیاض	بیدر - وقار -	" "	۲۹۶
							دیر - سکنر - مولانی		
							غلامی - امیر - ناسخ		
					۸۸	کلیات	ایمان	۱۲۲۰	۱۱۰
					۷۵	دیوان	انشا	" ۱۲۲۳	۱۰۷
					۸۶	کلیات	"	" "	۱۰۸
					۱۹۳	چشمه فیض	فینش	۱۲۳۸	۲۳۳
					۷۶	انتخاب کلام	منور	" ۱۲۵۰	۱۰۰

۳۲۷	۱۱۷۷	سراج	قبل	۲۴۹	۱۲۵۰	ناخ	قبل	۲۳۲	دیوان اول	۱۹۱
۳۲۸	۱۱۹۰	تجلی	قریب	۲۷۰	"	"	"	۲۳۲	" دوم	۱۹۲
۹۵	۱۱۹۹	میر حسن		۶۸	"	"	نصیر	۱۰۵	منتخب دیوان	۸۱
۹۶	"	"	"	۶۹	"	"	آبرو میر سبز	۲۵۷	بیاض غزلت	۲۳۹
۹۷	"	"	"	۷۰	"	"	یقین بکتر			
۱۱۸	"	"	"	۹۹	"	"	میر و شاہی	۳۰۸	انتخاب کلام	۲۵۳
۲۷۵	"	"	"	۲۲۷	۱۲۶۱	مزاج	"	۲۳۷	دیوان اول	۱۹۶
۱۱۷	۱۲۰۰	"	قریب	۱۷۹	۱۲۷۶	"	"	۲۳۹	" دوم	۱۹۷
۲۴۰	"	"	"	۱۹۹	۱۲۹۱	"	"	۲۳۹	" سوم	۱۹۸
۹۳	۱۲۱۱	نای		۶۷	۱۲۹۸	آباد	"	۳۳۵	واسخت	۲۷۲
۱۸۸	{ ۱۲۱۱	حبرت		۱۵۵	۱۲۷۵	ادب امیر شکوہ	"	۲۹۲	بیاض اشعار	۲۲۳
	{ ۱۲۲۵	عشرت			۱۲۸۱	ناظم	"	۲۰۵	دیوان	۲۵۲
۳۳۲	۱۲۱۲	فکار		۲۰۲	۱۳۰۰	شرف	قریب	۲۹۹	"	۲۲۷
۱۱۹	۱۲۲۵	شوق		۱۰۱	۱۳۱۳	عصر	قبل	۲۳۵	دیوان رابع	۱۹۵
۲۲۹	۱۲۳۶	مودب	قبل	۱۸۹						
۲۰۸	۱۲۴۲	رحمن شاہ	"	۱۷۹						
۱۹۳	۱۲۴۷	نقیہ اللہ شاہ حیدر		۱۲۶						
۳۰۱	۱۲۵۰	شوق	قریب	۲۳۸						
۱۹۱	۱۲۶۰	حسینی بادشاہ (!)		۱۵۶						
۲۱۶	۱۲۶۳	فضل حسین		۲۶۰						
۲۰	۱۲۶۹	آدم	قبل	۱۶۸						

(۷) منظوم قصے

۲۵	۱۰۳۵	غوصی		۲۵						
۳۷	۱۰۴۸	مقبی	قبل	۳۷						
۴۹	۱۰۷۶	ابن نشاطی		۴۹						
۲۶۹	"	"	"	۲۶۹						
۵۱	۱۰۹۳	فاز		۵۱						
۳۹	۱۱۰۰	بلبل	قبل	۳۹						
۷۲	۱۱۷۵	سامی	"	۷۲						
۹۹	۱۱۷۷	سراج	"	۹۹						

(۸) نثری قصے

۱۱۳	۱۲۱۵	میرامن		۹۲						
-----	------	--------	--	----	--	--	--	--	--	--

۲۶۵	ریختہ ہندی کی فہرست	؟	۱۲۲۵	۳۲۲
۲۳۱	مطبوع صبیان	یعنی	قبل ۱۲۰۰	۲۴۸
۱۹۴	فیض جہری	فیض	۱۲۵۶	۲۳۲
۲۳۲	تاریخ بدر	واجدی شاہ	۱۲۷۶	۲۸۱
طب (۱۰)				
۲۶۳	طوطا کہانی	؟	قریب ۱۲۲۰	۳۳۳
۱۲۵	تنادلی	فیض اللہ شاہ	۱۲۴۴	۱۶۰
۱۲۷	مرفوب الطبع	حسین علی خان	۱۲۴۰	۱۶۲
۱۳۸	"	"	"	۱۶۵
۹۸	کل باصنویہ	نہیم چند	قبل ۱۲۳۸	۱۶۷
۱۷۳	اگر تلی	؟	" ۱۲۵۰	۲۰۵
۱۲۹	چار درویش	حسین علی خان	"	۱۶۵
۱۳۰	ہفتہ بہار	"	"	۱۶۶
۱۵۷	لاڑکپور اور قاضی	حسین بادشاہ	" ۱۲۶۰	۱۹۲
سائنس و دیگر علوم (۱۱)				
۲۰۰	روپ سنگار	آگاہ	۱۲۱۵	۲۴۱
۲۳۹	مسائل طبیعی	؟	قبل ۱۲۲۹	۲۷۷
۲۶۵	ترجمہ شرح چینی	شاہ علی	قریب ۱۲۵۰	۲۷۲
(۹) لغت و عروض و انشا				
۲۳۷	واحد باری	اشرف	۹۰۹	۲۸۳
۲۶۶	ترجمہ آمدنامہ	؟	قریب ۱۱۰۰	۳۲۲

مکتبہ اسلامیہ
لاہور

دیس

ادارہ ادبیات اردو ۱۹۳۱ء (۱۳۵۰ھ) میں قائم ہوا لیکن اس کے کتب خانہ کا آغاز صحیح معنوں میں ۱۹۳۲ء سے عمل میں آیا۔ اور گذشتہ دس گیارہ سال کے عرصہ میں اس نے پندرہ سو سے زیادہ قلمی نسخے اور بارہ ہزار کے قریب مطبوعہ کتب رسائل جمع کئے۔ ادارے میں مخطوطات کے محفوظ کرنے کا خیال اس وقت پیدا ہوا جب راقم الحروف کی جد باپ اور مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمہ کی مہمانی حضرت قادری بنی زوہبہ نعمت اللہ مرحوم جاگیر دار سکی کے کتب خانہ کے عربی فارسی اور اردو مخطوطات کی فہرست راقم کے ایک شاگرد ذولویبہ ابو افضل صاحب ام۔ اے پکھار عربی سنی کالج نے لکھنی شروع کی۔ اس وقت تک خود راقم الحروف مرحومہ موصوفہ کے ذخیرہ مخطوطات کی اہمیت سے ناواقف تھا۔ جب اس کا علم ہوا تو ان کے مطبوعہ کتب کی طرح اس قلمی ذخیرے کو بھی ادارے میں بطور عطیہ داخل کرنے کا تہیہ کیا گیا۔ چند تحقیق لیباب مثلاً مولوی محمد حسین جعفری (سابق ناظم محکمہ تعلیمات) اور نواب غنایت بیگم بہادرہ غیرہ جب اس سے واقف ہوئے تو ان علم دوستوں نے راقم کے اس عزم کو راسخ بنانے کے لئے اپنے یہاں کے مخطوطات بھی ادارے کو عطا فرمائے۔ اور ان کے بعد ہی دیگر اصحاب نے بھی اعانت کی جن میں سے چند کے اسمائے گرامی اس تذکرے کے آخر میں مع تفصیل عطا یا مثال ہیں۔

اس طرح جب مخطوطات کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہو گئی تو اسکی تفصیلی فہرست قلمبند کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ مولوی غلام رسول صاحب مرتب ”فہرست کتب خانہ سنی کالج“ اور پروفیسر عبدالقادر سروری مرتب ”فہرست اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ“ سے خواہش کی گئی۔ اول الذکر نے وعدہ فرمایا کہ وظیفہ پر ملازمت سے ہٹ کر وہ اس کام کو انجام دیں گے اور مؤخر الذکر اس کو ہاتھ میں لینا چاہتے تھے کہ جامعہ میونسپل نے بحیثیت صدر شعبہ اردو ان کی خدمات حاصل کر لیں جب پروفیسر سروری کا میونسپل جانے لگا تو راقم الحروف نے جامعہ کے بعض طلبہ سے اس کام میں مدد لینے چاہی چنانچہ مولوی جیم الدین صاحب جہیر آبادی نے کچھ کام کیا لیکن طالب علمانہ مصروفیتوں کی وجہ سے جاری نہ رکھ سکے۔

اور مخطوطات کا ذخیرہ روز بروز بڑھتا ہی رہا اور بڑھتا جا رہا ہے محسوس ہونے لگا کہ یہ کام آئندہ بہت بڑھ چکا ہو جائے گا اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ راقم الحروف ہی اپنی ذمہ داری کے اوقات میں اس طرف متوجہ ہو۔ لیکن دوسری مصروفیتوں کے باعث دو سال کے عرصے میں اس ذخیرہ نوادریں سے اردو زبان کی صرف ۵۰۰ کتابوں ہی تک پہنچنے پایا تھا کہ ایک اہم کام (اردو انسائیکلو پیڈیا کی پہلی جلد کی اشاعت) کی تکمیل کی خاطر اسکو چھوڑنا پڑا۔ اس اثنا میں اس تذکرہ مخطوطات کے بعض اجزائیں سب سے پہلے (اول ستمبر ۱۹۵۳ء) شائع ہوئے تھے۔ لیکن بعد کو کاغذ کی کمی بانی کی وجہ سے اس سلسلہ کو منقطع کر دینا پڑا اور اب جب کہ یہ کام ہی منقطع ہو رہا ہے غرض تھا کہ مسودے کو تلف ہونے سے بچانے کے لئے فی الحال ۵۰۰ مخطوطات ہی کا تفصیلی تذکرہ کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ اگر موقع ملے تو یہ کام پھر جاری ہو جائے گا اور اس تذکرہ کی مزید جلدیں اس سلسلہ میں شائع ہوں گی۔ کیونکہ ہر تذکرہ کاغذ کی کمی بانی کی وجہ سے یہ سلسلہ بہت سختی قلم اور گنجان عبارت میں لکھوانی گئی ہے اور ضخامت بہت بڑھ چکی۔ اور اس میں جو کئی کتب اس وقت تک جمع ہو چکی ہیں ان کے پیش نظر توقع ہے کہ اسی طرح کی ایک اور جلد اردو مخطوطات کی دو جلدیں فارسی مخطوطات کی ایک جلد عربی مخطوطات کی اور ایک جلد ہندی مخطوطات کی عرض پانچ اور چھ جلدیں مرتب ہو سکتی ہیں۔ مخطوطات کے علاوہ مطبوعات کی فہرستیں بھی کئی جلدوں میں شائع ہو سکتی ہیں۔ اور اگرچہ فہرست مطبوعات کی تدوین کا کام نواب مرزا یوسف علی خان صاحب نامہ ازبکی کتب خانہ دار اردو اخبار سے ہے۔ یہ میں کہیں شاید اختتام ہنک سے قبل نواب صاحب موصوف کے مساعی منظر عام پر نہ آسکیں!

نواب مرزا یوسف علی خان صاحب جو بیدار باد کے ایک عزیز اور علم و ادب کا نگہ دار ہیں ۱۹۵۲ء سے ادارہ کے گنجائش کی اعزازی خدمت ذاتی تلوس اور بہتہ عمل کے تحت انجام دے رہے ہیں اور اس گنجائش نے ان کی پیچیدہ مشغولیتوں کی وجہ سے گزشتہ چار پانچ سالوں میں نمایاں ترقی کی ہے۔ اسکی تین چوتھائی کتب سے ہر روز ایک کتب (مصفوفوں اور کتبوں) دونوں کے اسماء کے لحاظ سے، حروف تہجی کے مطابق، ترتیب دیئے گئے ہیں۔ کتب خانہ کے کتب خانے میں بڑی بہت حاصل ہو گئی ہے اس تذکرہ مخطوطات کی ترتیب کے سلسلہ میں مولف کو جو جمیع امتحانی پریشانیوں اور بوجہ وقت صرف ہوا ہے اس کا اندازہ وہی اصحاب کر سکتے ہیں جنہیں تعلیمی شعبوں سے کام لینے کا تجربہ ہوا ہو۔ کتب خانہ کے مصنفوں کے نام، سنہ یا زمانہ تصنیف اور زمانہ کتابت وغیرہ کی تحقیق میں بیسیوں قلمی و طبعی کتب کی ورق گردانی کرنی پڑی اور بہت وقت صرف ہوا۔ اس تمام دیدہ ریزی کے باوجود مولف کی کم بضاعتی کی وجہ سے ممکن ہے کہ کسی قلمی نسخے کی کما حقہ تذکرہ نگاری کا حق ادا نہ ہو سکا ہو یا کوئی سہو رہ گیا ہو۔ اگر کوئی صاحب فوق زحمت گوارا کرے اس قسم کی غلطی سے مطلع فرمائیں تو نہ صرف آئندہ اشاعت میں تصحیح کر دی جائے گی بلکہ ادارہ کے ترجمان "ماہنامہ سب سے" کے ذریعہ سے بھی اسکا اعلان عمل میں آسکے گا۔

اس تذکرہ میں مخطوطات کی ترتیب نہ توست واز فاعلم روہ کی اور نہ بلحاظ موضوع۔ کیونکہ ایک ایک جلد میں ایک ہی کاتب اور ایک ہی زمانہ کی لکھی ہوئی دو دو تین تین کتبیں شامل ہیں اور کثر جلدوں میں فاسی مخطوطات کے ساتھ اردو کتب بھی شامل ہیں۔ کاتب اور شہ قیامت کی تختیں نیز وقت و مدت مخطوطوں تک آسان رسائی کے پیش نظر ایک جلد کی جلد مقابل کا تذکرہ ایک ہی سلسلہ میں لکھ دینا پڑا۔ لیکن موضوع اور نہ تصنیف دونوں کے لحاظ سے جملہ مخطوطات کی علیحدہ علیحدہ فہرستیں مرتب کر کے اس تذکرے میں شریک کر دی گئی ہیں۔

تاریخی ترتیب کی فہرست آخر میں شریک ہے اور اس کے مطالعہ سے پتہ چلے گا کہ اس جلد میں ۱۲۷۵ھ سے ۱۳۱۹ھ کے درمیان فی وسیع دو۔ (یعنی تقریباً پانچ سو سال) کی کتابوں کا حال محفوظ ہو گیا ہے۔ ۱۲۷۵ھ کے بعد کی تصنیفات و تالیفات تذکرہ اس جلد میں مذکور نہیں کیا گیا حالانکہ ان میں سے اکثروں کو خود مصنفوں کا مسودہ یا بیہ ہونے کی وجہ سے آئندہ بڑی اہمیت حاصل ہو جائے گی۔ لیکن ان کے مقابلہ میں فی الحال ساٹھ سو سال قبل ہی کی کتابوں کو ترجیح دی گئی ہے۔

تذکرہ اردو مخطوطات کی اس پہلی جلد سے یہ بھی معلوم ہو گا کہ جن ۲،۵۰ اردو مخطوطات پر نظر ڈالی گئی ہے ان میں سے کم از کم پچھتر کتابیں ایسی ہیں جو بالکل نادر ہیں یعنی کسی اور کتب خانے میں اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہیں۔ تقریباً پچاس مخطوطے ایسے ہیں جو خود مصنفوں کے مسودے یا ان کی دخلی نقلیں ہیں۔ اور ان میں نصف کے قریب ایسی کتابیں ہیں جن میں اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہوئی ہیں۔

یہ مخطوطات صرف جنوبی ہند کی تصنیفات و تالیفات نہیں ہیں بلکہ لاہور، دلی، آگرہ، لکھنؤ، رام پور، بریلی، قنوج اور کلکتہ جیسے دور دراز مقامات کے معروف اور غیر معروف اردو شاعروں اور ادیبوں کی کاوشیں بھی ان میں شامل ہیں۔ ان میں کی بعض کتابوں کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ وہ فرماں رواؤں مثلاً محمد قلی شاہ، علی گولکنڈہ، علی عادل شاہ ثانی، والی بیجا پور، عبداللہ شاہ، والی جید آباد، واجد علی شاہ، والی لکھنؤ اور نواب یوسف علی خاں والی رام پور کے شہنشاہوں میں اردو مخطوطات کے اس تذکرے کی اشاعت سے یقین ہے کہ تاریخ ادب اردو کے بہت سے پہلو روشن ہو جائیں گے اور ہندوستان کی ایک مقبول اور اہم زبان کی تاریخ نگاری کی نگاہ میں ادارے کے یہ محزونہ مخطوطات اور ان کے متعلق اس تذکرے کی مندرجہ معلومات مدد و معاون ثابت ہوں گی۔

وقت منزل۔۔۔ خیریت آباد

سید محی الدین قادری زور

۱۶۔ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ

۱۵۔ نومبر ۱۹۴۳ء

تذکرہ اردو مخطوطات

ادارہ ادبیات اردو

جلد اول

ادارہ ادبیات اردو کے کتب خانے میں

اردو مخطوطات

(۱) نوسر ہار [۱۲۳]

اوراق ۲۰ ابتدائی ۸ اوراق میں ۱۵ سطور

فی صفحہ بقیہ میں ۱۳ سطور۔ تقطیع ۹۷۵۰ یغ

خط نستعلیق۔ عنوانات سرفنی میں۔ سن تصنیف

۹۸۹ ہجری۔ مصنف شیخ اشرف۔ کتاب قاضی

محمد بھڑان قاضی محمد عین قاضی پر گنہ چاندور۔

اس شہری میں حضرت امام حسین علیہ السلام کے صاحب

زاد اب اور کئی عنوانوں کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔

اردو میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے جو غالب

احمد نگر میں لکھی گئی ہے۔ سلطنت احمد نگر کی کسی اور اردو

کتاب کا اب تک پتہ نہیں چلا اور نہ غالباً اس کتاب سے مراد

کا کوئی اور نسخہ کسی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس خانے

پر ایک نادر مخطوطہ ہے۔

مصنف کا نام شیخ اشرف تھا جیسا کہ ترقی سے پتہ

چلتا ہے۔ (ورق ۲۰)۔ تخلص کتاب کا نام اور سن تصنیف

ان ابیات سے واضح ہو گا۔

ہجرت نبی نوسونو کہیا اشرف نوسر ہار (ورق ۲۰ ب)

نوسر ہار اس دھریا ناؤں جانے دیکھ تو اب ہر ٹھکان (ورق ۱۵)

اسے نواباں نوسر ہار قیمت اس کی لاکھ ہزار (۲۰ ب)

بازاں جیوں کی تیغ بھل بعد از ہجرت نبی سال (۱۰)

نوسو ہوئے اکے نو یہ دکھ کہیا اشرف تو (۲۰ ۶۹)

ناؤں دھریا اس نوسر ہار لیکن یہ سب کچھ کا بہار (۲۰ - ۲۰)

کہیا اشرف یہ کھان توحید حق کے موزوں آن (ورق ۲۰)
اور بھی دو عین مقامات پر شاعر نے اپنے تخلص اور کتاب کا نام
ظاہر کیا ہے۔

مصنف نے اپنے وطن کی طرف کہیں اشارہ نہیں کیا۔

البتہ سبب تالیف کتاب میں دنیائے فانی کے بیان میں

جہاں ہمہ روز کا ذکر کیا ہے۔ آخر میں ادبیات اور شاخ کی

طبت اشارہ کر کے صرف ایک بزرگ شیخ ضیا کا اس طرح

نام دیا ہے۔

دیگر چیزیں اولیاً ہیچو شاخ شیخ ضیا (ورق ۵)

اس شخص سے تعلق ہوتا ہے۔ زمانہ ہوتا ہے کہ دنیا کا معتقد تھا۔

اولیائے سائیکوں میں اس نام کے صرف دو

بزرگوں کا پتہ چلتا ہے۔ یعنی شاہ نیا الدین سیابانی

اور شیخ ضیا الدین غزنوی۔ اول الذکر بزرگ حضرت

سید علی ساگر سے سلطان تنگ آسان قندھاری (متوفی ۱۱۸۸ھ)

کے بھانجے اور خلیفہ اور کتاب مطلوب الطالبین کے مصنف

تھے۔ (دیکھ تاریخ قندھار۔ دکن ۱۱۲۵) چونکہ یہ مصنف نوسر ہار

کے قریب العصر تھے اس لئے ممکن ہے کہ اشرف ان ہی کا

مرید ہو۔ اس زمانہ میں قندھار احمد نگر ہی کی سلطنت میں

شامل تھا اور یہ نغمہ احمد نگر ہی کے ایک پر گنہ چاندور میں

لکھا گیا اور ادارہ کو اس کے قریب ضلع مانڈیر ہی سے ملا

ہے۔ اس لئے یہ امر قرین فہاس ہے کہ مصنف سلطنت

احمد نگر ہی کا باشندہ تھا۔

شیخ ضیا الدین نامی دوسرے بزرگ شیخ سراج جیندی

کے خلیفہ اور شیخ عین الدین گنج العلم کے معتقد تھے۔ بیجا پور

میں رشتہ میں مدفون ہوئے (ترجمہ روضۃ الاولیائے بیجا پور)

لکھے جو یادگار رہیں اور جن کو لوگ لکھیں اور پڑھیں اور اس طرح تجھے ثواب ملے۔ اس کے بعد دنیائے فانی کا حال تفصیل سے بیان کیا ہے کہ اس میں آدم سے اب تک بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ اور بزرگ لوگ پیدا ہوئے مگر کوئی نہ بچا۔ غرض یہ حال دیکھ کر حضرت امام حسین کی شہادت کا قصہ ہندوی میں لکھا اور اس کا نام نوسرہار رکھا۔ آگے اپنی نظم کی خوبیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور آخر میں پڑھنے والوں سے معذرت بھی چاہی ہے کہ اگر کہیں چوک یا غلط ہو جائے تو اس کی وجہ سے کتاب کو عیب نہ لگائیں۔

تیسرے باب سے اہل کتاب شروع ہوتی ہے۔ اور وہ قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ کس طرح جبریل نے انھیں کو امام حسن و امام حسین کی شہادتوں سے متعلق خبر دی تھی۔ چونکہ مصنف نے مصائب سید الشہداء نہایت اہتمام اور اعتقاد سے بیان کئے ہیں اور یہ اس موضوع پر اردو کی پہلی کتاب ہے اس لئے اس کے مصنف کے مذہب کے متعلق خیال قائم کرتے وقت اس کتاب کے دوسرے باب کی حسب ذیل ابیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

نبی محمد حق رسول کیا جن یہ فقر قبول
دو دنوں جنگ گیر فرمیر جس کوں چاہوں یاد دیر
بو بکر صدیق ایک سہل عمر خطاب ہم دوسرا
اے دد بزرگ پیر آزاد عثمان علی دے داماد
دوے نواسے اُن بل جال حسن حسین جن کا نانی
علی کے اودوے فرزند بی بی فاطمہ کے دل بند
اللہ گیرے ستوارے پیغمبر کے پیارے

(درق ۳ پ ۲۷)

اور تذکرہ اولیائے دکن حصہ اول عبد الجبار خان ص ۷۷)
اگر مصنف کی مراد ان بزرگ سے ہے تو وہ غالباً بجا پوری شعراء میں سے تھا۔ اس کی زبان تو قریب قریب وہی ہر جو قدیم بجا پوری کتابوں ارشد نامہ (منطقہ) اور ابراہیم نامہ (سنہ ۱۰۰۰) کی ہے۔ مثال کی طور پر نوسرہار کی چند بیتیں درج ہیں۔

ناماں تکیا بول سنوا جانوہریوں کیرا مار
سونے کی جیوں کھوٹی گھر مانک سوتی ہیرے جڑ
ایک ایک بول یہ مانک دل سیم ترازو سیں تھیں قل
بند پر دے سونے مار پتھیں ہوانو سر مار

اردو کے دوسرے قدیم مصنفوں کی طرح نوسرہار کا مصنف بھی اپنی زبان کو ہندوی کہتا ہے۔ مثلاً
بازاں کیا ہندوی میں قصہ نقل شاہ حسین (درق ۵)
نظم لکھی سب زوں آن یوں میں ہندوی کاسا (۲۰۰)
یک یک بولی یہ موزیات تقریر ہندوی سب کھل (۲۱۹)
ابتداء میں ۴۵ ابیات حمد میں اور ۲۱ نعت میں لکھی ہیں اور اس کے بعد دوسرا باب شروع کیا ہے جس کی سرخی یہ ہے :-

”باب دوم در سبب ساقی و تالیف و انھما
مصنف، و انفرارغ آن“ (درق ۴ ۱)

اسی طرح ہر سرخی فارسی میں قلمبند کی ہے۔ اور ان عبارتوں کو کاتب نے سرخ روشنائی میں لکھا ہے۔

سبب تالیف میں شاعر لکھتا ہے کہ اب تک ہماری عمر بیکار صرف ہوئی اور ہم دنیا کے وہندوں میں گرفتار رہے ایسی زندگی یر، کیا نفع کہ آگے چل کر نام و نشان کچھ بھی باقی نہ رہے۔ اس لئے اشرف تجھ چاہئے کہ کچھ ایسے شعر

پوری ثنوی اٹھارہ سو ابیات پر مشتمل ہے۔

آغاز

اللہ واحد حق سبحان جن یہ میر جا جوئیں اسان
چندر سورج تارے دکھ بادل بجلی مینہ اوک
دور رخ بنست عرش فلک لوح قلم ہم جو رنگ
میاں انسان مودہ نراں آتش سوزاں باد براں

خاتمہ

سکینوں باہیں جرت کر جیتے پیٹھے علس بھیتر
پڑتیوں سفیروں آمیزیں آمین اللہ یا آمین

ترقیم

”تم نے تمام شد این کتاب نو سر اکر
از گفتار شیخ اشرف مروج منقول است“

(اس کے بعد کچھ سطریں مٹی ہوئی ہیں پھر چند فارسی اشعار لکھے گئے ہیں)

”کاتب فقیر الحقیر تراب اقدام علاء و فضلا قاضی
محمد جعفر ابن غفران پناہ قاضی محمد حسین قاضی
پرگشت چاندور۔ نوشتہ ماہ
در یک ماہ این قتل نامہ امام حسن و حسین
نوشتہ شد“

اگرچہ سند و مقام کتابت درج نہیں لیکن غالباً
چاندور ہی میں گیارہویں صدی ہجری میں لکھی گئی ہے۔

خط ثلث پاکیزہ۔ سند تصنیف ۹۹۰ھ

مصنف شاہ برہان الدین جانم بجا پوری

زمانہ کتابت گیارہویں صدی ہجری۔

اس ثنوی میں تقوٰف کے مسائل سوال و جواب کے

کے پرانے میں سمجھائے گئے ہیں۔ اس کے مصنف شاہ میرزا

شمس العشاق (منشیہ ۹۹۰ھ) بجا پوری کے فرزند شاہ برہان

ہیں جو منشیہ ۹۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور اوائل گیارہویں صدی میں

وفات پائی۔ ان کے تھیلی حالات ”کتاب ارشاد نامہ دوگر

رسائل شاہ برہان“ میں چھپ چکے ہیں۔ یہ کتاب مجلس شملت

دکنی محظوظات کی طرف سے شایع ہو رہی ہے۔

ارشاد نامہ اگرچہ نومبر ۱۸۷۱ء کے ایک سالی بعد لکھا گیا

ہے لیکن دونوں کی بحرا یک ہی ہے۔ البتہ زبان نسبت

زیادہ صاف ہے۔ مصنف اپنی زبان کو ہندی کہتا ہے۔

یہ سب بولوں ہندی بول ہیں توں ابھو سستی گبول

عیت راگھیں ہندی بول معنی توچک بکھیں کھل (دہ ۱۱۰)

ہندی بولوں کیسا کھان بے کر پر ساد تھا منجھ گیا (دہ ۱۱۱)

مصنف نے اپنا اور کتاب کا نام اور سند تصنیف ان ابیات

میں ظاہر کیا ہے۔

۱۔ نام کتاب اس آگیا ہو کر خاطر بیا اس راگھیا ہو کر

ارشاد نامہ اس کا نام لوری فکر اسی نام (دہ ۱۱۲)

ب۔ یہ سب بولیا ہے انجان عابد عاجز ہے برہان

ہجرت نہ صد نور مان ارشاد نامہ لکھیا جان (دہ ۱۱۳)

حد و لغت کے جد اپنے والد و مرشد شاہ میراخی

کی مدح کی ہے جس دا چند ابیات یہ ہیں :-

صفت کردوں کچھ اپنا پیر جس تھے روشن ہو کر ضمیر

(۲) ارشاد نامہ [۱۲۴]

ادراق ۶۹ - سطور ۱۷ - تنطیع ۱۹۵۴

زیر نظر نسخے میں کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ البتہ کاغذ اور خط سے
ظاہر ہوتا ہے کہ گیارہویں صدی میں لکھا گیا ہے۔ تعداد
ابیات تقریباً دو ہزار۔
آغاز۔

اللہ سورتوں پہنچ آج کیتا جن یہ دھوں جگ لاج
جگتر کیرا توں کرتار سبھوں کیرا سرجن مار
استوت لودن کرے جگہ فرصت پاؤں ہولے مکھ
قدرت تو تجات نہ پار انگنت کیتا ہو پرکار۔

خاتمہ

من کر سیکہ یوگیان کردہ اپنی پرہیز کیا شروع
تنت اس تھے کیا تمام جی میں لیا یا کیا کلام
دل کی میری تھی مقصود فرصت تیری لے سبہ

جن منجوتا کرا پدیس بایں اس چک یوگس
دھوں جگ میں منجوتیا سمروں لے من نیت ہی
تس کون سربن تن شاد جس سا ہے منج پر شاد
جگس میں اپیں فوں پان پردے میں لے کر و جتن
راکھیا کوندن کراسا فوں تل تل سمروں لے اس فوں
پر بیراں جی شمس شاق دھوں جگ رتجے کیا کتن
کتاب کے موضوع اور سوال و جواب کے انداز
سے منقول حسب ذیل ابیات سے معلومات حاصل ہوتی
ہیں۔

جے کوئی پڑ کر کریم سواد راہ حقیقت پر ہو پس شاد
بن کی تو نا ہو سے باز پن غفلت کیرے کہو کوں
اس میں کیتا کر ملک لال یا یا جرج سوال جواب
شرعیہ طریقت حقیقت سوا جمع یا یا معرفت سوں
ارشاد نامے کے علاوہ شاہ ہراں کی کئی اور کتابیں

موجود ہیں جن میں حسب ذیل قابل ذکر ہیں:-

تسکھ سہیلہ، شفقت الایمان، نکتہ واحد، نسیم الکلام،
رموز الواصلیں، بشارت الذکر، حقت البقا، صفیت الہادی،
ارشاد نامے کے علاوہ ان کی نظم تسکھ سہیلہ بھی شایع
ہو چکی ہے۔ موخر الذکر کو ڈاکٹر حفیظ سید ایم۔ اے پی ایچ ڈی
ڈی۔ اے نے مرتب کیا ہے چونکہ شاہ رمان الدین جامن
کے حالات کئی کتابوں میں مشاعرہ تاریخ ادبیات دکن،
روغنۃ الادب، بیجا پور، اردو شہ یار سے، دکن میں اردو
اردو سے قدیم، رسالہ مہانت، اردو، اور خود دیباچہ ارشاد نامہ
میں شایع ہو چکے ہیں اس لئے یہاں اعادہ غیر ضروری ہے
اس کتاب کے نسخے بھی متعدد کتب خانوں میں موجود

(۳۱) وفات نامہ سرور کائنات [۱۲۵]

اوراق ۲۱ - سطر ۱۵ - نطیع ۸۴۵

خط نستعلیق - مصنف امی - تحریر ۱۲ ذی قعدہ

سہ جلوس محمد شاہی (۱۱۳۰ھ)

یہ ۵۱۵ ابیات کی ایک فتویٰ ہے جس کو
(حمد اور نعت میں ایک ایک بیت لکھنے کے بعد) ساتی نامہ
سے شروع کیا گیا ہے۔ اور اس ساتی نامہ میں مصنف
نے اپنے مرشد (شاہ عبداللہ ہمشیر زادہ میر سید جلال)
اور اپنے وطن (دکن) اور اپنے تخلص (امی) کو ظاہر
کر دیا ہے۔ اس کو اپنے مرشد کے وطن دہلی اور اس
کے علاوہ لاہور اور اہل کی سیاحت کا شوق واضح نظر آتا۔

ختم کرامتی توفیر الکلام وصال محمد علیہ السلام

ترتیب

تمت تمام شد دفات نامہ سرور کائنات
تحریری السیاح ۱۲ ذی قعدہ ۱۲۹۵ ہجری

(۴) قصیدہ "حجرہ" [۱-۱۲۶]

ادراک ۳ سطور ۱۵ قطع ۸۲۵

خط نستعلیق شکستہ مصنف جنونی (۹)

کاتب محمد عارف

یہ ۲۴ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں شاعر نے
انحضرت کا ایک بحرہ بیان کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ
حضرت علی نے فرمایا کہ ایک روز ایک مسلمان انحضرت
کے یہاں آیا اور شکایت کی کہ فلاں یہودی کا کتا مجھے
ہر روز جوٹتا اور حملہ کر کے کپڑے پھاڑتا ہے۔ اس کی
خواہش پر انحضرت یہودی کو سمجھانے گئے کہ کتے کو گھر
میں بند رکھا کرے۔ کتے نے کہا کہ میں ایک جن ہوں اور
سب پر حملہ نہیں کرتا مگر اس شخص پر اس لئے حملہ کرتا
ہوں کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے دل میں بغض
رکھتا ہے۔ وغیرہ

قصیدے میں کہیں شاعر نے اپنا تخلص نہیں لکھا ہے
ابتداءً اس کے ختم ہوتے ہی اسی کے سلسلہ میں ایک ہی کلمہ
نے جو دوسرا قصیدہ لکھا ہے اس کا مصنف جنونی گجراتی
نحاجس نے سنہ ۱۲۹۵ میں وہ قصیدہ لکھا تھا۔ قیاس غالب
یہ ہے کہ دونوں قصیدے سے ایک ہی شاعر کے ہیں۔

چنانچہ وہ ساقی سے کہتا ہے:-

بیاسا قیامک دلی بجا انتظار پریم کا دھن میں بجا
بیاسا قیام شہر ہو رسا دیکھا ناگر ج کون با ہو رسا
بیاسا قیام محل کا بل دیکھا طہنہ را پریم شہر بابل بجا
اس سلسلہ میں آگے چل کر اپنے مرشد اور ان کے ہمراہوں کی

مدح کرتا ہے جو پانی دلی میں رہتے تھے۔ چند ابیات ہیں:-

حقیقت کے میدان نے شہسوار محل حرفت راز کے تاجدار

کہ ہیں وہ گھنٹے کی سیلہاں کے مہر میں محمد کے غولن کے

ہو مالک رسالت لایت کے ہیں دو لادی حقیقت بہت کچھ

مبارک۔ مہر میر سید جمال کہ دلی پرانی میں ن کا محل

اوسی کے جن کا جو فرزند ہے کہ دل ٹوٹیاں کا دو داندہ

مرا تن میرے پیر کے تن میں میرے پیر کا تن محمد سے

اچھا نام اس کو عبدہ جو را اللہ انا ہی بند ہے اسی کا بندہ

کہ حیدر سری کا ہے اس کا جمال محمد کی نصرت اس میں کمال

اس جگہ کے علاوہ خود شہسوار کی آخری بیت میں بھی مصنف

نے اپنا تخلص استعمال کیا ہے۔ مصنف کے مزید حالات کا پتہ نہ چل

اسی شخص کا ایک مرثیہ گوبران پور میں بعد کو گزرا ہے اور دوشہ پار

۱۲۹۵ اور کن میں اردو ص ۲۹۶) لیکن زین العارفین کا یہی شاعر ہے

انعام

اول حمد عاشق کتا ہوں پکار کہ عاشق سوں مشوق ہونکار

پچھے منت مشوق لبو بیاں جنے ایک ہو کر کیا کھلایاں

اگر دہر بعد اوصاف ساقی لکھن سداست وہ ہم چیار ہوں

اختتام

کہ صانع کی قدرت نبی پریم علیک الصلوٰۃ علیک السلام

ہزاراں درود و ہزاراں سلام محمد اور آل یاروں پر

آغاز

سب عاقلوں کے سدھ مجھے ان کی صفت کہتے نہیں
پس میں جنوں (جنونی) کیا کہوں کیا آسرا کہوں
اندر زبان فارسی یہ معجزہ ملائے - دم
ہے گا جو کیا خوب نکو تم نے سا ہے بیشتر
دنیاں نہیں ہیں یہ زبان عربی و ترکی فارسی
باقی نہیں اندر حساب ہے قول اہل معبر

بولی عرب کی ہے سری سب بولیوں کی بے سخن
ترکی شہادت کا رتی ہے فارسی باشد شکر
میں اس کوں در ہندی زبان اس اے کچھ لگا
جو فارسی سمجھے نہیں سمجھے اسے خوش دل ہو کر
اس آخری شعر سے ظاہر ہو گا کہ جنونی بھی اپنی
زبان کو دوسرے قدیم شعرا سے اوروں کی طرح ہندی کہتا ہے
اوپر ایک شعر میں شاعر نے اپنا تخلص ظاہر کر دیا ہے لیکن
قصیدے کے آخری حصہ میں بھی اس نے اپنا تخلص
استعمال کیا ہے -

تو نے جنونی یہ سخن در معجزہ کیا ختم
حق تجھ اوپر آخر کرے اپنے کرم سیتے نظر
اسی سلسلہ میں تاریخ تصنیف اور وطن کا بھی حال بیان
کر دیا ہے -

ماہ ربیع الاول میں تاریخ تھی چوبیسویں
منگل کے دن گفتیم من از فضل رب دادگر
سنہ ایک ہزار اور ایک سو در برس اوپر حساب
بودست کردا میں ختم در شہر گوات ای پسر
آغاز -
اول کہوں حمد خدا یا راں سنو تم کان دھر
جس نے زمین و آسمان پیدا کیا شمس و قمر

زبان کہتی سکتا ہی جو اس کے سونہی اوپر
جنے نوری نبی کہتے اپس کے نور میں اظہر
اونہو کے نور میں کہتے ملائک جن سب جواں
زیں، نو آسماں، کرسی، عرش شمس و قمر اختر

اختتام

مسماں ہوئے کرادیں کئے تو بہجت سول
یہودی کہتے کا صاحب مسماں بھی ہوا اگر
مجھے نہیں پس تحیت کر کہا تم ہو رسول اللہ
سبھی یہ بات وہ کر گیا چپ ہو مکان اند

ترقیمہ

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ
تم تمام شہ - کار من نظام شد -
نوشہ محمد عارف -

(۵) قصیدہ معجزہ [۱۲۶-۱۲۷]

ادراک ۵ - سطور ۱۵ - تقطیع ۸۲۵
خط نستعلیق شکستہ - مصنف جنونی - تاریخ تصنیف
۲۲ ربیع الاول ۱۲۸۵ ہجری - کاتب محمد علی
یہ ۷۲ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں شاعر نے
مولانا روم کے اس فارسی کلام کا ترجمہ کیا جس میں ابوجہل
اور انحضرت کے مکالمے کے ذریعہ سے انحضرت کے معجزے
بیان کئے گئے ہیں -

شاعر نعت کے سلسلہ میں سبب تالیف کتاب
یوں لکھتا ہے :-

شاعر نے خود اپنا نام، وطن، سند تصنیف اور
کتاب کا نام آخری تین آیات میں اس طرح واضح کر دیا ہے
عاجز غریب عبد الملک یا محمد سول پناہ

بچنے الہی توں اُسے تیرے کرم سوں سب گناہ
مہر بھروچ ہے گا بن جس جاگہ احمد کاٹ میں
بھولوں کے تنیں جنگل میں اکثر ملیں دہاٹ میں
نواس ہزار اد پر کھی تاریخی ہجرت کی جدہاں

اس سال ۱۷۰۰ مولود میں لکھ کرناٹے جگہ ملیں
مصنف نے اپنے وطن کے تذکرے میں حضرت
(دور ۱۷۰۰ء)

شیخ احمد کاٹ (کٹوا) کی طرف خصوصیت سے اشارہ کیا
ہے جس سے حلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے مستحقین یا ان کے
سلسلہ کے مریدین میں سے تھا۔ اسی لئے ان کی یہ کرامت
لکھا ہے کہ وہ بھولے بھٹکوں کو جنگل میں مل کر راستہ دکھا
دیتے ہیں۔ لیکن ایک بات عجیب یہ ہے کہ مصنف نے

اپنا وطن بھروچ لکھا ہے جو احمد آباد سے جانب جنوب ۵۰ کوا
پر واقع ہے۔ در حضرت احمد کھٹوا احمد آباد سے تقریباً چار کوس

مغرب کی جانب قصبہ سرخس یا سرکھچ میں دفن ہیں۔ انہوں
نے ۱۷ شوال ۱۱۳۰ھ میں وفات پائی۔ وہ اسی مقام پر رہتے
تھے اور مسجد، تالاب اور مدرسہ وغیرہ بنوایا تھا ان کے بعد
عالی شان گنبد اور خانقاہ وغیرہ کی تعمیر ہوئی (تاریخ اولیا گجرات)

ترجمہ ابو ظفر ندوی ص ۵۷ و ۵۸)۔ لیکن ہے کہ عبد الملک کے
زمانے میں سرخس کو ضلع بھروچ ہی میں شامل کرتے ہوں
یا اُس وقت بھروچ لوگ ان ہی کے زیادہ تر متعلقہ ہوں۔

اس لئے ان کو بھروچ سے منقص کر لیا گیا ہو۔

مولود نامہ کی زبان پر گجراتی زبان کا اثر بہت نمایاں ہے

ستار وہ کرتار وہ غفار وہ جب ستار وہ
قہار وہ اتار وہ اس میں نہیں کوئی ڈر

اختتام

اس بجزے کوں گرنے کوئی کہ کیتے بیت ہے
آوے گمن ولسے نئے تیں یہ سب بہر و شمر

میں مانگتا ہوں یہ ہوے اپنیوں دلوں میں جا دام
یار رب بحق مصطفیٰ بر خصلت عالم کرم کر

ترقیمہ نہیں ہے۔ لیکن آغاز سے قبل "نوشہ محمد عارف"
لکھا ہے جو اگرچہ اس سے قبل کے قصیدہ کا ترقیمہ ہے لیکن

دونوں قصیدے یکے بعد دیگرے مسلسل ایک ہی خط میں
لکھے گئے ہیں اور دوسرا قصیدہ نئے صفحے سے بھی نہیں

شروع کیا گیا اس لئے اس کا کاتب بھی یقیناً محمد عارف ہی
شاعر نے تعداد آیات ۷۲ بتائی ہے لیکن اس

نسخہ میں جلد ۶۲ شعر ہیں۔

(۶) مولود نامہ عبد الملک [۱۲۷]

اوراق ۱۶۔ سطور ۱۷۔ تقطیع ۹x۵

خط نستعلیق شکستہ۔ مصنف عبد الملک بھروچی

سند تصنیف ۱۱۳۰ھ۔ کاتب محمد عارف۔

یہ ڈھائی سوا اشار کی ایک ثنوی ہے جس میں

انحضرت پیغمبر اسلام کی ولادت کے حالات تفصیل سے

بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف کا بیان ہے کہ اس کا مافذ

احادیث نبوی میں چنانچہ وہ کہتا ہے :-

مولود حضرت کے ہیکلے ہیں میں حدیثوں میں آثار

سن کر اسے کچھ خیر کر جو تجھ دیا پروردگار
(دور ۱۷۰۰ء)

یاسجان یا سلطان شاہ شمس تبریز
جیسا تج میں تیز قیسا آنکھ میں تیز
شیخ فرید شکر گنج دانا نہ رہے رنج

لطف یہ ہے کہ ایک جگہ شاعر نے لفظ "سوراجہ" انہی
معنوں میں استعمال کیا ہے جن معنوں میں آج ساڑھے
تین سو سال بعد یہ لفظ اردو میں دوبارہ داخل ہوا ہے۔
وہ کہتا ہے :-

ہو رہا دیکھا و سب فرشتوں کو نبی کا نور آج
جس نبی کوں میں دیا جو دین دنیا کا سولاج
(دوق ۱۲)

(۷) مناجات علی زحمتی [۱۲۶-ج]

ادراق ۲ - سطور ۱۵ - تقطیع ۸x۵

خط نستعلیق شکستہ - مصنف علی زحمتی -

کاتب محمد عارف

آغاز -

یا الہی شکر تیرا کس زبانوں میں ہوں کروں
توں خدا اطہا حبیبوں کا حکم تیرے میں ہوں

تیرے کیا پیدا محمد جس نبی میں سب ہوا
عرش، کرسی، لوح، قینو اور قلم چو تھا کیا
توں خدا خالق زمین اور آسمان کا باریقیں

تیں فرشتے آدمی پیدا کیا دنیا و دیں

(دوق ۱ و ۲)

اختتام کی تین بیتیں اوپر مندرج ہو چکی ہیں۔

ترتیبہ صوف "تنت تمام شد کار من نظام شد"
لکھا ہے۔ خط، کاغذ اور سلسلہ کی یکسانیت کی بنا پر
اس کا کاتب بھی محمد عارف ہی ہے جس نے تصانیف جوڑ
لکھے ہیں۔ زمانہ کتابت گیارہویں صدی ہجری -

اس کتاب کے سرورق پر ایک دلچسپ اردو دعا

فارسی عبارت کے درمیان لکھی ہے۔ اگر کسی کی آنکھ میں

پھولا ہو جائے تو اس کے علاج کی ترکیب بتائی ہے

جس کے سلسلہ میں بیمار کو یہ عمل پڑھنے کی ہدایت
کی گئی ہے۔

یہ ۲۳ ابیات کی شہنوی ہے جو بعد مناجات
لکھی گئی ہے۔ شاعر نے آخر میں اپنا تخلص بیان کر دیا ہے۔
کوئی ترتیبہ نہیں ہے۔ خاتمہ کے ساتھ ہی فارسی نثر میں
ایک طویل حدیث شریفہ کا ترجمہ ہے جو مردوں کے کپڑوں
کو گھر میں رکھنے کی مفسرتوں سے متعلق ہے۔

خط کی یکسانیت اور تصیدہ جنوبی سے تسلسل
ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کاتب بھی محمد عارف ہے۔

آغاز -

الہی بحق محمد رسول دعا مجھ گنہگار کی کر قبول

تسیر انام قاضی جو حاجات ہے

کلیاں سب کے دل کی ترے ہاتھ ہے

اختتام -

ہماری دعا نہیں اگر مستجاب

محمد کی برکت میں سوں کر مستجاب

ترے فیض رحمت سوائے کردگار

علی زحمتی کو (ہے) تیرا مددگار

(۸) سیدیٹ الملوک و بدیع الجمال [۸۳۶]

اوراق ۸۷ - سطر ۳۳ - تقطیع ۳۴ ۱/۲
خط نستعلیق - مصنف ملا غلامی برہنہ تصنیف ۱۰۳۵ھ

کاتب زین العابدین حسینی سنہ کتابت ۱۲۲۶ھ

یہ قدیم اُردو کی وہ مشہور مثنوی ہے جو گوکنڈ سے اور
اور بعد کو حیدر آباد کے ایک بڑے شاعر ملا غلامی نے لکھی ہے۔
اس میں سیف الملوک اور بدیع الجمال کی عشق عاشقی کی داستان
بیان کی گئی جو العین لیلیٰ سے ماخوذ ہے اس شاعر کو عبداللہ قطب شاہ کے یہاں
آسا عروج ہوا کہ وہ شہنشاہ میں سفیر بنا کر بھیج دیا گیا تھا۔
اور وہاں بھی اس کی بڑی قدر و منزلت ہوئی تھی۔ اس کے
تفصیلی حالات اُردو شہر پار سے اور دکن میں اُردو ہبسی کتابوں
میں چھپ چکے ہیں اور خود اس کتاب کے مطلوبہ نسخے میں
بھی جو مجلس اشاعت دکنی مخطوطات کی طرف سے
میر سحابت علی صاحب رضوی ایم۔ اے نے شایع کیا ہے
دیتے ہیں اس لئے یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔

غلامی کے مرثیے اور غزلیں بھی موجود ہیں۔ اس کی
ایک دوسری طویل مثنوی طوٹلی نامہ بھی مجلس اشاعت دکنی
مخطوطات کی طرف سے شایع ہو چکی ہے۔

غلامی نے یہ کتاب (سیف الملوک) غالباً سلطان
موتی شاہ کے عہد میں لکھی تھی۔ چنانچہ ایک نسخے میں اسی بادشاہ
کی مدح درج ہے لیکن اکثر نسخوں میں سلطان عبداللہ کی مدح
ملتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب سلطان محمد کے
عہد میں لکھی جا چکی تھی لیکن جب اس نوجوان بادشاہ نے

شہنشاہ میں یکایک انتقال کیا اور کس شہنشاہ عبداللہ مرزا
تحت نشین ہوا تو شاعر نے مدحیہ ابیات میں نام بدل ڈالا۔
مدح سلطان عبداللہ قطب شاہ کی چند ابیات
یہاں درج ہیں جن سے شاعر کی زبان اور قوت کلام کا اندازہ
بھی ہو سکتا ہے۔

چند رچوہاں خسروی ریح کا امولک رتن جن کے درج کا
سو سلطان عبداللہ آفاق گیر سو گن ہر شہنشاہ گردوں سریر
سکل بدشاہاں میں اس کا پرندگی ادبی قطب کا تلوارا ہی جھاڑوں
دیراں سو بہت سوں بے دریاں گویاں میں تے شیراں لکھنؤ میں
ہم اس شاہ کو کامرانی سے عدالت میں نوشیروانی سے
خزانے جو ہیں شہ کے بھرلو پھر جواہر کے ہیں عین سہدور ہو
بتا اوس خرچے تو سراپا نہیں جہاں لا کو بھرتے تو بھرتا نہیں
نہ شہ سار سورج کس آسمان میں نہ شہ تارن ہو کسی کان میں
اچھو دست شہ کے خوش چھو نورل دندے ہر دستیاں پاؤں تل
غلامی جو شاعر ہی شہ کا دام کرے یوں دعا شاہ کو صبح و شام
کہ شہ گھر سدا پیش کا کاج اچھو بے لک دنیا شاہ کا راج اچھو
اس نسخے میں دو ہزار دو سو ابیات ہیں۔ چونکہ کتاب

نے تیرہویں صدی ہجری کے اوائل میں اس کو نقل کیا ہے
اس لئے بعض قدیم الفاظ کو رائج الوقت تلفظ کے مطابق لکھا
ہے اس کتاب کے نسخے انجمن ترقی اُردو اور نواب لارنگنگ ہاؤس
کے اور دوسرے کتب خانوں میں بھی محفوظ ہیں۔

آغاز :-

الہی جگت کا الہی سوتوں کر ہمارم بادشاہی سوتوں
ترے حکم تل نوکرا آسمان کے
رعیت ملک تیرے فرمان کے

(۹) فقہ ہندی [۷۰]

اوراق ۴۷- سطور ۱۰- تقطیع ۶۶ x ۲۶ ۱/۲

خط نستعلیق- مصنف عبدی امین

سنہ تصنیف ۱۰۷۲ھ سنہ کتابت ۱۲۳۵ھ

یہ ۴۶۰ آیات کی ایک شہابی ہے جس کے مصنف

کا نام غالباً عبد الامین اور تخلص عبدی تھا۔ اس میں شرعی سائل

کو مختلف عنوانوں (مثلاً فرض ایمان، فرائض و نحو، سنتہا و نحو

مستحب و نوافل و نحو، منہیات و نحو، سنتہائے غسل، موجب غسل

تیمم، حیض و نفاس، مسح موزہ، استنجا، صلوات، سجدہ سہو

تراویح، زکوٰۃ، حج، وغیرہ) کے تحت واضح کیا گیا ہے۔

اس رسالہ کے نسخے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں اس کا ایک ناقص نسخہ ہے جس میں

سنہ تصنیف کا شعر موجود نہیں اور شاعر کا نام بھی غلط درج

ہے (دیکھو فہرست اردو مخطوطات صفحات ۴۸ تا ۵۱)

جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں لکھا ہے۔

کتے سٹے دین کے بعد کہے امین فقہ ہندی زبان پر بوجھ کر یقین

ادارے کے نسخے میں یہ شعریوں ہے

کتے سٹے دین کے بعد کہے امین فقہ ہندی زبان پر بوجھ کر یقین

جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں سنہ تصنیف کی بیت نہیں ہے

لیکن فہرست مخطوطات میں ایک خانگی نسخے سے تاریخ کی بیت

یوں نقل کی گئی ہے۔

سنن یک ہزار چوتھریں بیچ رمضان

ادونگ کریب کے وقت میں نسخہ چھتا مام

تاقیہ غلط ہو گیا ہے اور اس طرح بیت غلط ہے۔

ادارے کے زیر نظر نسخے میں یہ بیت یوں درج ہے

اختتام۔

برس ایک ہزار اور پینتیس میں

کیا ختم ہو نظم و نثر میں

جو عارف و جوداں نزاکت شناس

صفا اوس تے حاصل کریں بے قیاس

بریاں کو تو سب آئے یو کام کوں

دیوے ذوق ادک خاص ہر عام کوں

کہن اریو لاپ پر لاپ پائے

سدا سخن روئی گرا آب پائے

مبارک اچھو شاہ کو یو مدام

بقی محمد علیہ السلام

(دق ۸۷)

ترقیمہ۔

”حصل فراغ ثامن تسوید“

فی الیوم الاحد و سبع عن شہر

ربیع الثانی ۱۲۲۶ھ راتہ زین العابدین

و مالکہ“

دستخط کے نیچے ایک دستخط ہے جس پر سید زین العابدین

خاں شہر ثبت ہے۔ دوسری طرف ایک مدور مہر ہے

جس کے حروف پڑھے نہیں جاتے۔ اس مہر کے نیچے قلاب

غایت جنگ تار کے دستخط ہیں جنہوں نے یہ نسخہ ادارہ کے کتب خانہ کو

عطا فرمایا ہے۔

سن ہزار چوتھریچ ماہ رمضان تمام
اورنگ زیب کے دور میں نسخہ ہوا نظام
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امارہ کاشغہ فقہ ہندی
نہایت صبح اور کمال ہے۔ نیز کتابت کے لحاظ سے بھی۔ تاہم سال
قبل لکھا گیا ہے۔ یوں کہ جامعہ عثمانیہ کاشغہ ۱۲۶۱ھ کا مکتوبہ ہے
اس نے جو تخلص عبدکے اس میں اسج ہے وہی صبح ہے نہ
مبدو۔

اقتتام :-
کچھ آوے نظر میں پڑے درود و دعا
اور تہلیل تکبیر کہ جو ہے امر خدا
فقہ ہندی کوں نواں آنو زباں پر یاد
مسد آوے دین کا مول نہ جو فساد
سن ہزار چوتھریچ ماہ رمضان تمام
اورنگ زیب کے دور میں نسخہ ہوا نظام

ترقیمہ :-

”کتاب فقہ ہندی تمام شد بروز
یکشنبہ تاریخ شہر محرم الحرام ۱۲۳۵ھ ہجری“

مصنف کے وطن کا کوئی تہ نہ پل رکھا۔ اس نے
بھی اپنی زبان کو ہندی لکھا ہے۔ خصوصیات زبان سے لحاظ
سے عبدی احمد نگر یا گجرات کا شاعر ہوگا۔ ممکن ہے کہ عبدی
کا دور برائے تخلص امین ہو کیونکہ اس نام کا ایک گجراتی شاعر
تقریباً اسی زمانے میں گزرا ہے جس نے اورنگ آباد میں عرصہ
تک قیام کیا تھا اور ۱۲۳۵ھ میں ایک ثنوی یوسف زلیخا منظم
کی تھی جس کے نسخے پیرس اور لندن کے کتب خانوں میں
موجود ہیں۔ (دیکھو اردو شہ پارے ص ۱۳۶۔ دکن میں اردو
ص ۱۲۱) ایک اور شاعر امین ابوالحسن تانا شاہ کا لازم تھا
جس نے ۱۲۳۵ھ میں ایک ثنوی قصہ ابوشجرہ کھلی تھی (اردو
شہ پارے ص ۱۱۱ دکن میں اردو ص ۱۱۱) ممکن ہے کہ یہ تینوں
شاعر ایک ہی ہوں۔ زمانہ تینوں کا ایک ہے۔

(۱۰) مدد راجہ ناخہ [۹۸]
اداق ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱

(۱۱) ہدایات ہندی [۳۰۱]

ادراق ۱۳۱۔ سطور ۱۵۰۔ تطبیع ۸۲۵

خط تعلق ابواب اور ذیلی عنوانات سرخ
روشنائی میں مصنف شیخ داؤد ضعیفی -

سند تصنیف ۱۱۰۱ -

یہ طویل ثنوی ۳۶۳۸ آیات پر مشتمل ہے۔

اس میں جملہ شرعی سائل کو ۲۵ ابواب میں منقسم کر کے

بیان کیا ہے۔ ہر باب میں کئی کئی مضامین ہیں یہ کسی عربی

یا فارسی کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ اسی موضوع کی عربی و

فارسی کتب کو پیش نظر رکھ کر مصنف نے (جو بڑا عالم اور

فقہ معلوم ہوتا ہے) خود ایک نئی کتاب دکنی میں مرتب کی

ہے کیونکہ اس کا خیال ہے کہ یہ زبان آج کل اس حصہ ملک

میں بہت مقبول ہے اور شوق سے پڑھی جاتی ہے۔

کتاب کے پچیسویں باب کی دوسری فصل درختم کتاب

واسم مصنف گوید "کی چند منتخب آیات یہاں نقل کی جاتی

ہیں جن سے کتاب اور اس کے مصنف کا نام اور موضوع

وغیرہ ظاہر ہوگا۔

سائل یونہی کے اسنادوں

کے اکثر زبان ہند کی اس نظر

اسی واسطے دیدہ یو ہند کوں

ہدایات ہندی نگر اس کا ناؤں

کہ ہندی کیرے ہی ہایتی تیں

شفا عات رویت کا جو کالج کر

میں احتیاج اپنے دل میں کر

پڑ دیا ہوں میں اس سلسلے کی

کے کتب خانہ میں اس کے تین نسخے موجود ہیں جن میں
سب سے قدیم ۱۱۰۱ء کا مکتوبہ ہے۔ اس طرح ادارہ
کا نسخہ ان سب سے قدیم ہے۔

جامعہ کے نسخے میں ابتدائی آیات یہ ہیں۔
اول نام اللہ سو پلوں احد شاد صفت اس کی ہر بے عا
ثنا اس پر نت سزاوار ہے کر ہر قدرت میں کرتا رہے
ادارے کے نسخے میں پہلا ورق غائب ہے۔ ان

آیات سے شروع ہوتا ہے۔

بیاباں بھاڑاں سو بیج کریں

کیا آب آتش سوائی گستر

جامعہ کے نسخے کی آخری بیت یہ ہے۔

جو سید بلاتی نبی کا غلام

ادارے کا نسخہ زیادہ صحیح ہے اس میں یوں لکھا ہے۔

جو سید بلاتی نبی کا غلام

ہزاراں دود ہزاراں سلام

ترقیمہ میں کئی فارسی اور یہ اردو بیت بھی شریک

ہے۔

الہی گنہ بخش لکھنار کوں

"تحریر فی التاریخ غرہ شہر ذی محرم ۱۱۰۱ء"

تحریر یافت

ایک اور معراج نامہ ۱۱۰۱ء میں لکھا گیا تھا جس کا

مصنف تھمنا تھا۔ اس کا ایک نسخہ آغا حیدر حسن صاحب

کے کتب خانہ میں موجود ہے جو ۱۱۰۱ء کا مکتوبہ ہے۔

اگیا اسو اس میں بھر تھو تمام اوی بیچ منت کا دیکھیا مقام
صدی بار میں لگیا تھا برس اسی بیچ باجا یو دکھنی جرس
لیکن شہنشاہ کے دہر میں مبارک او ذوالحمہ کے شہر میں
اتھی سات تاریخ اون شتری یونسو مرتب ہوا خوشتری
مرتب یونسو اچھو بریدام بحق محمد علیہ السلام
یہ اختتامی شعر ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ
مصنف نے سنہ ۱۱۰۰ھ میں لکھنا شروع کیا اور بروز جمعرات
۱۱۰۰ھ ذیحجہ سنہ ۱۱۰۰ھ کو آخری بیت لکھ کر مکمل کیا۔ اس کتاب
یکے دو نسخے ذاب سالار جنگ بہادر کے کتب خانے میں بھی
محفوظ ہیں۔

شیخ داؤد ضعیفی کی ایک اور کتاب انڈیا آفس کے
کتب خانہ میں موجود ہے جس میں ۳۶۰ آیات میں ایک عورت
کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو حضور سرور کائنات کی محبت میں
بے تاب ہو کر جل گئی۔ یہ کسی فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔
ضعیفی کی دونوں کتابوں کا تفصیلی تذکرہ 'اردو شہ پارے'
(صفحات ۱۳۵۰، ۱۳۵۱) میں درج ہے۔ لیکن ہدایات ہندی
کا سنہ تصنیف ۱۰۹۹ ہجری لکھا ہے جو ادارے کے اس
نسخے کی معلومات کی بنا پر غلط معلوم ہوتا ہے۔

ہدایات ہندی میں جگہ جگہ آیات قرآنی، احادیث
اور عربی اور فارسی کی مستند کتابوں کی عبارتیں بھی درج کر کے
ان کی منظوم شرح لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب اسلامی فرائض
اور شریعت کے جملہ مسائل پر ایک مستند تصنیف معلوم ہوتی
ہے۔ اس کے آخر میں ایک اور شاعر نفع شریف لجنی نے
ایک نفل کا اضافہ کر کے پند نامہ نعمان کا دکھنی میں ترجمہ کیا
چونکہ اس پند نامہ کا ذکر ایضاً ہدایات نامہ کتاب کی حیثیت

ضعیفی ہوا اس کے تخلص کا دل
عربی میں ہور فارسی میں کجک
عرب ہور عجم کا سخن پایا
شاعر نے اپنا تخلص ضعیفی کتاب کے آخری حصہ میں

جگہ جگہ استعمال کیا ہے مثلاً
خدا کی عطا بن نہ یو کس نصیب ضعیفی توں یہاں اپنی گرد آویں
ای ہادی ضعیفی کوں یہاں ہے نبی کی شفاعت کا گل ہر دے
آخری باب کی تیسری فصل میں شاعر نے بادشاہ وقت
کی یوں مدح کی ہے۔

بہ دور جہاندار اورنگ زیب
شہنشاہ عادل اہر در امور
دیا حق تعالیٰ نے یوں جس کو جس
دھر یا سر پو پو شہی کا دواج
عجب نفع و نصرت ہوا اس کے سنگا
کہ شاہاں بھی اول پہنچیں کیا
اہر اس بھی ولی کی صفات
جو ادین اسلام کا کار ساز
الہی توں کر مر اس کی دراز

اس مدح سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نہایت مذہبی
شخص تھا اور اس مدح کو اس نے اہمیت حاصل ہے کہ
ایک دکھنی شاعر نے اسی فاتح کھن کی پہلی بار تعریف کی ہے
جس کی ہجو میں اس سے پہلے کے شعرا خاص کر لغزنی
نے متعدد شعر لکھے ہیں۔ اسی مدح کے سلسلہ میں شاعر
نے سنہ تصنیف وغیرہ اس طرح بیان کیا ہے :-

غرض اس زمانے نے شاہ کے
جوتایم جہرت ہزار ایک سو بیچ
سائل کیا دین کی ماہ کے
ہدایات ہندی ہوا یو تو بیچ

جو کہ بعض سائل کی دفات کے لئے فتح شریف نے
۱۳۲۷ء میں مزید چھ سو بیس بیوں کا اضافہ کیا ہے۔ اس
طرح یہ نسخہ ہدایات ہندی کے دیگر نسخوں کے مقابلہ میں خاص
حیثیت رکھتا ہے۔

فتح شریف اور اس کی تصنیفات کا ذکر آگے آئے گا
اس لئے ہم یہاں اصل کتاب کے آغاز و اختتام کی باتیں
درج کر دینے ہیں۔

آغاز :-

اول پاک ہادی کالے ناؤں میں
ہدایت اُسی پاک تے پاؤں میں
بھی احمد نبی کی رسالت پہ آ
گوا ہو کو گت پاؤں اسلام کا
اتما حق کی توحید سوں کر کلام
محہ پہ ہوں مسلوۃ اسلام

اختتام :-

اتھی سات تاریخ دن مشتری
یہ نسخہ مرتب ہوا مشتری
مرتب یہ نسخہ اچھو بردام
بحق محمد علیہ السلام
ترقیمہ :-

”این کتاب ہدایت ہندی در شہر دیوبند
بتاریخ نوزدہم یوم الاحد در قریہ پہلی
تحریر یافت“

تاریخ کتابت درج نہیں ہے۔ غالباً اوائل تیرہویں
صدی ہجری میں لکھی گئی تھی۔ اوراق کے آخر میں کسی نے سہلی

سے اس فہرست میں کیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہاں اسکی
دو ابتدائی اشعار درج کئے جاتے ہیں جن میں فتح شریف نے
ہدایات ہندی کی آیات کی تعداد وغیرہ بتائی ہے۔

ہدایات ہندی کا یوں سب کلام

سیاں وار ہوں انکے بھی تمام

ہزار تین یہ ہندو ہندی بیت

کہ علم سلوک جو شریعت سمیت

مرتب کرے جب یہ نسخہ تمام

دعا کیلئے شیخ داؤد نام (۹)

چھ سو کے اُپر بیس تیتاں نوزی

جو مقصود کیس کیس نہ تھا سو ہوئی

بھی بیتاں نوزیاں کی یہ تاریخ سن

سو ہجرت سوں ہوں تیرا یونیک

اکیارچہ سو پر بھی تھے تیس سال

سو داخل کیا میں یہ نسخہ میں ۱۱

مطلعہ کتاباں کا جب ہوئے گا

زیادہ یہ مفہوم تب ہوئے گا

زیادہ کیا جن سو اس کا جو نام

کہ ف ت و گ ر ح ر ہ و اسلام

شریف زادہ ہے قوم بلخی وطن

کہ جد ہے براہیم گوڈر سخن

انکے بھی سو یہ پسند نقان ہے

سمجھ کر کرے تیرے تیرے جو عرفان ہے

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ داؤد ضعیفی کی

اصل کتاب ہدایات ہندی کی تین ہزار اٹھارہ آیات میں

خط میں حضرت محبوب جانی کی تعریف میں کچھ اردو شعر لکھے ہیں
 جن سے نیچے ۵ رمضان سنہ ۱۳۳۵ ہجری لکھا ہوا ہے۔
 ترقیہ میں دور فہرست اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ
 میں اس کتاب کا نام "ہدایت ہندی" لکھا گیا ہے جو غلط
 ہے۔ صحیح نام "ہدایت ہندی" ہے جیسا کہ خود مصنف کی ان
 ابیات سے ظاہر ہوتا جو اوپر درج کی گئی ہیں۔

(۱۳) پندنامہ نقمان (۳۰۲)

۱۱ راقی ۵ - سطور ۱۵ - تقطیع ۱۵۰۰

خط نستعلیق - مصنف فتح شریف لمجی -

سند تصنیف ۱۱۳۰ - حیدری

۹۸ ابیات کی شہنوی ہے جس کو فتح شریف لمجی
 نیرہ ابراہیم گوڈرنے سنہ ۱۳۳۵ میں ایک فارسی نثر کے رسالہ
 "پندنامہ نقمان" سے دکنی میں منظر عام کیا۔ اس پندنامہ کو
 مصنف نے اصل میں ہدایات ہندی کے ساتھ شامل کر دیا جو
 فتح شریف گوڈر کا رہنے والا ایک دکنی شاعر تھا
 جس نے تصنیفی کی ہدایت ہندی میں چھ سوئیں نئی آیات
 کا اضافہ کرنے کے علاوہ اور بھی کلام لکھا تھا۔ چنانچہ اس کا
 ایک رسالہ "تہذیب نامہ ثانی" جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ
 میں موجود ہے۔ یہ بھی ایک شہنوی ہے جس کا سبب تالیف
 مصنف یہ بیان کرتا ہے کہ یہ قصہ پہلے فارسی میں تھا اور
 میں نے اس کو دکنی میں اس کے مستقل کیا کہ ایک روز
 میں اپنے وطن شہر گوڈر کے مسجد میں بیٹھا تھا کہ ایک مسافر
 آیا اور اس نے زمین کا قصہ بیان کر کے لوگوں کو متوجہ کیا۔

یہ سن کر مصنف کے ایک نامور دوست محمد امین نے اس کو
 قسم دے کر کہا کہ تم بھی زمین نامہ ثانی کا ایک ایسا قصہ لکھو
 جس کی وجہ سے شہر گوڈر کی شہرت ہو جائے کہ اس میں
 فتح جیسا شاعر رہتا ہے۔ غرض ایک سال کی مدت میں یہ قصہ
 تیس کوپنچا - ۳۰ کا خلاصہ پروفیسر سردری نے جامعہ عثمانیہ کی
 فہرست اردو مخطوطات میں قلمبند کیا ہے (دیکھو صفحات ۱۱۵، ۱۱۶)
 اور اس کے اس مخطوط میں نقمان کی سوئیں

منظوم کی گئی ہیں جو اس حکیم نے اپنے فرزند کو کی تھیں۔

مصنف کے نام اور تاریخ کی آیات ہدایات ہندی کے
 تذکرے میں نقل ہو چکی ہیں۔ پندنامہ کی آخری بیت میں
 بھی مصنف نے اپنا نام لکھ دیا ہے۔ آغاز اور اختتام کی آیات
 سے سبب تالیف اور دیگر معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

آغاز دانتے بھی سو پند نقمان ہے۔

سمجھ کر کرے نجد جو عرفان ہے

دلے نثر میں فارسی تھا اول

کہا نظم دکنی سوں یو بے بدل

اے جس نے فائدہ تجہ عظیم

کرے پند ادول بیتے مستقیم

سو بولے ہیں نقمان اس دھات سات

جو فرزند اپنے سو کھولے نکات

اختتام :- یو جتنا سنیا سور کے یاد توں

کہ تاہوے ہر دو جہاں شاد توں

جمع یو نصیحت سو یک صد ہوا

انٹی دو اچھ بیت کا حد ہوا

کہ فتح شریف نے بولیا ستام

درد بر محمد علیہ السلام

(۱۷) جوتا، موزہ یا نطیس پہنو تو پہلے دایاں پاؤں ڈالو اور نکالتے وقت پہلے بائیں نکالو۔

(۱۸) رات میں آہستہ اور دل میں چاروں طرف نظر رکھ کر بات کرو۔

(۱۹) کم بولنے، کم کھانے اور کم سونے کی عادت ڈالو۔

(۲۰) بچوں اور عورتوں سے راز نہ بیان کرو۔

(۲۱) پرائی متاع کی اُمید نہ رکھو۔

(۲۲) بد اصلوں سے نیکی کی اُمید نہ رکھو۔

(۲۳) بغیر سوچے کام نہ کرو۔

(۲۴) جو کام نہیں کیا اس کا شمار کئے ہوئے کاموں میں نہ کرو۔

(۲۵) آج کا کام کل پر نہ ڈالو۔

(۲۶) بخیل آدمی اور ناگن سے خوبی کی اُمید نہ رکھو۔

(۲۷) بزرگوں کے رو برو لائیں بات نہ کرو۔

(۲۸) گزرے ہوؤں کو پرائی سے یاد نہ کرو۔

(۲۹) اپنی چیزوں میں دوسروں کی چیزیں نہ ملاؤ۔

(۳۰) میاں اور بیوی میں پردہ نہ رکھو۔

(۳۱) جو کچھ مال خدا نے تم کو دیا ہے اس کو دوست دشمن کو نہ دکھاؤ۔

(۳۲) عزیزوں کو عزیزوں سے نہ توڑو۔

(۳۳) غیبت سے کسی کو یاد نہ کرو۔

(۳۴) ہر ایک سے قوت آزمائی نہ کرو۔

(۳۵) خود میں استطاعت پیدا کئے بغیر دوسروں کے دسترخوان پر روٹی نہ کھاؤ۔

(۳۶) ہر کام میں غلبت نہ کرو۔ وغیرہ

مصنف نے آیات کی تعداد ۸۲ لکھی ہے لیکن اس نسخے میں ۸۱ آیات زیادہ ہیں۔ ترقیہ دہی ہے جو بدینا نہ جہیزائے آخر میں نقل کیا گیا ہے

تھان سے اپنے فرزند کو جو نصیحتیں کی تھیں ان میں سے چند یہ ہیں :-

۱) کم ایسا کہ جس میں کوئی نقص نہ نکال سکے۔

۲) ہر ایک کے مرتبہ کا لحاظ رکھ کر اپنے باین بارت کو

۳) اپنے راز کو آشکار نہ کرو غصہ اور غضب کے وقت

اس کی آزمائش ہوتی ہے۔

۴) دوست کو نفع و نقصان کے وقت آزماؤ۔

۵) مادیان اور احمق سے دُور رہو اور وانا دوست

پیدا کرو۔

۶) نیک کام کرنے کی کوشش کرو۔

۷) جوانی کو غنیمت سمجھو۔

۸) دوست اور دشمن سے ابرو کشادہ ملو۔

۹) ماں باپ کو خدمت سے خوش رکھو۔

۱۰) خسر اور استاد کا حق ماں باپ سے کم نہ سمجھو۔

۱۱) خرچ آمد کے موافق کرو۔

۱۲) سخاوت اور مہمان داری کو پیشہ نہ بناؤ۔

۱۳) کسی کے گھر جاؤ تو اپنی زبان، ذقہ اور آنکھوں سے

خبردار رہو۔

۱۴) کپڑے اور جسم پاک رکھو۔

۱۵) دوستوں کے فدائی بنو۔

۱۶) فرزند کو مستعد، عالم، تیر انداز، شہسوار اور ادب

میں کامل بناؤ۔

۱۱. ہدایات ہندی [۵۹]

۱۱. ان ۱۵۱۔ سطور ۱۱۔ تقطیع ۵۶ x ۲۶

خط مستقیم۔ مصنف شیخ داؤد ضعیفی۔

نسخہ ۱۱۰۰۔ کاتب محمد امیر الدین۔

سنة کتابت ۱۲۶۰۔ مقام اورنگ آباد۔

خطوط نمبر ۱۱ کا دوسرا نسخہ ہے جس میں فتح شریف کا لکھا ہوا اضافہ نہیں۔ ہے مگر یہ صرف ضعیفی کی اصل کتاب کی نقص ہے۔ اس کی بعض آیات مذکورہ نسخے سے مختلف ہیں مثلاً

نسخہ ۱۱

نسخہ ۱۲

نفس میں ہوا شیخ داؤد ناؤں	سج وال الف واہ ہور وال ناؤں
ضعیفی ہوا اس کے شخص کا ٹاؤں	ضعیفی ہوا اس کے شخص کا ٹاؤں
دعوتی تعلق نے یوں جس کوں جس	دعوتی تعلق نے یوں جس کوں جس
جو دشمن ہوا اس اٹکے غار فوس	جو دشمن ہو کر اس اٹکے غار فوس
دھریا سر پوچن شہی کا دتا ج	دھریا سر پوچاؤں شہی کا دتا ج
ولی ہمد کمن کا ہوا ایک راج	ولی ہمد کمن کا ہوا ایک راج
بسینک شہنشاہ کے دہریں	ولی کے شہنشاہ کے دہریں
سبارک او ذالحمہ کے شہر میں	سبارک دو ذی الحج کے شہر میں

مصنف کا نام نسخہ ۱۲ میں جس طرح لکھا گیا ہے اصل میں اسی طرح مصنف نے لکھا ہوگا تب ہی تو فتح شریف نے بھی پند نامہ میں اسی طرح اپنا نام لکھا۔ یہ نسخہ زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن ناقص الاول ہے۔ ابتدائی چھ آیات نہیں ہیں۔

آغاز :-

تو ایتہ او دین کی بات کوں سننے کان دھریا لکے اخلاص

یہ بلور بیان دین ایمان کا کہ جس سوں شرف ہے مسلمان کا اختتام :-

اتقی ساء تا ریخ دن شتری

مرتب یونسہ اچھو بدوام

بجی محمد علیہ السلام

ترجمہ

تاریخ ہفتم ماہ بہادی الثانی ۱۲۶۲ ہجری روز جمعہ

بدان نماز مذہب قت تمام شدہ کاتب الحروف

محمد امیر الدین سائل اطراف اورنگ آباد براہ

نعل ڈی صاحب سواگر زبوی دام اقتباز

تحریر یافت بدست

امیر الدین نذاردو توشہ راہ

یادگاری راز شہہ این کتاب

کمرین حاجز امیر الدین کتاب

۱۲. شمائل الذبی [۱۰۹]

اوراق ۱۲۔ سطور ۸۔ تقطیع ۲۶ x ۴

خط ثلث۔ مصنف عبدالمحمد ترین۔ کتابت

ادائل بارہویں صدی ہجری۔

یہ ۷۰ آیات کی مثنوی ہے جس کو ایک دکنی شاعر

عبدالمحمد ترین نے پشتو زبان کے ایک مصنف افندہ رویزانی

نے ۷۰ سالہ سے ترجمہ کیا ہے اس میں حضرت رسول مقبول

کے شمائل (جس میں سراپا اور اخلاق و عادات شامل ہیں)

ہدایت خوبی سے تقلید کئے گئے ہیں۔

اسی موضوع پر ایک اور رسالہ جامعہ غمانیہ کے کتب خانہ

میں موجود ہے جس کا نام شمائل محمدی اور میں کا

(۱۵) وفات نلمہ سرور کائنات [۹۸ب]

اوراق ۳۶ - سطور ۷ - تقطیع ۲۲ ۲/۲
خط ث - مصنف دریا - تصنیف ۱۱۱۱
سند کتابت ۱۱۶۵

یہ ۲۲۵ ابیات کی شہنوی ہے جس میں ایک شاعر دریائے حضور سرور کائنات کی وفات کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ عربی اور فارسی میں تو ان موضوع پر کتا ہیں لکھی گئی ہیں لیکن ضرورت ہے کہ کوئی میں بھی لکھا جائے تاکہ لوگ خود پڑھ کر سمجھ سکیں۔ ہر یک دکھنی زبان سوں پڑ کو بوجے

نہ رہے محتاج کسں سہلاپ سہجے
اس کتاب کا ایک نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں بھی موجود ہے جس میں کتابت کی بے حد غلطیاں ہیں اور جس کو پہلوں خاں نے ۱۱۱۱ میں (یعنی ادارہ کے نسخے سے ۱۵۹ سال بعد) نقل کیا ہے۔ (فہرست مخطوطات) ادارہ کے نسخے میں آخری ورق محفوظ نہیں رہا۔ تصنیف جامعہ کے نسخے میں موجود ہے۔

ہوا نسخہ یہ ہجرت بعد سارا ہوا بر سال گیارہ پر گیا
آغاز :-

بنا اول کردں حمد خدا میں زبانہ اد پر اپس کی ابتدا میں
کیا قدرت سونچا ہر چہ قدرت بنا کر جگ دکھایا اپنی حکمت
اختتام :-

محب چار یا داں ہر دو عالم ہفتہ سرفرازی تاجدارم
کیا دیا رسالہ نظم لیا سناچہ یو بتیاں ہیں دو صد ہجرت پر چہ

مصنف عثمان ہے اور جس کی ابتدائی اور آخری ابیات یہ ہیں :-

الطی گلشن دیدار میں توں بنی کے نور سوں کر مدجیاں کں
لکھا عثمان عاشق جو شائل ہیشہ کر کہم گل میں حائل
فہرست اردو مخطوطات

عبدالمحمد ترین کی شائل بنوی زبان کے محاذ سے اس رسالہ سے بہت قدیم ہے۔ اس میں مصنف نے سب تالیفات یوں بیان کیا ہے :-

کیا قصہ عبدالمحمد ترین شائل بنی کا کہوں بہترین
افروزہ دیزانی جو پشتو سنر کیا ہے سو سگتا ہو میں نے
شائل بنی کا سگلوں نے کر یا کرم کر زبان کھونے
نریب الغم نظم دکھنی اچھر ہر یک کس کا دل سکون سکھنے
اقتضای ابیات میں شاعر نے اپنا نام عبدالمحمد ترین لکھا ہے۔
آغاز :-

الطی سچا توں ہی پروردگار دو نو جگ میں قدرت ترا آشکار
سچا توں ہی قادر سچا توں حکم سچا توں ہی صانع سچا توں نیم
اختتام :-

شائل بنی کا سچ بہترین کیا نظم دکھنی میں عبدالمحمد ترین
اگر کوئی پڑے یاد کر کوئی سنو دھانیک سوں یاد کر نا اؤنے
خدا یا گنہ بخش ہو رخ خطا دے کر توں ایمان کی بنی عطا
حق محمد ہے تیرا رسول ساجات کر نیج بند کی قبول
ترقیمہ
الطی گنہ کو پڑہن رکے بخش تو گنہ کو کھنہا دے

فوت ہو چکے تھے۔ ممکن ہے کہ اس رسالہ کی تاریخ تصنیف جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں غلط مندرج ہو کیونکہ وہ نسخہ بہت غلط لکھا گیا ہے۔ ادارے کے اس نسخہ میں آخری ورق محفوظ نہیں ہے جس میں سنہ تصنیف کی بہت شال تھی۔ اگر نہ تصنیف واقعی غلط ہو تو یہ رسالہ ان دونوں بزرگوں میں سے کسی ایک کی تصنیف سمجھا جاسکتا ہے۔

(۱۶) تحفة النصاب (۱۵۷)

اوراق ۴۴ - سطور ۱۳ - تطبیع ۱۵۴۰
خط نستعلیق - مصنف قطب رازی - سنہ تصنیف

۱۰۲۵ھ

یہ ۸۶۷ اشعار کا قصیدہ ہے جو اصل میں امی نام کی ایک فارسی کتاب کا ترجمہ ہے۔ فارسی تحفہ کے مصنف سید یوسف راجہ حسینی تھے جنہوں نے ۱۰۹۵ ہجری میں یہ رسالہ قلمبند کیا تھا۔ انہوں نے حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد شیخ نفیر الدین محمود کی مدح کی ہے اور اس کے بعد سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے۔ ترجمہ میں رازی نے اصل کی پوری پابندی کی ہے اور ابتدائی حصہ میں اپنا کوئی ذکر نہیں کیا۔ بلکہ آخر میں پینتالیسویں باب میں بہ عنوان "مناجات و خاتمہ" اصل کتاب اور ترجمہ دونوں کی تاریخ اور تعداد ابیات و ابواب اور سبب تالیف وغیرہ بیان کر دئے ہیں۔ اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ بالعموم مثنوی لکھنے کا رواج ہے لیکن میں نے تحفہ قصیدے کے طور پر لکھا ہے۔ (ورق ۱۶۳) اور اس قصیدے کو ۴۵ ابواب میں تقسیم کیا ہے جن میں مذہب و اخلاق

بقائیں ہے کسی کو آج دیم بجز ات خدا نہیں کوئی قائم
بقائتی کر جیو عمر فانی فنا ہوگا جہاں ملک و دیانی
جامعہ کے نسخے میں ابیات کی تعداد کی بہت غلط نقل کی گئی ہے۔ یوں لکھا ہے:-

یہ بیتاں ہیں دو صد بست ہزار
یہ مصرع بحر میں بھی نہیں آتا۔ ادارے کی بیاض میں صحیح مصرع درج ہے۔ جو اوپر نقل کیا جا چکا ہے

وفات نامہ کا یہ نسخہ معراج نامہ باقی (منبر ۱۱) کے ساتھ سلسل ایک ہی قسم میں اور اسی کاغذ پر نقل کیا گیا ہے۔ اسی موضوع پر ایک اور شاعر امی کی کتاب (دیکھو فہرست ہذا سلسلہ نشان ۲) کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ اس کا نام بھی وفات نامہ سرور کائنات ہے۔

زیر نظر نسخے کے مصنف کے حالات معلوم نہ ہو سکے اس کا تخلص دریا ہے۔ اور یہ لفظ دکن کے دو بزرگوں کا لقب تھا۔ (۱) شاہ محمد قادری نور دریا (۲) بحر الدین قاضی یا (۱) شاہ محمد قادری خلیفہ تھے شاہ امین الدین اعلیٰ کے اویشندہ میں فوت ہوئے۔ ایک کرامت کی وجہ سے نور دریا لقب پایا۔ راجہ میں مدفون ہیں (واقعات مملکت بیجا پور حصہ سوم ص ۳۵) تاریخ تصنیف کے لحاظ سے یہ رسالہ ان کی تصنیف نہیں ہو سکتا لیکن ہے کہ ان کے کسی متفقد یا مرید کا ہو۔

۲۔ بحر الدین گوگی کے قاضی اور محمود بحری مصنف من گن (مثنوی ص ۳۵) کے والد تھے ان کا لقب قاضی دریا تھا۔ دیکھو فہرست اردو مخطوطات جامعہ عثمانیہ ص ۵۵) یہ وفات غالباً ان کی تصنیف بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ۱۱۳۵ھ سے قبل

دکن کے قلعہ مسائل کے بارے میں نصیحتیں لگی گئی ہیں۔

مترجم نے وجہ ترجمہ یوں بیان کیا ہے۔

تمخّذ اصل اے فارسی سب ترجمہ دکھنی کیا

صاحب سودینا دین کے شاہ ابوالحسن فرماتے

بنیاد میں سب کتر اے رازی تخلص قطب کا

تمخّذ کیا دکھنی زبان شاہ کی معانی میں

بندہ تو سب پر عیب ہے جو شاہ بخشنے عیب

بندہ نوازی شاہ سوں ادیب ہو سب ہر

ہجرت تھے دس سو سال ہو چالیس پر بھی پانچ تھی

تب اے مرتب سب ہوا تمخّذ سود دکھنی امور

(درق ۶۳ ب)

جس پتہ چلتا ہے کدوازی کا نام قطب یا قطب الدین تھا

اور اس نے اپنے مرشد شاہ ابوالحسن کی فرمائش پر شکنہ

میں فارسی سے دکھنی میں یہ رسالہ منتقل کیا بعض کتابوں میں

اس کا تخلص راضی (یعنی ض) سے لکھا گیا جو صحیح نہیں

معلوم ہوتا (کن میں اُردو ص ۷) کیونکہ اس نسخے میں ہر جگہ

رازی لکھا ہے۔ ایک غلط فہمی یہ بھی ہوئی ہے کہ رازی

اور قطبی دونوں کو ایک ہی مصنف مان لیا گیا ہے۔ حالانکہ

دونوں جدا جدا شخص تھے اور اس نسخے میں یہ کہیں معلوم نہ

ہو سکا کہ رازی کا تخلص قطبی بھی تھا۔ (اُردو شاہ پارو ص ۷)

رازی کو قطب شاہی شاعر بھی نہیں کہا جاسکتا۔

کیونکہ اس نے جن بزرگ کی فرمائش پر یہ رسالہ لکھا ہے وہ

بیجا پور کے تھے۔ گوکنڈہ یا حیدرآباد میں اس عہد میں اس نام

کے کوئی شہور بزرگ نہیں گزرے۔ البتہ بیجا پور میں اس

نام کے دو بزرگ موجود تھے۔ شاہ ابوالحسن فخر آبادی اور

شاہ ابوالحسن قادری۔

رازی جن کا معتقد تھا وہ شاہ ابوالحسن قادری علیہ

ہیں جن کا سلسلہ نسب حضرت محبوب جانی تک پہنچتا ہے وہ ابراہیم

عادل شاہ ثانی کے عہد میں بیجا پور گئے اور بڑی قدر و منزلت

حاصل ہوئی۔ بادشاہ اور عوام بے حد معتقد ہو گئے۔ کئی کرائستیں

مشہور اور منقول ہیں۔ بادشاہ نے منقول و فیض مقرر کروایا تھا

۱۴ ربیع الثانی ۱۰۰۰ھ میں رحلت پائی اور اللہ پور دروازے

کے باہر مدفون ہوئے۔ تاریخ ادبیات کے دن میں عبد الجبار خاں

نے شاہ ابوالحسن فخر آبادی کے علاوہ شاہ ابوالحسن قادری کا

تذکرہ دو جگہ (ص ۴ اور ص ۹) اس غلط فہمی میں کیا جو کہ

یہ دو علوہ بزرگ ہیں۔

رازی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ان کے

کتنے معتقد تھے اوگیا صاحب افتد ار سمجھتے تھے۔ یہ کتابچہ

ان کی وفات سے کچھ دنوں پیشتر ہی لکھی گئی تھی۔

آغاز :-

بولوں صفت میں بے گنت اُس خالق جن و بشر

زودھار کر آسمان رکھیا چند ان سوچ نامور

دسے یوں بزرگی عرش کوں ننگی اڑے یک پائے

جیوں پنج برساں چار سو ان پڑے براں یادگر

اختتام :-

ہجرت تھے دس سو سال ہو چالیس پر بھی پانچ تھی

تب اے مرتب سب ہوا تمخّذ سود دکھنی نامور

ترقیمہ نہیں ہے۔ بارہویں صدی ہجری کی کتابت

معلوم ہوتی ہے۔

اس کے نسخے دفتر دیوانی و مال اور کتب خانہ نواب

میں اُس نے اپنے اس نووارد ہم وطن کا شاعر کی حیثیت سے ذکر کیا ہے اور اس کے بعد ایک اور مورخ میراجہم بن میر حسن نے بھی احوال بادشاہان بجا پور میں اس کے فارسی دیوان اور اردو کلام کا تذکرہ کیا ہے۔ (دیکھو نسخہ برٹش میوزیم ورق ۳۰ ب)۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھو اردو شدہ پارے ص ۳ تا ص ۴

شاعر نے اپنا تخلص ثنوی میں کئی جگہ استعمال کیا ہے مثلاً :-

دنیا تو فنا ہے مٹی بھی رہی گئی بن کی نشانی ہی (ورق ۱۱۱)
مہر دی بقی زبان پر عینا زلفِ محمد نبی مصطفیٰ (ورق ۱۱۲)
نقیبی پرست بیچ انپڑیا ہوں میں

پرست کے کلمہ بیچ سنپڑیا ہوں میں (ورق ۱۱۳)
معنی بن کا ترنگ ساز توں بسراں چلیا ہوں توں مہیار کوں (ورق ۱۱۴ ب)

شرح سٹیمپی پت پیار کا قصہ کہہ توں پورا سو ایسا کا (ورق ۱۱۵ ب)
شاعر اس ثنوی کا سبب تالیف یہ بیان کرتا ہے کہ میں بندہ محبت ہوں اور چاہتا تھا کہ محبت و وفاداری کا انتہائی ثبوت دوں۔ اس اثنا میں ایک دوست سے اتنا تعلق قائم پیدا ہوا کہ میں اس کی محبت میں مہوش ہو گیا اس نے مجھے گہری محبت کا ایک ایسا قصہ بیان کیا جس کو سن کر ہر کوئی مجھوں اور سیلی کی داستان بھول سکتا ہے۔ اس کا میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اشعار موتی کی طرح ڈھل ڈھل کر نکلنے لگے اور چونکہ میں زبان کا سچا جوہری ہوں اس لئے اپنی زبان سے گوہر گسری کر رہا ہوں اور اس قصہ پند بدن و مہیار میں خواہی کا نتیجہ کر کے اختصار سے بیان کر رہا ہوں

سالار جنگ بجا پور و جامعہ عثمانیہ میں بھی موجود ہیں۔ نو اسٹارڈنگ کے چار نسخوں میں سب سے قدیم نسخہ کا مکتوبہ ہے۔

اس کتاب کا سنہ تصنیف بالعموم ۱۱۳۸ء بیان کیا گیا لیکن ادارے کے نسخے میں صاف طور پر سنہ ۱۱۳۸ء درج ہے۔

(۱۷۱) چندر بدن و مہیار [۸۷]

اوراق ۱۳۱-۱۳۲ سطور ۱۳۱-۱۳۲ قطع ۱۲ x ۸

خط نستعلیق۔ حوانات سرخی میں مصنف قلمی

سنہ تصنیف قبل ۱۰۲۸ء۔ سنہ کتابت ۱۱۲۸ء

یہ ایک مختصر سی ثنوی ہے جس میں شاعر نے اپنے زمانے کے ایک مشہور واقعہ کو منظوم کیا ہے جسے عہدِ بہاریم عادل شاہ ثانی میں ایک مہند و شہزادی چندر بدن اور سلطان تاجر زادہ مہیار (محمی الدین) کے آپس میں محبت ہو گئی اور دونوں نے ایک دوسرے کے لئے جان دے دی۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہوا اور کئی شاعروں نے فسانہ کے پیرایہ میں اس کو بیان کیا اس کی تاریخی صداقت کا ذکر توڑک آصفیہ (ص ۱۵۱) میں بھی کیا گیا ہے۔ اسی موضوع پر ایک اور شاعر کی ثنوی ادارے میں موجود ہے جس کا ذکر آئندہ درج ہوگا۔

مقیس کا نام مرزا محمد مقیم تھا جو استرآباد (ایران) کے ایک سید خاندان کا فرد تھا۔ باپ کے ساتھ مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے وطن سے نکلا۔ واپسی پر شیراز میں تیمور لہو اور سرپرستی کی خاطر بجا پور چلا آیا۔ جہاں اس کا ہم وطن خذوئی استرآبادی موجود تھا اور تاریخ نگاری کا کام انجام دے رہا تھا۔ چنانچہ اس تاریخ (فتوحات عادل شاہی)

لیکن اس کے باوجود نہ میں اپنی تعریف کرتا اور نہ دوسرے
کے شعروں کو معزوں بدل کر لکھتا ہوں۔ کیونکہ یہ خام عرو
کا کام ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مٹی نے اس قصید
بہت اختصار سے کام لیا ہے اور گو کلمہ کے ملک الشعراء
پر چوٹ بھی کی ہے کہ اس نے شہزی سیف الملک بدیع الجلال
میں بہت خود سرائی کی ہے۔ اس حصہ کی چند ابیات یہ ہیں۔

تقدہ منجہ پرت کا کہا ایک اُن جو پیرے تو لیل و مجنوں کو ش
ہو ا دل پہ یوں کر فکر قرب کہوں شعروں کا محبت
بہن دور ہو دل تے اُٹھنے لگی نوبی طرز خوش تب نکلنے لگی
زبان کا آتا ہوں سجاوہری کروں نت زبان سو گہر گہری
تقدہ یک کہوں میں گہوار کا سو چند بدن چور ہیار کا
سُنے کوئی سچ کو دھایا د کر رہیں گے تعب سوں دل شاہ کر
تتبع خواہی کا اندیا ہوں میں سخن مختصر یا کے ساندیا ہوتا
دلے میں اس کوں سنا یا نہیں شعر میں کسی کا پھرایا نہیں
سرا پھرانا عفت کا ہے کہے اُن عمل یو کہ جو خام ہر
(ورق ۲ ب ۱۲)

عجیب بات یہ ہے کہ مٹھی نے خواہی کی طرح
نہ بادشاہ کی مدح لکھی اور نہ سہتا لیلیٰ ہی قلمبند کیا
جس کے باعث یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے یہ
کتاب کس سنہ میں لکھی ہے۔ البتہ خواہی کی تصنیف
سیف الملوک (۱۳۵۷ھ) اور امین کی بہرام دبانو جن
(۱۳۵۸ھ) کے درمیانی زمانہ میں یہ کتاب لکھی گئی ہو
کیونکہ اس موخر الذکر کتاب میں مٹھی کے اردو کلام کا ذکر
ہے۔

اس مثنوی کے نسخہ انڈیا آفیس (جلوم مارٹ ۱۰۰)

اور ایڈنبرا یونیورسٹی (۱۷۸۲ء) کے مطالعہ (۱۷۸۲ء) کے کتب خانے میں بھی موجود ہیں۔ موخر الذکر کا نسخہ ۱۷۵۷ء
کا مکتوبہ ہے۔

ادارے کے نسخے میں جلد ۳۶۵ ابیات ہیں آخری
صفحہ خائب تھا تو مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب کے نسخے
سے تکمیل کرائی گئی ہے ابتدائی ورق کی عبادت اور کاغذ
اور خط سے ۱۲۸۷ء کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

آغاز :-

مجھے فیض کچھ بخش تجہ دھیان کا
الہی تو حافظ ہے ایمان کا
مرادین دایاں سارا سوتوں

مرے جیوں کیتا ہے نثار سوتوں

اختتام :-

دنیا تو فنا ہے مٹتی سہی رہے گی بہن کی نشانی یہی
تو ہر جا کہ مینی بہ سو و خطا مرا بد بخوید زہر خدا
ترقیمہ :-

منقول از مخطوط نصیر الدین ہاشمی۔ ۱۲۸۷ھ

اس کے نیچے نواب غایت جنگ بہادر کے دستخط ہیں
جنہوں نے ادارے کو یہ کتاب بطور عطیہ عنایت کی ہے
مخطوط جس ورق سے شروع ہوتا ہے اس پر کسی مثنوی کا
یہ آخری شعر اور ترقیمہ درج ہے :-

توں مقبول کر جگ میں میرا کلام بحق محمد علیہ السلام

تمت بالخیف۔ تحریر فی التاریخ چار دہم ماہ ذی الحجہ ۱۲۸۷ھ

اس کے نیچے سرخ روشنائی سے نصرت کی یہ

رباعی لکھی ہے :-

رباعی نصدستی :-

فدیت کی گھڑی کوئی بجے ترے ہاتھ نہیں
پھیلتا نہیں گردن کوں تو کیا رات نہیں
یک ہوس نہ دے تلخ ہو چہ لڑکھ پری
گورنیں ہے تو گور سار کی کیا بات نہیں

تقدیم و تاخیر اور دیگر امور کے الفاظ کے لئے
ایک ہی مقام سے متعلق دونوں کی ابیات بطور مقابله
ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ جب ہبیار، چندر بدن سے
مل کر اظہار محبت کرتا ہے تو وہ اپنے ہندو ہونے اور مسلمان
کے ساتھ محبت نہ کر سکتے پھر پوری ظاہر کرتی ہے اس ضمن میں
کی گفتگو کو وہ دونوں نے بیان کیا ہے جو یہ ہے :-

مذہبی بلیبل

ترک جا کے بویا کہ سن ای پری
مجھے تجھ لطافت دوانہ کری
دیوانہ ہوں تیرا دیوانے کے تیں
اپس تے نہ کر دد جانے کے تیں
دھربا اس تیری نراسی نہ کر
جنا پرے توں کہ اسی نہ کر
سو تچ بن بے کوئی ہونا نہیں
کہ بن جل بھی کا سو جین نہیں
سو یوں کہہ ادب سو نوڈ کرانے
دھربا سیں اوس کے چرن پرانے
لکھ مار اوس کو ادھی بولیوں
سیج کچہ اپس کوں رکے ٹولیا
ہندو میں کہاں ہو ترک ہو کہاں
کہاں رام سیتا، سوک تو کہاں
کہاں میں چند رماں کہاں تھوٹا
کی کیا سوے توں دیوانہ ہوا
جھڑک بول اسکوں دس پھر چلی
اٹھی ملی میں عاشق کے دیہ گھلی
(دق حلیہ)

قدم پر جا کیا آداب سجدہ
بجایا اور سر میں داب سجدہ
جنوں بیتاب ہو محل دھاب
سیا ز عرض یکتا دھاب
تو نہیں سلطان خباں شہر پری
یو صورت تجھ دیوانہ ہو کر پری
چھڑائی جھکوں میرے خاں کس
کری تاراج جھکوں دجاں کس
نثار تجھ قدم اب نیم جاں ہے
یہی ہے آرزو فرماں دواں ہے
اے سر میرا تار خاک راہ ہے
دل پر توں شہید جلوہ گاہ ہے
مری اے راجہ شکیں عمرہ گیر
ہم سے میں دام دل زندہ و زخمیر
ترے بت کا صحبت غلندل
ترے مہتاب کا دیوانہ دل ہے
دیا سب آگ میں ساں لگا
فغاں ہی دل اُپر شور قیامت
تو نے نہیں نانو با سبازی
کرے عاشق سوں ظاہر بے نیاز

۱۸ چندر بدن و ہبیار (۸۴)

ادراق ۳۴ - سطور ۱۳ - تقطیع ۳۴ - ۲۰

خط نستعلیق - مصنف بلیبل -

یہ شہنوی مقیمی کی، اسی موضوع کی شہنوی سے بڑی
اور کچھ عرصہ بعد لکھی گئی ہے یہ دراصل آتشی کی خاموشی
کا ترجمہ ہے جو شاعرانہ تخیل اور لطافت زبان کے لحاظ سے
مقیمی کی شہنوی سے بہتر ہے۔ شاعر نے اپنا تخلص کوئی جگہ
دستخط کیا ہے :-

کرے کیا مصنف محل بلیبل فدائی
چمن آرا حیا اے سرو رفتار
توں تیں خاص گلزار سخن ہے
او گل و طبع بلیبل سوئی ہو راضی
دہ شبن بہر مبارکباد آواز
ہوا بلیبل او پر اس تے ضرورت
چو گداس نئے میں آخری ادراق محفوظ نہیں ہیں اور
نہ کسی اور کتب خانے میں اس کا نسخہ موجود ہے اس لئے
کتاب کا سنہ تالیف وغیرہ معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ زبان اور
انداز بیان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب مقیمی کے بہت
بعد لکھی گئی ہے۔

یوسکر آغھے میں ہوئی غضب یز
کر و شب دیز کوں غری کے ہمیز
قدم سوں اُس کے سر کوں اٹھو کر
کھی بکھا ہے کیا دیوانہ ہو کر
کہاں میں چاند ہوں ہورتوں آیا
موسے دیوانہ بے ہودہ چلے
ہیں ہتاب ذرہ وصل خورشید
کرے کیا قطرہ بادریاے امید
جو دُبت سلائی میں دشوار
ہنوے رشتہ تسبیح زار
بند کردیوانہ سودا بوالہوس غام
کہاں پروانہ ہوتا ہے گس غام
یہ کہہ اُس کے سر کو مار ٹھو کر
کو شتمہ ناز ہو ر غم سے سین ہو کر
رواں ہوئی نہ نہال سر و پا پاں
کرے قمری من فریاد مغل
پری سپیکر رخ نیکو شاہ
کری ہیار کوں غم سے سو گھاں
یوسن دلبر سے یک آہ مارا
مگر سوں نعرہ جانکاہ مارا
(در بق ۱۳ اب ۱۵)
اس سے ظاہر ہوا کہ متقی نے جس واقعہ کو ۱۹ آیات میں
بان کیا تھا اُس کے لئے قبل نے پیش لکھی ہیں۔ ساتھ ہی بعض تین
بیت یکساں ہیں مثلاً متقی کی بیت نمبر ۱ اور قبل کی بیت نمبر ۲۳
متقی لکھتا ہے ۱۔ کہاں میں چدرہاں کہا تو دیوا
کہاں کی بیت ہے ۱۔ کہاں میں چاند ہوں ہورتوں آیا
یوسن دلبر سے یک آہ مارا

یہ ایک بیت ظاہر کرتی ہے کہ قبل نے یا تو متقی کی کتاب
دیکھی ہے یا پھر یہ سمجھا پڑے گا کہ متقی کی اُردو شہنوی کا آتش نے
فارسی میں ترجمہ کیا اور اُس فارسی سے قبل نے دوبارہ اُردو میں
منتقل کیا۔ قبل قصے کے آغاز میں صاف طور پر کہتا ہے کہ ع
کیا یوں آتش قصے کی بنیاد (در بق ۹۰)
یعنی آتش نے اس قصہ کا آغاز یوں کیا ہے۔ فارسی سے اُردو میں
ترجمہ کرنے کی طرف مصنف نے کئی آیات میں اشارہ کیا ہے مثلاً
حریر ہندی پر کرتوں تصویر لباس پارسی ہی باز نجر (در بق ۶)
تو ہو مجہ باغ میں ملک نغمہ چراز ستار ہندی دو دم نواسا (د ب)
پڑا تھا عشق کا ہندی رسالہ پیاں فارسی کا سے کدالہ (د ب)
ہوا قبل اوپر اسے ضرورت دکھانا فرس کی ہندی میں تصور (د ب)
اس نے سبب تالیف یوں بیان کیا ہے ۱۔
ایک رات میں باغ میں گیا جہاں گل جلوہ دکھاتا تھا اور میں قمری
طرح اس گل گرفتار ہو گیا یہ صبح نے فخر لب کھول کر کہا کہ تو نے شعر کہا کیوں نہ
دیا جو یوسن نے بھی اپنی دس زبانوں کی میری تعریف کی اور کہا کہ بارے
اب تو زبان کھول اور حریر ہندی پر مصوری کر۔ کیونکہ تو گلزار سخن کا
خاص قبل ہے۔ اس کے بعد عقل نے مجھے مبارک باد دے کر کہا کہ
فارسی قصہ اچھا ہے اس کا تو ترجمہ کر۔ اس نے اگرچہ عشق کا ہندی
رسالہ پڑھا تھا لیکن فارسی کی سے دو سالہ سے واقف نہ تھا۔ اس لئے
قبل کے لئے ضروری ہوا کہ فارسی کو ہندی میں منتقل کرے۔
شاعر نے جس فارسی کتاب کا اُردو ترجمہ کیا تھا وہ
آتش کی تھی۔ آتش اس قصے کے اصل مصنف متقی کا ہم عصر
ایرانی شاعر اور طبیب تھا۔ فتوحات عادل شاہی اور احوال سلطین
بیجا پور دونوں تاریخوں میں اس کا ذکر ہے یہ شیراز کا سید ناؤ
تھا اور آتش اُس کے خاندان کا لقب تھا۔ کیونکہ اُس کے

قسم کا آدمی ہے اور طریقہ نقشبندیہ یا قادریہ میں مسلک معلوم ہوتا ہے اور وہ راگ سننے، گیت گانے، شطرنج کھیلنے، بنگ پینے، نظربازی کرنے، مال گار کر رکھنے، کافروں سے دوستی رکھنے اور راگ کے ذبیحہ سے ذکر کرنے کو گناہ اور دوزخ میں جانے کے اسباب قرار دیتا ہے۔ اسی طرح پوری کتاب میں عذاب الہی سے ڈرایا گیا ہے اور گناہوں کی مختلف سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ صوبہ ذیل بیتوں میں مصنف نے اپنا نام محمد امین اور تخلص آیاغی ظاہر کر دیا ہے۔

آیاغی کدھر تو چلیا باٹ چھوڑ سرشتے کو پنڈاں کے تو پو نہ توڑ
محمد امین دایاغی اوپر الہی کرم کی نظر کر نظر (دوق ۵۸)

مصنف کا ذکر "احوال سلاطین بجاپور" میں نصرتی کے ہم عصر شعرا میں کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معروف شاعر تھا اور اس تنوی کے علاوہ اور بھی کلام لکھا ہے اردو میں اس کا ذکر پہلی بار کتاب "اردو شہ پارے" (صفحہ ۱۷۸) میں کیا گیا ہے۔

نصرتی علی عادل شاہ ثانی کے دربار کا ملک الشعرا تھا اور اس بادشاہ کا ذکر خود آیاغی نے بھی نجات نامہ میں پسند و نفاق کے درمیان کر دیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اتنا سوت مذہبی آدمی تھا کہ مدح بادشاہ کے عنوان سے کچھ لکھنا بھی پسند نہ کیا۔ بلکہ دوسری نصیحتوں کے سلسلے میں جب اس موضوع پر آتا ہے کہ اگر کوئی بادشاہ دنیا میں خوبی اور استقامت سے عدل کرے تو دین میں اس کو بھلا بڑھ کر بادشاہی دی جائے گی تو اسی سلسلے میں لکھتا ہے کہ مجھے ہر گھڑی شکر پروردگار کرنا چاہیے کہ اس دور میں علی عادل شاہ

اجداد میں سے کوئی اپنی سیادت کو منہجہ کرنے کے لیے آگ میں کود گیا تھا۔ بجاپور آیا تھا اور وہاں آتش کے بعض علاج بہت مشہور اور زبان زد خلایق تھے۔ بجاپور میں اس کی فارسی شاعری کا بھی بڑا چچا تھا اور اردو میں بھی اس کے شعر کہے ہیں۔ ممکن ہے کہ مد قیسی کی اردو تنوی چند زبان و ہمدیار کو پسند کر کے اس قصہ کو اس نے فارسی میں لکھ دیا ہو اور بعد میں فارسی قصہ کو مقبولیت حاصل ہوئی اور قبل نے اسی وجہ سے اس کا ترجمہ کیا۔

آغاز :-

بنام نقشبند نقش ایجاو کیا قدرت کے نقشے کا وہ بنیاد
بند نقشہ زمین و آسماں کا بہار گلشن و جان جہاں کا اختتام :-

دوہ مل تن کا ہوا تن سات ہم دوش
وصل جاں کا ہوا جان میں ہم آغوش
رواں ہوئی نقش تب ہمدیار بے تاب

پرورد گود میں تھی وہ شکر خواب۔
آخری دوق غائب ہیں۔ ابتدائی دوق پر نواب غایت بہادر کی ہمدار و تخطا ہیں۔ یہ نسخہ انہی کا عطیہ ہے۔

۴۹ نجات نامہ ۵۰۷

اوراق ۸۔ سطور ۱۳ تن میں ۱۲ حاشیہ پر
تطبیع ۵ x ۸ خط نستعلیق مصنف محمد امین آیاغی
تصنیف درمیان ۱۱۱۰ و ۱۱۱۱ کتابت ۱۱۱۱

یہ ایک چھوٹی سی تنوی ہے جس میں شریعت کی پابندی سے متعلق پسند و نفاق بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف خاص مذہبی

کے نسخے میں جلد ۲۵۴ آیات ہیں۔ ان دونوں کی اکثر آیات میں الفاظ اور مصرعوں میں ایسا فرق ہے جس سے اذعانہ ہوتا ہے کہ ادارہ کا نسخہ کسی تہیکی اور صحیح نسخے کی نقل ہوگا آغاز ۱۔

اول کچھ نہ تھا اور نہ نکھارتھا دونوں جگہ کا پیدا کرنا تھا
او قدرت نے پیدا کیا یک رتن کہ جس نے دیا روپ و تربین
اختتام ۱۔

بعدی قی داروق ذی اختتام بستان و حیدر دوازده امام
دراں دم کہ باشم بہ زیریں رنیم تو باشی جاں آفریں
ترقیمہ ۱۔

”تمت تمام شد نجات نامہ بتاریخ سبت و ششم

جمادی الآخر بوقت عصر ۱۲۴۱ھ“

یہ نسخہ کرم خوردہ ہے۔ ہندستانی میں جو نسخہ شایع ہوا ہے اس کے آخر میں حسب ذیل دو جہتیں زیادہ ہیں جو بعد کی الحاقی سلوم ہوتی ہیں۔

الہی ہراں کس کہ این خط نوشت

عفو کن گناہش عطا در بہشت

نجات نامہ یہاں سو ہوا ہے تمام
بجی محمد علیہ السلام۔

جیسا بادشاہ حکمران ہے جو غازی، حق پرست، سنت کا پیرو اور دیندار ہے۔ اتنا کلمہ کر توڑا اپنے راستہ بھٹک کر مدح پر اتر آنے پر ٹوکتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے نضاح کا سلسلہ کیوں توڑ دیا۔ اس کی جہتیں ہیں :-

اگر راستی سو کیا عدل یہاں تجھ اس تے بڑی بادشاہی ہوگا
کروں ہر گھڑی شکر پروردگار کہ اس دور میں ہیں علی شہریار
رہی شاہ عادل زہی بادشاہ کہ سنت کو جو فرض کرتا ادا
کہ ہیں ترک ہرگز کیا نہیں نماز کہ حق سات دھڑا ہزار و نیاز
شب دروز چو دین پر استوار تو خوشنود ہو اس پہ پردہ نگار
الہی اچھے جب تلک آسمان شہنشاہ عادل کوں رکھو جہاں
ایمانی کہ ہر نو چلیا باٹ چھوڑ سرشتے کو پندار کے تو یوں نہ توڑ

(دوق ۵ ب)

آخر کتاب میں مناجات لکھی ہے اور توفیق نیک کے لئے دعا مانگی ہے اس سلسلہ میں ایک بیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ”نجات نامہ“ لکھتے وقت ایامی بوزھا ہو چکا تھا وہ کہتا ہے ”میں اپنی حالت پر کتنا روؤں کہ اگرچہ بال سفید ہو گئے لیکن دل اب بھی سیاہ ہے“۔ اس کی بیت ہے :-

کتا روؤں میرے پافوس آہ جوے بال اچھے دے دل سیاہ
(دوق ۷ ب)

اس ثنوی کا ایک نسخہ (جس میں ۲۴۰ آیات تھیں)

شاہان ادوہ کے توپ خانے کے کتب خانے میں موجود تھا۔ جس کا ذکر اس پرنسنگو نے اپنے کٹلاگ میں کیا ہے۔ ایک اور نسخہ مبارز الدین احمد صاحب کو راجمندی میں ملا تھا جس کو انھوں نے رسالہ ہندستانی (الہ آباد) مابیت اپریل ۱۹۵۷ء میں چھپوایا ہے۔ اس میں ۲۶۳ آیات ہیں۔ ادارے

(۳۰) نورد نامہ [۵۰۸]

۱۸۰ اوراق ۱۸۰ سطور ۱۵ - تقطیع ۸۶۶

خط نستعلیق - عنوانات سرخی میں - مصنف

شاہ غنایت - سند تصنیف ۱۱۱۱ھ -

کاتب سید محمد - سند کتابت ۱۲۱۳ھ -

مقام قلم بدگل -

یہ فارسی نثری ایک رسالہ کا منظم ترجمہ ہے جس کو ایک صوفی شاہ غنایت نے فتویٰ کی شکل میں دہلی زبان میں قلمبند کیا۔ تذکرہ ادیب کے دکن (جلد اول) اور گلزار اصفیہ (جلد ۳) میں شاہ غنایت نام ایک بزرگ کا تذکرہ درج ہے جو ۵۵۵ھ میں فوت ہوئے اور حیدرآباد میں دفن ہوئے جو کنگاٹ کا جبہ پہنتے تھے اس لئے ناٹ شاہ مشہور ہوئے۔ اگر یہ کتاب اپنی بزرگی کی وجہ تو انھوں نے اپنی وفات سے چوالیس سال قبل لکھی ہوگی۔

مصنف نے خود اپنی نسبت اس رسالہ میں جو معلومات فضا لکھ دی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ حضرت محبوب بھائی کی اولاد سے تھے اور حضرت حسین شاہ ان کے بڑے یاد والد تھے۔ نورد نامہ فارسی نثر میں تھا جس کو انھوں نے دکن میں لکھا۔ وہ کوئی بڑے شاعر نہ تھے تاہم بطور یادگار یہ فتویٰ لکھی ہے۔ یہ باتیں آخری ۱۵ آیات سے ظاہر ہوتی ہیں۔

اس کا جو نسخہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں ہے وہ اصل نورد نامہ کے ترجمہ سے شروع ہوتا ہے ادارے کے نسخہ میں ۷۵ آیات ابتداء میں نام ہیں

جن میں شاعر نے سبب تالیف اور نورد نامہ کے فضائل تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اسی طرح آخری آیات بھی اس نسخے میں بہت زیادہ ہیں۔ ان امور سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ مکمل ہے اور جامعہ کا نسخہ ناقص۔ (فہرست مخطوطات صفحہ ۶۲)

سبب تالیف میں شاعر حمد کے سلسلہ میں لکھتا ہے کہ "اے خدا میں نورد نامے کو دکن میں لکھنا چاہتا ہوں اس لئے تو مجھے اس کام کی سکت دے تاکہ میں ایسا لکھوں کہ عام لوگ اس کے معنی کو سمجھ سکیں کیونکہ ان کی سمجھ بھی میری ہی طرح معمولی ہے۔ پہلے میں نورد نامہ کے فضائل بیان کرتا ہوں"

اس کے بعد عثمانیہ علیحدہ عنواناتوں کے تحت اس رسالہ کے سات شرف بیان کئے ہیں اور آخر میں امام محمد غزالی سے متعلق ایک روایت لکھی ہے۔

سبب تالیف کی چند آیات یہ ہیں:-

ترے نور کے نور نامہ کو میں الہی شگون لکھنے دکنی سوں میں
سکت دے مجھے اس سکت کا توں جو دکنی سوں میں اس کو سارا لکھ
ترے سار کے ہیں سو سب نام دگ کریں اس کے معنی کوں رہ نام دگ
میں عامی طفیل ان کے پاؤں ڈھا کرم ہوئے تراجم پر روز حساب
اس تمبید کو ان آیات پر ختم کرتا ہے:- (درق ۱۰ ب)

کرم کراہی گز گار پر گناہاں پر میرے لکھ کر نظر
شعاعت نبی کی بجے کر نصیب نکو پوچھ مجھ سے حساب عجیب
اصل نورد نامہ ان آیات سے شروع ہوتا ہے:-

الہی کر نہاد کرتار توں سواریا ہر قدرت سو سینار توں
زمیں کوں بھی ایسی توں خلعت دیا رنگ آمیز کرتس کو گمش کیا
(درق ۱ ب)

کتاب اصل میں حضور سرور کائنات کی نعت پر مبنی ہے اور اس میں حضور کی افضلیت اور سراپا کے محاسن شرح و بسط سے بیان کئے گئے ہیں لیکن شاعر چونکہ مشاق اور اعلیٰ پایہ کا نہیں ہے اس نے اکثر بیتیں معمولی ہیں اور موضوع کے شایان شان نہیں۔

آخر میں خود شاعر نے اپنی خامی طبع اور کلام کی ردائی وغیرہ کا ذکر ان ابیات میں کیا ہے۔

شکستہ یو میناں کیا ہوں کٹیک جواہر دیا ہوں زبان میں کٹیک
میں دیکھتا ہوں تڑے خام ہی نہ اس بات کا کہ سراپا تمام ہی
پڑے کچھ دنیا میں مری یاد نگار رہے کر کیا ہوں زامید وار
اتھا فارسی نوز نامہ نثر سو دکنی کیا شعر میں سر بسر
طبیعت نہ تھا کچھ مجھے شعر کا شعر کر کو بولوں دوران نظم کا
اس کے بعد اپنا تخلص اور خاندان بیان کیا ہے:-

تخلص مرا ہو غایت شاہ مرا جد ہے مجھ کو محمد پناہ
دنیا بچہ حضرت حسین شاہ ہی محی الدین کا خاص اولاد ہی
سنہ تالیف اس بیت میں لکھا ہے:-

کہ ہجرت نبی تھے ہزار ایک صد ایگیا راتھ سال جواہی یوتہ
اس نسخے میں ۵۴۰ ابیات ہیں:-

آغاز:-

الہی تہیں نور ہو تج تے نور کیا نور تیرا نبی میں ظہور
تیرے نور کا کوئی صفت کیا کر ازل تے اب تک ناموس
اختتام:-

مرتب کیا مختصر یہ کلام کہ عاجز ہوں بنانا نبی کا غلام
ختم کر کہا فاتحہ نت مدام

بج محمد علیہ السلام

ترقیمہ:-

نبون اللہ ہو المستعان کہ نور نامہ حضرت رسالت پناہ

صلی اللہ علیہ وسلم، حب الفرائش حضرت

بی بی صاحبہ قبلہ حضرت ماں صاحبہ قبلہ آنحضرت

ترقیم رفت۔ ہنوز صحت نیافتہ۔ اگر سہوے دخل

رفتہ باشد خورہ غیریدہ..... این کترین دلم

احقر العباد سید محمد تراب القدین نویسنده گان

از افتقائے قلبی بسیار رفت ہائے دلی کتاب

بتاریخ بست ہستم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۵ ہجریہ مقدمہ

نبویہ بروز بد شنبہ بوقت سپہری قلمی نمودہ شد

پینے بوقت بے کاری در قلعہ محل بیچ کارے بنو

بجز نوشتہ خواندہ۔ بقول شیعہ کہ:-

نوشتہ باندہ سہ برسیدہ نویسنده رانیت فردا امید

(۲۱) نور ناہہ [۸۰]

اوراق ۲۳۔ سطور ۹۔ تقطیع ۶ x ۳۵

خط نستعلیق۔ مصنف شاہ غایت

سنہ تصنیف ۱۲۸۵ھ

یہ ۲۱۰ ابیات کی مثنوی ہے جو اصل میں کتاب

نمبر ۲۰ ہی کا دوسرا نسخہ ہے۔ لیکن اس میں تقریباً ۲۲۵

بیتیں کم ہیں۔ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں نور نامہ کا

جو نسخہ ہے وہ اور ادارے کا یہ نسخہ ابیات اور خصوصیات

کے لحاظ سے یکساں ہیں (فہرست اردو مخطوطات جامعہ ۶۲)

آغاز:-

الہی کر بہار کرتار توں سزا دیا ہے قدرت سون سہار توں

پھر پڑیں بعد اس کے دو رکعت نماز اور اذان دیں سا باجمروں
کہتے ہیں دیویں اذان سبب روزے سات بار ہر روز آگنی فروز
ہی یہ تاثیر اذان اسے مومنوں اس سے ہوتی ہے عزیزا جنیاں

تو قادر ہے قدرت سوں روشن کیا
زمین آسماں کوں توں گلشن کیا
اختتام :-

کہ اسے تین سو بیس - ہے بیت یو

کیا نظم نامہ سوا یا کچھ
رتب کیا نور نامہ تمام بحق محمد علیہ السلام
ترقیہ نہیں ہے البتہ اس صفحہ ہی سے کردار علی شاہ
قادر نے مختلف پاؤں اور امراض کے لئے متعدد
دعائیں اور عملیات طبند کی ہیں جن میں سے اکثر دکنی میں
پیرا - مثال کے طور پر ابتدائی صفحات کے اقتباس درج
ذیل ہیں :-

بوصیفہ نے یہ مسندیں لکھا	ایک دن فرماتے تھے خیر اور
چڑھتے ہیں جبرم شیاطین جہنم	ماتا ہوا ان کو تارا دوڑ کر
بھاگتے ہیں اس سے سبیل ہوا	ہوتا ہے کچھ وہ اون کے تیز پا
جو شیاطین متصل اس کے ہوا	سر سے پاؤں تک وہ دیتا کوا
راکھ اس کی گرہیں حوامیج	اس سے پیدا ہوتے ہیں بت و
اور دریا میں گر کر اس کی فاک	ہوتا ہے پیدا ہنگ ہونا ک
اور گرے گر خاک اس کی شہر میں	دفعہ آوے دبا اس شہر میں

فاٹہ

حق جاے اس کو رکھتا کچھ جو کرے ترتیب ایسی برما
شہر کے چاروں طرف بکری چلاں وہ کرے دل سے نیاز و دعا
صاف کر پھر اس کی بھونے بوٹیاں

کھا دیں تکتہ اس کلاک اک مومنوں
بعد اس کے یوں پھر قرآن کو جمع ہو کر مومنان نیک خو
نیچے سے اوس کے نکلیں سارے بار منہ طرف کیے کے کھیں آشکار

(۲۲) پند دل بند [۵۰۹ء]

ادراق - ۶ - سطور ۱۸ - دکن میں ۱۳ حاشیہ پڑ
تفہیم ۱۵ x ۱۶ - خط نستعلیق شکستہ -
مصنف علی (۲) - سنہ تصنیف درمیان
۱۰۲۰ھ و ۱۰۶۰ھ -
سنہ کتابت ۱۱۵۰ھ -

یہ قدیم دکنی مثنوی چار فارسی مثنویوں کے آخر میں
طبند کی گئی ہے جو ایک ہی جلد میں ہیں اور جن میں علامہ
کیدانی مولفہ قاضی سید نعمت اللہ حسینی کے علاوہ بیجا پور کے
ایک فارسی شاعر کی مثنوی "احکام فقہ" خاص کر قابل ذکر
ہیں - ان سب کا تذکرہ ادارے کے فارسی مخطوطات کی
فہرست میں درج رہے گا -

زیر نظر اردو مثنوی ۱۹۵ ابیات پر مشتمل ہے ابتدا
میں عام رواج کے مطابق حد وخت نہیں ہے بلکہ اصل
نصبت شروع کر دی گئی ہے - کتاب کا نام حسب ذیل
بیت میں درج ہے :-

دنیا کا جتنا مال دین ہو رگھر بلا دور اس پند دل بند اؤ
کتاب کا موضوع یہ ہے کہ خدا کو حاصل کرنے کے
لئے تین چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے - ایک راستی
دوسرا علم اور تیسرا عمل - راستی اور راستبازی کا بیان

ایک ایسے پرہیزگار مرشد کی طرف گیا جس نے عرصہ سے حرص و ہوس اور تعلقات دنیا کو چھوڑ کر پہاڑ کے ایک غار میں قیام کیا تھا اور دور دور کی مخلوق اس کی نیکی اریاضت اور پرہیزگاری کی شہرت سن کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتی تھی۔ وہ دن بھر رونہ رکھتا اور رات بھر عبادت کرتا۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود اس میں علم کی کمی تھی۔ شیطان نے اپنے چیلوں سے کہا کہ دیکھو اس کم علم زاہد کو میں کس طرح دھوکہ دے لیتا ہوں۔ جبہ و عمامہ پہن کر ایک بلند مرتبہ شیخ جیسا جیس بنا کر بڑے تزک و احتشام اور جاہ و چشم کے ساتھ مرصع تخت پر بیٹھ کر زاہد کے قریب پہنچا اور تمام غار اور پہاڑ کو روشن کر دیا۔

زاہد نے جو اس نور اور پیرو مرشد کو دیکھا فوراً تعظیم کے لئے کھڑا ہوا اور بعد سلام علیک پوچھا کہ حضرت کون ہیں اور اس غریب کے یہاں کیوں تشریف لائے ہیں؟ شیطان نے جواب دیا کہ میں جبرئیل ہوں اور خدا نے تمہارے یہاں مجھے بھیجا ہے تاکہ اس کی خوشنودی کا پیام پہنچاؤں۔ کیونکہ تمہاری عبادت و ریاضت بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی اور خدا نے تم کو اپنے محبوب ولی کا مرتبہ بخشا۔ زاہد متراض بہت خوش ہوا اور سجدہ شکرانہ بجالایا کہ میری عمر بھر کی مشقت بیکار نہیں گئی اور خدا نے میرے حال پر رحم کیا۔

شیطان نے کہا جلدی تیار ہو جاؤ اور میرے ساتھ چلو۔ آج تمہیں معراج نصیب ہوگی خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں جلد ملے آؤں۔ زاہد نے جلد جلد کپڑے پہنے اور شیطان نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور گدھے پر

مصنف نے چند آیات ہی میں ختم کر دیا ہے۔ البتہ علم کی فضیلت وضاحت سے بیان کی ہے اور اس سلسلہ میں ایک بہت بچپ اور سبقت آموز قصہ لکھا ہے جو یہ ہے۔

”ایک روز شیطان کے جلد چیلے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے اپنے کارنامے نمایاں بیان کرنے لگے۔ کسی نے کہا میں نے دو دن و راتوں کو جدا کر دیا ہے۔ ایک نے کہا میں میاں سوبی میں جھگڑا ڈال دیا ہے۔ دوسرے نے کہا میں نے ایک شخص کو شراب کی عادت ڈال کر تباہ و برباد کیا۔ کسی نے بیٹے کو باپ سے سوخت کر دیا۔ غرض ہر چیلے نے اپنی اپنی کارگزاری بیان کی لیکن شیطان اپنے اس چیلے سے بہت خوش ہوا اور اس کو سب سے زیادہ انعام دیا جس نے ایک طالب علم کو مدرسہ جانے سے منع کیا تھا۔

شیطان کے دوسرے چیلوں کو رنج ہوا کہ ہم نے ایسے بڑے بڑے کام کئے تھے لیکن ان کی کوئی تدریس کی گئی۔ ان سمجھوں نے بگڑ کر شیطان سے شکایت کی کہ یہ انعام و سرفرازی عدل و انصاف کے خلاف ہے آخر اس نے ایسا کونسا بڑا کام کیا؟

شیطان نے جواب دیا کہ تم لوگوں میں سمجھ کی کمی ہے۔ اگر یہ شخص اس ہونہار کو مدرسہ جانے سے نہ روکتا تو وہ پڑھ لکھ کر اس قابل ہو جاتا کہ پھر ہمارے مکر اور دھوکے میں نہ آسکتا۔ جو علم سے باخبر ہوگا وہ جان بوجھ کر دھوکے میں کیوں آئے گا۔ جاہل کو آسانی سے دغا دی جاسکتی ہے۔ اگر تم کو اس پر یقین نہ ہو تو میرے ساتھ چلو اور ثبوت دیکھ لو۔

شیطان اپنے تمام چیلوں کو ساتھ لے کر نکلا

سوار کیا اور اس کے چہرے کو رنگ کر شہر کے عین وسط میں
چھوڑ دیا جہاں کے سب امیر و غریب اس زاہد بہتافض کے
مستعد و مرید تھے۔

اس کے بعد شیطان شہ کے ایک بازار میں بیچا
جہاں قاضی کا ایک شراب پی کر دوا و دوسے مست و غوار
پڑا ہوا تھا اور لوگ اس کا مستحکم اڑا رہے تھے۔ شیطان
نے قریب بیچ کر فستہ میں کہا کہ تو نے کیوں شراب پی۔ خدا نے
اس کو حرام قرار دیا ہے۔ خیر اب اس دندہ خدائے تجھے بخش دیا
اگر آئندہ ایسا برہم کرے گا تو اپنے سنے کی سزا پائے گا۔
قاضی کے فرزند نے جواب دیا کہ بغیر توبہ کے بخشش
کیسی؟ ابھی یہ گناہ سے اور نہیں ہوا اور توبہ نہیں کی
اور تو کہتے ہو کہ خدا نے بخش دیا ہے۔ تو کون ہے جو
ایسے بڑے بول بولتا ہے؟

شیطان نے جواب دیا میں جبرئیل ہوں۔ قاضی کے
فرزند نے کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ جبرئیل سوائے نبی کے کسی کے
پاس نہیں آتے۔ تیرا کمر بھج پر نہیں چل سکتا تو یقیناً شیطان
لعنتی ہے۔ یہ کہہ کر لا حول پڑھی۔ شیطان گدھا بن کر
وہاں سے جاگ گیا اور اپنے چیلوں سے کہا کہ دیکھا وہ
پرہیزگار جو پروردگار بنا بیٹھا تھا جاہل تھا اس نے میں اس کو
تمام شہر میں ذیل و غوار کر سکا اور قاضی کا یہ لڑکا چونکہ پڑھا
لکھا ہے اس نے میرا کمر اس پر نہ چل سکا۔
نصیحتوں کے اختتام پر سنا جات لکھی ہے جو بیت
پڑا اثر معلوم ہوتی ہے۔

مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ غالباً اس کا تعلق
علی تھا بیسیا کہ اس بیت سے ظاہر ہوتا ہے:-

اگر علم دھرتا جو کچھ اعلیٰ توں اس پر عمل کر خفی ہو رہی
(دورق ۸ ص ۵۵)

اس بیت سے مصنف نے قیہ ری نصیحت شروع کی کہ علم حاصل
ہونے کے بعد اس پر عمل ضروری ہے۔ سنہ تصنیف کا یہ نہیں
چہتا۔ مینہ آخری اسبات میں مصنف نے سلطان محمد کا ذکر
کیا ہے کہ:-

بدور اس سلطان محمد جیاں بعون الہی اتم ابیاں

معلوم نہیں اس سے مراد سلطان محمد قطب شاہ (۱۵۱۸ء)
تھا (۱۵۳۵ء) ہے یا سلطان محمد عادل شاہ (۱۵۵۵ء تا ۱۵۷۵ء)
ہے۔ بہر حال کتاب کی زبان بہت پرانی ہے اس لئے یہ لازمی
طور پر مشتبہ سے قبل لکھی گئی ہے اس کا کوئی اور نسخہ
اسی سب خانے میں نظر سے نہیں گزرا۔ اس نام کے ایک
شاعر کی مناجات کا تذکرہ اسی فہرست میں نشان (۷)
پر کیا گیا ہے اور ایک اور علی کی کتاب کا ذکر اس کے بعد ہی درج
آغاز:-

کہو کہ نہ عجب نہ تر بھی بند سن جو کے کان دھر
بھلے کوں بلی بند جانی ہے بھائی منیں دل بھلاتی ہے
اختتام:-

ایا خالق عالم خیر و شر توں اس مرد کی عاقبت خبر کر
جو دیکھے خبر اس کے اشعار کوں ننگے ہیں دعا سنج گنہ گار کوں
ترقیمہ:-

العافیت بالعافید-

تمت بالخیر شہجری

(۲۳) نامہ علی [۶۸]

اوراق ۱۰ - سطور ۱۱ فی صفحہ -
تقطیع ۱۵ × ۷ - خط نستعلیق معمولی
مصنف شاہ عبدالعلی - سن تصنیف
۱۱۱۰ھ -

یہ ۲۰۲ آیات کی شہنوی ہے جس میں شاہ عبدالعلی
نے حضرت علی کا ایک دلچسپ معجزہ منقول کیا ہے جو پہلے فارسی
میں قلمبند ہو چکا تھا۔ کتاب کے آخر میں مصنف نے اپنا نام
اور سبب دستہ تالیف وغیرہ ان آیات میں بیان کیا ہے:-
بند شاہ عبدالعلی ہے ترا گنہ بخش صاحب نبی تو مرا
اول نایبی تھا سودگنی کیا کرم کی نظر کر جو تیرا میا
یو بیتاں مرتب جو دوسو پہ دو اتھاروز پنجشنبہ کا سجاد
سنہ ایک ہزار ایک سو دس برس مرتب یو نامہ ہوا ہی ترس
الہی امید وار ہوں رسم کا عنایت تو سنہ کر عقل فہم کا
صفائی مرے دل کوں دیا الا پریشان خاطر کو راحت دلا
ترے عشق لذت سوں مجھ پور کر کرم کی نظرسوں نکو دور کر
ہوا جس پر مجھ کو اٹکا نکو عبث یاں دہاں بکڑوں بھٹکا کر
چونکہ اس کتاب کا کوئی اور نسخہ کسی کتب خانے
میں دریافت نہیں ہوا اس لئے اس کا خلاصہ درج ذیل کیا
جاتا ہے:-

”ایک دن رسول خدا اور ان کے اصحاب جمع تھے
کہ ایک فقیر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ
میں سات ہزار کا قرضدار ہوں اور محنت مزدوری کر کے بھی
اپنا قرض ادا نہیں کر سکتا قرض خواہ تکلیف دے رہا ہے اس
آپ میری مدد فرمائیے۔ رسول خدا اور اصحاب اس معاملہ میں

سوچنے لگے تو حضرت علی نے فرمایا کہ مجھے اجازت ہو تو میں اس
شخص کی مدد کروں اور قرض ادا کر دوں۔

غرض اجازت ملے کہ اس پریشان حال کو ساتھ لیا اور
کہا کہ آنکھیں بند کرے اور میری پیٹھ پر سوار ہو جا۔ جب فقیر نے
آنکھیں کھولیں تو خود کو ایک دور دراز کے ملک میں پایا اور
حضرت علی کی ولایت پر ایمان لایا۔ حضرت نے فرمایا اس شہر کا نام
بربر ہے اور مدینہ یہاں سے ہزاروں کوس دور ہے۔ یہاں کا حکمران
بے دین ہے اور میری ہیبت یہاں کے لوگوں پر چھائی ہوئی ہے
تو راجہ کے یہاں جا اور کہہ کہ میں ایک غلام سسی گشت حشا کو
فروخت کے لئے لایا ہوں جس میں بڑی بڑی خوبیاں ہیں اور
میرا اصلی نام ظاہر نہ کر۔ میں خدا کی راہ میں تیرا غلام بن جاتا ہوں
اور تو مجھے فروخت کر کے اپنے قرض کی رقم حاصل کر لے۔ درویش
حضرت کا اور بھی مستعد ہو گیا اور راجہ کے ہاتھ فروخت کر کے اپنی رقم
حاصل کر لی اور مدینہ واپس ہوا

راجہ نے حضرت علی کو اپنے بڑے سے بڑے دشمنوں کے مقابلہ میں
رہانہ کیا اور قرض پائی۔ جب انھوں نے شکل سے مشکل ہم فتح کر لی
تو راجہ نے کہا کہ میرا ایک دشمن علی باقی رہ گیا تو اس کو بھی مار کر
یا پکڑ کر لے آ۔ حضرت نے فرمایا میرا ہی نام علی ہے۔ یہ سنتے ہی
سب ڈر کر بھاگنے لگے آخر کار راجہ کو حضرت نے اسلام کی دعوت
اور وہ مسلمان ہو گیا۔

آغاز:- کہ ایک دن محمد علیہ السلام
ابا بکر ہور عمر عثمان تھے علی مرتضیٰ شاہ مردان تھے
اختتام:- ہوا آخر میں پھر بکھو اٹکا نکو
عبث یاں دہاں بکڑوں بھٹکا نکو
ترجمہ نہیں ہے۔ البتہ پہلے ورق پر ایک عربی دعا کے نیچے لکھا ہے:-
”این نامہ علی علیہ السلام“
عنوان کے برابر عنایت حسین سنمٹہ لکھا ہے۔ یہ نواب غایت جنگ
کے دستخط ہیں جنھوں نے ادارے کو یہ نسخہ عطا فرمایا ہے۔

شجاعت کے گلن کا سورج توں
 عجب نہیں دیکھ تری نوشیروانی
 کریں بکریاں کے تیں گڑھاں پاسبانی
 اگر دیکھا جو تیرا عدلِ خداوند
 رکھے سچا کر حقن کتھاں کو چاند
 بدماں لک ہر دھرخ اختری ہو
 جنداں لکھن یہ نہ ہر مشری ہو
 سخاوت کے گلن کا سورج توں
 دیکھت توشیر کی نوشیروانی
 کریں بکریاں کے تیں گڑھاں پاسبانی
 اگر دے گا جو تیرا حکم خداوند
 سوئے گا پیر بن کتاں کی چاند
 جنداں لک ہر دھرخ اختری ہو
 جنداں کا شبنم نہ ہر مشری ہو
 آغاز ۱۰

دل میں مدد رب العالین کا
خداوند اچھے ہی جم خدائی
افصام :-

دل و جان سوں کو ہاں آفریں کا
ہمیشہ تنکوں ساجے کبریا ئی

مسلمانوں پر امیدداری
کریں گے تو ملایہ پھول بن سیر

سختانوں سے ہر امیدداری
کہوں یکبارگی جو طاقت خیر

(٢٥) قصص الأنبياء [١٣٦]

ادراک ۲۴۶ - مسطور ۱۱ فی صفحہ۔

تقطيع في خط الفستيق معمولي

سرخ حاشیہ اور منقش پیشانی بصری غوثی منہ تصنیف ۱۱۹۱

کاتب محمد فرید محمد نواز سنہ کتابت ۱۳۶۶

مقام - بنگلور -

تقریباً ۴۵۰۰ ابیات کی طویل شتوی ہے

جس میں ایک ارکاٹی واعظ غوثی نے قصص الانبیاء و

فارسی سے ابتدائے آفرینش سے یوسف علیہ السلام تک

کے حالات کا دکھنی اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ ایک

فادر کتاب ہے اور اس کا کوئی نسخہ کسی کتب خانہ عام میں آپ تک

اوراق ۹۱ - سطر ۱۱ - فی صفحہ -

تفصیل - $\frac{4}{5} \times \frac{1}{2} = \frac{2}{5}$ خط نستعلیق -

عنوانات: مرغی میں۔ مصنف ابن سائلی۔

سخن تقنیف ۱۰۶۹ -

گوکندے کے مشہور انشایر دواز ادب شاعر انشائی

کی جیوں عام شہری ہے جو غائب اور آخر بار ہویں صدی

ہجری میں نقل کی گئی ہے۔ کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ کاتب

اور مقامِ کتابت کا پتہ نہ چل سکا۔ اس فتویٰ کے مقدمہ و فیصلے

مختلف کتب قانون میں موجود ہیں اور مجلس اشاعت دینی فنون

کی طرف سے پروفیسر عبدالقادر مسدوری نے اس

متنوی کو چھ مختلف سطحوں کے مقابلہ کے بعد مرتب کر کے

عشق میں سایہ کر دیا ہے۔ اس میں ابتدائی ۱۲۵

میں نصف اور کتاب کے سیلی حالات بھی ہایت تھیں

وہیں کے ساتھ درج کرائے ہیں اس لیے یہاں وہاں

غیر ضروری ہے۔ اجنبی مصلوبہ کے اور ادارے کے ہی کے

عبداللہ قطب شاہ کی خدایات و نون کتابوں

۱۔ یہاں متقابل ہواں منقول ہیں۔

مدح عبداللہ قطب شاہ

تلمی نسخہ ادارہ مطبوعہ نسخہ

شہاں کاشہ عہدہ غازی شہاں کاشہ عہدہ غازی

خدا کی برتری ہمیشہ بازی
ایچو ہم حق سوں اکویش بازی

سعادت کی نین کا نور ہے توں سعادت کے نین کا نور ہے توں

بخش میرا گنہ رکھ.... ایچا ادا کر قرض سب غوثی کا جمان

(درق ۱۲۲۱)

حد و نعت کے بعد ابتدائی چودہ اوراق میں آفرینش کا گاتا
سے متعلق مختلف مذہبی روایتیں بیان کی گئی ہیں۔ پندرہویں
ورق سے شیطان کا واقعہ اور درق ۱۹ اب سے آدم کا
قصہ بیان کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب مغلی ترجمہ
نہیں بلکہ ایک طرح کی تالیف ہے۔ چنانچہ آدم کا قصہ جس بیت
سے شروع کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غوثی نے
فارسی قصص انبیاء کا ترجمہ کرنے سے پہلے ہی آدم کا قصہ
منظوم کر لیا تھا۔ لکھا ہے۔
بیان کرتا ہوں اب آدم کا قصہ زباں دکھنی میں تھا میرا پو
اس طرح چار صفحوں کے بعد درق ۲۲ اب سے فارسی
کتاب کا ترجمہ یوں شروع کیا ہے۔

ہے عبداللہ بن عباسؓ میں قصص میں ہے روایت سو لکھا

اس ثنوی کے چند ابواب یہ ہیں۔

قصہ شیش درق ۵۳ ب

ادیس ۵۶

نوح ۶۱

ہود ۷۲ ب

صالح ۸۰

شداد ۸۴ ب

ابراہیم ۸۹

کعبۃ اللہ ۱۳۱

لوط ۱۴۱ ب

اس کتاب کا تاریخی نام مصنف نے ریاض مسعود

رکھا تھا جس سے ۱۱۹ھ تکلتا ہے۔

دریافت نہ ہوا۔

وجہ تالیف میں غوثی نے لکھا ہے کہ ”میں اکثر
انبیاء کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اہل محفل نے فرمائش کی کہ
اس کو دکھنی میں منظوم کروں تاکہ ہر شخص سمجھ سکے
اس نے میں فارسی کتاب قصص الانبیاء کو
دکھنی میں منظوم کر دیا ہوں“ ایات ہیں۔

رکھ اپنی یادیں غوثی کو یارب رکھ اپنے امر میں مجھ کو عرسب
تو غوثی انبیاء کا ذکر اکثر زباں سے اپنی کرتا تھا نکوتر
بہ مجکوں ہوئے سب اہل محفل جو رکھتے تھے محبت دل سوں
زباں دکھنی میں ادس کو نظم بول جو آئے ہم میں ہر اک کے بول
جے ترخیں سوں اُن کے ہوا شوق رہا میں چین یک تلے ہوا ذوق
قصص و انبیاء کا فارسی ہی نظر قرآن سوں جیوں آرسی
سو ادس کا ترجمہ کر رہا ہوں میں مری توطیع کر جلاں یارب
اپس کے فضل سوں تو بخش الہام کہوں تا نظم دکھنی میں خوش نام
(درق ۲ ب ۱۳)

مصنف کے حالات طر اس میں اردو ص ۳ میں درج ہیں۔

کتاب سے اتنا معلوم ہو سکا کہ وہ ایک صاحب اولاد مذہبی
عالم اور داعی تھا اور جیسا کہ آخری ایات سے ظاہر ہوتا
ہے اس کے بھائی اور عزیز و اقربا اس سے دور تھے
اور وہ بہت قرضدار تھا۔ اس کی ایات ہیں۔

الہی میں نہایت ہوں گنہ گار ہوا ہوں بھوت عالم کا قرضدار
مرے بھایاں پڑے ہیں مجھ سے ادو کے ہجر میں ہوں روئے چو
لے ہیں جوں کیروسف شاہ گھوڑے بھایاں ملا نا صورت خوب
برکت سوں انوکھی یا..... میرے بھایاں ہو خوش دیوند
الہی گرچہ ہوں تیرا گنہ گار ولے تیرا ہوں بندہ تو ہی خدا

عرف بھائی عبدالقادر بھائی ولد شیخ احمد صاحب
من نوشتہ صرف کردم روزگار من نام خط بانڈ یادگار

رضواں شاہ
(۲۶) و روح افزا [۱۳۳]

اوراق ۷۶ - سطور ۱۵ فی صفحہ
تخلیج ۱۶ x ۸ - خط نستعلیق -
مصنف فاضل (فائز) - سند تصنیف ۱۲۹۹ھ

کتابت اواخر بارہویں صدی ہجری -

یہ عہد قطب شاہیہ کی آخری اُردو کتابوں میں
سے ہے - ابو الحسن تانا شاہ کے عہد میں زوال سلطنت
سے چار سال قبل لکھی گئی - اس کا مصنف کوئی مشہور
اور کہنہ شوق شاعر نہ تھا - اس کا تخلص غنوی کے بعض
نسخوں میں فائز اور بعض میں فاضل درج ہے -

ادارے کی زیر نظر ثنوی میں کتب خانہ شاہانہ
کے نسخہ کی طرح ہر جگہ فاضل لکھا ہے - مثلاً

تو میں بندہ فاضل ہوں دھر کے تب

یو تھے کون دھنی کیا نظم سب (ورق ۶ ب)

تو فاضل مسنگے یوں دعا حق کئے

نہ محتاج کر کس کا دُنیا سنے (ورق ۷ ب)

برٹش میوزم (اڈنبرگ ۱۶۷۲) اور کتب خانہ
آصفیہ (تقصص ۱۲۱) کے نسخوں میں فائز درج ہے -
یہ دو ہزار سے زیادہ ابیات کی ایک طویل ثنوی
ہے جو ایک فارسی قصہ نثر سے ماخوذ ہے اور جس میں
حدوث و منقبت کے بعد ترتیب کتاب کا عنوان قائم

ہر باب کے آخر میں غوثی ایک اختتامی شعر میں
اپنے لئے دعا کرتا ہے مثلاً

دکھا غوثی کو یارب راہ تحقیق سری اولادیں دے نیک توفیق
(ورق ۱۵۸ ب)

تو رکھ ایمان غوثی کا سلا پس کی یادیں رکھ تائیت
(ورق ۱۸۹)

یہ غوثی کی پوری قصص الانبیاء نہیں ہے بلکہ صرف
دفاع اول ہے بیساکہ ترقی سے ظاہر ہوتا ہے -

آغاز :-

کردن حمد خدا اول بیاں میں ثنا ہو صفت کو اوس کی عین
کیا ارض و فلک کوں مجھے پیدا جو کچھ باین ہیں اس کے ہویدا
دیا ہے رز کوں غوثید سون فد فلک کو شب کیا ناریاں مٹوئے
اختتام :-

بش میرا گنہ رکھ ایمان ادا کر قرض سب غوثی کا رحمان
یہ غوثی کون ترے کن التجا ہے تو کوئی تجہ بن دو جاہر
ترقیمہ

”تم تمام شد و قراول قصص الانبیاء و در شہر

رجب المرجب تاریخ بہت دہم بروز دوشنبہ

بر وقت ظہر در ۱۲۶۶ ہجری نبوی بمقام بنگلو ر

در دیوان خانہ صوبہ ارمیر سید رحمن صاحب

سکندر رحمت لیٹ کیوالری - کاتب الحروف

بندہ گناہگار اربابگان پروردگار اضعف

من عباد اللہ الصمد سسی محمد فرید و محمد نواز

دلا محمد بران مرحوم نور اللہ مرقدہ -

حب الخواش برادر دینی و نبوی شیخ عبدود

کر کے مصنف سب تالیف بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے میں تصنیف و تالیف کا ذوق اتنا عالم تھا کہ ہر بچہ لکھا آدمی اس کے ذریعہ سے اپنا نام قیامت تک زندہ رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اس کی نظر میں دنیا کی ہر قوت اور ہر کام فانی تھا یہاں تک کہ بادشاہی جیسا اعزاز بھی تصنیف و تالیف کے مقابلہ میں لوگوں کو بیچ نظر آتا تھا۔ اس حصے میں شاعر نے بعض دلچسپ اور پُر از معلومات بیانی لکھی ہیں جن کا ضروری انتخاب یہ ہے۔

کسے بادشاہی کرے نہیں دنا کسے مال و جن میں دسیا نیں نفا
ہر ایک بات کا ایک قصہ ہوا ہر ایک نقل بھی یونچہ پیدا ہوا
لذت بھوت نقل درو آیا میں بہت وقت گنا حکایات میں
دنیا میں جو خوشترگی نقل جو اس میں نہیں ٹھارتی عقل
عجاب دے اس میں نام نام کہ جس میں پریاں ہو چناں کا کام
بہت ہیں حکایات اس دنیا کتیک تو کتا باں ہیں اس تباہی
کتیک نثر اس میں کتیک نظم کے ہیں جیج کوئی عرب کوئی غم
کتیک فارسی کوں بھی دکھائی گئے او لوگاں قیامت ملک میں سو
دنیا میں اُن کا رہیا یادگار سو میں دو جیتے ہیں ہر سال ہزار
پڑیں فاتحہ جب کریں انگو یاد تو ہوتی اچھے ان کی ارواح شا
فکر میں پڑیاں بھی اُس میں نہ تھی نیند محلوں پر وہ سو اس میں
جو میری بھی کچھ یادگاری رہے مرے بعد کوئی بہشت روزی کچھ
نہ دیکھا آپس کی طبیعت تائیں جو کہنے سکوں نظم کر کوئی کتاب
کیا سیر اکثر حکایات کوں رکھا دل میں اپنی ہر ایک بات کوں
اتھا فارسی نثر میں یو نقل اسے نظم کوئی نہیں کئے اقوال
تو میں بندہ فانی ہوں مگر تہ یو قصے کوں دکھائی کیا نظم سب
بچے شاعری کی کہیں شش میں کیا ہوں بزرگاں کی تقلید میں

کہ تقلید سب جو قابل ہوئے پکڑ سنگ قاتل کا قاتل ہوئے
بندیا ہوں میں یاراں کی تکلیف نہیں ہے نظر مجھ کو تعریف پر
نہ شہرت بچے شاعری کی ہوں نہ انعام بڑے کی دل میں اس
پروہاں ہوں اتنیوں کوں یک رست میں
میں اول تے شاعر زبردست نیں۔

ابیات بالا سے اُس عہد کی عام ذہنیت اور مصنفین و شعرا کی ذہنی ایما پذیری کا پتہ چلتا ہے۔

اس شہنشاہ میں چین کے بادشاہ رضوان شاہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے جو ایک پری "روح اخزا" پر عاشق ہو گیا تھا اور اس کے حصول کے لئے بڑی بڑی سختیاں اٹھائیں تھیں۔

آغاز ۱۔

اول نام حق کاے بولوں سخن بندوں اس کی توجیہ کھوئیں
ہے اللہ معبود برحق قدیم جو رحمان ہے خلق پر مود رحیم
اختتام ۱۔

ابو توں ہر ایک سلطان کوں نگہ بان رکھ امن و آمان سوا
کہ جوں شہر کا حاصل ہوا دعا یونہیں کرتوں حاصل مراد دعا
ہوا اب یہاں سوں یو قصہ تمام دروداں بنی پر ہزاراں سلام
کوئی ترقیہ نہیں ہے۔

برٹش میوزیم اور کتب خانہ آصفیہ کے نسخوں میں سنہ تالیف کی بت درج ہے جو یہ ہے ۵

اتھا جس وقت سال ہجرت ہزار اس اوپر نوداد کے اوپر چار
ادارے کے نسخے میں یہ بت نہیں ہے۔ نواب
سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کا نسخہ ۱۲۴۵ھ کا مخطوطہ ہے
اس شہنشاہ کو سنہ ۱۲۴۵ھ میں مدراس اسٹاف کور کے

ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

"هذا الكتاب تطلب الاقطاب حضرت

شاہ برہان الدین قدس اللہ سرہ العزیز

تصنیف کردہ اند۔ اللہ کرے سو ہوے

کہ قادر توانا نوی کہ او قدیم القدیم

اس قدیمی کا بھی دیکھنا سب سب سو تیرا ٹھار

(ورق ۱)

اصل کتاب کے آغاز میں شاہ برہان نے اپنی زبان کو گجری

کہا ہے جو اس واقعہ کو ظاہر کرتا ہے کہ بیجا پور میں زوال گجرات

کے بعد وہاں کے اُردو بولنے اور لکھنے والے ادیباء، حُفّاظ

اور علماء و شعراء اس شیر تعداد میں آئے کہ ان کے لب دہجو

اور طرز کی تقلید فحش میں داخل ہو گئی اور لوگوں نے اُردو زبان

کا نام ہی گجری رکھ دیا۔

کلمۃ الحقائق میں جلد جگہ قدیم اُردو نظم کے نمونے

بھی شامل ہیں۔ مثال کے طور پر دو مقامات کے اقتباس

درج ذیل ہیں:-

جے گھڑیا یہ تچ پاپ

توں نہ دیکھیا آپس آپ

کہ جیسا آکاس سور

آرے توں اس صفائیں

ظہور کوں کرتا لیکھا لکھ

آرے توں آپس آپس دیکھ

وہ کیا اپنا ناؤں

و خالی دستاٹھاؤں

(ورق ۱۳)

جے نظر ایسی پھوٹی

یہ غفلت میری ٹوٹی

یہ گھور اندھا را پھوٹا

یہ صدقے مرشد چھوٹا

یا دیکھیں جیسا ڈول

جیسا خالی پھول

کم ماہر تھا ہر فن

کرمیں منور روشن

(ورق ۱۴)

میرزا ایم ڈیوکار نے مرتب کر کے حواشی کے ساتھ چھپوانا

شروع کیا تھا کہ میرزا کمر ۱۲ جنوری ۱۸۸۵ء کو گوا کے قریب

ڈوب مرے۔ اس لئے طباعت موقوف ہو گئی۔ صورت

ابتدائی دو مطبوعہ صفحات، برٹش میوزیم میں محفوظ ہیں جن

معلوم ہونا ہے کہ میرزا اس کے علاوہ ٹکٹن عشق اور چولیس

کو بھی شایع کرنا چاہتے تھے۔

(۲۴) کلمۃ الحقائق [۱۰۴]

اوراق ۴۴ - سطور ۱۶ فی صفحہ -

تقطیع ۳ × ۴ - خط ثلث -

مصنف شاہ برہان الدین جانم بنہ تصنیف

قریب ۹۹۰ - کتاب اوائل گیارہویں

صدی ہجری - بمقام بیجا پور -

یہ رسالہ اُردو کی قدیم ترین نثر کی کتابوں

میں سے ہے۔ اس کے مصنف بیجا پور کے مشہور صوفی

شاعر شاہ برہان الدین جانم ہیں جن کی ایک اُردو

ثنوی "ارشاد نامہ" (۱۷۹۹ء) کا ایک قدیم نسخہ

بھی اداسے کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ (دیکھو

فہرست ہذا معظوظہ نمبر ۲) -

کلمۃ الحقائق تصوف و عرفان کے

مسائل پر سوال و جواب کی شکل میں لکھی گئی ہے۔

اور زیر نظر نسخہ ان کے کسی مرید یا فرزند شاہ الدین

اصلی کا مرتب کردہ ہے کیونکہ اس میں اصل کتاب سے

پہلے ایک تہید ہے جس میں حمد و نعت کے بعد مصنف کا

چونکہ یہ اُردو تشریحی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے اس لئے زبان و اسلوب کے انداز سے اس کے آغاز و اختتام سے ذرا حوصلہ اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں:-

آغاز:-

”سبب یوگجی زبان نام ایں کتاب کی کہ اللہ تعالیٰ نے خداوند تعالیٰ کی عیاں روشن شود۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہ خداوند تعالیٰ قدیم القیم کیوں تھا۔ ذات و صفات و کل مخلوقہ ابتداء و انتہا بانی و خالق قدیم و جدید با ہمہ و بے ہمہ بدین سبب سوال و جواب روشن کر دیکھا یا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہ خداوند تعالیٰ عالم الغیب و الشہادۃ خداوند تعالیٰ کی نظر اور اک کرباری ہے جہد مخلوقہ پر۔ ہماری نظر نہیں، پیش بینی ذات قدیم پر۔ اگر کوئی اس کی قدیمی و بھتہ تشریح کھڑا رہیا۔ اس سبب فرمایا:-

اختتام:-

آپنی اگر عشق دہی ازمن مراہبریت و گردانی دہی تاس بندہ تو دامن۔ و گر این دانائی ترا شرک رسد تا این دانائی ازمن بردار۔ و نہ من این دامن و نہ من آن۔ ہرچہ تو خواہی بکن یا الہی یا الہی یا الہی۔“

(نوٹ) کتاب کے آخری صفحہ فاسی میں ہیں۔ اُردو عبارت اس جملہ کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ ”ہر ایک فصل کوں مدد جز دل نہیں۔ و دل

اُن فن میں میں دیا دستا لیکن دل منزہ علاہ است۔ کسی فن میں بانڈیا نہیں۔“

ترقیمہ:-

”تت تمام شد بتاریخ بیت و نہم ماہ ذوالحجہ روز دوشنبہ بوقت یکس پر چار گھڑی درگاہ میراں صاحب نوشتہ شد ایں کتاب کہ اللہ تعالیٰ بسر کا حضرت صبا است۔ ہر کسے دعویٰ کند کار شروع باشد۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود شاہ بہاں خانم کی درگاہ بجا پور میں دہلی کے کسی معتبر اور مستند نسخے سے نقل کیا گیا۔ شاہ برہان اور اُن کے والد شاہ میراں ایک ہی جگہ دفن ہیں۔

(۲۸) مقصود ابتدائی [ب]

اوراق ۴۰۔ سطور ۱۳ فی صفحہ۔

تقطیع ۱۲۰ × ۸۰۔ خط ثلث۔

یہ قدیم اُردو تشریح کا ایک رسالہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ شاہ برہان نوشتہ کے ساتھ اُسی کاغذ اور تقریباً اسی خط میں ادائی گیا رہا جس صدی ہجری میں نقل کیا گیا ہے۔ مصنف اور کتاب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ غالباً شاہ برہان ہی کا ایک رسالہ ہے۔ اس میں خدا اور کائنات کی ماہیت اور آغاز وغیرہ سے تعلق تصوف کے مسائل سوال و جواب کے پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔

آغاز :-

الحمد لله رب العالمين والعاقبة
المتقين والصلاة والسلام على رسول
محمد وآله اجمعين۔

اس دوست عزیز من ابتدائی کا مقصود ہے
کچھ بولیا جاتا ہے سوتوں خوب سن۔

سوال پوچھے۔ اول تھے اول کیا تھا۔

جواب دیا۔ اول بیچ تھا۔

سوال پوچھے۔ کیوں تھا۔

جواب دیا۔ اپس میں آپ تھا۔

سوال پوچھے۔ اپس میں آپ تھا تو زمین

ہو یا آسمان عرش کرسی لوح قلم اے سب

کہاں تھا۔

جواب دیا۔ اس میں کل موجودات تھیں

اختتام :-

و منزل اس کا لاموت جان اے دوست۔ بیت

یوں دیکھے آپ ڈھنڈول ست کر کیرے ساچے بول

نہیں تو کھانے بلا پھرے تیوں دین گنوا سارا

ایسے دھندے ہم جگ اللہ ہم پھر بے ایسٹ تھارا

چلے گا تو نہیں رک تو شہ چوکٹ کھایا

اس دھات عمر فرج کیا سب آخر پھر پتیا

ترتیب :-

تہ کیا اے تمام حق تھے بولیا حق کلام

(۲۹) من لکن [۵۱۰]

اوراق ۶۱۔ مطبوعہ ۱۵ فی صفحہ۔

تطبیع پیمہ ۱۰۰۰۔ خط نستعلیق۔

عنوانات سرخی میں۔ مصنف قاضی محمد علی

سنہ تصنیف ۱۱۱۲ھ۔

اس شہری کے مصنف محمود بحری سلطنت عادل شاہی

کے پہلے پایہ تخت گوگلی کے رہنے والے تھے ان کے

والد بھرا دین عرف قاضی دریا ایک شہرہ صوفی تھے جن کا

تذکرہ اس فہرست کے مخطوطہ نمبر ۵۱ میں گزر چکا ہے۔

بحری شاہی میں گوگلی سے بیجا پور آئے اور

سندھ عادل شاہ کو اپنے علم و اخلاق سے گردیدہ بنایا۔

دو سال بعد ہی جب اورنگ زیب نے یہ سلطنت لینے

قبضہ میں کر لی تو بحری نے حیدر آباد کا رخ کیا۔ رہتے

چوبیس چوروں نے ان کے مال و دولت کے ساتھ کتابیں بھی

لوٹ لیں۔ حیدر آباد میں بھی دو سال رہنے پائے۔ تھے کہ

اورنگ زیب نے اس سلطنت کو بھی فتح کر لیا۔ اس طرح

وہ جہاں جاتے تباہی اور بربادی اُن کا پیچھا کرتی رہی۔

اگرچہ عادل شاہی اور قطب شاہی خزانوں کے ساتھ

بحری کی تصنیفات بھی ضائع ہوئیں لیکن علم کی دولت کبھی

پوری طرح فنا نہیں ہونے پاتی۔ چنانچہ بحری کی بعض

تصانیف باقی رہ گئیں اور ان کی نقیصہ اقتضائے ہندستان

میں پھیل گئیں۔ ”من لکن“ اور کلیات بحری

تو جمع بھی چکے ہیں۔ ”من لکن“ کا فارسی ترجمہ ”عروسِ عرفان“

بھی موجود ہے جو سنہ ۱۱۱۲ھ میں خود بحری کے قلم سے لکھی گئی

پہنچا تھا۔

دن لگن کی خصوصیات اور بحری کے تعلق تفصیل
 معلومات اردو شہ پارے (۱۳۱) اور کلیات بحری مرتبہ ڈاکٹر
 حفیظ سید میں شائع ہو چکی ہیں اس نے مزید وضاحت کی
 کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ کن
 کے شوائے اردو نے اپنے سرپرست سلاطین قطب و عادل
 کے زوال کے بعد بھی اپنے قدیم ذوق شعر و سخن کو جسد
 وازات کے ساتھ عرصہ تک باقی رکھا تھا چنانچہ جس طرح
 وہ اپنے سرپرست بادشاہوں کی مدح ہر شوی میں حمد و ثناء
 کے بعد کیا کرتے تھے اسی طرح اردنگ زیب عالمگیر شاہ
 کی بھی انھوں نے مدح کی۔ اگرچہ موخر الذکر سے انھیں
 اس انعام و اکرام اور قدر و منزلت کی کوئی توقع نہ تھی جو
 سلاطین کن سے حاصل ہوتی تھی بحری سے پہلے ضیفی
 نے بھی اپنی شہی تھدا ایات ہندی (۱۳۱۰ء)
 میں ایسا ہی کیا تھا۔ اس مدح کے منتخب اشعار اس فہرست
 مخطوطات میں نسخہ نمبر ۱۱ میں درج ہو چکے ہیں۔ یہاں بحری
 کی مدح اردنگ زیب کا اقتباس بھی درج کیا جاتا ہے۔
 تاکہ ضیفی کی مدح سے مقابلہ ہو سکے۔ نیز بحری کے کلام
 کا کچھ نہ نہ بھی پیش نظر ہو سکے۔

مدح پادشاہ دین پناہ سلطان اردنگ زیب

غازی

اب بول تو مدح بادشاہ کا اور اس کی کمالت کلاہ کا
 جس کی یہ ڈولن کی عادت عالمگیری ہے اور عبادت
 یک ملک نہیں جو ان یانیں یک نفل نہیں جو ان کیانیں
 ایسا نہو کسی شہاں میں نابلکہ بڑے شائخاں میں

جس ناؤں اسے ابوالغازی سلطان اردنگ زیب غازی
 دیندار، دلیر اور دانا یک علم نہ سب نے سیانا
 اب ملک تو کسے نہ را پوچھا بن آپ نہ کس بلاے پوچھا
 بے فکر میں یعنی آپنی آئے بے فکر اُسے غمہ میں لائے
 دیوے جو غنیم کے اوپر چل اللہ کے بل نہ اور کے بل
 اچھ عمر نو برس کی فو خیز پادک سے ترنگ پھیر تا تیز
 یک جس کی دعا ہزار دعاوات دعوات بھی تیں لو پر دھڑکتا
 پیچھے بھی ہوا نہ کوئی ایسا آگے بھی تو سچ نہ چہ ایسا
 اللہ کرے دل کو شادشکے بالاکرے بول بادشہ کے
 واضح ہو کہ بحری نے یہ اسی بادشاہ کی تعریف میں
 لکھا ہے جس کی محسوس کہ آرائیوں نے ان کو سالہا سال
 خانان برباد اور پریشاں حال رکھا تھا۔
 من گن میں تصوف کے مساک بیان کئے گئے
 ہیں۔ ادارے کے نسخہ میں تقریباً ۱۸۰۰ ایات
 ہیں۔
 آغاز ۱۔

اے سوپ ترارقی ملتی ہے پر بت پر بت چتی ہے
 پر بت میں اوک نہ کم تلی ہیں یکساں ہے راس ہو پتی میں
 اختتام :-

بوجیا ہے عیش ہوس کشتیں ہوش کر ہوش ہوس بھی فراہوش
 رکھ اہل چنیت نہ چھاؤں اوپر کر ختم خدا کے ناؤں اوپر
 ترقیہ نہیں ہے۔ کاغذ اور کتابت کے لحاظ سے
 اواخر بارہویں صدی کا نسخہ ہے۔

(۳۰)

جنگ نامہ محدّد حنیف

ادراق ۸۳ - سطور ۱۷ فی صفحہ -

تقطیع ۵۰۰ پٹے - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں - مصنف سیوک

سنہ تصنیف ۱۰۹۲ھ - سنہ کتابت

۱۲۷۰ھ

یہ ڈھائی ہزار ابیات کی شہنشاہی ہے جس میں

ایک غیر معروف شاعر سیوک نے ۹۲۰ھ میں محمد ابن

حنیفہ کے یزید سے محاربات اور آخر کار ان کی شہادت

بیان کی ہے - کتاب کسی فارسی قصہ کا ترجمہ ہے اور

تاریخ سے زیادہ خیالی اور فرضی قصوں پر مشتمل ہے -

سیوک دکنی تھا لیکن یہ پتہ نہ چل نہ سکا کہ گو گنڈہ سکر

اس کا تعلق بتایا بیجا پور سے ، بہر حال یہ کتاب روال

کن کے پانچ سات سال قبل قلعہ کی گئی ہے - مقام

تصنیف کی طرح مصنف کے مذہب کا بھی پتہ نہیں چلتا

نہیں ہے کہ وہ غیر مسلم ہو - ادارے کے اس نسخے کے

علاوہ اس کتاب کے دو اور نسخے اس وقت موجود

ہیں :-

۱ - نسخہ انڈیا آفس (بوم مارٹ نمبر ۱۰۸) -

۲ - نسخہ جامعہ عثمانیہ (سرکاری فہرست مخطوطات

صفحہ ۹۹) -

لیکن ان تینوں نسخوں میں حد و نعت و منقبت کے

اشعار موجود نہیں ہیں - تینوں نسخے اسی بیت سے

شروع ہوتے ہیں :-

[۶۶]

کہوں یک جنگ شاہ شیرزاں حسین شاہ ابن علی بداناں

مصنف کا تخلص ہرنفے میں واضح طور پر بار بار

آیا ہے - اس لئے اس میں شبہ نہیں -

بگ نامہ کے قصہ کا خلاصہ کتاب یورپ میں

دکنی مخطوطات کے صفحات ۱۲۲ و ۱۲۳ پر شائع ہو چکا

ہے - زبان و اسلوب دونوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ

مصنف سہولی درجہ کا شاعر تھا -

آغاز :-

کہوں یک جنگ شاہ شیرزاں حسین شاہ ابن علی بداناں

سو اس شاہ کا اوغز علی تھا ابا ایک ہو بجائی دہائی تھا

اختتام :-

نیت تمبیا آہ مارن لگیا انجی یا انجی کر پکارن لگیا

مرتب ہوا جنگ نامہ تمام درود بر محمد ہزاراں سلام

ہوا جنگ یو مختصر تمام کہ دکنی کرے نفا حرج الکلام

ترقیمہ :-

" تحریر فی التاریخ نوردہم شہر شوال المکرم ۱۲۷۰ھ "

" مجھی ڈالڑو دی خدمت میں تحفہ ہاشمی "

اس نسخہ کو مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے ۱۲۷۰ھ

میں راقم الحروف کو بطور تحفہ عطا کیا تھا اور اب یہ ادارے

کے کتب خانے میں داخل ہے -

اس نسخہ کے آخری حصہ میں جامعہ عثمانیہ کے نسخہ

کی طرح چند ابیات نہیں ہیں کیونکہ انڈیا آفس میں جو

نسخہ ہے اس کا اختتام ان ابیات پر ہوتا ہے جن میں

تاریخ تالیف وغیرہ بھی درج ہے -

یہ جنگ عظیم کیا سر بسر تھی تاریخ تداں جان خیر البشر

(تقریباً ۴۰۰ ابیات میں) شہود میں جو شیخ سلطان کے کتب خانے میں موجود تھے
روضۃ الشہداء (جہتی میں ۱۳۸۰ء و ۱۳۹۰ء میں چھپ چکی ہے)
لیکن مطبوعہ نسخے کم یا سب ہیں۔ یورپ میں اس کے تین نقلی نسخے (دو انڈیا
آفس میں اور ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی لندن میں) موجود ہیں۔
نواب لارجنگ بہادر کے کتب خانے میں اس کے چھ نسخے (۱۳۸۰ء
۱۳۵۹ء - ۱۳۸۰ء و ۱۳۷۳ء - ۱۳۸۰ء کے مکتوبہ) ہیں۔

اس کتاب کے سنہ تصنیف میں اب تک غلطی
رہی۔ شمس اللہ قادری نے اردو سنے قدیم میں ۱۱۱۹ء
پر دفتر سردری نے فہرست مخطوطات میں ۱۳۸۰ء
اور نصیر الدین ہاشمی صاحب نے اردو سنے قدیم میں ۱۳۸۰ء
لکھا ہے۔ لیکن ادارے کے دونوں نسخوں میں ۱۳۸۰ء
لکھا ہے جو بالکل صحیح ہے کیونکہ نواب سالار جنگ بہادر
کے یہاں اسی سنہ کا لکھا ہوا جو مخطوطہ موجود ہے اس
میں نہ صرف متن کتاب میں بلکہ ترقیے میں بھی سنہ تصنیف
۱۳۸۰ء صاف طور پر درج ہے۔ نواب صاحب کا یہ
یہ نسخہ نہایت اہم ہے کیونکہ اس سے نہ صرف سنہ
بلکہ مصنف کا صحیح نام بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے
غلطی سے دلی کا نام بسیدہ محدود فیاض لکھا
ہے (دیکھو اردو سنے قدیم ص ۱۱) لیکن سالار جنگ بہادر
کے اس اہم نسخے کے حسب ذیل ترقیے سے یہ غلط فہمی
بھی رفع ہو جاتی ہے:-

”سنہ ہجری کتاب دکنی روضہ در بیان

امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام تصنیف

میر ولی فیاض صاحب سجاد منوچہر کردہ اند

واللہ اعلم بالصواب تمت تام شد

ہو سیوک تو ہجری کیرے سال تھے ہزاریک نو دہ کے اپراں تھے
اے سیوک بنام رسول مجسم محمد حنیف شہ کا کر جنگ ختم
ہے سیوک غلام نبی کا سچا شفا کر شفا کر شفا
اتھا یوقصہ فارسی سوں اول کیا دکنی میں ترجمہ شیخ بدل
ختم کرتوں سیوک دعا پر کلام بحق محمد علیہ السلام
ادارے کے نسخے میں شاعر کا تخلص اور اوراق ۸
اور ۶۲ ب کی ابیات میں درج ہے۔

(۳۱) روضۃ الشہداء [۱۴۰]

اوراق ۲۰۳ - سطور ۱۴ فی صفحہ -

تطبیع پاور ۸ - خط نستعلیق عتبات

اور حاشیہ سرخی میں - مصنف میر ولی فیاض

دیوری - سنہ تصنیف ۱۱۳۷ھ کا تہجیبی

سنہ کتابت ۱۱۷۰ھ -

یہ تقریباً ۵۰۰ ابیات کی طویل دکنی شہودی ہے

جو ملا حسین داعظ اکاشی کی فارسی روضۃ الشہداء

کا ترجمہ ہے۔ فارسی کتاب نثر میں ہے۔ دلی نے اس کا

بڑا کامیاب ترجمہ کیا ہے یہ شہودی دس مجلسوں پر مشتمل ہے

اور اسی لئے وہ مجلس بھی کہلاتی ہے۔

اس کا مصنف دیوری (علاقہ مدراس) کا متوطن

چٹ پیٹھ کا باغیردار اور پختہ شش شاعر تھا۔ پہلے

سات گڈھ میں حراست خاں صوبہ دار کا اور بعد کو

سدھوٹ میں عبد الحمید خاں قلعہ دار کا متوسل رہا۔ آخر کار

ارکاٹ میں شاید ۱۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ روضۃ الشہداء

کے علاوہ اور کتابیں بھی لکھیں جن میں ”رتن پدم“

زمانہ مہدی آخر زماں کا تھا اوس باعث امن داناں کا
دلی اب دکھ رقم ہو ختم کربا بنی ہو آں پرنت بول صلوات
ترقیمہ :-

کیا ہوں نقل رونے کی تابی بہ تصنیف ولی الفاظ نامی
نیا رہ سوا دیر سترقی بچری ہوا مرقوم رونہ وقت فخری
بنادی الاخر اس پہنے کے دیکھا دوشنبہ ہی نویں کو ختم ہوا
کھیا غیبی نے رکھ کر دوش اور دے لکھتے و پڑتے ہوں اور جا
کہ مرسوں پانوں لک دوشنبہ بھریا ہی غم امین شہیدان
مرتب شد رقم ہوں نامہ اکرام بحق سید ولاد غلام
نوجلس کے سن مارچ پربہار تحت خواہ خواہ بھیس بہکار
نیچے ذاب فانیات جنگ بہادر کی چھوٹی سی مستطیل
مہر ہے جس پر "عنایت جنگ" ۳۳۳ لکندہ ہی
یہ کتاب ان ہی کی عقیہ ہے۔

(۳۲) روضة الشہداء [۸]

ادراک ۲۲۱ - سطور ۱۳ فی صفحہ -
تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق - عنوان
سرخ میں - مصنف میر ولی فیاض و بلوری
سنہ تصنیف ۱۱۳۲ھ

یہ مخطوط نمبر ۳۱ کا دوسرا نسخہ ہے جس میں
ابتدائی ایک ورق نہیں ہے اور جلد ۲۳ آیات کم ہیں
ان آیات سے یہ نسخہ شروع ہوتا ہے -
آغاز :-

نوا جامہ حسین سرور کے تن میں بناے سی کوں جیوں گل پر تن میں
کہے حضرت کی تم خدمت میں جاؤ نوا جامہ یو پنیے سو دیکھاؤ

کاتب الحروف سید وجہ اللہ حیدری
ولد سید بڑے منوچہری در مقام بلور
روز یکشنبہ بوقت سر پہر بتاریخ غرہ دیکھ
سنہ ۱۱۳۵ مطابق سنہ ۱۷۲۲ھ

اس عبارت کے درمیان ایک بیضوی مہر میں
"سید جاہ محمد خان ۱۱۳۵ لکندہ ہے
اور اس کے نیچے لکھا ہے :-

"مالک سید جاہ محمد خان ولد سید شاہ محمد خان"

کتاب کے سرورق کی حسب ذیل عبارت سے معلوم
ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں قلمی نسخے کتنے گہراں ہوا۔

"جلد اول اوراق کتاب روضۃ الشہداء

یکھد دونو بقبت جسد دینم روپیہ

مبعرفت شیخ مل و نام علی بیگ

تسع بلور گزشتہ شد مالک سید جاہ محمد خان

ولد سید شاہ محمد خان بتاریخ پانزدہم

شہر ذی حجہ ۱۱۶۶ مطابق سنہ ۱۷۵۹

در سنہ احمد شاہی"

ادارے کا زیر نظر نسخہ بھی مکمل اور قدیم ہونے

کی وجہ سے بے حد اہم ہے۔

آغاز :-

کروں نامے کوں بسم اللہ سوں آغاز

اچھوں تائیں نہاحت سوں سرافراز

سراؤں کیا اسے جن یک سخن میں

بندیا جیو دم کے رشتے سوں بدن

اختتام :-

کیا ہوں ختم جب یو درد کا قال اگیا رہ سو پہ تھا سینہ سوان

اختتام :-

کیا ہوں ختم جب یو درد کا حال اگیارہ سو پہ تھیں سیواں
زمانہ مہدی آخر زماں کا تھا اس باعث اس امان کا
وئی اب رکھ قلم ہو ختم کربات نبی ہو رآل او پر بل صلوٰۃ
کوئی ترقیہ نہیں ۔ ادا خبار ہویں یا ادا اہل تیر ہویں
صدی کی کتابت ہے ۔ آخری صفحہ کے گوشے میں نعیر الدین
باشمی صاحب کے وقف ہیں کہ :-

”تحفہ بندت محبی ڈاکٹر زور صاحب ۔ باشمی ۔

۲۷ رمضان ۱۳۵۷ھ“

یہ نسخہ باشمی صاحب کا راقم الحروف کے لیے
تحفہ تھا جس کو راقم نے اپنی دوسری کتابوں کے ساتھ
ادارہ ادبیات اُردو کے کتب خانہ میں داخل کر دیا
ہے ۔

شعرا میں سے ہیں ۔ انہوں نے شیخ فرید الدین عطار
کی ایک اور فارسی شغوی گل و ہر مر کا تحفہ مانتھاں
کے نام سے ۱۳۱۷ھ میں ترجمہ کیا تھا ۔ اس کے علاوہ
اور کتابیں باغ جاں فزا (۱۳۱۷ھ) وغیرہ بھی
لکھی تھیں ۔ ان کا ایک دیوان بھی تھا جواب تک دستیاب
نہ ہو سکا ۔ البتہ ان کی کئی غزلیں بیاضوں میں ملتی ہیں
جن میں سے منتخب اشعار یہ ہیں :-

چنیل کا آج بچھڑا مجھ اُپر بھاری ہوا یاراں
تو میں اس دُجگت سیتیں نرا دھاری ہوا یاں
ہماری بت پرستی کون نہیں سمجھے اچھوں زاہد
برائے کفر ست دیں کو تو پو جاری ہوا یاراں
نکو کہہ دج دیا اپنیاں پنٹ سب وصل کیاں بااں
کتے ہیں لوگ سب تجھ کوں کہ زناری ہوا یاراں

کئی ہے عمر سب میری سدا صورت پرستی میں
سیٹا ہے صن کا مد مجھ سو ہشیاری تھے سستی میں
نکل جا دج دیا شیخی کے شیویاں کی جھنج سیٹے
اگر مقصود خود حاصل کیا ہے بت پرستی میں

تل دیکھ کر سکھی کا یک تل میں بھل گیا ہوں
اُس صن کا سو مد پی سستی سوں جھسل گیا ہوں
دج دی کوں آج حاجت کس کیفت سوں نہیں ہے ۔
بڑیا بھونک پرت کا کیفاں میں گھل گیا ہوں
یہ تینوں غزلیں نواب نعیر الدین صاحب ایم ۔ اے
ناظم دفتر دیوانی کی خاندانی بیاض کے صفحات ۲۹ و ۳۰ پر

(۳۳) پنچھی باچھا [۱۵۸]

ورق ۱۲۲ - سطور ۱۵ فی صفحہ ۔

تقطیع ۵ x ۸ - خط نمٹ ۔ عنوان

سرخ میں ۔ مصنف دج دی بہ تصنیف

کاتب محمد قمر الدین ۔ سنہ کتابت ۱۲۶۳ھ

شیخ فرید الدین عطار کی منطق الطیر کا دکنی ترجمہ
ہے جس کو شیخ وجیہ الدین دج دی نے ۱۳۱۷ھ میں شغوی
کی شکل میں قلمبند کیا ۔ دج دی زوال سلاطین دکن کے
بعد کے ایک مشہور صوفی شاعر تھے جنہوں نے قدیم
ذوق سخن کو جاری رکھا ۔ یہ ٹھیٹ دکنی طرز کے آخری

و اتحاد، مجمع مروت و دوداد حسینی صاحب دام اشفاق
بقلم آمد۔ بحق محمد وال محمد صلی اللہ علیہ وسلم“
ترتیب کے نیچے معطی کتاب نواب غایت جنگ
بہادر کے دستخط سنہ ۱۲۲۲ھ میں اور ایک بیضوی مہر بھی ثبت
ہے جس سے ان کے نام کا صحیح ”مسند الطائف و غایت حسین“
مکتبہ ہے اس مہر میں سنہ ۱۲۳۶ھ مرکبہ ہے۔

(۲۳) پنچھی باچھا [۵۸]

وراق ۱۵۸۔ سطور ۱۱ فی صفحہ۔
تقطیع $1\frac{1}{4} \times 10\frac{1}{4}$ ۔ خط نستعلیق۔ عثمانی
سرخ میں۔ مصنف وجدی۔ سنہ تصنیف
۱۲۴۰ھ۔ کاتب خواجہ امین الدین۔
سنہ کتابت ۱۲۶۳ھ۔ بمقام رسول آباد۔
کتاب نمبر ۲۱ کا دوسرا نسخہ ہے جس میں تقریباً
۳۴ ابیات ہیں۔ اتفاق کی بات ہے کہ دونوں نسخے
ایک ہی سال نقل کئے گئے ہیں۔ زیر نظر نسخہ چار ماہ ۱۹۰۹
قبل نقل ہوا ہے۔

ابتدائی ابیات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ
آخر کی دو بیتوں میں خفیف سا فرق ہے۔

اختتام ۱۔

اس نے یارب مرا ہونا مکالم شکر کرو ہوئی پنچھی باچھا تمام
جب کیا تاریخ کا دل میرا تب ہوا میزان میں کیا خامسبت
ترقیمہ ۱۔

”ملق الطیر عرت پنچھی باچھا تاریخ غزہ شہر صفر روز

درج ہیں۔
”پنچھی باچھا کے نسخے یورپ کے کتب خانوں
کے علاوہ حیدرآباد میں کتب خانہ آصفیہ، جامعہ عثمانیہ
و نواب سالار جنگ بہادر وغیرہ میں بھی موجود ہیں۔
دہشت اُردو مخطوطات، دکن میں اُردو، اردو کے قدیم
وغیرہ میں اس کا ذکر درج ہے۔ یہ کتاب مدراس میں
سنہ ۱۲۱۳ھ و ۱۲۱۴ھ اور ممبئی میں سنہ ۱۲۸۹ھ و ۱۲۹۰ھ میں
چھپ چکی ہے۔ ادارے کے نسخے میں تقریباً ۲۵۰۰

ابیات ہیں

آغاز ۱۔

اسے پنچھی پیارے سخن آغاز کر حمد سوں حق کے بند آواز کر
شوق سوں ایسا اوجھلایا کیتھجا جی رہی ترلوک کا عالم لوبھا
اختتام ۱۔

اس تجارت کا مجھے بس ویفا بے کریں مجھ کوں دعا بل صفا
ناک بخشے جائیں میرے گنا ہوئے اجلا یو مرا نام سیاہ
اس نے ہوتا ہی یارب میرا کام شکر کرے ہو پنچھی باچھا تمام
جب کیا تاریخ کا دل جو اچھا تب ہوا میزان میں کیا خامسبت
ترقیمہ ۱۔

”تم شد سلق الطیر فرید الدین عطار قدس اللہ سرہ
در زبان و کئی معروف پنچھی باچھا تالیف شیخ وجد الدین
وجدی بوقت استوی روز سہ شنبہ تاریخ چار دہم
شہر رب المرجب سنہ ۱۲۳۶ھ یکہ روز و دو صد و شصت و نہ
ہجری بید نقیر الحقیر محمد قمر الدین ابن شاد رحمت اللہ قادی
نور اللہ قلبہ بنور الایمان و العرفان حب الخواشش مجمع اشفاق
یگانہ آفاق صداقت پناہ، صداقت و سنگاہ منبع قنوت

ہفت ظہر بید صنعت العباد خواجہ امین الدین عرف خواجہ
دیر ساکن رسول آباد ۱۳۶۳ھ

(۳۶) دیوان ولی [۹۳]

اوراق ۱۳۸ - سطور ۱۵ فی صفحہ -
تقطیع ۸ ۱/۲ x ۱۲ ۱/۲ - خط نستعلیق پاکیزہ
ہر غزل کا قطع سرخی میں - مصنف
دلی اورنگ آبادی - سنہ تصنیف
تقریباً ۱۱۱۵ھ - سنہ کتابت ۱۱۵۹ھ
بہام حیدر آباد -

یہ دکن کے معروف شاعر دلی اورنگ آبادی
کا دیوان ہے جس میں غزل (۱۲۵ اوراق) - ستراد
(۳ اوراق) مخمس (۲ اوراق) - ترکیب بند (۲ اوراق)
شعری (۴ اوراق) اور قصیدہ (۴ اوراق) غرض حمد
اصناف سخن موجود ہیں -

یہ دیوان ولی کے قدیم ترین نسخوں میں سے ہے
اور اس میں اندازاً چار ہزار ابیات ہیں - اس کی بعض
غزلیں غیر مطبوعہ بھی ہیں - درمیان میں جگہ جگہ بعض صفحا
خالی چھوڑ دیے گئے تھے جن پر دوسرے شعرا کا فارسی
و اردو کلام نقل کیا گیا ہے - حاشیہ پر بھی اشعار کا اضافہ
کیا گیا ہے اور بعض جگہ اصلاح بھی کی گئی ہے جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خاص اہتمام سے نقل کرایا گیا ہے
دیوان سے قبل مفت خان عالی کے قطعات و نثر درج ہو
س کو اسی کتاب نے نقل کیا ہے - دیوان کے اوراق
۱۲۱ تا ۱۲۸ کے حاشیہ پر ایک اور دکنی شاعر اور صوفی
شاہ میراجی خدا نا کا چکی نامہ بھی نقل کیا ہے
ان سب کا ذکر علیحدہ درج ہوگا -

(۳۵) پنچھی باچھا [۵۱۱]

اوراق ۸ - سطور ۱۲ متن میں - ۱۴ خط پر
تقطیع ۶ ۱/۲ x ۱۰ ۱/۲ - خط نستعلیق -
مصنف دہلوی - سنہ تصنیف ۱۱۴۶ھ
سنہ کتابت - ۱۲۸۶ھ

مخطوطات نمبر ۳۱ و ۳۲ کا ایک ناقص نسخہ
ہے جس کے سرورق پر کتاب کا نام اس طرح
لکھا ہے -

”پنچھی نامہ شیخ فرید الدین عطار کا
کہا ہوا ہے جس کو سن تیغ - کہتے ہیں“
اسی کے نیچے مالک کتاب شیخ حیدر اورنگ آبادی

درج ہے -

ابتدائی اشعار تینوں نسخوں میں وہی ہیں یہ مخطوطہ
ان ابیات پر ختم ہوتا ہے -

عشق نکل سوں بند ہے نت چت مرا
نیں ہے دوجے سات ہرگز ہت مرا
جگ منے غو نا ہے میرے عشق کا
کچھ عجب سودا ہے میرے عشق کا

چونکہ یہ دیوان ناقص الآخر ہے اس لئے اس سے
قبل نعمت خان عالی کے قطعہ کے آخر میں دیوان کے کاتب
نے جو ترقیم لکھا ہے اس سے اس دیوان کا سند و مقام
کتابت ظاہر ہوتا ہے۔

قطعہ و شرح قطعہ جیت پنجم شہر تاج دلی ۱۱۵۰ھ
بروز پنجشنبہ وقت سپہر درمدہ حیدر آباد
در حویلی موسیٰ رضا خاں کہ بخشی بادشاہ اندہ

دلی اور اس کے دیوان کے متعلق اردو میں کافی
معلومات شایع ہو چکی ہیں اس لئے یہاں مزید وضاحت
کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس نسخے سے اس امر کا ثبوت
ہم پہنچتا ہے کہ دلی ۱۱۵۰ھ تک خود شہر حیدر آباد میں
بھی کافی مقبول و مشہور ہو چکا تھا اور بخشی بادشاہ
موسیٰ رضا خاں کی حویلی میں غالباً ان ہی کے حکم سے
یہ نسخہ لکھا گیا تھا۔

اس نسخہ کا آخری ایک ورق غائب ہے۔

اس لئے کوئی ترقیم نہیں ہے البتہ ورق ۱۲۸ و ۱۲۹
ایک مستزاد شروع کرنے سے قبل کاتب نے حبیبل
جلد سرفی میں لکھا ہے۔

”و این چند اشعار نیز از جلد مصنفات
آن خواص سخداں است پناچہ مرقوم
گرد“

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دلی کے اس قدیم

قریبی زمانہ میں بھی اس کے کیسے قدرداں پیدا ہو گئے
تھے۔

آغاز :-

کیتا ہوں ترے نادوکوں میں درد زبان کا
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا
جس خاک دُپر پاؤں رکھیں تیرے رسواں
اوس گرد کوں میں کھل کروں دیدہ جاں کا

اختتام :-

دل جو تہ زلف بچ بند ہوا کون کھولے یہ عقدہ لعل
دل ہوا سپند تب سے جیسے غم ترے میں ہوا جوتن

(۳۷) دیوان ولی [۱۱۲]

اوراق ۹۲ - سطور ۱۷ فی صفحہ۔

تطبیع پیم و پیمہ - خط نستعلیق پاکیزہ
بر غزل میں تخلص سرفی میں - مصنف
ولی اورنگ آبادی سند تصنیف ۱۱۱۵ھ

کاتب منوہر لال - سنہ کتابت ۱۱۹۱ھ چری
مقام حیدر آباد

دیوان ولی کا ایک اور نسخہ ہے جو نہایت اعلیٰ
کاغذ پر خوشخط لکھا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ دستورالامتیہ
(۱۱۹۰ھ) کا ایک نسخہ بھی جلد ہے مگر اس کا کاغذ اور خط
اتنا پاکیزہ نہیں ہے۔ یہ نسخہ بھی دیوان ولی کے قدیم ترین
مخطوطوں میں شامل ہے اور اس میں بھی حاشیہ پر بعض
جگہ اشعار کا اضافہ کیا گیا ہے۔
آغاز :-

کیتا ہوں ترے نام کوں میں درد زبان کا
کیتا ہوں ترے شکر کوں عنوان بیاں کا

جس گرد او پر پاؤں رکھیں تیرے رسولان

اُس گرد کوں میں کل کر دوں دیدہ جاں کا

اختتام :-

جو ہیں پیارے سخن کے انکے نزدیک شعر میرا ہی آب سوں نزل
گوشِ حاسد میں جب پڑی بوسہ راکھ ہو جاؤں شک سوں بلبل

ترقیمہ :-

”تمت تمام شد دیوانِ دلی بتاریخ بیت و چارم صفر
در شہر نوشہ بود باقی مال (۹) در شکر نوشہ شد بخت کبیر چند
بخط کترین منوہر لعل تحریر یافت در خانہ لالہ درگاہ اس“
سرورق پر مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری سابق
ناظم تعلیمات کے دستخط (سید محمد حسین) ثبت ہیں۔
یہ نسخہ ان ہی کا عطیہ ہے۔

(۳۸) چکئی نامہ عرفان [۹۳ب]

ادراق ۳ - سطور ۸: فی صفحہ دیوان دلی

نسخہ ۲۶ نمبر ۹۳ کے حاشیہ پر خط نستعلیق

مصنف سید شاہ میراجی حسین خدائے سنہ تصنیف

قبل ۱۰۰۰ھ - سنہ کتابت ۱۱۵۶ھ

یہ ایک ترکیب بند ہے جس میں تین تین اور دو
دو مصرعوں کے سولہ (۱۶) بند ہیں اور ہر بند کے آخر میں ایک
ہی شعر بطور ٹیپ کے لکھا گیا ہے۔ میراں جی خدائے
اپنے مریدوں کے لیے چکئی کے گیت کے طور پر قلمبند کیا
ہے اور اس میں تصوف کے اہل بیان کے بیجا کہ
چکئی پیتے دقت بھی مرید خدا کے خیال سے غافل نہ ہیں۔
سید میراں حسینی حیدر آباد میں عبداللہ قطب شاہ

کے مقبرہ ملازمین میں سے غالباً کسی شریعت کے مجدد تھے

بادشاہ نے مسئلہ میں ان کو کسی کام سے بجا پور روانہ

کیا تھا دلاں شاہ امین الدین اعلیٰ کے ایسے معتقد ہوئے کہ

بادشاہ کی ملازمت ترک کر دی اور عمر بھر اہل حیدر آباد کو

شاہ امین الدین سے حاصل کیا ہوا فیض پہنچاتے رہے۔

آخر کار مسئلہ میں فوت ہوئے۔ ان کا گنبد حیدر آباد کے

علاقہ کارواں میں بہت مشہور ہے۔ انھوں نے اپنے مرشد کی طرح

اردو نظم و نثر میں کئی رسالے لکھے ہیں۔ ان کے حالات تذکرہ

ادبیات دکن (جلد دوم صفحہ ۹) پر تفصیل درج ہیں۔ میراں جی

خدائے نامی یہ نظم غالباً کسی اور کتب خانے میں موجود نہیں ہے۔

ابتداءً ان کی اردو شرح شرح تہذیبات عین العقائد بہت مشہور ہے۔

آغاز ۱۔ بسم اللہ ذاتی ناؤں

قرآن اوپر لیا ٹھاؤں

کل شیئی اس کی چھاؤں

لا الہ کنا الا اللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کنا

اول اللہ ناؤں صفت جس کا ٹھاؤں

یاد ہے میرے جی میں ہر دم تیرا ناؤں

لا الہ کنا الا اللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کنا

اللہ آپ کی گنج خفی ظاہر ہونے آیا۔

نبی صاحب کے برقعہ میں اپس کون دکھلایا

لا الہ کنا الا اللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کنا

اختتام :-

عرفان کا چکئی نامہ

مولے سید خداوند خدائے

پیرے مرید یو بھیجنا

اللہ اللہ کنا الا اللہ میں رہنا نبی رسول سے من لانا اللہ اللہ کنا

(۳۹) روضۃ الاطہار [۱۲۲]

ایراق ۲۱۶ - سطور کہیں ۱۸ اور کہیں

۱۶ فی صفحہ - تقطیع ۵ ۱/۲ - خط نستعلیق

صنف نوازش علی خاں شیدا

سنہ تصنیف ۱۱۷۳ھ

شیدائے نواب آصف جاہ ثانی کے میزبانی

تھے۔ ان کے تفصیلی حالات راقم کی مرتبہ کتاب "مربع سخن"

جلد اول میں شایع ہو چکے ہیں۔ ان کی دو تہذیبیں

اندھناڑ احمدی اور روضۃ الاطہار اور

ستہ دمرائی مشہور ہیں۔ نواب سالار جنگ بہادر اور

جامعہ عثمانیہ کے کتب خانوں میں بھی ان کے نسخے محفوظ

نہیں

ادارے کے اس نسخے میں تقریباً سات ہزار تین

سوا بیات ہیں۔ اس کے خاتمہ میں اگرچہ تمت تمام شدہ

لکھا ہے لیکن یہ نسخہ ناقص الآخر معلوم ہو رہا ہے۔ خاص

شیدائے حیدرآباد کے شیعہ آثار کی حفاظت میں

حصہ لیا چنانچہ بادشاہی عاشورخانہ کی کمان پر بھی ان کا

کتبہ کندہ ہے۔ زیر نظر شہنشی میں مختلف تاریخی کتابوں سے

معلومات اخذ کر کے بارہ مجلسیں لکھی ہیں جن میں شہدائے کربلا

کے مصائب بیان کئے گئے ہیں۔ شیدائے اس کی تصنیف

کے وقت حیدر ولی فیاض کی روضۃ الشہدا کو بھی

پیش نظر رکھا تھا۔ شہنشی کا سنہ تصنیف ان ابیات سے

ظاہر ہوتا ہے۔

ہو واجب فتم یوم مضمون ماتم کہا تاریخ ناقت مجلس غم

۱۱۷۳ھ

نیا چاچو تم آسانی سے ازبر اگر دہ سو برس کتاب تہتر

کتاب کا اور اپنا نام و سبب تالیف یوں بیان

کیا ہے۔

کرم میں اس سعاد پر نجات کتابوں کو مٹا تا بیخ کی سب

لکھا احوال سارا بے کم و کاست مدحین بیتے کر کے دشت

رکھا ہوں روضۃ الاطہار کر نام کہ پڑ کر اس کو دوین فامیج رعایا

بنایا اس کے ہوں باراجاس کہ ہر مجلس میں اہل دل کی پڑ

نوازش میں علی کے ہوں ممتاز اول مجلس کے تیں کرتا ہوا آغا

ان اشعار سے قبل اپنی مرثیہ گوئی کی شہرت اس سے

میں واضح کی ہے۔

پڑا تچ مرثیوں کا بگ بگ چمچو مجھ مجھوں کے کلا بادل کو بیو نوم

آغاز :-

اول حدیث میں ہو سر ازراز کروں میں روضۃ الاطہار آغاز

دو عالم نام پڑا ہے شیدا شہادت کا کیا عالم وہ بیدا

اختتام :-

مرم یک دھڑ بھی تھی سپیش تھا اون کا چاک ماتم سب سپیش

سے ان باتم زدوں کو اپنی ہڑا پلے نیمے میں شہ کے راستہ آہ

کوئی ترقیہ نہیں ہے لیکن ابتداء کے

ایک نام خط سے معلوم ہوتا ہے کہ

یہ کتاب مصنف کے قریبی زمانے میں

عہد آصف جاہ ثانی ہی میں نقل

کی گئی ہے کیونکہ یہ خط اس عہد کی شہنشی

(اللہ رکھ ہی بیگم) کے نام

لکھا جا رہا تھا۔

(۲۰) روضۃ الاطہار [۵۱۲] (۲۱) کسبِ حوییت [۱۲۰]

اوراق ۲۳ - سطور کسب ۷ اکہیں ۱۳
فی صفحہ یقیناً ۱۶ x ۸ - خط نستعلیق
عنوان سرخی میں اور پہلی سطر صفحہ
سے مصنف نوازش علی خاں شیدا
سنہ تصنیف ۱۱۷۳ھ -

اوراق ۹ - سطور ۱۲ فی صفحہ - قطع
۱۶ x ۹ - خط نستعلیق پاکیزہ
کاغذ اعلیٰ - مصنف شاہ صدرالدین -
سنہ تصنیف غالباً قبل ۸۷۶ھ - کتاب
زمرہ و رقم سنہ کتابت ۱۲۲۲ھ -

یہ روضۃ الاطہار کا دوسرا نسخہ ہے - ابتدا میں
دو مجلسیں نہیں ہیں اور تیسری مجلس میں بھی ۱۷۷ آیات
کم ہیں - یہ نسخہ بھی تقریباً پہلے نسخے کا جمع ہے اس کے
آخری چند اوراق بھی غائب ہیں -

آغاز -

علی نے اس طرح ستیں بچا کہ بول پاک نے جس طرح فرما
دیکھو یہ فائدہ کی مہربانی تھی امت پر پدر کی جاودانی
اختتام :-

ہمارے دل کے رہ گئے تم ہو آدھار

ہو ادا کئی دنوں میں سخت بیمار
اگر اپنا کر دگے حال اس طرح بچو گے کس طرح کر لو نگہ غور
کوئی ترقیہ نہیں بلکہ آخری اور ابتدائی ورق پر
ذاب غایت جگہ بہادر کی مہر :-

(غایت جگہ ۱۳۲۲ھ) ثبت ہے - یہ نسخہ

ان ہی کا عطیہ ہے -

یہ ایک سو گیارہ آیات کی ایک فتویٰ ہے جس میں
شاہ صدرالدین نے روح، احادیث، حوییت
وغیرہ مسائل تصوف کو بیان کیا ہے - زبان نہایت قدیم
ہے - مصنف نے اپنا نام ان آیات میں لکھا ہے :-

گوش جاں سوں اب سنو صاحب یقین

کیا کتاب ہے نظم میں شاہ صدرالدین
صدرالدین ٹکب پر ثابت اچھے (ورق ۱ ب)
صرف سوں صفوں کے تحت ثابت اچھے
(ورق ۵ ب)

صدرالدین پل پل میں یوں بیکل ہوا

وصل بھی یک پل نخی میں وصل ہوا
بس کراے شاہ صدرالدین راز کو (ورق ۷ ب)

دیدیں دیدار پا آپس کوں کھو

کتاب سے مصنف کے حالات کچھ پتہ نہیں چلتا
سوائے اس کے کہ وہ قدیم زمانے کے کوئی صوفی منش بزرگ
تھے - شاعری پیشہ نہ تھا بلکہ مریدوں اور معتقدوں کو سمجھانے

کے لئے یہ کتاب لکھی ہے - ادیبان کے تذکروں کے مطالعہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صدرالدین حضرت بدالدین چشتی
(سنوئی شمس - غلام آباد) کے مرید و خلیفہ تھے - مرشد نے

محبت کا حال سوایا ہی جا اب وہاں کوئی کیا کر سکتی
بس گراے شہ صدر الدین از کو دید میں دیدار پا آپس کوں کھو
تو پوچھہ نظم میں میں تمام یاد رکھنا: زبان او خاص علم
آخری بیت میں پندرہ کو کاٹ کر کسی صاحب نے
بد کو گیارہ بنا دیا ہے کیونکہ اس ثنوی میں ایک سو گیارہ
ایات ہی ہیں۔ ممکن ہے کہ اصل کتاب سے نقل کرتے وقت
چار تہی چھوٹ گئی ہوں۔

اس کے نیچے کوئی ترقیہ نہیں ہے بلکہ صرف تم تمام
شد لکھ کر خواجہ بندہ نواز کی ایک نظم شروع کر دی گئی جو
اسی سلسلہ میں دیگر رسائل (حق نامہ وغیرہ) بھی اسی کاتب
نے نقل کئے ہیں جن کے آخر میں یہ ترقیہ درج ہے۔ اس
سند کتابت اور کاتب کا نام واضح ہوتا ہے:-

"کاتب احرار فقیر احقر الامام الراجی
المرحمۃ اللہ العزیز السلام نام زمرہ رقم
الہم اغفر ذنوبہ واستر عیوبہ وارزقہ
متابعات نیک تولا وفعلا وھالا ہجرت
جمع: بنیاد اولیا ملک واصفی ملک
برجستک یا ارحم الراحمین۔ با تمام شد
دہم ذی قعدہ ۱۲۸۷ھ"

(محظوظ فارسی ۳۵ ورق ۱۲۲)

گلشن آباد ناسک میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دیا تو شاہ
صدر الدین نے عرض کیا کہ ناسک کی ولایت قسید محمد صادق
شاہ دینی کے قفول فیض ہوئی ہے جو میرے بعد آئیں گے۔
اس لئے میں اہل ناسک کو ہدایت کر کے دوسری جگہ سکونت
پذیر ہوں گا۔ چنانچہ قصبہ پیدپدی میں سکونت پذیر
ہوئے اور ہدایت و تائید قلوب کے ذریعہ سے بہت سے
لوگوں کو مسلمان کیا۔ قصبہ میں رحلت کی اور قصبہ پیری
میں آگت پوری۔ اسے ایک میل کے فاصلہ پر مدون ہوئے۔
چونکہ مسلمانوں سے زیادہ بندہ متدین ہیں اس لئے آپ کے
غرس کی تاریخ ۲۰ اہ بھادوں ۱۰۰۰ فروری ہے۔ دیکھو تکرار کیا
رکن جداول ص ۱۲۷ و برکات ابواب ص ۱۲۷۔

شاہ صدر الدین نام کے کسی اور بزرگ کا تذکرہ
پنہ نہ چل سکا۔ اس لئے ممکن ہے کہ یہ ثنوی ان ہی بزرگوں
کی ہے۔ اس کا اس لئے بھی امکان ہے کہ اس کے ساتھ
ہی ان کے ہم عصر حضرت خواجہ بندہ نواز (توفی ۱۲۲۵ھ) کی
کی ایک اردو نظم بھی نقل کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اس کتابت
کے ساتھ دوسری جو کتابیں نقل کی گئی ہیں وہ بھی قدیم ہیں
(دیکھو فارسی محظوظ نمبر ۳۵، ۲۵)۔

آغاز:-

نام لے اللہ محمد کا اول کب کا سب کو کہوں دیر محل
گوشاں سوں اینجے صبا یقیں کیا کتاب نظم میں شہ صدر الدین
اولا بانفس دل تپشال خواہش دنانی کا توجہ حال
کاساں کوں پیاتے ہو راہ وصل راہ اتصال ذو الفضل
اختتام:-

خواب بھی نہیں ہو وہاں بیدار نہ کیا ہی نہ سنگت یا رہے

(۴۲) چکئی نامہ [۲۰ اب]

اوراق ۲ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۵۴ x ۹۴ - خط نستعلیق پاکیزہ

مصنف خواجہ بندہ نواز - سنہ کتابت ۱۱۲۳ھ

اس نظم میں بارہ بند ہیں جو چکئی نامہ کے طور پر لکھے گئے ہیں۔ ہر بند کے آخر میں مصرعہ ”(کہہ) کہے یا بسم اللہ ہو ہو اللہ“ درج ہے۔ خواجہ بندہ نواز کی یہ اردو نظم کبھی اور کتب خانے میں اب تک دستیاب نہیں ہوئی ان کی چند اردو غزلیں اور ایک اردو نثر کی کتاب (معدراج نامہ) شایع ہو چکی ہیں۔

آغاز :-

دیکھو واجب تن کی چکئی پیو چا تر ہو کے سکتی
سوکن ابلیس کھینچ کھینچ نکلی کے یا بسم اللہ ہو
الف اللہ اس کا دستہ میانے محمد ہو کر بستا
پینچی طلب یوں کو دستہ کے یا بسم اللہ ہو اللہ

اختتام :-

بندہ نواز بندہ حسینی سوا بندگی میں رہتے

کے یا بسم اللہ ہو اللہ

کوئی ترقیمہ نہیں ہے لیکن اس کے بعد اسی کتاب نے جو رسالہ حق نامہ وغیرہ لکھا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ زمر و تم نے ۱۲۲۳ھ میں نقل کیا۔ (دیکھو محظوظہ فارسی نمبر ۳۵ ورق ۲۲ و ۲۳) - یہ ترقیمہ اردو محظوظہ کتب محویت (۴۱) کے آخر میں درج ہو چکا ہے۔

(۴۳) اشارت الغافلین [۵۱۳]

اوراق ۱۲۵ - سطور ۱۳ فی صفحہ -

تقطیع ۵۴ x ۹۴ - خط نستعلیق عذرا

سرخی میں - مصنف عاشق - سنہ تصنیف

قبیل ۱۱۲۳ھ

یہ تین ہزار سے زیادہ ابیات کی ایک طویل تنوی ہے جس میں مریدوں کے لئے اخلاق و تعویف کے مباحث (مختلف کتابوں مثلاً جوہر جلالی، ذیبت المریضہ اور تذکرۃ المصنفاء وغیرہ سے اخذ کر کے) قلمبند کئے گئے ہیں۔ مصنف نے جگہ جگہ قرآن، حدیث اور صوفیاء و علمائے مختلف مثلاً ربیع، حافظ، ملک العلاء قاضی شہاب الدین دولت آبادی وغیرہ کے اشعار و اقوال کو بھی سند و توضیح کے طور پر پیش کیا ہے۔ کتاب کا نام اور سبب تالیف ان ابیات سے واضح ہو گا :-

سو نام اس کا سوا سملین کتے اس کوں اشارت الغافلین
یو دکھنی میں بویا ہوں اس واسطے ہر اک شخص کی یہ سمجھ واسطے
مسلمان کو اتے ہوئے فائدہ اگر مجھ تو رہے یا ہو گدا
مصنف نے اپنا تخلص اکثر ابیات میں لکھا ہے مثلاً :-

اے عاشق توں توفیق منگ رب کے سات

دعا سوں اچا اس کی درگاہ میں مات (صد۱)

اے عاشق وضو کوں سنایا تو بول

بھی انگے نمازاں کا احوال کھول (صد۲)

اے عاشق نمازاں کوں چھوڑا بجئے

ادھے زرد رو دین دنیا بنے (صد۱۵)

آن نظام الدین ثانی شاہباز اوج عشق
 در دہ و دوازہ ذیقعدہ شد فرش آشیان
 در سہ یک صد ہزار و چیل و سہ رفت زیریں جہاں
 بود بے شک رہنماے خلق و مادی زبان
 شاہ نظام الدین شیخ شہاب الدین سہروردی کی
 اولاد میں تھے تعصب مگر انصوبہ اودھ میں پیدا ہوئے اور
 دلی پہنچ کر شاہ کلیم اودھ جہاں آبادی سے فیض حاصل کیا اور
 پھر اورنگ آباد اگر اقامت کریں جوئے۔ نواب نظام الملک
 آصفیہ ان کے خاص متقدون میں سے تھے اور حضرت
 نظام الدین غریبوں اور مستحقوں کی امداد کے لئے ان سے
 اور دیگر امراء سے اکثر سفارش فرماتے تھے۔ اس کی وجہ سے
 ان کی شہرت اور قبولیت میں بڑا اضافہ ہوا۔ یہ صاحب
 تعانیف بھی تھے اور ان کی ایک کتاب نظام القلب
 بہت مشہور ہے۔ خود لکھنے کے علاوہ اپنے مریدوں کو بھی
 تصنیف و تالیف کا شوق دلاتے تھے چنانچہ محمد نجیب قاری
 ناگوری اجمیری نے انہی کے ارشاد کی بناء پر کتاب الاعراس
 ۱۲۳۰ھ سے لکھنی شروع کی تھی جو ۱۲۳۵ھ میں تکمیل کو پہنچی
 اس کا ذکر مصنف نے کتاب الاعراس میں اس طرح
 کیا ہے :-

ثبت و چارم ربیع الاول سال یکہزار و
 یکصد و ست ہجری حسب الارشاد حضرت
 شیخ نظام الدین ثانی قدس سرہ بہ ترقیم
 دین بعد پیچ شہر
 شوال المکرم ۱۲۳۵ھ۔ جمع شد و با تمام
 سید " (ص ۱۲)

کرم کرتوں عاشق پو اسے سہ نول
 محو در محو ہوئے جون جل میں جل (ص ۱۴)
 دلے کوئی یو عاشق گنہگار پر
 رکھے سن شفقت کی مدح نظر (ص ۵۸)
 اسے عاشق کہاں لگ لکھے گابیاں
 اوکھت راندوں کے تیں نیں ٹھکان (ص ۳۷)
 عاشق نے اپنے مرشد شاہ نظام الدین ثانی
 کی مدح کتاب کے درمیانی حصے میں ایک خاص عنوان
 کے تحت لکھی ہے۔ اس کی چند آیات یہ ہیں :-
 در جناب مرشد ربانی حضرت شاہ نظام الدین ثانی
 کیا پیر پیریں اپس کون خدا
 کیا پیر پیریں اپس کون تار
 مگر پیر میرا سوا ایمان ہر
 نظام الدین ثانی و ثانی علی
 دلی حشت کے گھر ہر جن بابا
 نظام الدین میرا خدا ہو کھل
 و گریں تو امداد پانا محال
 تصدق ہوں بہار اس پیر کے
 تو کیوں نا اپس پیر کی یادیں
 کرم کرتوں عاشق پو اویں جیل
 محو در محو ہوئے جون جل میں جل
 (ص ۵۹)

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاشق نے یہ کتاب
 شاہ نظام الدین ثانی کی زندگی ہی میں لکھی تھی۔ انہوں نے
 ۱۲۳۵ھ میں رحلت کی تھی ان کا قطعہ تاریخ رحلت
 تذکرۃ الانساب (ص ۵۱) میں اس طرح درج ہے :-

محمد نجیب قادری کی طرح عاشق نے بھی زیر نظر کتاب
مرشد کے حب اور شاد دیکھی ہے لیکن افسوس ہے کہ یہ نسخہ
ناقص الادل والاخر ہے۔ اس نے سنہ تالیف اور مصنف
کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ شاہ نظام الدین کے ایک خلیفہ شاہ
عشق اللہ تھے۔ عاشق شاید انہی کا تخلص تھا۔

شاہ نظام الدین کے فرزند شاہ نور الدین دہلی گئے
اور وہیں رہ پڑے۔ انہی کے پوتے شاہ نصیر الدین عرف
میاں کالے تھے جن کے مکان میں مرزا غالب رہا کرتے تھے
اور جو بہادر شاہ ظفر کے مرشد تھے۔ (شاہ نظام الدین کے
حالات کے لئے دیکھو تذکرۃ الاعراس ص ۲، ۱۲، ۱۶۵۔
تذکرۃ الانساب ص ۱۲، برکات الاولیاء ص ۱۲۷۔ تذکرۃ
اولیائے دکن جلد دوم ص ۱۹۱)۔

دکنی شعراء کے تذکروں میں عاشق تخلص کا کوئی
شاعر نہیں ہے۔ البتہ تذکرۃ الاولیائے بجا پور (صفحہ ۲۲۱)
۱۶۲۷ء سے صرف اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ میاں عبدالفتاح
عاشق ایک بزرگ تھے جنہوں نے سنہ ۹۶۶ھ سے قبل دفات
پائی اور بجا پور میں مدفون ہوئے۔ ان کا نام شاہ ابوالحسن
ثانی قادری نے مشائخ، اولیاء اور علماء وغیرہ کی اس
فہرست میں لکھا تھا جو سنہ ۹۶۶ھ میں قلعہ کی گئی تھی۔ نام کے
سوا عبدالفتاح عاشق کا کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔

ادارے کی زیر نظر کتاب "اشارات الغافلین" کے
مصنف جن کا تخلص عاشق تھا غالباً نظام الدین اورنگ آبادی
کے وہی خلیفہ تھے جن کا نام شاہ عشق اللہ تھا

اس مثنوی میں جن عنوانات پر بحث کی گئی ہو ان
میں سے چند یہ ہیں :-

- ۱۔ فضیلت و صوم ۵ - ۲۔ نماز ص ۳ -
- ۳۔ بدکرداری ص ۱۵ - ۴۔ سخاوت ص ۲۵ -
- ۵۔ حرام ص ۲۷ - ۶۔ عورت ص ۳۰ -
- ۷۔ قیامت ص ۳۵ - ۸۔ بہشت ص ۴۰ -
- ۹۔ بیعت ص ۵۵ - ۱۰۔ تقویٰ ص ۱۲۰ -
- ۱۱۔ عقل و عشق . وغیرہ -

آغاز :-

دلے دیکھ کیا ہو عجیب نکلتا تعجب نہ کر یہ ہے دسیجی بات
جو توں دیکھتا سوچا سرریہ یوستا سوہیں اوس کے بھید
کہیں کچھ ہوا جو کہیں کچھ ہو بھی دیکھ تو ہے ایک کا ایک اد
اختتام :-

تو پھر اس کا کیا پوچھتا ہے اسے یار
وہ دو نو جہاں کا ہوا شہر یار
دلے تکوں یک داخلہ دیں گے ہم
کتے ہیں سنو دل کے سب مرد و زن

(۴۴) دعائے داؤد سریانی [۱۰۱]

اوراق ۲۰ - سطور ۹ فی صفحہ -
تقطیع ۶ × ۴ - قطعتین . ماشیہ زین -
مصنف سید ابراہیم سید -
کاتب سید محمد - سنہ کتابت ۱۱۴۵ھ -

یہ تقریباً ۷۰ اشعار کی ایک نظم ہے جس میں بعض
مثنوی کی آیات ہیں اور بعض قطعے ہیں۔ ابتدائی پچاس
آیات جن میں سبب تالیف بیان کیا گیا ہے قدیم طرز کی

نثروں کی شکل میں ہیں۔ ان ابیات میں مصنف حمد و نعت کے بعد لکھا ہے کہ:-

”زبور میں سورۃ الرحمن کی طرح ایک دعا درج ہے جو حضرت داؤدؑ پر کے و زبانِ حق اور جس کے پڑھنے سے بہت سے فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ یہ دعا سریانی میں تھی اس کو حضرت عباسؓ نے عربی نظم میں لکھا اور عربی سے ضیائے بخشی نے فارسی نظم میں ترجمہ کیا۔ اب فارسی سے سید ابراہیم سید دکنی نظم میں منتقل کر رہا ہے۔“

اس کے بعد اس دعا کی خاصیت اور اثرات مختلف روایتوں کے ذریعہ سے واضح کئے گئے ہیں اور پھر اصل دعا شروع کی گئی ہے۔ پہلے حضرت عباسؓ کے عربی شعر میں پھر نیا کئے بخشی کے فارسی اور آخر میں دکنی۔ عربی نظم بطور قصیدہ ایک ہی قافیہ و ردیف میں لکھی گئی ہے بخشی نے ہر شعر کا ترجمہ دیا اس سے زیادہ ابیات یا ہم قافیہ اشعار میں کیا ہے اور اسی طرح سید دکنی نے بھی۔

مصنف نے اپنا نام و تخلص اس طرح لکھا ہے:-
بہ زبانِ یارِ پادشاه پادشاہت نہایا سید دکنی عبارت جو ابراہیم تھے یو نظم و کشف پسند آوے ہر ایک کے طبع کوں شال کے طور پر دعائے سریانی کے عربی، فارسی اور دکنی تراجم کا ایک بند درج ذیل ہے:-

أَتَعْرِفُ مُنْقِذًا غَيْرِي سَرِيحًا
مِنَ الْهَلَكَةِ فَاطْلُبْنِي تَحَنُّنًا

میں نے سب سے کس بگبانی نیابی بجز من غیر رحمانی نیابی بخشی را من ترا از عباد آقا بجز من بیج در بانی نیابی

سید ابراہیم نہ منج بن کوئی جو سارے جاں کوں بگبانی کر دوں پیر و جوار کوں

سعادت میں رکھوں سب آفتاں تھے

قوی نہیکل کوں بھی ہو رانا تو اب کوں

اگر اچھڑے نہ منجے فی الحال پاوے

کہ میں حافظ ہوں ہر اک اس وجاں کوں

مصنف کی نسبت کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں

اور نہ اس کتاب کا کسی اور کتب خانہ میں پتہ چل سکا۔ اس

حفاظ سے یہ کتاب اہم ہے اور زبان کے لحاظ سے غالب

گیارہویں صدی ہجری کی تصنیف ہے۔

آغاز :-

خدا کوں سرسبز حمد و ثنا ہے سزاوار اس کوں نفس و کبریا ہے

کیا احمد کوں تلج اللہ یاد رد عالم کوں کیا اُن نہاد

دیا اُس آل ہو یا راں گم ہمیشہ حق کی رحمت میں رہم

سنیا ہوں بہا زان آدھو میں بزرگاں کوں صبح اساتذہ میں

کہ تھا اندر زبور از فضل معبود یو سورت مثل الرحمن مسعود

اختتام :-

خدا میں ہوں منجے فتنہ کن کر چر نہ میں عالم پو مانج کن تم ہو

جو میں عادل ہو میرا عدل و احسان پس بندیاں پو شام و صبح دم

از دھونڈے منجے فی الحال پاوے جو توں اس راہ میں ثابت قدم ہو

ترقیمہ :-

”ایں دعائے سریانی بتاریخ ہفتم شہر ربیع الاول ۱۱۴۵ھ

لشہ شد کاتب الحدیث سید محمد در قلعہ مذکور تہ

تام شد۔ ۱۱۴۵ھ“

یہ کتاب صاحبزادہ میر محمد علی خاں صاحب میکش کا

عطیہ ہے اور ۱۱۴۵ھ میں ادارہ کے کتب خانہ میں داخل

ہوئی۔

(۴۵) سرو و شمشاد [۵۱۴]

اوراق ۱۸۷ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۱۸۷ - خط نستعلیق - عنوان

سرخس میں - مصنف سید غلام قادر ساسی

(متوفی ۱۲۹۶ھ) - سنہ تصنیف قبل ۱۲۹۶ھ

ساسی کے دادا سید ہدایت اللہ خاں شاہجہانی ،

اورنگ زیب کے ساتھ آئے اور اورنگ آباد میں قیام پذیر

ہو گئے۔ ساسی کے والد حضرت آصف جاہ کے عہد میں نہ صدی

منصب پر سرفراز تھے۔ ساسی اورنگ آباد ہی میں پیدا ہوئے

اور اپنے جواہرگ والد کے بعد دادا ہی کی سرپرستی میں علم و

فلس اور شعر و سخن کا ذوق پیدا کیا۔ درویش صفت اور با اخلاق

تھے۔ متعدد امراء ان کے محقق اور شاگرد تھے۔ لکھی نارائن شریف

بھی ان کے متقدین اور احباب ہیں سے تھے اور ان کا ذکر

تفصیل سے اپنے تذکرے میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ تذکرہ

فتوت "اور محبوب الزمن" میں بھی ان کے حالات درج

ہیں۔ یہ صاحب دیوان بھی تھے۔ مثنوی سرو شمشاد کا پہلا

مسموعہ کھو گیا تھا اس لئے دوبارہ ۱۲۹۶ھ میں اس کو

قلبند کیا۔ عبد الجبار خاں نے لکھا ہے :-

"آپ کا دیوان وقفہ سرو و شمشاد میرے

کتب خانہ نادر میں موجود تھا۔ ۱۳۲۶ھ کی

طغیانی میں کتب خانہ کے ساتھ

تہ آب و تلف ہو گئے۔ چونکہ میں نے آپ کی

سوانح عمری کے خاتمہ پر آپ کے اشعار

انتخابی نہیں لکھے تھے۔ اس وقت اشعار

کی بابت بہت کچھ پریشان ہو کے کتب خانہ آؤ

و کتب خانہ مختاریہ (سالار جنگ) میں دیوان

وقفہ کو تلاش کیا۔ نہیں پایا۔

لیکن دیوان وقفہ کی طرف ہمتن معروف

ہوں۔" (محبوب الزمن جلد اول ص ۵۵)

حن اتفاق سے ادارے کے کتب خانہ میں سرپیشہ

کافہ محفوظ ہو گیا ہے۔ یہ اگرچہ ناقص الاول والاخر ہے تاہم

اس میں ۲۲۵۰ ابیات ہیں۔

اس مثنوی میں مصنف نے کوئی ۵۰۵ علوم و فنون

کی معلومات بھی اثنائے قصہ میں درج کر دی ہیں۔ اس طرح

یہ مثنوی دکن کی اہم کتابوں میں سے ہے جن علوم کی اس

مثنوی میں وضاحت کی گئی ہے ان میں سے بعض کے عنوان

یہ ہیں :-

کلام ، مذہب ، وصایا ، فرائض ، تفسیر ، فقہ ، احادیث

اشعار ، اخلاقیات ، جراثیم ، طبعیات ، طب ، طلسمات

نیرنگات ، کیمیا ، سیما ، ریسیا ، جعفر ، اعداد ، موسیقی

معانی ، منطق ، معما ، بدیع الشعر ، قوانین ، عروض ، تواریخ

مغازی ، برات ، مہنسہ ، مساحت ، علم الاخبار ، اسرار الہی

نحو ، قرأت و تجوید ، نجوم ، رمل ، مقولات عشر ،

یہ سائل تو ضمن آگئے ہیں اصل میں یہ مثنوی

سرو شمشاد کے عاشقہ کی داستان ہے۔ لیکن اس کی

ترتیب میں مصنف نے اپنے زمانے کے رجحانات کو ملحوظ

رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گوکلندہ اور بیجا پور

کے زوال کے بعد اورنگ آباد علم و فضل کا کتنا بڑا مرکز بن گیا

تھا۔

مثنوی میں اکثر ابواب کے خاتمہ میں مصنف نے اپنا

اورنگ آباد میں پیدا ہوئے اور وہاں کے ذوق علم و فضل سے بہرہ یاب۔ دلی اورنگ آبادی کا ذکر بعض اشعار میں کیا ہے مثلاً

کہتے ہیں سب اہل سخن اس شعر کو سن کر
تجہ طبع میں داؤد دلی کا اثر آیا (۷)
”سند یو بھی تجھے مصرع دلی داؤد
”کہ تجھ کو شور قیامت سے بے نیاز کیا“ (۲)

راست اے داؤد کہتا ہے دلی
”عشق میں صبر و رضا درکار ہے“ (۲۵)
بعد از دلی ہوئے ہیں کئی شاعران و لیکن
داؤد شعر تیسرا مشہور ہو دکن میں (۸)
حق نے بعد از دلی تجھے داؤد

صوبہ مشرقی بنگال کیا (۳۱)

مرزا داؤد کا ذکر تفتیق، قوت، حمید، میر تقی میر
اور عبد الجبار خاں اصفی نے اپنے اپنے تذکروں میں کیا
ہے۔ مرتبہ سخن میں بھی ان کے حالات درج ہیں۔
ان کا فرزند جمال اللہ عشق (متوفی ۱۱۹۵ھ) بھی اُردو کے
اپنے شاعر تھے۔

شفیق نے مرزا داؤد کی وفات کا قطعہ تاریخ یہ
لکھا ہے :-

ببل گلزار حسنی طوی زگیں بیاں
از غم آباد جہاں بگذشت چوں تیراز کماں
مصرع تاریخ و تش گشت باسن ہفتے

گو برفتہ میرزا داؤد از فانی جہاں
داؤد کے اس دیوان میں تقریباً ۱۱۹۶ھ تک اشعار ہیں

بعض شریعت اہل بیت میں بھی کچھ گئے ہیں جلد ۷۲
غزلیں ہیں جن پر سے اکثر مختصر یعنی ۴ یا ۵ اشعار کی ہیں
آغاز :-

ہوا وہ فارغ التحصیل علم عشق بازی کا
مطالع جو کیا دل سوں کتاب بے نیازی کا
مثال شمع گلتا ہے آگن میں عشق کے جل جل
قلم تقدیر میں کھینچا ہے جس کی تن گدازی کا
اختتام :-

مثل آدم کے غرض مجھ کو نہیں جنت سوں
حسن اُس یار ستمگار کا گندم گوں ہے
سنگ رسوائی طفلان سوں جنوں ہے ظاہر
سیر کر میرا پس دل میں عجب ہاموں ہے
دیکھ زنجیر تری رلف کی اے لیلیٰ دھن

ترقیمہ :-

حضرت والد ماجد کے کتب خانہ میں دیوان داؤد کا
قلمی مخطوط مذہب نسخہ تھا اور اس کی ایک نقل خود حضرت قبلہ
کی قلمی تھی ۱۹۲۳ء میں دیوان نذر دیکھ ہو گیا البتہ نقل
جو میرے ساتھ تھی محفوظ رہی۔ مولوی ابو عمر صاحب نے
نقل مجھ سے لیکر ۱۹۲۳ء میں بیہود علی صاحب صفی
اورنگ آبادی سے نقل النقل کرایا اور نقل دست بدست
چلے گئی۔ میں نے اسی صفی صاحب کے نقل کردہ نسخہ سے
یہ نقل کیا ہے۔ آخری غزل کے مقطع کا مصرع ثانی ضائع
ہو گیا اور کلام مکمل ہے۔

تکمیل کا قلمی - گلبرگ ۶ ستمبر ۱۹۲۶ء

اختتام :-

جوں پاس تجہ خادم اچھے خدمت تری دائم کرے
اس دی نوا پر کھڑے نہیں جال اپنا نین کر
باب سی در بیان نرمی و حلم نمودن با ہمہ مرداں گوید
ترقیمہ ۱۔

ان کتاب کے شروع میں دیہی ترقیمہ ہے جو
دیدان داؤد (نمبر ۲۶) کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔
ایک ہی کاغذ، قلم اور جلد میں دونوں کتابیں شامل ہیں

(۲۸) نوشہ عاقبت [۵۱۵ ج]

وراق ۴ - سطور ۱۸ فی صفحہ
تقطیع ۶ x ۳ ۱/۲ - خط نستعلیق -
مصنف: منور بگیم دتہ غلیل اللہ خاں -
سنہ تصنیف قبل ۱۱۱۰ھ - کاتب: نکین کاظمی

سنہ کتابت ۱۹۲۶ء -

علم دہلی میں ایک ناقص الآخر رسالہ ہے جس کے
آغاز میں حمد و نعت قدیم شہویوں کی شکل میں لکھی گئی ہے۔
اور سبب تالیف کتاب اُردو تثریں ہے۔ اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ مصنف نے بارہ ابواب تثریں پوری کیں۔ کو
مرتب کیا تھا۔ اس نسخے میں حمد و نعت و مناجات اور سب
تابع کتاب کے علاوہ اصل کتاب کے دو ابواب نقل کئے
گئے ہیں۔

مصنف اور زمانہ تصنیف کی نسبت معلومات خود کتاب
میں اس طرح درج ہیں :-

بعد اس کے کہتی ہے کتر یہ خادمان حضرت رسول اکرم

جلد کے ابتدائی اوراق میں لکھا ہے :-

”مجی مولوی نصیر الدین صاحب اشہی کی خدمت میں
مقرقفہ قطع تمکین کاظمی“
مجی ڈاکٹر زور کی خدمت میں تحفہ
اشہی ۲۴ رمضان ۱۳۵۱ھ

یہ نسخہ راقم نے دوسرے خانگی عطیوں اور تحفوں
کے ساتھ ادارہ ادبیات اُردو کے کتب خانہ مخطوطات
میں داخل کر دیا ہے۔

(۲۹) تحفة النصاب [۵۱۵ ج]

اوراق ۲۸ - سطور فی صفحہ ۱۸ -
تقطیع ۶ x ۳ ۱/۲ - خط نستعلیق -
مصنف: قطب الدین رازی - سنہ تصنیف
۱۰۴۵ھ - کاتب: نکین کاظمی - سنہ کتابت

۱۹۲۶ء

یہ کتاب ادارے کے اُردو مخطوطے نمبر ۱۶ کا
دوسرا نسخہ ہے جو ناقص الآخر ہے۔ اصل کتاب میں ۴۵
ابواب ہیں۔ اس نسخے میں صرف ۲۹ ابواب نقل کئے
گئے ہیں۔ بیسویں باب کی سرخی لکھ کر کتابت ختم کر دی گئی
ہے۔

آغاز :-

بولوں صفت میں ہے گنت اس خالق جن و بشر
نزد حاکر کماں رکھیں تارے سورج چاند
دینا بزرگی عرش کوں نیکی اوڑے یک پایہ تھے
جوں بیچ برساں چارو اپڑے بزاں پایہ گر

(۴۹) عقاید نامہ [۶۰]

ادراق ۱۲ - مطور ۱۳ تن میں اور
۲۴ ماشہ پر - تقطیع ۴ x ۹ - خط نستعلیق
پاکیزہ - عزائیات سسرخی میں -
مصنف محمد باقر آگاہ دیوری سنہ تصنیف
۱۱۸۵ھ - کاتب میر حسین کرمانی سنہ
کتابت ۱۲۰۹ھ -

محمد باقر آگاہ دیوری سنہ ۱۱۸۵ھ میں پیدا ہوئے
ان کے والد محمد تقی بیجاپور سے دیوری آکر متوطن ہو گئے
تھے - آگاہ نے اپنے مرشد شاہ ابوالحسن قربی سے فیض باطنی
حاصل کیا جس کا تقریباً ہر تالیف میں ذکر کیا ہے - آگاہ
بہت بڑے عالم تھے - انھوں نے ۱۵ سال کی عمر ہی سے
شعر کہنا شروع کر دیا تھا - عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں
میں کہتے تھے - عربی میں آگاہ اور اردو میں باقر تخلص
اختیار کیا - مشہور ہے کہ انھوں نے ۳۰۳ کتابیں لکھیں -
آگاہ کے علم و فضل کی ایسی شہرت ہوئی کہ نواب
والاجاہ نے ان کی بڑی قدر و منزلت کی اور اپنے فرزند
(امیرالاحداء اور عہدۃ الاحداء) کا اتالیق مقرر کیا
الپیود کی جاگیر غایت کی اور آخر کار مستند فاضل کے عہدہ پر
فائز کیا - آگاہ نے سنہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی اور مدراست
مدون ہیں -

آگاہ اردو کے بہت بڑے محسنوں میں سے ہیں -
نثر اور نظم دونوں پر قابو تھا - غزل تصنیف، ثنوی ہر صنف
سخن میں طبع آزمائی کی - واقعہ یہ ہے کہ دکنی علم و فضل اور
شعر و سخن اُن پر ختم ہو گیا اُن کے بعد جنوبی ہند میں اتنا

ضعیف خاکسار منور بیگم دفتر خلیل اللہ خاں ولد اللہ دیوری بیگ
خاں جس وقت کہ عالم گیر بادشاہ کے زمانے میں ذوق انعام
خاں دکن کا صاحب مقرر ہوا تھا اس وقت خان معروف پائیں
تھاٹ میں رامپور اور ترناویلی سے صوبہ کروڑوں تک کی حکومت
کرتے تھے جب یہ کیسہ سمجھی کہ دین کا علم حاصل کرنا فرض
ہے - اس واسطے ضروری مسئلے اور احکام اور ارکانِ نماز
اور روزہ اور حج اور ذکات وغیرہ کے سب کتابوں
سے چُن لے کر اس رسالے کے بار بار باب میں جمع کئے اور
سونے کے حل سے لکھ کر توشہ عاقبت اس
رسالے کا نام رکھی "

مزید معلومات کسی اور جگہ سے حاصل نہ ہو سکیں
زبان بہت بعد کی ہے اس لئے یہ نسخہ مشتبہ ہے -
آغاز ۱ -

منور کروں دل ز محمد کریم کہ پیدا کیا جس نے عرشِ عظیم
کیا جس نے پیدا جہاں از عدم اور پیدا کیا جس نے لوح و قلم
اختتام ۱ -

یعنی روایت میں مبالغہ اس میں بہت کیا ہے
اور اٹھلی سے پانی ناک میں پرگندہ کرنا
تا پرہ مینی کو پہنچے اور بعض روایت میں یہ
مبالغہ کو مسیحیت کیا ہے -

ترقیمہ ۱ -

دہی ہے جو نسخہ نمبر ۶۴ کے بعد لکھا گیا ہے کیونکہ
یہ تینوں نسخے (نمبر ۶۴، ۶۵، ۶۸) ایک ہی جلد میں
اور ایک ہی قلم سے ہیں -

آغاز ۱۔

ثنا ہو رہی حق کوں نرا دار کہ ہے قدرت کا جس کے ہاتھ
کیا جب اپنی قدرت کوں چاہا کیا ایک کن سے سب عالم کو پیدا
محمد کوں کیا سالار ہستی طفیل اوس کے ہر سبلا دستی
کیا سب انبیاء کا اوس کوں صحر شرف اوس کوں دیا سب ادب

اختتام ۱۔

پیا منج دلوں ہر غمت لایا بجا نجات سے ہر زحمت یاب
منج دے صحت و قوت فدایا نگہ رکھ آبد و حرمت فدایا
سدا رکھ منج کوں اپنے دھیان کے ساتھ
بجا آخر منجے ایمان کے ساتھ

بجدا اللہ ہوا یہ نامہ آخر بحق مصطفیٰ سلطان فاخر
ترتیب نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد اسی کاتب نے
’کتاب مہشت بہشت‘ شروع کر دی ہے۔ جس کے ختم پر
یہ ترتیب ہے۔

”تمت بالقرعت رسائل مہشت بہشت در سیر
وشامیل سید موجودات و خلاصہ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ
وامحابہ و انباہ و سلم۔ من تصنیف مولوی محمد باقر آگاہ
شافعی بیجا پوری ایلوری سلمہ اللہ تعالیٰ بتاریخ دویم
شہر ربیع الثانی روز دوشنبہ سن ۱۲۸۵ ہجری۔ کاتب
میر حسین علی کرمانی غفر اللہ ذنوبہ دستر جمہی آمین
یارب العالمین“

اعلیٰ کاغذ اور پاکیزہ خط کے علاوہ جس اہتمام
سے باقر آگاہ کی یہ کتابیں نقل کی گئی ہیں۔ وہ ظاہر
کرتا ہے کہ غالباً نواب والا جاہ نے یہ نسخہ نقل کرایا
ہے اور اس کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ

بڑا ادیب اور شاعر پیدا نہ ہو سکا۔ وہ تیرا اور ستودا کے
ہم عصر تھے لیکن زبان قدیم استعمال کی ہے اس نے شمالی ہند میں
شہرت حاصل نہیں ہوئی۔

آگاہ کی حسب ذیل اردو کتابیں اس وقت تک
 دستیاب ہوئی ہیں۔

(۱) عقاید نامہ (۲) تحفۃ النساء (۳) ہشت بہشت
(آٹھ حصوں میں) (۴) ریاض الجنان (۵) محبوب القلوب
(۶) حاشیہ من درین (۷) تحفۃ اصحاب (۸) معراج نامہ
(۹) ہدایت نامہ (۱۰) گلزار عشق (۱۱) روپ سنگار
(۱۲) دیوان آگاہ (۱۳) روضۃ الاسلام (۱۴) فرائد و بحایہ
(۱۵) ریاض البیر (۱۶) خمسہ تجمرہ (۱۷) فرقۃ الاسلام
ان میں سے تقریباً نصف کتابوں کے نسخے ادارے
کے کتب خانے میں موجود ہیں۔ زیر نظر نسخہ آگاہ کی غالباً
پہلی اردو تصنیف ہے کیونکہ اس میں وہ لکھتے ہیں۔
کہانی میں کبھی دکن میں شاعر منجے ہر شعر کہنے سے بہت عار
و۔۔۔ یہ نظم بولیا بالضرورت پڑے تا اوسکو ہر مافی عورت
اس فتویٰ میں ۵۰۰ ابیات ہیں۔ حمد و نعت سے
ابتدا کر کے سبب تصنیف بیان کیا گیا ہے۔ اس میں اہل سنت
کے غنایہ و افصح کئے گئے ہیں۔ آخری حصہ میں روتختی تالی
کا بیان کر کے مناجات پر کتاب ختم کر دی ہے۔ اس حصہ
میں اپنا تخلص اس بیت میں لکھا ہے۔

تو رکھ باقر پرنت پیارا پنا عنایت کر اے ویدارا پنا
سنہ تصنیف نہیں لکھا لیکن ’مہشت بہشت‘ کے دیباچہ
میں اس کا ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۸۵ھ
میں لکھی گئی ہے۔ (دیکھو ورق ۱۷ ب)

ماریہ - فاطمہ صغریٰ - نفیسہ - اُمّ الخیر فاطمہ - اُمّ محمد عائشہ -
 رابعہ بصریہ - معاذہ - شعرانہ - فاطمہ خراسانیہ - اُمّ علی -
 ام محمد - رابعہ - حکیمہ -

آغاز -

ہے حمد ثنا اُسے سزا دار بخشش کو نہیں ہر تیرے کچھ
 لطف و کرم اس کا بے غرض دیتا ہی جو کچھ سو بے غرض ہی
 ناپیار کوں اس کے کچھ غایت ناقد کوں اس کے جو نہایت
 اختتام :-

اس نسخے کوں میر کرتی مقبول برلا توں کرم ستے یہ مہول
 رکھ مجھ کوں ہمیشہ عاقبت سزا نت مجھ کوں چلا تو راہ حشا
 دیں بیچ کر اہتمام میرا اپناں پہ کراختام میرا
 ترقیمہ -

دست تمام شد - کانپڑ میر حسن علی درشت

(۵۱) ہشت بہشت [۶۲]

اوراق ۱۱۹ - سطور ۱۳۱ من میں -

۲۲ حاشیہ پر - تطبیع ۹ x ۶ - خط متعلق

پاکیزہ عنوانات سرفری میں - مصنف محمد باقر

آگاہ دیوری - سنہ تصنیف ۱۸۵۵ء مر تا ۱۲۰۰

کاتب میر حسین علی کرمانی - سنہ کتابت ۱۲۰۰

یہ سیرت النبی کے موضوع پر آٹھ رسائل کا مجموعہ

ہے جن سے قبل آگاہ نے نشر (۵ صفحات) اور نظم (تقریباً

۱۰۰ ابیات) میں ایک بسیط دیباچہ علوی لکھا ہے جس میں

آٹھوں رسائل کے سبب تالیف موضوع اور مآخذوں پر

آگاہ کی زندگی ہی میں اور رسالہ ہشت بہشت کی تصنیف
 دیکھیں کے دوسرے ہی سال لکھوایا گیا ہے -

(۵۰) تحفة النساء [۶۱]

اوراق ۱۰ - سطور ۱۳۱ من میں -

۲۲ حاشیہ پر - تطبیع ۹ x ۶ -

خط متعلق پاکیزہ عنوانات سرفری میں -

مصنف محمد باقر آگاہ دیوری - سنہ تصنیف

۱۸۵۵ء - کاتب میر حسین علی کرمانی

ر - کتابت ۱۲۰۹ء

یہ آٹھ سو ابیات کی مثنوی ہے تعداد ابیات اور

سنہ تصنیف مصنف نے اس طرح بیان کیا ہے -

ہیں آٹھ سو اوس کی جہاں آٹھ پڑنے میں ہر اس کی بھرت بڑا

گیارہ سو ادر چھیچ بہشتاد ہجرت سے بنا ہر تب یہ رکھ یاد

ابتدا میں حمد و نعت و منقبت جو سبجانی ،

درج میر ابو الحسن قادری ، اور مناجات کے بعد سبب

تصنیف اور نام کتاب اس طرح بیان کیا ہے -

یہ نسخہ کہ ہر عجیب نادر مخصوص ہے عورتاں کے خاطر

عورات کے واسطے بنیا ہر نام اس کا بھی تحفة النساء ہر

اس کتاب میں آگاہ نے حسب ذیل مقدس

خاتین کے حالات لکھے ہیں :-

فاطمہ زہرا - زینب - رقیہ - اُمّ کلثوم - قدیمہ -

عائشہ - حفصہ - زینب بنت خزیمہ - سودہ - اُمّ سلمہ -

زینب بنت جحش - جویریہ - ام حبیبہ - صفیہ - منموذہ -

تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ چونکہ ہر رسالہ بچے
خود ایک کتاب ہے اور علاوہ علامہ کتابی شکل میں ان کے
مخطوطے ملتے ہیں اس لئے ان کے موضوع اور تفصیلات کا
ذکر علاوہ علامہ کیا جائے گا۔ البتہ ان رسائل کی تاریخ تصنیف
دغیرہ سے متعلق آگاہی نے جو تین ریہا ہے میں بیان کی
میں ان کا ضروری اقتباس یہاں درج ہے۔

”چھ رسالے اول کے مع رسالہ عقاید

وتحفة النساء، سنہ یکہزار ویک سو اور اسی

اور پانچ میں اور رسالہ میں بنے ہیں

پچھ اوس کے بہت ڈھیل ہوئی کیا واسطے

کہ یک دفعہ باتوفیق و مجلس انیس کر ان

رسالوں کا طاب اور ایسے خیر کے کاموں

پر راجب تھا سو رحلت کیا۔ حق تعالیٰ

اس پر رحمت کرے اور اوسے اپنی مغفرت

سے نوائے۔ اور بہت موانع بھی پیش

ہوئے۔ ہر چند اس اثنا میں بعض رسالوں

واسطے دوسرے رسالوں کے بولے ہیں

اتفاق دون کے بنانے کا نہیں ہوا۔ آخر

ابتدا سنہ ایک ہزار و دو سو اور چھ

میں رسالہ من درپن اور رسالہ من جمین

بنانے کا اتفاق ہوا۔ اور رسالہ آرام

دل میں بیان عادات شریف کا

اور رسالہ راحت جاں میں بیان اکثر

خصائص امت کا اور رسالہ جگ سوہن

میں حضرت کی نبوت سے تا وفات اذکی

علی اللہ علیہ وسلم داخل کیا گیا۔ ان آٹھ رسائل

میں تین آٹھ ہزار اور چھ سو اور پچاس بیت

ہیں۔ اور سرخیوں کے ساتھ نو ہزار بیت ہیں

..... ان سب رسالوں

میں شاعری نہیں کیا ہوں۔ بلکہ صاف و سادہ

کہا ہوں اور اردو کی بھاکا میں نہیں کہا۔

کس واسطے کہ رہنے والے یہاں کے اوس

بھاکا سے واقف نہیں ہیں۔ اسے بھائی یہ

رسالے دھنی زبان میں ہیں کر کر سہل اور

سرسری سخاں۔ کیا واسطے کہ بڑے معتبر

کتب سے تحقیق کر کے لکھا ہوں“ (مدق، اب و ۱۸۰)

اس کے بعد مخطوطوں کی تفصیل بیان کی ہے جن میں سے

بعض یہ ہیں :-

عربی | تفسیر نفی فتح الباری۔ کتاب شفاء غیون۔

شمائل ترمذی۔ شرح معاصم۔ شرح شیخ ابن حجر کی۔

مراہب لدنیہ۔ بیچہ الحافل۔ تاریخ ابن کثیر۔ رسائل مولود

شرعین سیوطی و سخاوی۔ اصنام فی معرفۃ الصحابہ۔ المنہج

البیہ فی خصائص الحبیب۔ وفاء الوفا۔ جواہر العقیدین۔

حسن التوسل۔ درمنہود۔ وسیلہ حسنی۔ تحفۃ الغریب۔

تحفۃ الاخیار۔ فتح المتعال جیۃ الیوان۔

فارسی | روضۃ الاحباب۔ معارج النبوة۔ شواہد النبوة۔

مدارج النبوة۔ جذب القلوب۔

آخر میں وضاحت کی ہے کہ پوری کتاب کو بارہ

حصوں میں اس لئے تقسیم کیا گیا ہے کہ ربیع الاول کے

بارہ دنوں میں لوگ مخطوطوں اور مجلسوں میں پڑھیں۔ آخر

گر وہ خوش ہوئے شاہ کے مولود سے
نعمتاں کیا کیا میں گے گو اوسے
نعمتاں اوس کی ہیں بے جدا سے خدا
دے تو یہ توفیق مومن کو خدا
ترقیمہ ۱-
نمبر ۲۹ میں درج ہے -

میں سیر و شائے بنی کی برکات تقریباً سوا بیات میں بیان
کی گئی ہیں۔ چونکہ ہر رسالہ بجائے خود مکمل ہے اور اپنے
عنوانہ نام سے مشہور ہے۔ اس لئے ہر ایک کو عنوانہ علیحدہ
بیان کیا جائے گا۔ یہاں صرف دیباچہ کے آغاز و اختتام کو
درج کیا جاتا ہے کیونکہ دیباچہ بجائے خود کلیات عالی
کے مقدمہ "شعر و شاعری" کی طرح ایک کتاب ہے۔
آغاز :-

(۵۲) من دیپک [۱۱۶۲]

ادراک ۱۳ - سطور ۱۳ تین ہیں۔
۲۴ حاشیہ پر - تقطیع ۶ × ۹ -
خط نستعلیق پاکیزہ عنوانات سرخ ہیں
مصنف محمد باقر آگاہ دیپوری -
سند تصنیف ۱۱۸۵ھ - کاتب میر حسین
کرامی - سند کتابت ۱۲۰۹ ہجری -

یہ ہشت بہشت کا پہلا حصہ ہے۔ اس کے موضوع
و ترتیب کے متعلق آگاہ نے ہشت بہشت کے دیباچہ
میں یوں لکھا ہے :-

"رسالہ اول کا نام من دیپک ہے۔ اس رسالہ
میں حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مقدس
کا ذکر ہے، یعنی حق سبحانہ تعالیٰ اوس نور اقدس کوں
سب موجودات کے اول پیدا کیا اور اس کے طفیل سے
سب علویات و سفلیات کوں جویدا کیا اور اس نور اثر
کوں ہر شے پاک سے ہر شکم پاک میں نقل کر دیا تھا۔

یہاں لک کہ وہ نور لطیف حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ
آیا۔" (ورق ۱۷)

"حمد و سپاس حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کتیں
منزاوار ہے کہ نعمتاں اوس کی گنتے
بہار ہیں۔ اور درود و سلام اور پر جنب
سید عالم کے صلی اللہ علیہ وسلم کو فضائل
و بزرگیاں اون کی بے شمار ہیں اور اوپر
آل و اصحاب اون کے کہ سب ادیان کو
امت سے بہتر اور تمام امتوں کے سردار
و مہتر ہیں۔ اور اوپر تابعاں اون کے
کہ شریعت اور حقیقت کوں مدد کئے ہیں۔
اور دین کے احکام و امرا کوں رواج
دئیے۔ خصوصاً اوپر حضرت غوث الاعظم
کے کہ مقرران کی سند اور محبوباں کے
سید ہیں۔

بعد حمد و نعت منقبت کے محمد باقر
آگاہ شافعی قادری بیجاپوری دیپوری
توفیق دیوے اوسے حق سبحانہ تعالیٰ
کہتا ہے کہ :-

اختتام :- جس کے تیس سرور اور ایمان ہے
ہو وہ دل سے اوس اوپر قربان ہے۔

رسالے کے آخر میں خود مصنف نے ۶۵۱ ظاہر کر دی ہے
بنیگاسب ابیات کا اس کے شش صد و پنجاہ یک ای خود
موضوع کے متعلق بھی مصنف نے دیا چہ عمومی میں
دعائت کردی ہے - وہ کہتا ہے :-

” اس رسالے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بشارتوں کا بیان ہے یعنی وہ بشارات کہ
حق تعالیٰ حضرت کے ظہور سے اپنی کتابوں
میں دیا اور اوس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
دسلم اور نجومیاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے پیدا ہونے سے خبر دیئے ہیں“

(دوق ۱۷)

اس میں بھی اصل مطلب شروع کرنے سے قبل
حد، نعت، منقبت، روح مرشد اور سبب تصنیف کی
سرخیاں قایم کی گئی ہیں۔ کتاب کا نام اس بیت میں لکھا
ہے :-

نام رکھا ہوں میں اسے من ہر
ہے اور عشاق کے تیں من لگن
(دوق ۳۵ ب)

آغاز :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم
بلکہ امانت ہے ہر حرف اسم
تجو سے میں ہر خط ہوں امید مند
مختران را لب آد نفس
کب تک ادشاہ کروا انتظار
اے ز تو فریاد تو فریادیں
روح مقدس پر تری صبح و شام
حق سے تھیات و طواۃ و سلام

من دیک ۶۰۲ ابیات کی ثنوی ہے۔
حد و نعت و منقبت محبوب سبحانی و مدح سید الرحمن قرنی کے
بعد سبب تصنیف بیان کیا گیا ہے۔ آگاہ نے اپنے ایک
دوست کی زراش پر مشعلہ میں لکھی تھی۔ ایسا تخلص ہر جگہ
باقدر لکھا ہے۔ وہ اردو کتابوں میں باقتر ہی تخلص کرتے
تھے۔

آغاز :-

جس حد کو نہیں آخر اول ہے خاص مدائے عز و جل
نا ذات کو اس کے غایت و نا وصف کو اس کے نہایت ہی
اختتام :-
ہے تیرے پر ظاہر سب حال کر لطف سے اپنے ملک و مال
نت بیج تو اے رب اکبر تسلیم ترے محبوب ابر
ترقیمہ :-

جد رسالوں کے آخر میں ایک ہی جگہ درج ہے۔
جو نسخہ ۴۹ کے بیان میں نقل کیا جا چکا ہے۔

(۵۲) من ہرن [۶۲ (۲)]

ادراق ۱۲ - سطور ۱۳ متن میں اور
۲۲ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق
پاکیزہ، عنوان سرخی میں - مصنف محمد باقر
آگاہ دیلوری - سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ -
کاتب میر حسین علی کرانی - سنہ کتابت
۱۲۰۹ھ

ہشت بہشت کا دو سرا حصہ ہے۔ ابیات کی تعداد

نہ تری ابتدا کوں غایت ہے نہ نہایت کوں کچہ بدایت ہے
اختتام -

میاں تلک فصیح مجھ اوپر نہ کرو آخر اے ذوالعطا تمہارا ہوں
عفو باقر کی اب کرو تفسیر از برائے خدا تمہارا ہوں

(۵۵) جگ سوہن (۶۲) (۴)

ادواق - ۱۴ - سطور تین میں ۱۳ اور
۲۴ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق
پاکیزہ - عنوانات سرخی میں - مصنف محمد باقر
آگاہ دیلوری - سنہ تصنیف ۱۸۵۵ھ
کاتب میر حسین علی کرانی - سنہ کتابت ۱۳۰۹ھ

بہشت بہشت کا چوتھا حصہ جس میں ۸۱۴ آیات
ہیں - نام - تصنیف اور تعداد آیات کے اظہار کے لئے
یہ جہتیں وقف کی گئی ہیں -

رکہ یونہی کا لقب جگ سوہن ہر دل پاک کا ہر من سوہن
(ورق ۶۵ ب)

کم اتھے پانزدہ از بارہ سو سال ہجرت سے بنا ہی یہ تو
اس کی جہتوں کا عدد سن تو اب آٹھ سو کے ہیں پر ستر اسب
(۸۰ ب)

اس زمانے میں آٹھ سال کی عمر سے وفات تک کے
حالات سرور کائنات بطور احوال قلمبند کئے گئے ہیں - ترتیب
دوسرے رسالوں کے مطابق ہے -

آغاز -
اے تیری ذات میں حیرانِ اصل اے تیرے وصف میں نادرِ مائل
ناتجہ اول و نا آخر ہے ناتجہ باطن و نا ظاہر ہے

(۵۴) جن سوہن (۶۲) (۳)

ادواق - ۱۴ - سطور ۱۳ تن میں اور
۲۴ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق
پاکیزہ - عنوانات سرخی میں - مصنف
محمد باقر آگاہ دیلوری - سنہ تصنیف ۱۸۵۶ھ
کاتب میر حسین علی کرانی - سنہ کتابت ۱۳۰۹ھ

بہشت بہشت کا تیسرا حصہ ہے ۷۲۰ آیات
پر مشتمل ہے - آخری حصے میں سنہ اور تعداد ان آیات میں
بیان کی ہے -

چارہ کم اتھے ز بارہ سو سال ہجرت سے یو ہوا ہر تو
سب یہ آیات اس کی بے تکرار سات سو کے اوپر ہیں ٹا اویاد
(ورق ۶۳ ب)

کتاب کا نام ابتدائی حصہ میں اس طرح واضح کیا
رکہ یونہی کا ناؤں من سوہن کر وسیلہ اسے تو احمد کن
دیباچہ عمومی میں موضوع کی یوں وضاحت کی ہے -

”اسی سالے میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حالات کا بیان ہے یعنی جو معجزات کہ مدتِ حیل
اور دلاوت اند دودھ چھڑائی اور خرد سالی
میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوئے
اوس حد تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی آٹھ برس کی عمر ہوئی ہے -“

اس کی ترتیب بھی بالکل پہلے دو رسالوں جیسی ہے -

البتہ خاتمہ ایک غزل پر کیا ہے -
آغاز -

اے تیری حمد میں بیاں حیران بوج میں تیری جسم و جا حیران

اختتام :-

کونجے پول ترے محبوب میں گم کہ نہو پھر مری ہستی کون اگم
خاتمہ کرتوں مرا ایمان پر تجی ختم رسل خیر بشر

ابتدائی رسالوں میں دیکھ، من ہرن، من موہن اد
جگ موہن کے موضوعوں کا بھی تذکرہ کر کے اس رسالہ کا
سبب تالیف بیان کیا ہے۔
آغاز :-

جاں تک جو عالم میں حمد ثنا سزاوار ہے تجھ کو یا ربنا
ہیں سب عطاں جگ کے حیرت کھنچے کہ پوچھی نہیں عقل تیرے کھنچے
اختتام :-

الہی بحق نبی الہدیٰ بے عافیت بیچ رکھ توں سدا
خاتمہ کرتوں ایمان پر تجی محمد سراج البشر
ترقیمہ :-

مخطوط نمبر ۹۴ کے آخر میں درج ہے۔

(۵۶) آرام دل (۶۲) (۵)

اوراق ۲۷۔ سطور ۱۳ تن میں۔

۲۴ حاشیہ پر تقطیع ۹ x ۹۔ خط نستعلیق

پاکیزہ۔ عنوانات سرخی میں۔ ۲ مطلقاً مذہب

نقشہ نعلین مبارک کے۔ مصنف محمد باقر

آگاہ دیواری۔ سنہ تصنیف ۱۱۸۵ھ

کاتب میر حسین علی کرمانی سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ

یہ ہشت بہشت کا پانچواں حصہ ہے جس میں
بارہ سو باون ابیات ہیں۔ تعداد ابیات اور سنہ تالیف

فرد مصنف نے بھی خاتمہ کی ان ابیات میں لکھ دیا ہے۔

کیا اس کی بیویں کو میں چیدو جو یکے اردو چاس و دودھ

ہزار اور کیسو پوشتا و درخ تھے ہجرت کے برساں ہوا یہ گنج

اس رسالے کے موضوع اور ترتیب کے متعلق مصنف

نے 'ہشت بہشت' کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

"اس رسالے میں تین باب ہیں۔ باب اول میں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شہاں کا بیان

باب دوم میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اخلاق کا ذکر ہے۔ باب سوم میں حضرت

کے عادات مذکور ہیں۔"

رسالے کے آغاز میں حمد و نعت و مناجات ہے، اور

(۵۷) راحت جاں (۶۲) (۶)

اوراق ۱۳۔ سطور ۱۳ تن میں ۲۴ حاشیہ پر

تقطیع ۹ x ۹۔ خط نستعلیق پاکیزہ۔ عنوانات

سرخی میں۔ مصنف محمد باقر آگاہ دیواری۔

سنہ تصنیف ۱۱۸۶ھ۔ کاتب میر حسین علی

کرمانی۔ سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ۔

یہ چھ سو دو ابیات کی شہنشاہ ہے جو مجموعہ

ہشت بہشت کا چھٹا حصہ ہے۔ اس میں آنحضرت پیغمبر اکرم

صلعم کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اس کتاب پر مصنف

نے سنہ ۱۱۸۶ھ میں اپنی سیرۃ النبی (ہشت بہشت) کا کام

ختم کر دیا تھا۔ لیکن بعد کو سنہ ۱۱۸۶ھ میں اور دو رسالے

'من جیون' اور 'من درپن' لکھ کر اور اس طرح حیات نبی

کو آٹھ رسالوں میں مکمل کر کے اُن کے مجموعے کا نام ہشت رکھا۔

حد و نعت و منقبت محبوب جانی اور مدح سید الرحمن قربی کے بعد سبب تالیف کتاب بیان کیا ہے کہ مجھ سے قبل کسی نے آنحضرت کی خصائص پر اُردو میں نہیں لکھا۔ اس کتاب کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے جن میں ان خصوصیتوں کا ذکر ہے :-

قسم اول جو اتھے فرض اس پر نیں اتھی امت کوں شرکت اس ہتر
قسم ثانی جو اتھے شہ پر حرام ہو راتے امت پوجا تڑاے ہام
قسم ثالث جو اتھے اس پر حلال ہو رتے امت پر حرام ای جگہ جگہ
قسم چوتھی میں فضائل ہر توجان کر دیا ہر حق اُسے کرمان پان
آغاز :-

حد بے حد ہو رہا ہے عدد ہے سزاوار خداوند صمد
عرش و کرسی سا دھرتی کھم علم میں جس کے ہر یک پیر کو کم
اختتام
ہو رہا شہادت پر مرا انجام کر ہو مدینہ بیچ میرا کر مقرر
راحت جلیاں ہوا پورا تمام از طفیل مصطفیٰ شاہ انام
ترقیمہ کے لئے دیکھو بیان مخطوطہ نمبر ۵۹ -

(۵۸) من درین [۶۲] (۷۰)

دوق ۶۴ - سطور ۱۳ تن میں -

۲۲ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ -

خط نستعلیق پاکیزہ - عنوانات سرخی میں

مصنف محمد باقر آگاہ دیوری - سنہ تصنیف

۱۲۰۶ - کاتب میر حسین علی کرانی

سنہ کتابت ۱۲۰۹ -

یہ ہشت ہشت کا ساتواں حصہ ہے جس میں تین ہزار ایک سو اسی ابیات ہیں۔ اس میں آنحضرت کے جملہ معجزے نہایت شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ اس موضوع پر یہ اُردو کی ایک نہایت مبسوط کتاب ہے۔ مصنف لکھتے ہیں کہ میں نے اجمال سے کام لیا ہے ورنہ یہ کتاب ساٹھ ہزار ابیات تک پہنچتی۔

حد و نعت و منقبت محبوب جانی و مدح سید الرحمن قربی کے بعد سبب تالیف درج ہے۔ سنہ تالیف آخر کتاب میں یوں لکھا ہے :-

تھے باراسو کے اوپر چھ برس جب
ہوا یہ نسخہ دل کش مرتب

معجزوں کے ختم پر عرض احوال بیان کیا ہے جس میں انتہائی انکساری کا اظہار کیا ہے اور اپنی پریشانیوں اور ضعیفی کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

میں ہوں کس حال میں توں جانتا ہے

ہوں کس خجال میں پہچانتا ہے

ہیں میری شکلاں سب تجھ کوں معلوم
ہیں میری کلفتیں سب تجھ کوں معلوم

ہوا ہوں سب طرف سے میں اداسی

نہ کراہیے ترا سہی کوں ترا سہی

ہوا ہوں ضعف و بیماری سے حیراں

طیباں پاس میں ہے میری دریاں

ہوئی عاجز و دامیری دعا بھی ہوئی عاجز میری طاقت غذا بھی

مرا خاطر پرانندہ ہوا ہے پنٹ دنیا سستی گندا ہوا ہے۔

پھوڑا اے صاحب اسرار ادنیٰ مجھے دنیا سے ہوا راز اہل دنیا

بجہ دے انکی محبت سے راہی غایت کر اپس کی آشنائی
 ضیفی سے جو ہوں میں میں گبر نہیں کچھ سوچتی ہے محکومت ہیر
 نام اس فکر میں ہے یہ کہینہ کہ چنا سر سے جاو تا مدینہ
 ہوں رہنے سوں یہاں کے بھوت نزار بہت اس بات سے پاتا چو آزاد
 ہوا ہے کفر کا یہاں گرم بازار مسلمان اوپر ہی سخت دشوار
 سماں میں شکل اون پر اکھڑا ہر پیارا اون کے سر اوپر آٹھا ہر
 کدھ جاوے کہ یشکر میں تیرے اگر میں نیک و بد یا کرم تیرے
 اگرچہ میں بدیاں اتن کھینے ولے بد شبہ اہل تے میں تیرے
 تو اپنے دین کا ہی آپ مای ہے میری عرض یہ از راہ مای
 جاشک انکوں دیکھ کا طفر کو کر نیکا دشمنوں پر ان کوں توں
 نوکریوں شمنوں کوں ان کے پال کہ ہے تیراں پر اون کا پیراں
 رکھ ان کوں نت ذیل بخوار شکو سس

دے ان کوں خویا دو نہاں کی دے ان کوں نعمتیں سر عیاں کی
 میر جہاں کے تیں باکسر اولاد ہیشہ دین ہور دنیا میں رکھنا
 عطا کروں کے تیں خیر و برکت یہاں کی ہور دہاں کی باز عت
 آغاز :-

الہی کیا کہوں اوصاف تیرے کہ عقل و فکر یہاں حیراں ہیں میر
 ہے کیا طاقت سر عاجز کیا کوں کہ کھولے حمد میں تیری زبان کوں
 اختتام :-

حیات و موت کرم میں ادی ہمارا حشر کرامت میں ادی کی
 بجہ اللہ ہوا یہ نسخہ آخر بجہ مصطفیٰ سالار فاخر
 ترقیمہ مخطوطہ ۵۹ کے آخر میں درج ہے

(۵۹) من جیون (۶۲) (۸)

ادراک ۱۷ - سطور ۱۳ متن میں -
 ۲۲ حاشیہ پر - تقطیع ۶ x ۹ -
 خط نستعلیق پاکیزہ غزلیات سرخی میں -
 مصنف محمد باقر آگاہ ، دیلوری - سنہ تصنیف ۱۲۰۹ھ
 کاتب میر حسین علی کرمانی - سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ
 یہ مجموعہ ہشت بہشت کا آٹھواں اور آخری رسالہ
 ہے جو آٹھ سواٹھ اشارہ ابیات پر مشتمل ہے - سنہ تصنیف اور
 تعداد ابیات کتاب کے آخر میں اس طرح واضح کیا ہے :-
 باراسوا پر تھ چھ برس جب یہ نسخہ خوش ہوا مرتب
 ابیات سب اس کے اول آرا بے بیب ہیں آٹھ سواٹھ اشارہ
 (دورق ۲۰۲)

اس رسالے کے موضوع کے متعلق خود مصنف نے

دیکھا محاکمات مجکوں اون کی شکل نسخہ سس
 آخری اشعار میں اپنے ہمد کی سیاسی پریشانی کا ذکر
 کیا ہے - یہ وہ زمانہ تھا جب کہ انگریز کمپنی کا اثر و اقتدار
 بڑھ رہا تھا اور اسی کی طرف ان ابیات میں اشارہ کیا گیا
 ہے اس حصہ میں باقر نے غواصی کا اتباع کیا ہے -
 اور جس طرح غواصی طوطی نامہ میں اپنی ضعیفی اور کمزوری
 کا اظہار کرتا ہے باقر نے بھی اپنی بیماری اور لاعلاجی کا
 ذکر کیا ہے - لیکن سیاسی حالات کی طرف نہایت خوبی
 سے اشارہ کرنے میں باقر نے غواصی پر بھی سبقت حاصل
 کی ہے -
 آخر میں اپنی اور اپنے بھائیوں کی اولاد کا تذکرہ
 ان ابیات میں کیا ہے :-

مری اولاد کوں سرسبز کرتوں رکھ اپنے دین پر ثابت انکوں

’ہشت بہشت‘ کے دیباچہ میں لکھا ہے :-

”آؤں رسالے کا نام ’من جیون‘ ہے

اس رسالے میں تین فصل ہیں فصل اول میں

حضرت مسلم کی محبت کی فرضیت کا اور

اوس کی علامات کا ذکر ہے اور دوسری

فصل میں حضرت مسلم کے درود کے

فضائل کا بیان ہے اور تیسری فصل میں

حضرت مسلم کی زیارت کے فضائل کا ذکر

ہے۔“ (ورق ۱۷ ب)

دیگر رسائل کی طرح ’من جیون‘ کو بھی حد

وفت و منقبت و مدح سے شروع کیا ہے اور خاتمہ میں

مناجات لکھی ہے۔

آغاز :-

اے جو ترا وجود عالم تجھ علم سے ہے نمود عالم

ہو مہرے تیری میں اشراق ہر ذرۂ انفس اور آفاق

اختتام :-

دو جگہ نے اپنا جگہوں کرتوں مت جگہ لجا ادھر ادھر توں

نت ہے خدا سے در سبقات روئے پہ ترے سلام و صلوات

ترقیمہ :-

”مت بالجیزمت رسائل ہشت بہشت

در سیر و شمایل سید موجودات و خلاصۃ کائنات

صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و اتباعہ وسلم

من تصنیف مولوی محمد باقر آگاہ شافعی

بیجا پوری الہوری سلمہ اللہ تعالیٰ۔ تاریخ

دویم شہر ربیع الثانی روز دوشنبہ ۱۲۹۹ھ

کاتب میر حسین علی کرمانی غفر اللہ ذنوبہ بستر

عیوبہ آمین یا رب العالمین۔“

ان تمام رسائل کا مجموعہ ہشت بہشت دو مرتبہ

(۱۲۶۲ھ - مطبع راج کشن اور ۱۲۶۳ھ - مطبع عزیز یہ میں)

چھپ چکا ہے۔ اس کے نسخے برٹش میوزیم (اور ٹیٹل ۶۵۰)

بیلوٹک نیشنل پیرس (۸۷۲)۔ کتب خانہ آصفیہ

(جلد دوم صفحہ ۸۷۵ نمبر ۲۵)۔ جامعہ عثمانیہ (صفحہ ۱۱ نمبر ۳۲)

مکتوبہ ۱۲۶۹ھ۔ اور کتب خانہ نواب سالار جنگ بہادر

(مکتوبہ ۱۲۵۴ھ و ۱۲۶۲ھ) میں موجود ہیں۔ لیکن

ادارے کے یہ رسائل سنہ کتابت کے لحاظ سے

سب میں اہم ہیں اور خود مصنف کی موجودگی میں خاص

اہتمام سے نقل کرائے گئے ہیں۔

(۶۰) حاشیہ من درین (۱۹۶۲)

اوراق ۶ - سطور ۱۳ متن میں -

۲۴ حاشیہ پر - تقطیع ۶ × ۹ -

خط نستعلیق پاکیزہ - عنوانات سرفہی میں -

مصنف محمد باقر آگاہ دیپوری سنہ تصنیف

در بیان سنہ ۱۲۰۶ - ۱۲۰۹ ہجری

کاتب میر حسین علی کرمانی - سنہ کتابت ۱۲۰۹ھ

اس رسالہ میں تقریباً ۲۵ ابیات ہیں اور اس

یہ نسخہ غالباً مکمل نہیں ہے - کیونکہ اس جلد کے آخری لورق

۲۲۳ تا ۲۲۶ سے یہ شروع ہوتا ہے اور اس کے خاتمہ

کے دو اوراق جلد کے ابتدائی حصہ میں (اوراق ۱۴ و ۱۵)

(۶۱) مَحْبُوبُ الْقُلُوبِ (۱۳۷)

اوراق ۱۲۴ - سطور ۱۶ - تقطیع
۱۲ ۱/۲ ۱/۲ ۱/۲ ۱/۲ ۱/۲ ۱/۲ ۱/۲ ۱/۲ ۱/۲
سرخمی میں - نائنس اول و آخر -

مصنف محمد باقر آگاہ دیلوری سنہ تصنیف

۱۲۰۷

چار ہزار ترسٹھ ابیات کی یہ شہسوی حضرت محبوب جانی
غوث اعظم کے حالات میں لکھی گئی ہے - اس کتاب کے
آغاز میں بھی مصنف نے اُردو نثر میں ایک دیباچہ لکھا ہے
لیکن یہ دیباچہ ادارہ کے نسخے میں محفوظ نہیں ہے - اصل
شہسوی میں حمد و نعت و منقبت کا حصہ بھی غائب ہے -
سبب تالیف کے ایک آخری ورق سے یہ نسخہ شروع
ہوتا ہے - جس میں کتاب کا نام اس طرح واضح کیا ہے -
میں محبوب القلوب اس کا رکھنا نام کہ ہے لائق اسے یہ باصفانہ
مصنف اپنی زبان کو دکھنی کہتا ہے اور اُردو
زبان کو وہ بالکل جدا زبان قرار دے کر کہتا ہے کہ یہ
زبان یہاں کوئی نہیں سمجھتا - اس کی بیت ہے -
بھی اُردو زبان میں میں کہا میں
کہ اس بھاکے کو یہاں کوئی جانتا نہیں -

اصل کتاب گیارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب
میں ذیلی ابواب ہیں - کتاب کے آخری حصہ میں سنہ کتابت
اور تعداد ابیات کو یوں ظاہر کیا ہے -

تہا ہفتم سال بار اسو اُپر جب لہال خوش ہوا یہ مرتب
تمام ابیات اس کے اے ساعد ہو چکا رالف و ترسٹ بے تصاید

شامل ہیں - ممکن ہے کہ درمیانی چند اوراق غائب ہوں -
یہ رسالہ نہایت اختصار کے ساتھ لکھا گیا ہے
چنانچہ حمد و نعت و منقبت کی سرخیاں اس میں نہیں ہیں
ابتدائی چار ابیات بطور تمہید و سبب تالیف لکھی گئی
ہیں اور ان کے بعد اصل کتاب شروع کر دی گئی ہے -

ان ابیات سے سبب تالیف وغیرہ ظاہر ہو جائے گا -
پس از خداوندت مختار من اس مضمون کو گوش آں آؤ

کہ میں درپن میں دلا میں بجا ز بائیں ہیں خیزوں کا اعجاز
بب اس کو مختصر تر کر دیا گیا کئی جا میں اشارت کر گیا ہوا
یہ نظم صاف کی تیں لکھا ہیں بطور حاشیہ اس پر لکھا ہیں
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ من - پن ہشت

کا ساتواں اور ضخیم ترین رسالہ ہونے کے باوجود مصنف
کی نظر میں مختصر تھا - اس لئے اُس نے ایک حاشیہ لکھنے
کی زحمت گوارا کی -

اس حاشیہ میں قرآن کی خصوصیات اور صفات
بیان کی گئی ہیں -

اختتام -

ہیں اخبار و حکایات ایسے بیار ہیں درکار اس کے تیں لکھنے کو
پہ میں مردم کی ہمت پر نظر کر کھاون سے لکھ گیا ہو مختصر تر
خدا سے منت ہو تسلیمات و صلوات نبی کے روحہ اللہ پہ دن رات
اور اس آل و صحب تابعین پر خصوصاً محی الدین محبوب اور
کوئی ترقیم نہیں ہے - کاتب تمام رسائل کا
دہی ہے -

۱۳۲۰ء حیدرآباد، "ثبت ہیں۔

(۶۲) ریاض الجنان [۲۱۸]

اوراق ۱۲۱ - سطور ۱۴ -

تفصیل ۵ x ۱۲ - خط نستعلیق نفیس۔

عنوانات سرخی میں۔ مصنف محمد باقر آگاہ

دیواری۔ سنہ تصنیف ۱۲۰۴ء۔ کتابت

قبل ۱۲۹۹ء

تین ہزار ننانوے ابیات کی یہ ثنوی مناقب اہل بیت نبی میں لکھی گئی ہے۔ ابتدا میں مصنف نے ۶ ورق کا ایک دیباچہ اُردو نثر میں لکھا ہے جس میں سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ اُردو میں اب تک اہل بیت کرام کے فضائل معائب میں "روضۃ الشہداء" ولی دیواری اور روضۃ الاطہار شیدا لکھی گئی ہیں جو تاریخی لحاظ سے بہت کمزور ہیں۔ کیونکہ ان میں جھوٹی روایتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے صحیح تاریخی نقطہ نظر سے ایک کتاب کی ضرورت تھی۔ اس لئے حسب ذیل عربی ماخذوں سے استفادہ کر کے یہ کتاب مرتب کی جا رہی ہے۔

ذخائر العقول فی مناقب ذوالعربی از حافظ محمد بن طبری۔

فضول الحمہ فی معرفۃ الائمۃ از ابو الحسن شافعی۔

نظم درود السمطین اور معراج الاصول از حافظ

جمال الدین زرنندی مدنی۔

متمل العذب الہدی فی مناقب اہل بیت النبوی

از حافظ شمس الدین سخاوی۔

ثنوی کے آفریں مدح محبوب جانی میں قصیدے بھی درج کئے ہیں۔ پہلے قصیدے کا نام مفرح القلوب رکھا ہے۔ اس کا مطلع اور مقطع یہ ہے:-

پڑا ہوں در طہ اندوہ و محنت میں بحیرہ انی

مری اب دستگیری کرتو اے محبوب جانی

..... تیرے ہر سے رنگ قبولیت

یہ آنسو میرے ہو جائیں گے حسبِ جثانی

اس کے بعد ایک قصیدہ ذوالمطلعين

شروع کیا ہے جس کے صرف چند ہی اشعار اس نسخے میں

موجود ہیں۔ مطلع اور اس نسخہ کا آخری شعر یہ ہیں:-

کیوں من کا دکھا، اے ہے کہ در آفتاب

لگے دور کر نقاب کہ ہر شہر آفتاب

ہے موج آنسوؤں سے باب نہیں کراں

دیکھا ہے تیرے ماتھے میں جب ساغر آفتاب

یہ نسخہ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے:-

لکھا اس نسخے کو وہ کامل الذکا عنوان حدیث اسناد کے ساتھ

کیا جوں چاہئے توفیق اس میں نہیں کوئی حرف بے توفیق آئیں

اختتام ثنوی:-

بس اس کے بعد لکھ دوسرے قصیدہ بیاباں میرسانم میں جریدہ

ہر دوسرا یہ قصیدہ شاعرانہ ہر مانند ردیف اپنے نیکانہ

اس کتاب کے نسخے برٹش میوزم (اورنٹیل) ۶۵۰۱

کتب خانہ آصفیہ (جلد دوم ص ۱۵۶ نمبر ۵۳) اور کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ (۳۲) میں بھی محفوظ ہیں۔

ادارے کا نسخہ نواب غایت جنگ بہادر کا عطیہ

ہے۔ اس کے پہلے اور آخری اوراق پر دستخط "غایت

انٹھواں روضہ - اہل بیت اطہار کے ساتھ بغض عام ہے۔ (دو ذیلی حصے ہیں)

نواں - حسن سلوک و مراعات (دو حصے ہیں)
دسواں - سادات پر کیا واجب ہے۔ علامات شیعیہ کیا ہیں۔ (تین حصے ہیں)۔

گیارہواں - حائب اہل بیت (پانچ حصے ہیں)
بارہواں - دشمنانِ امام سے انتقام (پانچ حصے ہیں)
اس دیباچہ کے آخر میں مصنف نے اپنی نسبت

حب ذیل معلومات درج کی ہیں :-

”یہ عامی پندرہویں سال سے شعر کہتا

الفٹ وارتباط رکھتا ہے۔ اگرچہ شعر کم کہتا

ہے اس ہی واسطے تخلص اپنا بہت لکھتا

نہیں کیا تھا۔ جب ۱۱۸۲ھ اور ۱۱۸۵ھ میں

بعض رسائل بہشت بہشت کے منظوم کیا

لفظ باقر کہ جزو نام ہے بجائے تخلص کھا۔

من بعد بیچ ۱۱۹۵ھ لکھزار دیکھو اور نو

اور چار کے وقت نظم کرنے دیوان عربی

کے تخلص اپنا آگاہ مقرر کیا۔ اس تخلص

کو اشعار عربی و فارسی میں لایا اور اکثر

مراثی اور ریختوں میں بھی اسی تخلص کو

اختیار کر لیا اور تمام رسائل بہشت بہشت

میں کہ بیچ ۱۲۰۰ھ کے منظوم ہوئے اور

اس رسالے میں کہ ریاض الجنان

نام رکھتا ہے تخلص اپنا وہی لفظ باقر رکھا۔

ریاض الجنان کا سنہ تصنیف اور تعداد ابیات کتاب کے

احیاء المیت بذکر فضائل اہل بیت اور اشغال امّت
اور تاریخ المخلّفاء از ملا لادین سیوطی۔ تہذیب اباسمہ

فی مناقب سیدہ فاطمہ جو ائمہ العقیدین اور وفاء اوفاء
از حافظ سید نور الدین سمہ پوری۔

مدّۃ الحجّۃ از شیخ عبداللہ یافعی۔ تاریخ کبیر از حافظ
عمار الدین ابن کثیر۔ صواعق محدثہ اور شرح تصدیق

ہمزہ از حافظ شہاب الدین ابن حجر کی۔
مدّۃ الطالب فی نسب بنی طالب از شہاب الدین

صیغی۔

معالم العترة النبویہ از حافظ عبدالعزیز ضلی۔

اصل کتاب شوی کی شکل میں ہے جس پر ایک

مقدمہ اور بارہ روضے ہیں مقدمے میں آل و اہل بیت کی

تحقیق بیان کی ہے اور روضوں کے موضوع یہ ہیں :-

پہلا روضہ - اہل بیت کرام کی تعریف و ثنا کی آیتیں

دوسرا - فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ کی نسل میں برکت

کے لئے پیغمبر کی دعا۔

تیسرا - وصیت نبی کلام اللہ اور عترت کے بارے

میں۔ (پانچ ذیلی حصے ہیں)

چوتھا - اہل بیت عظام تاروں اور کشتی نوح کی طرح

باعث نجات ہیں۔

پانچواں - حضرت کی قربت اور اولاد علی و فاطمہ۔

(چار ذیلی حصے ہیں)۔

چھٹا - اہل بیت اطہار کا جنتی ہونا۔

ساتواں - اہل بیت اطہار کی محبت واجب ہے (تین

ذیلی حصے ہیں)۔

پیرس (۸۷۲) اور جامعہ عثمانیہ (۲۹) کے کتب خانوں میں بھی ایک ایک نسخہ محفوظ ہے۔

(۶۳) ریاض الجنان [۱۰۲]

اوراق ۵۰۔ سطور ۱۴۔ تقطیع ط ۱۲ × ۸
خط نستعلیق۔ عنوانات اور حاشیہ سرخی میں
مصنف محمد باقر آگاہ دیلوری برصغیر
۱۲۰۷ھ۔ کاتب غلام قادر۔

سنہ کتابت ۱۲۱۳ھ۔

یہ کتاب نمبر ۶۲ کا ایک دوسرا نسخہ ہے جو ناقص الاول ہے مگر خود مصنف ہی کی زندگی میں (وفات ۷ سال قبل) لکھا گیا ہے اس لئے اہم ہے۔ اس میں باب ۱، ۷ اور اوراق غائب ہیں۔ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے عذبت مری اے یاد ر عاقبت اس کی ہونگی بہت

حکایت پنجم

ہور لکھ میں بہت ثقات کرام ایک سید کا بلخ میں تعلیم
اختتام دی ہے جو نسخہ ۶۲ میں درج ہوا۔
ترقیمہ ۱۔

”تمت الکتاب بعون ملک الوباب رسالہ
ریاض الجنان بتایخ چار دہم شہر صفر ۱۲۱۳ھ
ناظم ہے اس نظم کا باقر محمد مولوی سب لوگیاں کے پر سب سے بڑا سکون
عاجز غلام قادر اس نظم کو لکھا امید فرات کا حنین سو رکھا ہے۔
صلوات اللہ علیہ“

آخری حصہ میں یوں درج ہے۔

جب تھ بار بار سوا ورسات برکتا تب بنا ہی یہ نسخہ اندرس
پس گی ابیات اس کی تین اور نو پہ فو بلا تکرار
اصل کتاب میں مقدمے سے قبل حد و نعت و نعت
اہل بیت و نعت خلفائے راشدین و نعت خوش اعظم
اور سب تصنیف کے عنوانات قائم کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب
محبوب القلوب کے بعد لکھی گئی ہے کیونکہ اس کے دیباچہ
میں محبوب القلوب کی تکبیر کا ذکر کیا گیا ہے۔

آغاز :-

اے تیری بندگی میں کل جود کیا ملک کیا رسل ہیں مسر جود
دیکھ تیری قدر کا سر غظیم سر کئے اپنا انبیا سلیم
اختتام :-

جو میں انخوان روستان سیر بخش ب ان کو نعمت تیرے
اور جتنے ہیں زمرہ اسلام کہ دام ان پہ رحمت وانعام
صلی یاربنا الرحیم علی شافع الکل انفا و غذا
وعلی الہ واصحابہ الذین اقتدوا باذابہ

ترقیمہ نہیں ہے البتہ ابتدائے کتاب میں دو جگہ
ضیاء الدین محمد ۱۲۹۹ھ کی دستخط اور خوش خط ہر شبت
ہے۔ یہ مشہور اردو شاعر استاد کل میر شمس الدین محمد فیض
کے فرزند تھے۔ اور یہ نسخہ غالباً فیض کی ملک رہ چکا ہے
اور وہاں سے لکھو گیا۔ بعد کو لکھنو کے ایک تاجر سے ادار
ادبیات اردو کے لئے خرید گیا۔

اس کتاب کا ایک نسخہ (مکتوبہ ۱۲۴۷ھ) ذاب
سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میچ اور کتب خانہ آصفیہ
اور برٹش میوزیم (اورینٹل ۶۵۰۵) اور بلیوٹک نیشنل

(۶۴) ضیافت نادرہ [۱۳۸]

ادراک ۴ - سطور ۱۲ - تقطیع ۱۰ ۱/۲

خط نستعلیق معمولی - مصنف شاہ غوثی -

سنہ تصنیف ۱۱۹۱ھ - ۱۲۲۵ھ -

کاتب خورشید النساء - سنہ کتابت ۱۲۲۳ھ

یہ تقریباً سواشتار کا قصیدہ ہے جس میں انحضرت کی ضیافت (جو حضرت عثمان اور حضرت فاطمہ نے کی تھی) بیان کی گئی ہے۔ اس کے مصنف ارکاٹ کے صوفی شریف واعظ شاہ غوثی (متوفی ۱۲۲۵ھ) ہیں۔ ان کی ایک اور کتاب قصص الامینا (ریاض سعود ۱۲۹۱ھ) بھی ۱۰۱ ار سے کے کتب خانہ میں محفوظ ہے (دیکھو فہرست مخطوطہ نمبر ۲۵) یہ قصیدہ غوثی نے اپنے مرشد کی فرمائش پر لکھا تھا۔

اس قصیدے میں پہلے حضرت عثمان کی ضیافت کا بیان ہے۔ اس میں شرکت کے بعد جب حضرت علی گھر پہنچے تو حضرت فاطمہ سے اس کی دھوم دھام بیان کی۔ اور اپنی مفلسی کا ذکر کیا کہ اس کی وجہ سے میں ایسی ضیافت نہیں کر سکتا۔

ابتداء میں مصنف نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ دعوت دینے اور دعوت کھانے والے دونوں پر خدا کی رحمت چوتی ہے اور یہ سنت نبی ہے اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ ضیافتیں کرتا رہے۔

حضرت فاطمہ نے علی کو تسلی دی اور کہا کہ میں مفلسی کے باوجود خدا سے دعا کر کے ایسی دعوت کروں گی جو تمہارے شایان شان ہو۔ اس کے بعد دعوت کی

تفصیلات بیان کی ہیں۔

آغاز :-

اول کریم حق کی صفت ہے بعد ختم رسلاں

ان پر درود و رب سدا جواں ہیں اصحابیاں

مرشد کے جو فرمان سے بویا روایت غوثیا

مرقوم ہے راوی سنی سنا ضیافت کا بیاں

اختتام :-

عاصی ہے غوثی اتنی ہے فاطمہ بنت رسول

کرنا عطا بندے پر ہر دو جہاں کی نعمتاں

ہے صدق جو عدل و حیا شیر خدا کا دے لگن

کر خاتمہ ایمان سے اے خاتمہ پیغمبراں

مرشد کے جو ارشاد سے غوثی اتنا پایا ظہور

جو کچھ کہ ہے اس میں صفت طاقت نہیں کرنے بیاں

ترقیمہ :-

اس قصیدے کے بعد دو اور کتابیں ایک

ہی کاتب نے نقل کی ہیں اور آخر میں یہ ترتیب لکھا ہے :-

”تخیر کردہ عاصیہ خورشید النساء

عفی عنہا المرقوم ۲ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ“

(۶۵) ظفر نادرہ [۱۳۹]

ادراک ۱۹۳ - سطور ۱۴ فی صفحہ

تقطیع ۲ ۱/۲ x ۱۰ ۱/۲ - خط نستعلیق معمولی

مصنف محمود - سنہ تصنیف ۱۲۰۴ھ -

کاتب خورشید النساء - سنہ کتابت ۱۳۲۳ھ

خدا مقصود حاصل کر کے میرا طفر نامہ کیا اتام سارا
کیا اتام جیب یہ شہ کا انجم تو بار اسو پہ تھا سال چہارم
(دوق ۱۹۳)

کتاب کے آغاز میں حمد و نعت کے بعد خطائے اخلاقیہ
کی مدح الگ الگ عنوان کے تحت کی گئی ہے اور سبب تالیف
کتاب کے سلسلے میں مصنف لکھتا ہے کہ:-

”شب عاشورہ ہم میر کرتے پھر رہے
تھے کہ ایک مکان میں مجلس نظر آئی جہیں
شہنشاہ مین کا قح نامہ پڑھا جا رہا تھا تو
میرے خوبو اور پیارے دوست غلام علی
نے فرمایش کی کہ تم بھی ایک فتح نامہ لکھو۔
میں اگرچہ اس قابل نہیں ہوں تاہم اپنے
دوست کی فرمایش کی تکمیل کر رہا ہوں۔“

آغاز :-

کروں نامے کو درج آغاز فصاحت میں دہوں دایم سرفراز
خدا کے نام سوں نامے کو تمام کروں میں تاکہ ہو جلدی اتام

اختتام :-

پڑھو یا راں اُپر مخطوطات اطہر بروج پاک وہ ساتی کوثر
کیا مرقوم اس نامے کوں اتام پڑھو سب فاتحہ اے اہل اسلام

ترقیمہ :-

”و تحریر کردہ عاصیہ خورشید النساء
عفی عنہا المرقوم ہر ربیع الاول ۱۳۲۳ ہجری

یہ پانچ ہزار چار سو ابیات کی ایک ضخیم ثنوی ہے۔ جو
عمر ابن حفیف کے حالات زندگی، جنگ، اور شہادت پر قلمبند
کی گئی ہے۔ اس موضوع پر کئی ثنویاں لکھی جا چکی ہیں چنانچہ
حیدرآباد کے ایک قدیم شاعر غلام علی خاں لطیف قریبائی
(سنہ پیدائش ۱۰۵۰ھ) نے بھی سنہ ۱۰۹۰ھ میں تقریباً اسی
منہات کی ایک ثنوی لکھی تھی اور اس کا نام بھی طفر نامہ
ہے جس کے نسخے انڈیا آفس اور جامعہ عثمانیہ کے کتب خانہ
میں موجود ہیں

لطیف سے تین سال قبل ایک اور شاعر سیوک
نے بھی سنہ ۱۰۹۰ھ میں جنگ نامہ محمد حنیف مرتب کیا تھا جس کا
نمودارہ کے کتب خانہ میں موجود ہے (دیکھو فہرست ذرا مخطوط
نمبر ۳۰)۔

زیر نظر ثنوی طفر نامہ محمود کا کوئی اور قلمی نسخہ غالباً
حیدرآباد کے کسی مشہور کتب خانہ میں موجود نہیں ہے غالباً
اسی شاعر کی ایک اور نظم مکتہ مصر (سنہ ۱۲۰۰ھ) کا ذکر دکن میں
اردو صفحہ ۴۷ پر کیا گیا ہے۔ گویا یہ کتاب مکتہ مصر سے دوں
قبل لکھی گئی ہے۔ اس لحاظ سے ممکن ہے کہ دونوں کا مصنف ایک ہی محمود
ہو جو سید اخوند میر شاہ کامریہ تھا اور اپنی کی اجازت سے قصہ مکتہ مصر
اردو میں منتقل کیا تھا۔

ارے محمود حمد کرد مجاری نہ پورا کر سکے کوئی عمر ساری
نبوت کے نکل گلشن سزا نبرد ثنا خوانی کائے گل ناتھ محمود (دوق ۲۱)
رضائے اب بیابان زدہ محمود کہ تپا دے محاسب اپنے دل کا مقدر (دوق ۱۶)
ارے محمود رکھ اب جلد نامہ کروں اتام زدوی فتح نامہ (دوق ۲۴)
کتاب کا نام اور سنہ تصنیف کتاب کے آخر میں ان

ابیات میں درج ہے :-

(۶۶) احوال قیامت [۱۳۸ب]

اوراق ۵ - سطور ۱۴ - فی صفحہ -

تقطیع ۱۰ ۲ x ۱۰ - خط نستعلیق معمولی

مصنف غلام دستگیر - کاتب ورثید النساء

سنہ کتابت ۱۳۲۳ ہجری -

یہ دو سو پچیس ابیات کی ایک ثنوی ہے جس میں قیامت کا حال اور آنحضرت صلم کی شفاعت کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ مصنف کا نام غلام دستگیر اور تخلص دستگیر ہے۔ جو کتاب کے آخری حصہ کی اس بیت سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس کو بھی بخشائیے بذراغیر ہے بڑا ماحی غلام دستگیر درمیان میں مصنف اپنی ایک عزل ہی لکھی جو جس کا مطلع مطلع یہ ہے۔

یا محمد مصطفیٰ افریاد ہے شافع روز جزا فریاد ہے
دستگیر آتم یہ بھی ہو یک نظر ادس کی اور دس سوا فریاد ہے
مصنف کے حالات اور سن تصنیف معلوم ہو سکا۔

آغاز:-

حشہ بھکیا سخت دن ہوا لام
عشش فرمائیں مجھے پیو لیا
جب خلافت ہوے گی ساری
جوش میں آکر کہے گی کبریا
اختتام :-

یا الہی از براے مصطفیٰ
یا الہی از براے فاطمہ
پنجتن کی دوستی میں رکھو سدا
ماتم شیریں کر خاتمہ
اس نسخہ کے بعد ہی ورثید النساء نے طغرانہ محمد مصنف شردع کر دیا ہے۔

(۶۷) نوبہار عشق [۵۱۷]

اوراق ۱۷۹ - سطور ۱۰ - فی صفحہ -

تقطیع ۱۰ ۲ x ۱۰ - خط نستعلیق معمولی

عنوانوں کے ابیات سرفی میں مصنف

غلام اعز الدین خاں مستقیم جنگ نامی

سنہ تصنیف ۱۱۱۱ھ - سنہ کتابت ۱۲۶۷ھ

تین ہزار پانچو ابیات کی ایک ثنوی ہے جس میں نظامی کی ثنوی شیریں خسرو کا اُردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مصنف کے حالات مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے مدراس میں اُردو (صفحات ۶۹ - ۷۰) میں تفصیل سے لکھے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے

غلام اعز الدین خاں مستقیم جنگ نامی فرزند حامد علی خاں ارکات میں ۱۱۸۱ھ میں پیدا ہوئے۔ حافظ محمد حسین اور محمد باقر آگاہ سے تعلیم پائی۔ عداد الامراء (۱۲۱۷ھ) میں نے ملک اشعرا کا خطاب دیا۔ آگاہ کی طرح عربی فارسی اور اُردو تینوں زبانوں میں شریک تھے۔

لیکن ۷ جنوں، شریں خسرو، وفات نبی قصہ بنا دس اور سلیمان فامہ اُردو کی تصانیف ہیں۔ مدراس میں ۱۲۲۷ھ میں وفات پائی اور ساحل سمندر کے قریب اپنے باغ میں مدفون ہیں۔

ہاشمی صاحب کی نظر سے نامی کا صرف سلیمان نام گزرا ہے جو ۱۲۲۷ھ کی تصنیف ہے اور جس میں تین ہزار آٹھ سو ابیات ہیں۔ ادارے کی زیر نظر ثنوی کا مخطوط کسی کتب خانہ میں موجود نہیں ہے اور یہ نامی کی پہلی تصنیف ہے۔

اس لئے بہت اہم ہے۔ ہاشمی صاحب نے ان کا نام غلام اعز الدین خاں لکھا ہے۔ زیر نظر نسخے میں نامی کا نام اس طرح درج ہے:-

ہے بس علیہ عزیز الدین نامی کہ اس کو دو جہاں میں کرگرافی کتاب میں کئی جگہ مصنف نے اپنا تخلص لکھا ہے مثلاً:-

ہے عاصی نامی بے چارہ کیا مال کہ کھولے حمد میں تبرے پر وال نہ کر نامی زمانے کی شکایت کہ یک پیدامو اصحاب عدالت اثنائے کتاب میں کئی غزلیں درج ہیں جن کے مقطعوں میں بھی نامی تخلص درج ہے۔

کتاب کا نام اور سنہ تصنیف ان ابیات سے

واضح ہوتا ہے:-

کیا جب خامہ مخریزی کو انال رکھا میں نوبہا رشت ادبے نام کہا تا یخ ماتع از مسرت کہا نامی نے یہ شیرین حکایت سن ہجری تھے بارہ سو پہ گیا کہ میں اس مثنوی کے تین سؤارا اس مثنوی سے مصنف کی نسبت حسب ذیل معلومات حاصل ہوتی ہیں:-

اس کتاب کی تصنیف کے وقت یعنی ۱۱۳۰ھ

میں نامی کے والدین اور اساتذہ زندہ تھے۔ ان کی طرح وہ اپنے بھائیوں اور بیوی اور اولاد کی سلامتی کی بھی دعا کرتا ہے۔ اس وقت اس کی عمر ۳۰ سال کی تھی اور نواب عہد الامرا اس کے قدردان تھے۔ چنانچہ ان کی مدح ایک علیحدہ عنوان کے تحت لکھی ہے۔ جس کی یہ بیت

خاص کر قابل ذکر ہے

اگر دیکھے قصیدہ اس کا سودا ربہ گاتا قیامت اس شیدا (۱۱۷)

عہد الامرا کی مدح کے آخر میں ان کی بہن اور ان کے فرزند سراج الملک کے لئے بھی دعا کی ہے۔

سبب تالیف میں نامی نے لکھا ہے کہ وہ تنہائی اور بے کاری سے تنگ آ گیا تھا کہ مطالعہ کتب کا شوق دامن گیر ہوا۔ اس اثنا میں نظامی کی شیریں خسرو بھی نظر سے گذری۔ خیال آیا کہ اس کا ہندی میں ترجمہ کرنا چاہئے کیونکہ بہت سے شاعر گزرے ہیں لیکن کسی نے نظامی کی اس کتاب کا ہندی میں ترجمہ نہیں کیا۔

خاتمہ کتاب میں لکھا ہے کہ اگرچہ میں نے ہندی زبان میں یہ مثنوی لکھی ہے لیکن قصداً دو چار جگہوں پر دکنی زبان بھی استعمال کی گئی ہے۔ یہ مثنوی ایک مہینے میں لکھی ہے۔ اگرچہ میری پہلی کتاب ہے لیکن یقیناً ہے کہ قابل تعریف ثابت ہوگی۔ اس حصہ کی حسب ذیل آیات قابل ذکر ہیں:-

کیا میں مثنوی ہندی زبان سے عیاں ہے کچھ نہیں حاجت بیل مگر قصداً کہیں دو چار جا میں بیاں دکنی زبان سیتی کیا ہیں کیا اس بحر میں فکر اک مہینہ تو ماہ نو سا نکلا یہ سفینہ (۱۱۷) کہا میں اس کو دہین جوانی رکھے حق جگ میں دائم یہ نشانی اگرچہ اولیں تصنیف ہوگی لیکن قابل تعریف ہے گی (۱۱۸) حمد و نعت، سراج، شکایت زمانہ کے بعد عہد الامرا کی طویل مدح لکھی ہے جس کی چند آیات یہ ہیں:-

مدح عہد الامراء

حکومت کے صدف کا قیمتی در بنیاد الامراء بہادر نت اس کی ذات سے ہر شخص خرم سرسبز کردہ اخلاق مجسم

(۶۸) سدحرا البیان | ۵۱۶ |

اوراق ۱۵۱۰ - سطور ۱۵ فی صفحہ -

تقطیع ۱۵۰۰ پلے - خط نستعلیق معمولی

مصنف میر غلام حسن حسن بن تصنیف

۱۱۹۹ھ - سنہ کتابت ۱۲۷۷ھ ہجری

شہور شہنوی بے نظیر و بدرنیر کا نسخہ ہے

جس کے مصنف کا نام میر غلام حسن تھا اور جو عام طور پر
میر حسن (ذم ۱۱۰۰ تا ۱۲۰۱ھ) شہور ہیں۔ ان کا کلیات
انڈیا آئس کے کتب خانے میں موجود ہے۔ لیکن یہ اسی
شہنوی کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔ اس کے علاوہ
ان کی اور بھی شہنویاں ہیں۔ ان کے متعلق تفصیلی مخطوطات
”تتبعی مقالات“ اور ”اُردو ادب کی جملہ تاریخوں میں
شائع ہو چکے ہیں۔ یہ شہنوی بھی بارہا پھپھکی ہے۔
زیر نظر نسخے میں چار ہزار پانچ سو ابیات ہیں اور یہ ایک
دوسری شہنوی ۱۰ ہزار عشق کے ساتھ ایک ہی جلد میں محفوظ
ہے اور ۱۲۷۷ھ سے قبل لکھا گیا ہے۔ کوئی ترقیہ نہیں ہے۔

آغاز :-

کروں پہلے توحید یزداں قلم جھکا جس کے سجدے کو اولیٰ قلم
سرمج پر رکھ یا عرض جسیں کہا دوسرا کوئی تہجہ سا نہیں
اختتام :-

میاں معصیٰ کو جو بھائی یہ غور انہوں نے بھی کر فکر از راہ غور
کہی اس کی تاریخ یوں برعل یہ بت خانہ چین ہے بے بدل
یہ نسخہ بھی نواب میر سعادت علی صاحب رضوی
ایم۔ اے کا عطیہ ہے اور اس کے آخر میں ان کے دستخط ثبت ہیں

خدا اس کو کیا ہر فن میں ممتاز
نہیں دیکھا ہے ایسا نیک سردار
آغاز :-

ہے اس کی حد شیریں گریبان کھڑے ہیں خسرواں اسکے دربار
کیا وہ حسن کا یوں گرم بازار کو دائم عشق ہے اس کا فریاد
اختتام :-

سلا ماں بے عدد مصلوات بے حد

سدا حق سے ہو بر ذات مجتہد

اور اس کی آل اور یاراں پر یک یک

کہ انجسم ہیں ہر ایت کے وہ بے شک

ترقیمہ :-

”تاریخ ماہ ذیقعدہ روز چار شنبہ

۱۲۷۷ھ کھنٹی گئی ہے کتاب“

یہ نسخہ نواب میر سعادت علی صاحب رضوی

ایم۔ اے کا عطیہ ہے جو ۱۳۶۹ھ میں ادا سے کے
کتب خانے میں داخل ہوا۔ آخر میں ان کے دستخط ثبت ہیں

(۶۹) سدحرا البیان ۱۲۷

اوراق ۱۰۰ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۲۰ - خط نستعلیق عوامات

اور حاشیہ سرفخی میں - مصنف میر غلام

حسن - سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ کا قریب میر حسن علی

سنہ کتابت ۱۲۲۳ھ بمقام حیدرآباد کن

یہ ثنوی نسخہ ۶۸ کا دوسرا نسخہ ہے جو اس

سے ۳۲ سال قبل حیدرآباد میں نقل کیا گیا ہے - اس نسخہ

میں ابتدائی ورق غائب ہے لیکن احتیاط سے قلبند ہوا

ہے - حاشیہ پر جگہ جگہ اختلاف قریب ظہر کئے گئے ہیں -

اور ابیات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے - آخری صفحہ میں قلیل

اور - حصہ فنی کے قطعات تاریخی کے علاوہ مآثر

کی تاریخ بھی درج ہے اس نسخہ میں تقریباً ڈھائی ہزار

ابیات ہیں - نسخہ ان ابیات سے شروع ہوتا ہے -

ترد تازہ ہے اوس سے محو از خصلت

وہ ابر کرم ہے ہوا دار خصلت

اگر چہ وہ بے فکر و غور ہے

وے پرورش سب کی منظور ہے

اختتام :-

سنی جب کہ آہستہ ثنوی تو محظوظ ہو فکر تاریخ کی

یہ مصوبہ پڑھا وہ ہیں پھر فرج - اس ثنوی کی یہ نامطرح

ترقیمہ :-

تمت الکتاب بحمد الملک الوہاب

مدبلہ فرخندہ بنیلو حیدرآباد فی السلیخ

اربع و عشرين شهر جمادی الاول فی سنہ ۱۲۲۳ھ

الف سئیس شمشاد و عشرین من الہجری

مالک و راجہ سید محمد علی

(یہ نام مدد مستد یکم خوش و خوشی)

ہر میں مدد ہے جو ترقی کے برائے

۱۰۰

ترقیمہ کے نیچے دو قطعات تاریخی ہیں جن میں سے

ایک شریف الدین دیوسف کی وفات کا ہے جو ان کے گنبد

(واقع نام پلی حیدرآباد) کے دروازے پر درج ہے اور

دوسرا الہداد خاں کی وفات کا ہے جو حسب ذیل ہے -

تادہ بخ الہداد خاں

سوے جنت عدن رفت از جہاں

الہداد خاں مرد نیکو صفات

گفت ارشد از بہر تاریخ او

الہداد خاں بود ز اہل نجات

۱۳ جمادی الثانی سنہ ۱۱۹۵ھ ہجری

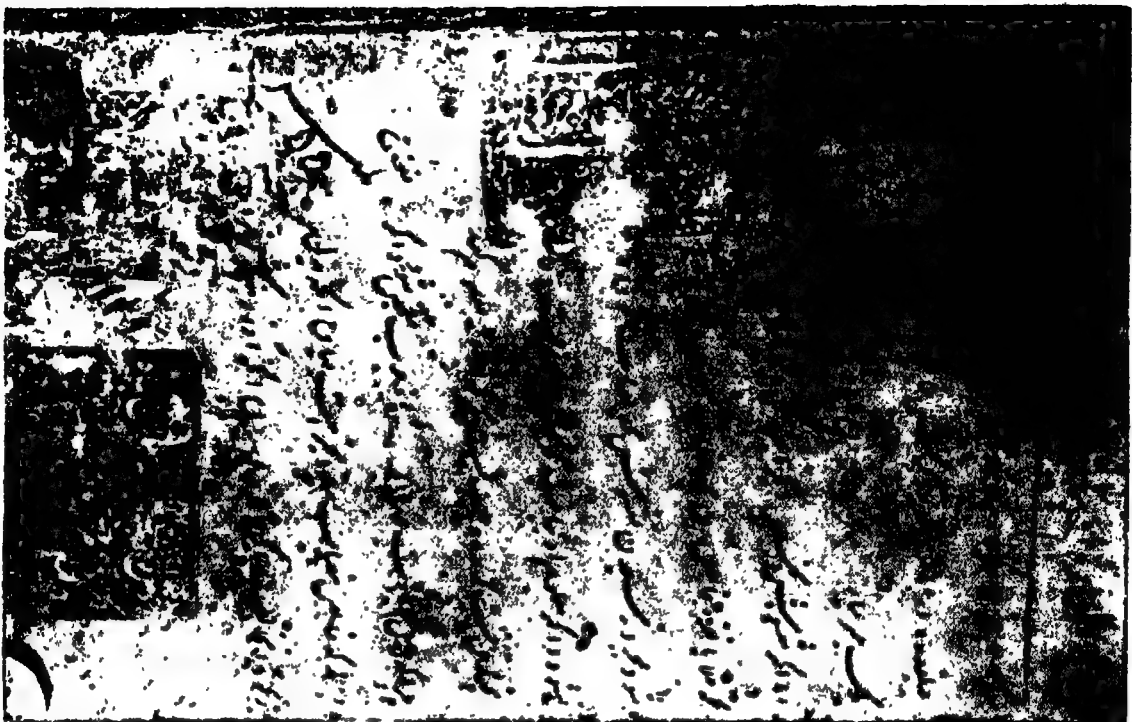
آخری ورق پر ایک فارسی معجاز غلام مابد قلاب

اور اس کی قلم سی شریح بھی درج ہے - یہ نسخہ

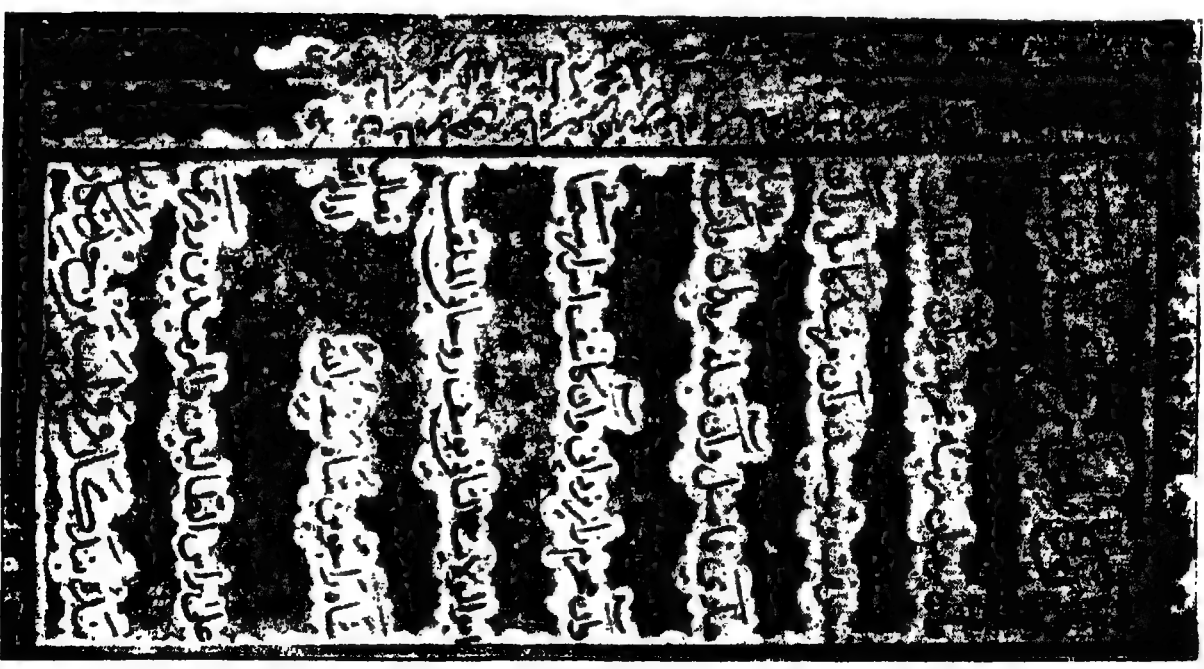
ذاب غایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے چنانچہ اس کے

پہلو پر ان کی بیضوی مہر متعدد الطاف و عنایت حسین

ثبت ہے -



شرح جامع عباسی - حاشیہ ابن خاتون وزیر گولکنگ ہ
شاہان اودہ کے مطالعہ میں رہی ہے۔ ان کے دستخط اور پیریں ہیں



تحفہ انصاف شاہ راجو - پیر نسخہ عہد قطب شاہی میں
مطالعہ و مذہب لکھا گیا ہے۔

دیوان ملو فارسی - تہذیب قبل سنہ ۱۹۲۵ھ
۱۰۸ صفحہ

خواجہ فقیر محمد زبیرہ خواجہ معصوم گوان کے مکتوبہ
مختلطات سنہ ۱۳۲۲ھ کا ایک صفحہ

[illegible]

<p> این ترانه است که در این مجلس در پیشگاه حضرت امیرالمومنین و در پیشگاه حضرت امیرالمومنین و در پیشگاه حضرت امیرالمومنین </p>	<p> این ترانه است که در این مجلس در پیشگاه حضرت امیرالمومنین و در پیشگاه حضرت امیرالمومنین و در پیشگاه حضرت امیرالمومنین </p>
<p> این ترانه است که در این مجلس در پیشگاه حضرت امیرالمومنین و در پیشگاه حضرت امیرالمومنین و در پیشگاه حضرت امیرالمومنین </p>	<p> این ترانه است که در این مجلس در پیشگاه حضرت امیرالمومنین و در پیشگاه حضرت امیرالمومنین و در پیشگاه حضرت امیرالمومنین </p>

دل و جاں سے تیرا محب میں ہوا مجھے جام کوثر تو مولا پلا
شعوی کی لوح پر کسی صاحب تفضل حسین
۱۲۸۱ء کی ہر تبت ہے۔

(۷۰) سحرالبیان (۵۱۸)

اوراق ۸۸ - سطور ۱۳ فی صفحہ -
تخلیج ۵ ۱/۲ - خط نستعلیق پاکیزہ -
عنوانات سرخی میں - مصنف میر غلام حسن جن
سنہ تصنیف ۱۱۹۱ء - کاتب غلام حسن
سنہ کتابت ۱۲۲۳ء - مقام بیدر -

(۷۱) دیوان یقین (۵۱۹)

اوراق ۲۶ - سطور ۱۵ فی صفحہ -
تخلیج ۵ ۱/۲ - خط نستعلیق بخیر
شکستہ آمیز - مصنف میر انعام اللہ خاں
یقین دہلی - سنہ تصنیف قبل ۱۱۹۱ء -
کاتب - غلام حسین - سنہ کتابت ۱۲۲۳ء -
مقام بیدر -

شعوی ۶۹۰ - ۶۹۱ء اور ایک نسخہ جو بہت قدیم
ہوئے کی وجہ سے ہم سے اور صبر میں ۲۲۵۰ ابیات
ہیں - اس کے آخر میں تخیل اور بعض کی تائید میں ہیں
بلکہ خود کاتب نے سحرالبیان ہی کی بحر میں بندرہ
ابیات بطور ترقیمہ لکھی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ
خود اچھا شاعر تھا -
آغاز :-

یقین (مؤلف در بیان ۱۱۹۱ء و ۱۱۷۰ء) کا دیوان
مرزا فرحت اللہ بیگ صاحب نے مرتب کر کے انجمن ترقی اردو
سے شایع کر دیا ہے - یہ اس کا ایک قدیم قلمی نسخہ ہے جس میں
جگہ جگہ حاشیہ پر مزید غزلیں اور اشعار درج کئے گئے ہیں -
اس نسخے میں ۱۱۷۰ (۷۸۰) اشعار اور ۱۴۳ غزلیں ہیں -
یقین کے حالات مختلف تذکروں اور دیوان یقین میں شایع
ہو چکے ہیں اس لئے یہاں تفصیل غیر ضروری ہے -
اس نسخے میں غزلیات یقین کے آخر میں حضرت علی کی
مدح میں فنا کا ایک قصیدہ بھی درج ہے -
آغاز :-

کردن پہلے توحید بزداں رقم
سرواح پر رکھ بیاض جبین
اختتام :-
غرض جس نے اس کو سنایہ کہا
جو منصف سنیں گے کہیں گے یہی
ترقیمہ :-
جھکا جس کے سجے میں اہل قلم
کہا دوسرا تجھ سا کوئی نہیں

ہے ترے دلخیز تو سینہ سوز آئینہ
آجے رنگ آگ میں رکھا ہو گلستان
غم کے ماتھوں نہ را کچھ بھی رونے کے قابل
یسکہ سوار ہوا چاک گریباں میرا

بجی محمد علی حسین
جادوی آلاخر کی تاریخ چار
وے بست و سہ اوس پرانہ کو
.....
لکھے شعوی یہ غلام حسین
ز ہجر نبی دوحہ و یک ہزار
بروز مجھ دو پہرون ڈھلے
.....
جو میں دست میرے سودا کو
اور اس شہر بید میں آباد کو

اختتام ۱۔

حرف زیاد میں مباد گئی کچھ نہ ہوا یا کہ شہید غلط ہے کہ اثر تھا کرتا ہے
یار کی بات ہیں کوئی سنا تاہم یقین کوئی کب گل کی دیوانوں کو خبر کرتا
کوئی ترقیہ نہیں بلکہ فغان کا قصیدہ ساتھ ہی شروع کر دیا
گیا ہے۔ جس کے آخر میں "دیوان یقین تام شد" لکھا گیا ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اس کو یقین کا قصیدہ
سمجھ لیا تھا یہ کتاب ثنوی میر حسن (میر۔ ۷) کے ساتھ ایک
ہی جلد میں شامل ہے اور غلام حسین بیدی ہی نے ۱۲۲۳ھ
میں لکھی ہے۔ سرورق پر تفصل میں ۱۲۸۱ھ کی ہر شب ہے۔

(۷۲) قصیدہ فغان [۱۹]

اوراق ۲۔ سطور ۱۵ فی صفحہ۔

تقطیع ۱۵۰۰۰۰ خط نستعلیق لکھتے

مصنف اشرف علی خاں فغان۔ تصنیف

قبل ۱۲۸۰ھ۔ کاتب غلام حسین۔

سہ کتابت ۱۲۲۳ھ بمقام بیدر۔

میر اشرف علی خاں فغان (متوفی ۱۱۸۶ھ) مرہ شاہ

بادشاہ کے کوا اور آبرو، مضمون، منظر، حاتم، ناجی اور
یک رنگ کے ہم عصر تھے۔ "آب حیات" اور "اردو" کے دوسرے

تذکرہ میں ان کے حالات درج ہیں۔

یہ فغان کا ایک قصیدہ ہے جو ۳۸ اشعار پر مشتمل

ہے اور میں میں حضرت علی گامح کی گئی ہے۔ تشبیب

کے سلسلہ میں ایک غزل بھی ہے جس کا مطلع و مقطع یہ ہے۔

جب تلک ہے تن میں دم الفت نہیں جانے کی بار

بہ میرے خاک بھی درپہ تر سے ہو گی نثار

مردان چشم یوں رو رو کے کرتے ہیں فغان

کیا دکھا دے گا ہیں اس سے زیادہ نغمہ نگار

آغاز ۱۔

شادی اور غم سے کہاں ہے (دور) بزم روزگار

جام اگر ہنستا ہے تو روتا ہے میس زار زار

کونسی راحت ہے وہ بھی رنج ہر عالم کے بیچ

گل کے تیں جب ہاتھ میں لیتے ہیں تب چھتا ہے خار

اختتام ۱۔

دیکھ تو حالت فغان کی یا امیر المومنین

یہ ترا مزاح رہتا ہے ہمیشہ بے شمار

کرنیست دل میں تیرے شہید عالی کا وہ

روز و شب رو رو کے اس مطلع کو پڑھتا ہے بکار

باد و وحدت پلا دے کب تلک کھینچوں خار

منظر.... فلک ہر نگاہے گوش روزہ دار (۹)

تشذب ہوں تشذب دے ساتی کوثر شراب

سیر ہو تیرے تفصل سے دل امیدوار

ترقیہ دیکھو ننہ نمبر ۱۷ دیوان یقین۔

اختتام :-

میں بھی ہوں ضعیف اس قدر اے مور کہ وہ اب
گزرے سرے سرے جو ترے تا کر آوے
دہا۔ ہے کوئی مرغ دل اوس شوخ کو سودا
کیا قہر کیا تو نے غضب تیرے پر آوے
کوئی ترقیہ نہیں ہے کیونکہ ساتھ ہی مختلف
شعراء کے کلام سے انتخابات لکھے گئے ہیں۔ غلام حسین بیہی
نے اس جلد کی جملہ کتابوں کو سنہ ۱۲۲۳ء میں نقل کیا ہے۔

(۷۴) سدوز و گداز [ب]

ادراق ۳ - سطور ۱۵ فی صفحہ -
تعلیق ۱/۴ ہ ۵/۴ ہ ۸/۴ ہ - خط نستعلیق پاکیزہ -
مصنف شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی
تاریخ تصنیف قبل سنہ ۱۲۲۳ء کاتب غلام حسین
سنہ کتابت ۱۲۲۳ء -

شاہ سراج اورنگ آباد (۱۱۲۵ - ۱۱۷۷)
وکی کے مشہور جانشین اور اُردو کے مشاہیر شعراء
ہیں۔ ان کا کلیات مجلس اشاعت دکنی مخطوطات کی
طرف سے پروفیسر سردری نے شائع کر دیا ہے جس میں
ان کے حالات اور تصنیفات پر تفصیل سے روشنی
ڈالی ہے۔

یہ شاہ سراج کی ایک مختصر شنوی ہے جو ترین
ابیات پر مشتمل ہے -
آغاز :- اے مہا ہے وطن ترا گزار
نام تیرا ہے پیک خوش رفتار

(۷۳) دیوان سودا [۵۲۰]

ادراق ۳۰ - سطور ۱۵ فی صفحہ -
تعلیق ۱/۴ ہ ۵/۴ ہ ۸/۴ ہ - خط نستعلیق پاکیزہ
مصنف مرزا محمد رفیع سودا - تاریخ تصنیف
قبل سنہ ۱۲۲۳ء کاتب غلام حسین سنہ کتابت
۱۲۲۳ء بمقام بیدر -

یہ مرزا رفیع سودا (۱۱۲۵ - ۱۱۹۴) کا دیوان
ہے جس کے حاشیہ پر کاتب نے سودا کے متعدد اشعار
اور غزلوں کا اضافہ کیا ہے۔ سودا کا کلیات اور حالات زندگی
شائع ہو چکے ہیں اس لئے یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔
یہ دیوان غزلوں سے شروع ہوتا ہے جن کے
آخر میں دہشت محسن اور ایک قصیدہ در شان بست خاں
درج ہیں۔ محسنوں کے بعد مختلف مہمصر شعراء مثلاً :-
آرزو، فطرت، مظہر، اشتیاق، امید، یکرنگ، ناجی
کلیم، تجاد، قائم، عزت، حسرت، قائم، عارف،
محسن، نیزنگ، تیرا باباں وغیرہ کی غزلوں کا انتخاب
درج ہے اور سراج کی شنوی سوز و گداز پوری نقل
کی گئی ہے۔ اس نسخے میں سودا کی غزلوں کے تقریباً
سات سو اشعار درج ہیں۔

آغاز :-

مقدور نہیں اوس کی تجلی کے میاں کا
جو شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا
اس گلشن ہستی میں عجب دید ہے لیکن
جب چشم کھلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

میں تو ظاہر نہ کروں اس کی جا کو لیکن
چھپ سکے کیونکہ یقیناً زخم غایاں میرا
اختتام۔

سافر ہو کے آئے ہیں جہاں میں تو یہ دشت ہو
..... (مکرم خندہ) کرتے
کوئی فرما دجیسے زبان کو قتل کرتا ہے
یقیناً ہم وہاں اگر ہوتے تو اک دو دو بچن کرتے

(۷۶) انتخاب کلام مذکور [۵۲۲]

اوراق ۵ - سطور ۳۲ فی صفحہ۔
تقطع ۱۶ ۲۰ ۲۲ ۲۴ خط نستعلیق شکستہ
مصنف منور۔

یہ سنو کی غزلیات کے انتخاب کا ناقص الاول
اور کم خورہ نسخہ ہے۔ غزلوں کا حصہ ان اشارے سے شروع
ہوتا ہے (جن میں سے پہلا مقطع ہے اور دوسرا نئی غزل
کا مطلع)۔

منور سب یہ کہنے کی ہیں باتیں کہیں پھر بات آتا ہے گیا دل
کہہ تو اس شوخ کا ویدار کہاں ہے کہ نہیں
دیکھ نصف ہو طلبگار کہاں ہے کہ نہیں
اختتام غزلیات اس شعر پر ہوتا ہے
کب صبا لادے اسیری سے چھڑانے کی خبر
نئی تہیں شاید ہمارے آشیانے کی خبر
آخر میں جو سدس شامل ہے اس کے ابتدائی اور آخری
بند یہ ہیں۔

تجہ سے اک اتھاس رکھتا ہوں۔
میں نراسی ہوں آس رکھتا ہوں
اختتام۔

پردہ راز دل کیسا ہوں داز
نام اس کا رکھا ہوں سوز و گداز
خوب ہے اے سراج خاموشی
مت رہ پی کے جام بے ہوشی
نسخہ جات ۱۷ تا ۳۷ کی طرح اس کا کاتب
بھی غلام حسین بیدری ہے اس کے آخر میں کوئی ترقیہ
ہیں ہے۔

(۷۷) دیوان یقین [۵۲۱]

اوراق ۲۱ - سطور ۱۲ فی صفحہ۔
تقطع ۱۶ ۲۰ ۲۲ ۲۴ خط نستعلیق پاکیزہ۔
مصنف انعام اللہ خاں یقین۔ تصنیف
قبل ۱۲۲۳ قبل

یہ دیوان یقین کا ایک دوسرا نسخہ ہے جو
ناقص اول و آخر ہے۔ یقین کے اور دیوان بھی اوراق
کے کتب خانے میں موجود ہیں جن میں سے ایک کا تذکرہ
گزر چکا ہے (دیکھہ مخطوط نمبر ۷۷)
زیر نظر دیوان میں تقریباً ۹۸ غزلیں ہیں۔ لیکن
اکثر غزلیں نسخہ نمبر ۷۷ کے مقابلے میں طویل اور مکمل ہیں۔
پہلا ورق غائب ہے۔

آغاز:- ادا کر دیجئے اس کو بھی تو کچھ عیب نہیں؟
آئیے میں بھی گیا کیا دل حیراں میرا

ابتدائی بند :-

(۷۷) دیوان درد [۵۲۳]

ادراق ۱۳ - سطور ۱۵ - فی صفحہ -
تقطیع ۱۵ x ۲۳ - خانستعلیق -
صنعت خواجہ میر درد دہلوی - تصنیف
قبل ۱۱۹۹ھ -

یہ خواجہ میر درد (۱۱۳۸ - ۱۱۹۹ھ)
کے دیوان کا ناقص الاصل و آخِر نسخہ ہے جو بری طرح
سے کرم خوردہ اور ناقص ہو گیا ہے۔ غالباً غلام حسین
بیدری ہی نے اس کو ۱۲۸۱ھ میں نقل کیا تھا۔ پہلے
ورق پر فضل حسین ۱۲۸۱ھ کی مہر ثبت ہے۔ درد
کے متعلق تفصیلی معلومات شایع ہو چکی ہیں۔
آغاز :-

شاہ و گدا سے اپنے تئیں کام کچھ نہیں۔
نہ تاج کی ہوس نہ ارادہ کلاہ کا
سوار و کھیاں ہیں تری بے وفا نیاں

نفس پر بھی نت غور ہے دل میں پناہ کا
اختتام :-
اپنے نزدیک بارغ میں توجہ بن جو شجر ہے سو شکل اتہم ہے
دروالفت کا کچھ نہ پوچھو تم وہی رونا ہے بت دہی غم ہے

پیری کی کچھ طلب نہ مریدی کی آرزو
کچھ شغل کی تلاش نہ صیغی کی جستجو
آزاد سیتی ربط نہ فاضل سے گفتگو
(دہلی) ہے کیا کسو کی مجھ میں ہے ایک کو
یا مرتضیٰ علی ولی صاحب کرم
قربان چشم مست تو دیوانہ دم بہم
آخری مہر ثبت :-

تقدیر سے غرض ہے نہ تیرے حصول
شادی سے شادمان نہ نکدرت سو مہل طول
بہ ہو سیری آنکھوں میں رشت بخت کی دعول
یہ عرض ہو شتاب ستور کی اب قبول
یا مرتضیٰ علی ولی صاحب کرم
قربان چشم مست تو دیوانہ دم بہم
کوئی ترقیمہ نہیں ہے - البتہ فضل حسین
۱۲۸۱ھ کی مہر ثبت ہے -

منور کوئی مشہور شاعر نہیں ہیں۔ قاسم نے اپنے
مذکرہ میں ایک شاعر میر منور علی منور کا ذکر کیا ہے کہ
”وہ ذہین آدمی ہیں“ دیکھو یادگار شعرا ص ۱۹۸

پر دو کونین کے دروں اعلیٰ کھتا ہے ابھی پل میں لٹا جہاں کا
اختتام :-

بس اب خوش ہو سودا کہ آگے تاب نہیں
وہ دل نہیں کہ جو اس غم سستہ کباب نہیں
کسو کی چشم نہ ہو گی کہ وہ پر آب نہیں
سوائے اشک تیری بات کا جواب نہیں
کہ یہ زمانہ ہے اک طرح کا زیادہ نہ بول

ترقیمہ :-

"تام شد محسن مرزا محمد رفیع سودا
۲۹ شوال المکرم ۱۲۱۳ء روز شنبہ
نخط اضعف العباد ہم راج تصدیقی شہ
قوم کا بیتہ سکینہ

قیمت کتاب وہ روپیہ گرفتہ شد

کلیات سودا کا یہ نسخہ خوبی کتابت کے علاوہ
تاریخی قدامت کے لحاظ سے بھی نہایت اہم ہے کیونکہ
سودا کی وفات سے صرف سولہ، سترہ سال بعد
ہی لکھا گیا ہے۔

(۷۸) کلیات سودا [۱۱۶]

اوراق ۱۳۴۔ سطور ۱۵ فی صفحہ۔
تقطیع ۱۵ x ۹۔ خط نستعلیق پاکیزہ۔
مصنف مرزا محمد رفیع سودا۔ تصنیف
قبل ۱۱۹۳ھ۔ کاتب ہم راج سکینہ۔
سند کتابت ۱۲۱۳ھ۔

یہ مرزا سودا کے کلام کا ایک نفیس اور ایک حد تک
مکمل نسخہ ہے۔ ادارے کے کتب خانے میں اس کے اور
بھی نسخے موجود ہیں جن میں سے ایک کا تذکرہ گزر چکا ہے
(دیکھو مخطوطہ نمبر ۷۳)۔

زیر نظر نسخے میں ابتدائی ۷۰ اوراق غزلیات پر
مشتمل ہیں جن میں تقریباً دو ہزار اشعار ہیں۔ اس کے بعد
رباعیات شروع کی گئی ہیں جن کی تعداد پچیس ہے۔ ایک صفحہ
فرویات کے لئے وقف ہے۔ ورق ۷۵ سے محسنات
و مسدسات شروع ہوتے ہیں جن کا سلسلہ ورق ۹۵
پر ختم ہوتا ہے۔

ورق ۹۵ کے وسط سے مثنویاں شروع ہوتی
ہیں جو ورق ۱۱۱ پر ختم ہوتی ہیں۔ یہ تقریباً پانچ سو ابیات
پر مشتمل ہیں۔ ورق ۱۱۲ سے قصیدے لکھے گئے ہیں جن کی
تعداد آٹھ ہے اور جو ورق ۱۳۲ پر ختم ہوتے ہیں۔
آخر میں پھر پانچ صفحات کا ایک محسن لکھ کر کلیات کو ختم
کیا گیا ہے۔
آغاز :-

مقدور نہیں او کی تجبی کے بیان کا جو شمع سراپا ہو اگر وصف زبان کا

(۷۹) کلیات سودا [۱۳۸]

اوراق ۱۸۴ - مطور ۱۳ فی صفحہ -

قطع پلہ پلہ ۲ - خط نستعلیق جلی -

مصنف مرزا محمد رفیع سودا - تصنیف

۱۱۹۵ھ - کاتب لالہ درلہ راجو کھن

سند کتاب ۱۱۹۵ھ -

کلیات سودا کا یہ نسخہ تاریخ کتابت کے لحاظ سے

نسخہ نمبر ۷۷ سے بھی زیادہ اہم ہے - کیونکہ یہ سودا کی

وفات کے ایک سال کے اندر ہی مرتب ہوا ہے -

اس کلیات کے آغاز میں صلح الدین کا لکھا ہوا

فاری تشریح دیا ہے جو سودا کی زندگی ہی میں لکھا گیا

ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلیات سودا کی زندگی

ہی میں مرتب کیا گیا ہے -

دیباچہ کے بعد (۱۹) قصیدے نقل کئے گئے ہیں

ان کے بعد شنوایاں اور مرثیے ہیں - یہ حصہ ورق ۹۳

پر ختم ہو جاتا ہے جس کے آخر میں ترقیہ ہے جو بعد کو نقل

کیا جائے گا - غزلوں کا حصہ ورق ۹۴ سے شروع اور

۱۵۹ پر ختم ہوتا ہے اور پھر رباعیاں شروع ہوتی ہیں جن

کے بعد ورق ۱۶۰ ب سے غنمات لکھی گئی ہیں -

حصہ غزلیات و غنمات کا آغاز و اختتام ترقیہ

یہ ہے :-

آغاز :-

مقدور نہیں ادس کی تجلی کے بیاں کا

جوں شمع سراپا ہو اگر صرف زباں کا

پردے کوں تعین کے در دل سے اٹھاوے

کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا

اختتام :-

سنا جاتا ہے فن شعر میں ایسا ہی ہے قابل

سبق ادس سے پڑ ہیں اس وقت اگر ہو یزید

اگر وہ درس دیوے ہم سے نادانوں کو کیا حاصل

تجھنا مطلع ابر کا ادس کے سخت ہے مشکل

بدقت بیتوں نہیں معنی لئے ناز او

کہ شرح حکمت العین است نرکان دراز او

ترقیہ :-

” بنارخ ہشتم جادی اشانی بروز جمعہ

۱۱۹۵ھ تحریر یافت ”

اس ترقیہ کے برابر حاشیہ پر قطعہ تاریخ وفات سودا

لکھا گیا ہے جس کا پہلا مصرعہ جلد ساز کی بے امتیالی سے

کٹ کر تلف ہو گیا ہے - بقیہ تین مصرعے یہ ہیں -

چوتھی رجب کوں جان میں گزرے

بب کہ یکتا اٹھا ہوئی تاریخ

آہ سودا جہاں میں گزرے

اس آخری مصرعے سے ۱۱۹۵ھ یا ۱۱۹۶ھ

برآمد ہوتے ہیں -

دیباچہ کا آغاز و اختتام و ترقیہ یہ ہے :-

آغاز :-

” رفیع ترین کلاے کہ رفعت بخش دیباچہ سخن تازہ ”

اختتام :-

” صبح اوراق این دیواں کہ گلستہ معانی است

ہے اور اس کے آخری ورق پر ان کی مستطیل خوشنامہ
”غایت جنگ ۱۳۴۳“ ثبت ہے۔

(۸۰) منتخب دیوان سودا [۱۳۶ ب]

اوراق ۵۔ سطور ۱۴ فی صفحہ۔
تقطیع ۱۶ × ۹۔ خط نستعلیق۔ عنوان
اور تخلص سرخی میں۔ مصنف مرزا محمد رفیع سودا
تصنیف قبل ۱۱۹۳ھ۔

یہ نسخہ ادامل تیرہویں صدی ہجری کی کتابت ہے
معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ چند لال شاداں کی فرمائش پر
یا ان کے زمانے میں مرتب کیا گیا ہے۔ اس میں سودا کی
مختلف غزلوں کے تسوے زیادہ منتخب اشعار جمع کئے گئے
ہیں
آغاز:-

دل مت ٹپک نظر سے کہ پایا نہ جائے گا
جیوں اشک پھر زیں سے اٹھایا نہ جائے گا
آنے سے فوج خط کے نہ جو دل کو غلصی
بندھایہ زلف کا ہے چھٹا یا نہ جائے گا۔

اختتام:-
نظم کہتا ہے مرا آج یہ ہر ناظم سے
آن کر جو منہ ابھی طوطی کے مل جاؤں گا
کہتے ہیں و دو جو ہے سودا کا تعبیدہ ہی خوب
ان کی خدمت میں لے یہ میں غزل جاؤں گا
(زبانہ کتابت وغیرہ کے لئے دیکھو نسخہ نمبر ۸۱)

از ظلت شام سامت حرف گیراں محفوظ باد“
ترقیمہ ۱-

”بروز چار شنبہ و تباریخ بیت و ہفتم
جادی الثانی ۱۱۹۵ھ ہجری تحریر یافت
جمع این اوراق از باد پریشانی مصوٰن
ہست تا بر لوح انکال نقش هستی آشکار
حصہ تصادد ثنویات و دایاتی کا آغاز و ترقیمہ

یہ ہے۔
آغاز:-

ہو اجب کفر ثابت ہے وہ تمغائے سلمانی
نہ ٹوٹی شبنج سے زمانہ تسبیح سلیمانی
ہنر پیدا کر اول ترک کی جو تب لباس اپنا
نہ ہو جوں تیغ بے جوہر و گرد نہ نگ عریانی
اختتام:-

بخون ناحق شاہ شہید تیغ ستم
الہی غم نہ ہو سودا کو چھٹ حسین کا غم
ہو اس کا جیتے جی سونس حسین کا ماتم
جو بعد مرگ ہو دفن تو کر بلائے حسین
ترقیمہ ۱-

”دیوان سودا بخط لالہ دولہ رائے جیو و کھن بعل
بروز و شنبہ تباریخ بیت پنجم جادی الثانی ۱۱۹۵ھ
صورت تحریر پذیرفت تمت تمام شد“
اس کی پشت پر ایک چھوٹی سی بیضی مہر ثبت
ہے جس پر مرزا اسد علی ۱۱۹۵ھ درج ہے۔
یہ کلیات سودا نواب غایت جنگ بہادر کا علیہ

(۸۱)

[۱۳۶ (۱)]

منتخب دیوان نصیر

اوراق ۲۸ - سطور ۱۲ فی صفحہ -

تفلیح ۱۵ x ۹ - خط نستعلیق - عنوان

اور تخلص سرفی میں - مصنف شاہ نصیر الدین

نصیر دہلوی - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ

شاہ نصیر دہلی کے آخری شاہیر شعرا میں سے تھے -

ابو ظہر بہادر شاہ اور ذوق کے استاد تھے - آخر زمانے میں

لکھنؤ اور حیدرآباد کے کئی سفر کئے اور آخر کار حیدرآباد ہی

میں ۱۲۵۰ھ میں وفات پائی - ان کی قبر واقع درگاہ

سید موسیٰ شاہ قادری پر ادارہ ادبیات اردو کی طرف سے

نگ و مر کا کتبہ لگادیا گیا ہے -

شاہ نصیر نہایت پُرگو اور شاق شاعر تھے - انہوں

نے سنگلاخ زمینوں میں غزلیں اور قصیدے لکھے تھے -

ہمارا بہ چند ولال نے حیدرآباد میں ان کی ایسی قدر و منزلت

کی کہ آخر وہ ہیں کے ہو رہے - ان کا یہ منتخب دیوان بھی

فانیا ہمارا بہ ہی کے حکم سے یا انہی کے کسی درباری نے

نقل کرایا ہے کیونکہ کتاب کے آغاز میں مختلف شعرا کے اشعار

کے ساتھ ہمارا بہ کا ایک مطلع بھی کاتب نے نقل کیا ہے

جو یہ ہے :-

مطلع ہمارا بہ

شب گشتی روز گر طوہ نکر دے بو تراب

کے شادی روشن ز مشرق تا بہ مغرب آفتاب

اس نسخے میں شاہ نصیر کی غزلوں کے تقریباً آٹھ سو اشعار

منتخب کئے گئے ہیں -

آغاز :-

دیکھئے جب اپنی صورت وہ پری پیکر لگا

بن گیا آئینہ جو گی - نہ کو خاکستر لگا

چشم نقش پاس سے زیب پامالِ حُسن دیکھے

گوشتہ و اماں کو اپنی اور ہی ٹوک کر لگا

اختتام :-

نہ کیونکہ شب رہا ہا نہ نشیں بہ حلقہ بگوش

بلایہ کان کے بالے تمہارے ملتے ہیں

غزل ایک اور بھی کہہ اس زمین کی کہ نصیر

زباں سے شعر ترے خوب تر نکلتے ہیں

[۱۳۶ (۱)]

(۸۲) منتخب دیوان صاحب قراں

اوراق ۴ - سطور ۱۲ فی صفحہ -

تفلیح ۱۵ x ۹ - خط نستعلیق عنوان

اور تخلص سرفی میں - مصنف صاحب قراں -

یہ سی نصیر اور سودا کے منتخب دو ادب کے سلسلہ میں

نقل کیا گیا ہے - اس میں صاحب قراں (امام علی رضوی بکرامی) کے

تقریباً پچاسی اشعار منتخب کئے گئے جو ہزل میں کہے گئے ہیں -

ابتدائی دو صفحات کے ماشیوں پر جعفر زلی کی جو یہ غزل

اور رقم بھی درج ہے - صاحب قراں عہد سودا و معصوقی کا

ایک ہزل گو تھا جس کا ذکر قائم اور ذکا نے اپنے تذکروں میں کیا ہے -

آغاز :-

یہ من خدا داد ہے یا نور کا جھکا عالم سے جمال اس کا نظر آتا ہے چکا

کیوں داغ محبت سو جلاتا ہے بکرا گو گر مثل شر تہ کہ مجھ و ما نہیں دم کا

ہنید ہے باغ سے کچھ کام جز شمشاد سرداں کو
دیوانے میں یقین ہم قریوں کی طبع موزوں کے
ترقیمہ :-

”تمام شد کار سن نظام شد بحرمت النون والصاد“
اس کے نیچے ذاب عنایت جنگ بہادر کی جیفوی ہر ”مصدر
الطاف و عنایت حسین“ اور دستخط عنایت جنگ ثبت ہیں۔
اس جلد کے جلد نسخے انہی کے عطیہ ہیں۔

(۸۴) قصیدہ صاحب درجواب سودا
(۱۳۶) (۱۵)

اوراق ۵ - سطور ۱۲ فی صفحہ
تقطع ۱/۵ x ۹ - خط نستعلیق - عنوان اور
تخلص سرخی میں - مصنف رائے لکھی نارائن
شفیق و صاحب - زمانہ تصنیف قبل ۱۳۱۵
لکھی نارائن شفیق اورنگ آبادی اردو کے ایک مشہور
شاعر اور صاحب تذکرہ ہیں۔ ان کا تذکرہ چمنستان شعرا
چھپ چکا ہے اور ان کے حالات مرتع سخن جلد اول میں درج ہیں۔
ان کا اردو دیوان ابھی شائع نہیں ہوا۔

زیر نظر قصیدے میں ۱۲۲ اشعار ہیں اور یہ مرزا سودا
کے قصیدے کے جواب میں اسی زمین میں لکھا گیا ہے۔ اس کا
موضوع نعت رسول عربی ہے اور اس کے مطالعے سے یہ معلوم
ہوتا ہے کہ ایک ہندو شاعر بھی نعت میں کتنے کامیاب شعر
لکھ سکتا ہے۔ شاعر کا تخلص اس شعر میں درج ہے۔

صاحب اب تیرے تئیں اتنی کہاں ہے قدرت
نعت میں ذات مبارک کی کہے حرب تنک

اختتام :-
..... کر اگر تو کر جائے گی تو ایسا جڑوں کا کہ مر جائے گی
اگر تجھ کو مرنا ہے آمیر ہے پس ہی مر جائے گی

(۸۳) دیوان یقین (۱۳۶) (۱۷)

اوراق ۲۲ - سطور ۱۲ فی صفحہ
تقطع ۱/۵ x ۹ - خط نستعلیق - عنوان اور
تخلص سرخی میں - مصنف انعام اللہ خاں
یقین تصنیف قبل ۱۱۶۵ھ

یقین کے دو دیوانوں کا ذکر نسخہ جات نمبر ۵۵،
میں گزر چکا ہے۔ یہ ادارے کا تیسرا قلمی نسخہ ہے۔ اور ہمارا یہ
چند ولال کی فہریش پر یا انہی کی زندگی میں نقل کرایا گیا ہے۔
اس کے ساتھ ہی شاہ نصیر سودا، صاحب قراں اور لکھی نارائن
شفیق کے بھی منتخبات ایک ہی جلد میں شامل ہیں اور ایک ہی
کاغذ پر ایک ہی کاتب نے نقل کئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے
ویکیو تذکرہ نسخہ ۸۱)

اس نسخے میں یقین کے تقریباً چھ سو پچاس اشعار درج ہیں۔

آغاز :-

کون کر سکتا ہے اس مذاق اکبر کی ثنا
نار سا ہے شان میں جس کی پیہمیر کی ثنا
سربرا اس موہنہ سے ہو سکتی ہے کب نعت پر
یا ابوکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ کی ثنا

اختتام :-

ہیں مار سید یہ زلف کے کاٹے سے کیا ہوگا
کہ ہم اک عمر سے ارے ہیں جاٹے کے انیوں کے

آغاز :-

نکتا میں لکھیں۔ ان کاکلیات اردو، دیائے لطافت اور
رائی کیشی کی کہانی شائع ہو چکی ہے۔ ان کے حالات بھی
مختلف تذکروں میں چھپ چکے ہیں۔

انشاء کا یہ دیوان غزلیات اس لئے خاص اہمیت
رکھتا ہے کہ اس کے کاتب دکن کے ایک بڑے اردو شاعر
میر احمد علی عتھر ہیں جو حضرت فیض کے شاگرد رشید اور
آب عزیز یار جنگ بہادر میر کے استاد تھے۔ ان کا دیوان
رباعیات خود انہی کا لکھا ہوا ادارے کے کتب خانے میں
موجود ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

انشاء کے اس دیوان میں تقریباً تین ہزار شعاریں
ایچوکر ایک بڑے شاعر نے اس کو نقل کیا ہے اس سے
بہت صحیح اور قابل اعتماد نسخہ ہے۔

آغاز :-

یہ دیوان ہے میر انشا کا عتھر

صننا برب کریم یہاں ترے ہیں ہر اک یہ مبتلا

کہ اگر است بر یکم تو ابھی کہے تو کہے بلا !
ہوس جمال حبیب ہو تجھے کچھ دلا تو حکیم و ش

نہ ادین ترانی ادھر کسٹن ارنی کہیں سے نہ دل جلا

اختتام :-

وہ ار فلک کا بکشاں نام ہے جس کا

کیا دخل کرے کما کے جوبل فوں مرے آگے

میں شاہ خراساں کے غلاموں میں ہوں انشا

معروف رہے موسیٰ و ہاروں مرے آگے

ترقیمہ :-

”نہ تمام شد بتاریخ ہجری ۱۱۰۰ ہجری ۱۱۰۰

بروز شنبہ وقت مغرب در مکان میر تقی میر فیض علی خاں

تمام کے وقت میں کل گرو سے دامن کو تھک

سمن میں گم کے ٹہلتا تھا فکر میں سڑک

گاہ ایوان سے کرتا تھا خیابان کی سیر

گمہ خیابان سے آتا تھا میں ایوان تنگ

اختتام :-

غلام ہو دے بخیر اب مرا اے ختم رسل

مرد قے اس شخص کے جس کو تو تھا ہے لہک

مجھ کو کب مہینہ ہو درود اب میں نہ پاں پر لاؤں

بھیجتا تجھ پہ ہے صلوات خدا اور ملک

پہ خور فواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ اس کے بعد ہی

ہفت بند کاشی درج ہے جس کا ذکر فارسی خطوط میں

کیا جائے گا۔ ہفت بند کے بعد صاحب کی اردو غزلیں

درج ہیں۔

(۸۵) دیوان انشا [۲۱۵]

ادراق ۹۶ - سطور ۱۵ فی صفحہ

تعلیق ۱۵ x ۹ - خط نستعلیق شکستہ آمیز عموماً

تخلص سرخی میں مصنف میر انشا اللہ خاں

انشاء - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۲۳ھ

کاتب - میر احمد علی عتھر - کتابت ۱۲۶۵ھ

میر انشا اللہ خاں انشا ولد میر انشا اللہ خاں

دہلی کے مشہور شعرا میں سے تھے جنہوں نے لکھنؤ میں عروج

ماصل کیا۔ وہ نہایت پُرگو، بذلہ سنج اور شاق شاعر تھے۔

ہر صنف سخن میں طبع آزمائی کی۔ اور فارسی و اردو نثر میں بھی

یہ کلیات انشاء کا ایک ناقص الاول اور کرم خوردہ
نسخہ ہے جس میں انشا کی غزلیں، مثنویات، رباعیات
قطعات تاریخی، ہجویات، ہزلیات اور مخمسات وغیرہ
درج ہیں۔ یہ نسخہ نہایت قدیم ہے اور بطور بیاض کے
لکھا گیا ہے۔
آغاز:-

اے ہم تئیں یہ موسم ہو لی ہے انہوں
منظور ہے جو سیر تو اس خوش ادا کو چھوڑ
لیکن کچھ اور سانگ : لا سر پر اپنے ایک
نیلا نقابا باندھ کے اون کی دوا کو چھوڑ
اختتام:-

قتل پران کے کی جو بے صبری بن گیا صنو کا غدا ابری
جی قلم کا بھی اب تو نکلیا پیٹ میں تھا سب نکل آیا

(۸۷) دیوان میر [۴۴]

اوراق ۱۷۵ - سطور ۱۷ فی صفحہ
تقطیع $5 \frac{1}{2} \times 9$ - خط نستعلیق - عنوان
عاشیہ، اور قتل سرخی میں - مصنف میر تقی میر
تصنیف قبل ۱۱۹۲ھ - کاتب میر محمد علی
رادا کشن - سنہ کتابت ۱۱۹۲ھ
بمقام شاہ جہاں آباد۔

یہ میر تقی میر کا پہلا دیوان ہے جو خود ان کی زندگی میں
خاص اہتمام سے نقل کرایا گیا ہے۔ کاغذ اور کتابت نہایت
اچھی ہے۔ عاشیہ پر سرخ اور نیلی جدولیں ہیں۔ صرف اشعار
دون میں (یعنی ۱۱ تا ۲۹ شوال) میں اس کی کتابت مکمل کی گئی ہے۔

از دست پیر احمد علی المتخلص عصر۔ یا استعجاب اوتادنا
و مولانا سراد شعرائے ہند و دکن جات ہر کہاں و ہر فن
سلطان انوار بناب حضرت مولوی حافظ میر محمد شمس الدین
قد المتخلص فیض ادام اللہ فیوضہ از دیوان مرزا احمد علی گنگ
نقص زدہ بطریق مشق برائے شوق خود ارقام نوہ
شد۔ تمت بالخیر۔

ترقیے کے نیچے خود میر عصر نے اپنی ایک نامقام غزل
لکھی ہے جو غالباً اسی روز کہی گئی ہے جس روز کہ اس
دیوان کی نقل تکمیل کو پہنچی۔ کیونکہ اس میں درمیان میں
مزید اشعار کے لئے جگہ چھوڑی گئی ہے۔ اس کا مطلع جقطع یہ ہے
کہ موت رکھ کے دل میں ہے عبت فکر پریشاں میں
مدد کو عدم ہو گر عسری کا آئے میسداں میں
کہانات بناب فیض روشن ہیں تیام نہ تک !
چھپائے سچ چھپا بھی ہے چراغ مہر داماں میں !
پہرا استاد سے جو عھر کیا بات اوس سبق کی
نہیں ہے آبرو اس کو کبھی بزم سخنداں میں
اس نسخے کے آخری دوق پر ملاحظہ فرمائی کی وفات کا قطعہ
تاریخ فیض درج ہے جس کا آخری شعر یہ ہے۔
فیض تاریخ ارتحاش گفت بے بدل فاضل مدرس بود
یہ نسخہ مولوی سید محمد صاحب ایم اے۔ پگوار اردو سٹی کالج
کا عطیہ ہے۔

(۸۶) کلیات انشا [۵۲۴]

اوراق ۱۹۰ - ۴۴ سطور فی صفحہ
تقطیع $5 \frac{1}{2} \times 8 \frac{1}{4}$ - خط شکستہ
مصنف میر انشاء اللہ خاں تصنیف قبل ۱۲۲۳ھ

شہر ذیقعدہ روز شنبہ بحسب فرمایش میا
محمد شکر اللہ بدست میر محمد علی رضوی موافق
۹۲۰ھ ہجری تحریر یافت۔ سلسلہ شاہ عالم
ہو شاہ غازی

رق ۶۳ سے منفردات، تخمین، مثلث، ترکیب بند، مسدس،
واسوز، واسوحت اور خمس لکھے گئے ہیں جن کا سلسلہ
درق ۹۳ پر ختم ہوتا ہے۔ درق ۹۴ سے مثنوی اثر در نامہ
شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد حسب ذیل مثنویاں ہیں۔
تنبیہ الجہال (۹۵ ب)۔ زبان زد عالم جو پلے ادبی
(۹۶ ب) جو آئینہ دار (۱۰۱)۔ سنگ نامہ (۱۰۲ ب)۔ جو خانہ خود
(۱۰۳ ب)۔ سنگ و گربہ (۱۰۵)۔ مادہ سنگ (۱۰۶)۔ جوش باران
(۱۰۶ ب)۔ جو اکول (۱۰۸)۔ دم الفضول (۱۰۹ ب)۔ رشید مرغ
(۱۱۳)۔

درق ۱۳ اب سے قطعات کا آغاز ہوا ہے جو یہ ہیں :-

تعریف ۱- پ (۱۱۳ ب)۔ جو خواجہ سرا (۱۱۱)۔

مبارک باد صحت (۱۱۲ ب)۔

درق ۱۱۵ سے چہر مثنویات شروع ہوتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

تعریف آغاز رشید (۱۱۵)۔ مبارک باد کہ فدا لی بش سنگ

(۱۱۵)۔ ساقی نامہ (۱۱۴ ب)۔ جوش عشق (۱۲۱)۔ دیائے عشق

(۱۲۶)۔ اعجاز عشق (۱۳۵)۔ خواب و خیال (۱۴۲)۔

شعلہ شوق (۱۴۸ ب)۔ جو نامہ (۱۵۶)۔ تعریف بچہ کچی

(۱۵۹ ب)۔ تعریف گربہ موہنی (۱۶۰ ب)۔

یہ مثنویاں درق ۶۳ پر ختم ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ہی

قصائد شروع ہوتے ہیں جن کی تعداد ۱۷۷ ہے۔

درق ۶۳ سے ۷۵ تک کا حصہ یعنی غزلوں اور رباعیوں

کے بعد کا حصہ ایک دوسرے خطا طراد ہا کشن نے قلمبند کیا ہے۔

یہ کتاب شیخ محمد شکر اللہ کی فرمائش پر نقل کی گئی ہے اور اس
زمانے میں ایسے ہی کاغذ پر اور اسی اہتمام کے ساتھ محمد شکر اللہ
نے میر کا فارسی دیوان نالہ دولت رائے سے نقل کرایا تھا
جو اسی جلد میں محفوظ ہے۔ اس کا ذکر فارسی محظوظات کی
فہرست میں درج رہے گا۔ میر کا فارسی دیوان بالکل نادر ہے۔
یہ اردو دیوان میر بھی تاریخ کتب کے لحاظ سے
ہنا بیت اہم ہے۔ اس میں ابتدائی ۵۵ اوراق غزلوں کے
لئے وقف ہیں جن میں تقریباً اٹھارہ سو شعر ہیں۔ اس سے
میر محمد علی نے کھا ہے۔

آغاز :-

ہر ذی حیات کا ہے سبب جو حیات کا

نکلے ہے جی ہی اس کے لئے کائنات کا

بکھرے ہے زلف اس رخ عالم فردز پر

ورنہ بناؤ ہووے نہ دن اور رات کا

اختتام :-

آسمان شاید ورے کچھ آگیا رات سے کیا کیا رکاجا ہو جی
کاشکے برقع رہے اس رخ پر تیر منہ کھلے اس کے چھپا جاتا ہو جی
ترتیب :-

"تمت تمام شد بتاریخ دویم روز شنبہ شہر

ذیقعدہ ۹۲۰ھ بمطابق فرمایش شیخ محمد شکر

جیو سلزہ رب بدست میر محمد علی تحریر یافت

سنہ ۲۰ شاہ عالم بادشاہ"

درق ۵۶ سے رباعیات شروع کی گئی ہیں جو ۳۳ ہیں۔

درق ۵۸ ب سے مخمسات کا آغاز ہوا ہے جو درق ۶۲ پر ختم

ہوئی ہیں۔ ان کے بعد بھی میر محمد علی کا حسب ذیل ترتیب ہے۔

"تمت تمام شد دیوان میر تقی بتاریخ چہارم

اس حصے کا آغاز و اختتام و ترقیمہ یہ ہے۔

آغاز :-

مصرع زلف کا نہ نکلا بیچ شاعروں نے بھی فکر کر دیکھی

کوچہ یار سے نہادیں گے کیسے ہی ہوں گے ہم گئے گزرے

اختتام :-

اگر عذر ہو مقبول تو تو خیر اندر حریت ہونے کا میرے نتیجہ نفع ہے
کہاں تک میں کروں اس نفاق کا شکوہ غمخوشی اب تو اولیٰ کس میں راحت ہے
ترقیمہ :-

”تمت تمام شد دیوان میر تقی بیاریج بیت ہنم

شہر شوال روز پنجشنبہ سنہ جلوس شاہ عالم

مطابق ۱۱۹۲ھ بحسب فرائض میاں

محمد شکر اللہ منہ مقام دار الخلافہ شاہ جہا آباد

بخط احقر العباد بندہ راد ہا کشن کاتب تحریر افت

آخر میں نواب عنایت جنگ بہادر کے دستخط اور بیضوی ہر

”مصدر الطاف و عنایت حسین“ ثبت ہیں۔ یہ نسخہ انہی کا

عطیہ ہے۔

(۸۸) کلیات ایمان [۱۴۱]

اوراق ۱۵۶۔ سطور ۱۵۔ فی صفحہ

تقطیع $5 \frac{1}{4} \times 8 \frac{1}{4}$ ۔ خط نستعلیق پاکیزہ۔

عنوانات سرخی میں مصنف شیر محمد خاں ایمان

تصنیف قبل ۱۲۳۲ھ۔ کتابت ۱۲۳۹ھ۔

شیر محمد خاں ایمان عہد آصف جاہ ثانی کے ملک الشعراء

اور شاہ کبلی کے شاگرد تھے۔ ان کے حالات ادارے کی مطبوعات

رقع سخن جلد اول اور ایمان سخن میں شائع ہو چکے ہیں۔

ان کے کلام کے بہت کم نسخے موجود ہیں۔ ادارہ کازیر نسخہ

نہایت پاکیزہ اور مکمل ہے۔ ایمان پہلے حیدر آبادی شاعر

ہیں جنہوں نے شمالی ہند کی زبان میں اپنا شاعرانہ کمال منایا۔

اس نسخے میں پہلے غزلیات ہیں جو ورق ۹۵ ب پر

ختم ہوتی ہیں۔ ان میں تقریباً تین ہزار اشعار ہیں۔ آغاز و

اختتام یہ ہے :-

آغاز :-

اہلی شکر جاری ہے زباں پر دم بدم تیرا

کہ بخشنا جان دایماں بے نہایت ہے کرم تیرا

کرے ہے بندگی کا پہلے ہی تجھ کو اداس جدا

بعد آداب پھر اوصاف لکھے ہے قلم تیرا

اختتام :-

شور و فغان و گریہ و اندوہ و درد و غم

آخر ہمارے ساتھ یہ سب مشغلے چلے

ایمان اس جہاں سے بجز بار معصیت

افس صد ہزار کہ ہم کچھ نہ لے چلے

ورق ۹۵ ب کے آخر میں ایک قطعہ درج ہے اور ۹۶ سے رباعیاں

شروع کی گئی ہیں جو سنہ کی تعداد میں ہیں۔ ورق ۱۰۳ سے

مثلث، خمس اور سدس لکھے گئے ہیں جن کا اختتام

ورق ۱۱۲ پر ہوتا ہے۔ اسی صفحے سے مثنویوں کا آغاز ہوتا ہے

جن کے نام یہ ہیں :-

(۱) قصہ فرہاد و شیریں و لیلیٰ مجنوں (۲) مثنوی برق تل

۱۲۶ ب۔ (۳) بے تاب نامہ ۱۳۰۔ (۴) اشتیاق نامہ ۱۳۱

(۵) فراق نامہ ۱۳۲ ب۔

ان پانچ مثنویوں میں تقریباً چھ سو ابیات ہیں۔ ان کے بعد

(۸۹) حاشیہ من درپن [۱۱۰]

اوراق ۱۰ - مطور ۱۲ فی صفحہ
تخلیج الم ۲۷ - خط نستعلیق - عنوان
حاشیہ - معنی و تشریح سرخی میں - مصنف
محمد باقر آگاہ - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۹ھ
یہ نسخہ نمبر ۶۰ کا دورا مخطوطہ ہے جو زیادہ مکمل
ہے۔ اس میں سطروں کے درمیان سرخ روشنائی میں شکل
الفاظ کے معنی اور حاشیہ پر مطالب درج ہیں - تعداد ابیات
تقریباً سوا دو سو -

آغاز:-

پس از حمد خدا و نعمت مختار سن اس مضمون کو گوش دل و اکید
کہن درپن میں بونا میں بایماز بآئیں ہیں قرائ کا اعجاز
اعتقاد:-

خدا سے منت ہو تسلمات و صلوات
نبی کے روضہ انور پہ دن رات
اور اوس کے آل و صحب و تابعین پر

خصوصاً محی دین محبوب داور
یہ نسخہ مولوی نصیر الدین ہاشمی صاحب کا عطیہ ہے جو انہوں
نے ۲۲ - ۹ - ۷۷ء کو ادارے کے کتب خانہ میں داخل کیا۔

قصائد شروع ہوتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

(۱) نعت ۱۳۳ ب - (۲) منقبت امیر المومنین علی -
۱۳۴ ب - (۳) مدح نظام علی خاں ۱۳۶ - (۴) سالگرہ ارسلو جانا
۱۴۰ - (۵) جشن سالگرہ نظام علی خاں ۱۴۱ - (۶) قصیدہ ہفتہ بیہ
۱۴۲ ب - (۷) مدح سردار الدولہ ۱۴۴ ب - (۸) شادی جہاں پرور
۱۴۷ - (۹) سالگرہ ارسلو جانا ۱۴۹ - (۱۰) سالگرہ ارسلو جانا ۱۵۶
ان دس قصائد میں تقریباً پانچ سو اشعار ہیں - قصائد کے
بعد پھر ثنویاں شروع کی گئی ہیں جن میں سے چار تو نامہ جات
منظوم ہیں اور آخری کا عنوان ہے ”دو تنبیہ صاحب“ - ثنویوں کے
بعد ایک منقبت ہے جو مخمس کی شکل میں ہے - اختتام اس
بند پر ہوتا ہے -

نغمہ آستان پر مرد مہرہ دن رات گھستے ہیں جیس
ایمان صدق جان سے ہے کا غلام کستریں
تیرے سوا اس کا کوئی کونین میں حامی نہیں
ہر ایک دم صبح و سہا یہ درد ہے یا شاہ دیں!
صاحب ردو امولا علی شکل کشا مولا علی

ترقیمہ:-

”بتاریخ پانزدہم شہر صفر المظفر ۱۲۴۹ھ
مقدسہ تمت الکتاب یعنی اس دیوان خیر محمد علی
ایمان - کاتب المحرر محمد ہاشم (یا قائم)
ایمان دے اوس کو خدا

دیدار کو اپنے دکھا“

اس کے برابر نواب عنایت جنگ بہادر کی بیغوی
مہ ”مصدق الطاف و عنایت حسین“ ثبت ہے - یہ نسخہ
انہی کا عطیہ ہے -

(۹۰)

مرثیہ آگاہ

[۱۳۲]

(۹۱)

پنچمی باچا

[۱۰۱]

اوراق ۶۔ سطور ۱۴ فی صفحہ۔

تقطیع ۱۶ x ۵۔ خط نستعلیق۔ عنوانات

مرثیہ میں۔ مصنف محمد باقر آگاہ۔

سنہ تصنیف ۱۲۰۴ھ سنہ کتابت ۱۲۱۳ھ

یہ نسخہ دراصل ریاض الجنان (دیکھو خطوط جات

نمبر ۶۲ و ۶۳) کا ضمیمہ ہے۔ اور غالباً نسخہ نمبر ۶۳ کے ساتھ

شامل تھا اور جلد بندی کے وقت غلطی سے ملکہ کر دیا گیا ہے۔

اس میں تین سلام اور دو طویل مرثیے شامل ہیں۔

آغاز:-

اسلام اے سبہ الملوک کے امام

اسلام اے محفل یلوہ شاہد کے ہمام

اسلام اے مطلع و الشمس کے اہتمام

اسلام اے سید شباب جنت اسلام

اختتام:-

سوز و گداز درد نے پھر شمع داغ کو

سینے کے تابان میں رکھ دیا ہے کس لئے

اس جوش و اس گمشائیں محرم کا اہم

معلوم کچھ کیا تو کہ آیا ہے کس لئے

ترتیب:-

دیکھو نسخہ ریاض الجنان نمبر ۶۳۔

اوراق ۱۲۲۔ سطور ۱۳ فی صفحہ۔

تقطیع ۱۶ x ۵۔ خط نستعلیق۔ عنوان

مرثیہ میں۔ مصنف وجدی۔ سنہ تصنیف

۱۱۶۶ھ

اس کتاب کے تین اور نسخے ادارے کے کتب خانے

میں موجود ہیں (دیکھو نمبر ۳۳ تا ۳۵) یہ نسخہ مکمل اور محفوظ حالت

میں ہے۔ کوئی ترتیب نہیں ہے لیکن اوائل تیرہویں یا ادا فر

بارہویں صدی کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔ اس کی آخری بیت

میں کتاب کی تاریخ جس معرع سے نکالی گئی ہے اس میں

مرف خاصہ کتاب سے ۱۱۱۹ھ سنہ تصنیف قرار دیا گیا اور

لکھا گیا ہے۔ اس سے قبل کے نسخوں میں کیا خاصہ کتاب

سے ۱۱۲۶ھ تاریخ درج کی گئی ہے۔ اس نسخے میں تین ہزار

پانچ سو ابیات ہیں۔

آغاز:-

اے پنچمی پیادے سخن آغاز کر حمدوں حق کی بلند آواز کر

شوق سوں ایسا اوچا یا یک چمبا جی رہے ترکوک کا عالم لوبغا

اختتام:-

اس لئے یارب مرا ہوتا ہے کام

شکر ہے جے ہوئے پنچمی با جاتمام

جب کیا تاریخ کا دل میں حساب

تب ہوا میرزاں میں کیا خاصہ کتاب

ابتدائی اور آخری صفحات پر نواب عنایت جنگ بہادر کے

دستخط اور ہر سبب ثابت ہیں۔ یہ نسخہ انہی کا عطیہ ہے۔

(۹۲) روضۃ الشہداء [۲۰۲]

وراق ۱۹۰ - سطور ۱۵ فی صفحہ
تقطیع 4×5 - خط نستعلیق شکستہ آئیز
عنوانات سرخی میں - مصنف دلی ویلورڈ
سنہ تصنیف ۱۱۳۷ یا ۱۱۳۰ھ - کاتب
محمد زماں خاں مندوڑی - سنہ کتابت قبل
۱۱۳۶ھ - بمقام لکاپلی -

اس کتاب کے دو اور نسخے ادارے کے کتب خانے
میں محفوظ ہیں (دیکھو نمبر ۳۱ و ۳۲) - یہ مخطوط ناقص الاول
اور کرم خوردہ ہے - موجودہ حالت میں اس میں ۵۵۰ آیات
ہیں - اس نسخے کے آخر میں سنہ تصنیف مساوی طور پر ۱۱۳۰
درج ہے ملاحظہ ہو اختتامی آیات -

آغاز :-

جسے جتنا محبت ہو رولا ہے سو اتنا بلا میں مبتلا ہے !
الست برکم کا جب صدا تھا جواب اوس کا نیکم است کر بلا کا
اختتام
کیا ہوں غم جب یو درو کا حال ایگیا راسو پہ تھا نہ تیسو اسال
زمانہ ہدی آخر زماں کا ! اتھا اس باعث امن و امان کا
آئی اب رکھ رقم ہو ختم کریات بنی ہو رال پرنت بول صلوات
ترقیمہ :-

”جانب ہزدہم صفر المظفر دجائ لوکاپلی بخیریت

تمام رسید - کاتب المحرف محمد زماں خاں مندوڑی“

ترتیب کے نیچے تین خوب صورت مستطیل چھریں ہیں جن
میں سے ایک پر محترم جنگ ۱۲۶۶ھ - دوسری پر محترم الدولہ
۱۲۵۷ھ - اور تیسری پر اعتصام الملک ۱۲۷۵ ہجری کندہ
ہیں - جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ ان کی ملک تھا -

بعد کو اب عنایت جنگ بہادر کی ملک رہا کیونکہ سرورق پر
عنایت جنگ ۱۳۴۲ھ کی مہر ثبت ہے - یہ نسخہ انہی کا
علیہ ہے - اعتصام الملک اب سکندر جاہ آصف جاہ
ثالث کے خاص منظور نظر اور مشہور مدبر اور امیر تھے - فن انشا
اور خوش نویسی میں بھی کمال حاصل کیا تھا - ان کا تفصیلی ذکر
گلزار آصفیہ صفحات ۸۳ تا ۱۹۰ میں درج ہے - اس
نسخے پر جو تہ ہے وہ بھی خوش نویسی کا بہترین نمونہ ہے -
لیکن اس کی مندرجہ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے فرزند
محترم جنگ اترام الدولہ کو بھی اعتصام الملک کا خطاب ملا
تھا - (محترم الدولہ کے حالات کے لئے دیکھو گلزار آصفیہ ۳۲۰)

(۹۳) طوطی نامہ [۱۶۹]

وراق ۵۲ - سطور ۱۷ فی صفحہ
تقطیع 4×6 - خط نستعلیق عنوان اور
معنی سرخی میں - ترتیم سید خجندیش حیدری -
سنہ ترجمہ ۱۲۱۵ھ م ۱۸۰۱ء - کاتب غلام قمبر
بدرباش وزارت ملا خاں - سنہ کتابت
۱۲۶۹ھ - بمقام حیدر آباد در دیوان غانا
نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ راج -
ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر سید حیدر بخش
حیدری شاہ جہاں آبادی نے فورٹ ولیم کالج میں ۱۲۱۵ھ
میں سید محمد قادی کے طوطی نامے کو اردو نثر میں منتقل
کیا - یہ کتاب چھپ بھی چکی ہے لیکن یہ نسخہ اس لئے اہم
ہے کہ حضرت آصف جاہ راج کے شاہی دیوان خانے
میں خاص اہتمام سے لکھا گیا ہے - مصنف کے حالات
”ارباب نثر اردو“ میں تفصیل سے درج ہیں -

آغاز:-

”احسان اس خدا کا کہ جس نے دریائے سخن کو
اپنے ابرکرم سے گہر معنی بخشا اور زبان انسان
کو واسطے اپنی حمد کے گویا کیا۔“

اختتام:-

”اس بات کے سنتے ہی وہ تاب نہ لاسکا ایک
تلوار سے خجستہ کا کام تمام کیا۔ واللہ اعلم
بالغواب۔ جو بڑے سچ کہنے والا جانے۔ اللہ
تعالیٰ اس کی حرمت رکھے۔“

ترقیمہ:-

”قصہ طوطی نامہ بتاریخ بست دہم شہر
ربیع الاول ۱۲۶۹ ہجری بنوی در دیوان خانہ
نواب علی القاب نواب ناصر الدول بہادر بہ فرمائش
جناب مہرذات علی خاں بہادر دام اقبال
بروز شنبہ بوقت دوپہر کمرے کم بہ دست
غلام قمبر اتمام یافت“

یہ نسخہ مولوی میر محمد نقی صاحب رضوی بی اے کا عطیہ ہے۔

(۹۴) چہار درویش [۱۵۳]

ادراق ۴۸ - سطور ۱۲ فی صفحہ
تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ - خط نستعلیق شکستہ آمیز
مصنف میرامن دہلوی۔

سنہ تالیف ۱۲۱۵ھ م ۱۸۰۱ء

یہ میرامن کے چہار درویش کا ایک ناقص الآخر نسخہ ہے
میرامن نے بھی حیدری کی طرح جان گلکرسٹ کی فرمائش پر

فورٹ ولیم کالج میں اس قصے کو نثر میں لکھا تھا۔ یہ کتاب
بھی بارہا چھپ چکی ہے۔ مصنف کے حالات ارباب نثر
اردو میں درج ہیں۔ یہ نسخہ اوائل تیرہویں صدی کا مکتوبہ
ہے۔ اور نواب عنایت بہادر نے ادارے کے کتب خانے
میں بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

آغاز:-

”سبحان اللہ کیا صانع ہے کہ جس نے ایک
مٹھی خاک میں کیا کیا صورتیں اور مٹی کی
مورتیں پیدا کیں۔“

اختتام:-

”نعمتیں دیکھ کر روح بھر گئی جب ایک
ایک نوالا ہر ایک سے لیا پیٹ بھی بھر گیا
تب بات کھانے سے کھینچا۔ وہ شخص جوڑ ہوا“

(۹۵) چہار درویش [۲۰۳]

ادراق ۱۲۲ - سطور ۱۳ فی صفحہ
تقطیع 9×6 - خط نستعلیق شکستہ آمیز
عنوان سرخی میں - مصنف میرامن دہلوی۔

سنہ تصنیف ۱۲۱۵ھ م ۱۸۰۱ء

یہ بھی کتاب نمبر ۹۴ کا ایک ناقص الآخر نسخہ ہے۔
لیکن زیادہ قدیم معلوم ہوتا ہے۔ یہ بھی نواب عنایت جنگ
بہادر کا عطیہ ہے۔

آغاز:-

”سبحان اللہ کیا صانع ہے کہ جس نے ایک مٹھی خاک
سے کیا صورتیں اور مٹی کی مورتیں پیدا کیں“

اختتام :-
نے خاص اہتمام سے خود نقل کیا ہے اس لئے قابل قدر
آغاز :-

ابھی کر سخن یہ ہے کہ وہ بچوں
کہ پھر ایک کے دل کا وہ قبول
حمد و ثنا کی ہمیشہ بہار کا گستاں باغبان حقیقی
کو سزاوار ہے کہ اس طرف بستان جہاں
نے آب و رنگ تازہ اور لطافت و طراوت
بے اندازہ اس کے روضہ رضوان سے پانی۔

اختتام :-

” شاید مصنف نے سنا سنا یا لکھا تھا۔ و الا
اتفاق نہ ہوتا جس کو مفصل اس کا دریافت
کرنا ہو وہ اصل کتاب کے آخر کو اور
شاہ جہاں نامے کے اس مقام کو جہاں
وہ اصول ہے ملاحظہ کرے۔“
کتاب کے اس حصے سے متعلق مذہب عشق کے دوسرے نسخے
کا تذکرہ ملاحظہ ہو جو اس کے بعد ہی درج ہے۔
ترقیمہ :-

” یہ کتاب گل بکا دی اختتام ہوئی بتاریخ چہارم
ماہ صفر المظفر بروز پنجشنبہ ۱۲۴۷ھ بخط
عاصی خاکپا نے جہاں میر مظفر علی صاحبزادہ
فرزند میر فتح اللہ خاں سفیدار جنگ مرحوم نمبر
میر محمد شریف خاں بسالت جنگ شجاع الملک
بہادر مرحوم تحریر یافت۔“

کتاب کے سرورق پر میر مظفر علی ۱۲۴۷ھ کی ہر ثبت ہے۔ یہ
نسخہ مولوی میر محمد نئی صاحب بی اس کا علیہ ہے اور انہوں نے
پہلے ورق پر کتاب کا مختصر سا تعارف لکھا ہے۔

آزاد ملک شہنشاہ نے ہر ایک بادشاہ کو تحفہ
سوغاتیں اور مال اسباب دے دے کر اپنے
اپنے وطن کو رخصت کیا۔ سب خوشی و خاطر
جسمی روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت جا پہنچے
اور بادشاہت کرنے لگے۔

(۹۶) مذہب عشق [۱۲۱]

اوراق ۱۲۰ - سطور ۱۳ فی صفحہ
تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق - جدول سنہ
عنوان اور اسماء سرخی میں - مولف ہنال چند
لاہوری - سنہ تالیف ۱۲۱۷ھ ۱۸۰۳ء
کاتب صاحبزادہ میر مظفر علی خاں۔

تاریخ کتابت ۱۲۷۲ھ مقام حیدرآباد۔

تلج الملوک و بکاوی کے قصے کو ۱۲۷۲ھ میں
شیخ عزت اللہ بنگالی نے اپنے ایک عزیز دوست
مذہب کی خاطر فارسی میں قلمبند کیا تھا۔ ہنال چند لاہوری
نے ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی فرمائش پر ۱۲۷۲ھ میں
اس کا اردو نمز میں ترجمہ کیا اور اس کا تاریخی نام
مذہب عشق رکھا۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے اور مصنف
کا احوال ”ارباب نشر اردو میں تفصیل سے درج ہے۔
اس کے آخری حصے میں غالباً کاتب نے اپنی طرف سے
تھوڑی سی عبارت کا اضافہ کیا ہے جس کی تفصیل اس کے
دوسرے نسخے کے تذکرہ میں آئندہ صفحہ پر درج ہے
یہ نسخہ حیدرآباد کے شاہی خاندان کے ایک علم دوست

(۹۷) مذہب عشق

[۱۵۱]

کے اس مقام کو جہاں وہ

احوال ہے ملاحظہ کرے۔

تمت تمام شد کہ یہ کتاب

گل بکا ولی اختتام ہوئی۔

آغاز :-

گلستاں ہمیشہ بہار حمد و ثنا کا : غبار حقیقی کو

سزاوار ہے کہ اس طرہ بولستان جہاں نے

آپ درنگ تازہ در لطافت بے اندازہ اس کے

روضہ رضواں سے پائی ۔

اختتام :- (اوپر درج ہو چکا ہے)

ترقیمہ :-

”نفسہ مذہب عشق معروف بہ گل بکا ولی تصنیف

سید منیر علی خاں المتخلص انسوس۔ دریا پٹ

نام مصنف ہنال چند لاہوری است۔ راقم

اس قصے کا سید فدوی علی خان بخش دیوے

خدا اوس کے گنہگاروں کو : بیچ تاریخ فرہ نشبان

العظم نہ باراسو ایکادون بھری بنوی کے

یہ قصہ بحر انعام پایا۔ اگرچہ تحریر سے اس

قصے کے چنداں خواہش نہ تھی بلکہ تصنیع اوقات

کی اس واسطے کہ اگر کوئی کتاب دین و مکت

کی لکھتا تو برادران دینی کو اوس سے قائم ہوتا

ادھ آپ جنات میں داخل ہوتا۔ امانظر رایتیک

کتاب خانے میں مامی کے کتنے جلد قصہ ہائے

عشقی اکثر عشاقان سلف کے فراہم کئے ہوئے

والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے موجود ہیں۔ یہ بھی

اوراق ۱۰۹۔ سطور ۱۳ فی صفحہ۔

تقطیع ۱/۲ د ۸۰ خط نستعلیق۔

عنوانات سرخی میں۔ مولف۔ ہنال چند لاہوری۔

سنہ تالیف ۱۲۱۷ م ۱۸۰۳ء۔

کاتب سید فدوی علی خاں۔ سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ

یہ نسخہ نمبر ۹۷ کا دوسرا مخطوطہ اور اس سے

۲۳ سال قبل نقل کیا گیا ہے۔ اس کے آخری حصے

اور نسخہ نمبر ۹۶ کے آخری حصے میں جو فرق ہے وہ ذیل

میں ملاحظہ ہو۔

نسخہ (۹۷)

نسخہ (۹۶)

سب کے سب شاد ہوئے

سب کے سب شاد ہوئے اور

اور بخوبی سب آباد ہوئے۔

بخوبی آباد ہوئے غرض جس طرح

در تاریخ قصہ مذہب عشق

دی انہوں کی مراد ہماری بھی

یہ قصہ ہوا جب بخوبی تمام

دے یا الہی مراد۔

تو پھر فکر تاریخ تھی صبح و شام

ناظرین پر روشن ہو کہ

اچانک سنی میں نے آواز غیب

تھوڑا سا احوال شاہ جہاں کے

کہ ہے مذہب عشق تاریخ و نام

بادشاہ ہونے کا آخر کتاب میں

ہوئی پھر یہ خواہش کہ لکھ دیا

نقصا۔ مترجم نے اس کو مع اس

کرے عیسوی سال کو بھی میاں

حکایت کے اور جو اس کے مطابق

تو پھر اتنے غیب نے دی صدا

تھی اس واسطے ترجمہ نہ کیا کہ خلاف

کہ اس مذہب عشق میں کوئی آ

شاہ جہاں نام کے اس شاید

کرے مشرب جام گر اختیار

مصنف نے سنا سنایا لکھا تھا

تو راز نہاں اوس پہ ہوا آشکار

والا اتنا فرق نہ ہوتا جس کو مفصل

اس کا دریافت کرنا ہو وہ اصل

کتاب کے آخر کو اور شاہ جہاں

میں ترجمہ کر کے عربیوں کی انجمن کا تحفہ
اور سخن سنوں کی مجلس کا ہدیہ بنایا۔
یہ کتاب مطبع گلدستہ نشاط بنگالہ میں ۱۳۴۵ء میں
چھپ چکی ہے اور اسی مطبعہ کتاب سے نقل کی گئی ہے۔
آغاز :-

”حمد ہے اس صالح کار جس نے انسان کو
افترت الملوکات بنایا اور عالم کو خلعت
ہستی پہنایا۔ اس کے ابر احسان سے کیدریاں
عشق و محبت کی سیراب ہیں۔“

اختتام :-

”بندہ امید وار ہے کہ اس کے پڑھنے والے
سیر کے وقت اس گنہ گار کو بد و ملکہ خیر یاد
کریں اور جاں محاررے میں خطا پاویں اصلاح
کو دیں نہ فراموشی کو طبت انسان کی سہو اور
خطا سے محرم ہے۔ مصرع۔

کہ انسان ہوں کچھ فرشتہ نہیں۔“

ترقیمہ :-

”تحت تمام شد ایں رسالہ از دست غلام قمبر
حب الفرائش جناب خاں صاحب میر و وزارت
خاں بہادر ادام اللہ اقبالہ بتاریخ بست و نیم
شہر ربیع الثانی ۱۳۶۹ء روز شنبہ۔“

یہ نسخہ میر محمد نقی صاحب رضوی بی اے کا عطیہ ہے
اور طوطی نامہ حیدر بخش حیدری نسخہ نمبر ۱۹۳ کے ساتھ ایک
ہی جلد میں محفوظ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی دیوان خانہ
نواب ناصر الدولہ بہادر آصف جاہ رالج میں لکھا گیا ہے۔

اگر شریک۔ اون میں ہو تو بہتر ہے۔ اس لئے
محنت تحریر اپنے پر گوارا کر کر جلدی ترقی کرنا
باللہ التوفیق۔“

آخر میں نواب عنایت جنگ بہادر کی ہر ”مصدر الطاف و
عنایت حسین“ ثبت ہے یہ نسخہ انہی کا عطیہ ہے۔

(۹۸) گل باصنوبر [۱۶۹ ب]

اوراق ۳۴ - سطور ۱۷ فی صفحہ۔

تقطیع ۶ x ۱۱ - خط نستعلیق۔ عنوانات

سرخ میں۔ مصنف نیم چند۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۳۴۵ء - کاتب غلام قمبر

سب فرمائش میر و وزارت علی خاں بہادر۔

تاریخ کتابت ۱۳۶۹ء بمقام دیوان خانہ

نواب ناصر الدولہ بہادر۔ حیدر آباد۔

نیم چند نے فارسی قصہ گل باصنوبر کو اپنے دوست

بابو گرچرن سین کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کیا۔ مترجم

اپنا نام اور سبب تالیف وغیرہ یوں ظاہر کرتا ہے :-

”فقیر رشائے الہی پر خورسند نیم چند یوں لکھتا

ہے کہ اس عالم ناپائیدار میں کسی چیز کو قوائیں

.....

.....

گل باصنوبر قصے کو کہ زبان فارسی میں کسی

شخص نے لکھا ہے قدر شناس سخن دانانے

علم و فن دولت و اقبال کا نور العین بابو

گرچرن سین کے فرمانے سے اردو کے روزمرہ

(۹۹) سحر البیان [۴۰۴]

آغاز :-

کروں نامے کوں بسم اللہ سوں آغاز
اجہوں تائیں فصاحت میں سرفراز
سراؤں کی ادیسے جن ایک سخن میں
بندیا جیو دم کے رشتے سوں دن میں

اختتام :-

لگے ہوئے آپس میں داروں پہ دار
کہ جس کا نہیں مد ہے نا ہے شمار !
نہ تھا کر سے اوس کے اون کو خبر

دیکھا سر پہ مارا ہے پاؤں اوپر !
اگرچہ یہ ناقص الآخر نسخہ ہے۔ لیکن اس کا کاتب
محمد زماں خاں مندوڑی ہے جس نے غالباً لوکا پلی میں
یہ نسخہ نقل کیا ہے۔ اس کا اور اس کتاب کے ایک
اور نسخے (مخطوطہ نمبر ۹۲) کا کاتب ایک ہی ہے۔

اس نسخے کے سرورق پر تین ہریں محترم جنگ
۱۲۲۶ء محترم الدولہ ۱۲۵۷ء اور اعتصام الملک ۱۲۷۸ء
کی ثبت ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ مخطوطہ
نمبر ۹۲ کی طرح اعتصام الملک ہی کی فرمائش پر اپنی کی
جاگیر لوکا پلی میں نقل کیا گیا ہے۔ ادارے کے کتب
خانے کو نواب عنایت جنگ بہادر نے عطا فرمایا ہے
ان کی ہر پہلے صفحہ پر ثبت ہے۔

اوراق ۱۸ - سطور ۱۳ فی صفحہ
تقطیع ۱۲ x ۵ - خط نستعلیق شکستہ
آئینہ عنوان سرخی میں - مصنف حیرن
سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ

یہ مخطوطات نمبر ۶۸ تا ۷۰ کا ایک ناقص الآخر
نسخہ ہے جس میں تقریباً ۶۸ ابیات ہیں۔

آغاز :-

کروں پہلے توحید پر داں رتم جھکا جس کے سجدہ میں اولیٰ رتم
سروح پر رکھ بیاض جبین کہا دوسرا کوئی تمہ سا نہیں !
اختتام :-

کروں اوس کی پوشاک کا کیا بیاں
فقط ایک پیشواز آب رواں !
زبس موتیوں کی تھی سنبھات گل
کہے تو کہ بیٹھی تھی موتی میں نعل
یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔
سرورق پر ان کی مستطیل ہر ثبت ہے۔

(۱۰۰) روضۃ الشہدا [۴۰۵]

اوراق ۱۹ - سطور ۱۳ فی صفحہ
تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق مصنف
ولی دیوڑی سنہ تصنیف ۱۱۳۳ھ - کاتب

محمد زماں خاں مندوڑی - سنہ کتابت قبل ۱۲۲۶ء
مخطوطات نمبر ۳۱، ۳۲ اور ۹۲ کا ایک اور نسخہ ہے جو
ناقص الآخر ہے۔ اس میں تقریباً ۹۹ ابیات ہیں۔

[۸۵]

چہار درویش منظوم

(۱۰۱)

اوراق ۶۸ - ستور ۱۵ فی صفحہ
تقطیع ۳۴ × ۳۲ - خط نستعلیق شکستہ
عنوان سرخی میں - مصنف محمد علی خاں شوق
زمانہ تصنیف ۱۲۲۵ھ

چہار درویش کا منظوم قصہ ہے جو قدیم منظموں کے طرز پر لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ ناقص الاول و تا آخر ہے اور بحالت موجودہ بھی اس میں دو ہزار سے زیادہ ابیات ہیں۔ اس کے ابتدائی ۷۱ اوراق درویش دوم کے آخری حصے پر مشتمل ہیں۔ درویش سوم کا قصہ ورق ۷۱ سے شروع ہو کر ورق ۳۱ پر ختم ہوتا ہے۔ چوتھے درویش کا قصہ (ورق ۳۱ تا ورق ۴۳ ب) تقریباً ۱۲ اوراق میں درج ہے۔ اصل کتاب ورق ۶۶ پر ختم ہوتی ہے۔ اسی کے سلسلے میں مصنف نے اپنے حالات لکھنے شروع کئے ہیں جو بہت اہم ہیں۔ لیکن انہوں نے کہ آخر کے اوراق غائب ہونے کی وجہ سے مصنف کی نسبت زیادہ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ اور چونکہ اس کتاب کا کوئی نسخہ کسی اور کتب خانے میں نظر سے نہ گزرا اور نہ مصنف ہی کا ذکر کسی تذکرے میں درج ہے اس لئے خود اس نے اپنے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

مصنف کا نام محمد علی ہے۔ وہ ۱۱۸۵ھ میں بمقام

اورنگ آباد پیدا ہوا۔ تاریخ تولد نیک ذات

سے نکلتی ہے۔ اس کے آباء اجداد مشہد کے

رہنے والے تھے اور مادی جد کا وطن میرزا داؤد

مصنف کے والد میر عبد السلام خاں تھے جو

۱۱۸۵ھ میں اورنگ آباد چھوڑ کر حیدر آباد چلے گئے۔

اس وقت محمد علی کی عمر تین چار سال کی تھی۔ آمد حیدر آباد کے دو تین سال بعد ہی امارت پناہ میر عبد السلام کا انتقال ہو گیا۔ مصنف نے اپنے باپ کی تاریخ وفات ان فارسی اشعار میں نکالی ہے۔

چو راہی شد آن پیر ذوالاحرام

ز دار الفنا سوئے دار السلام

مقدم بدل از سر واد گفت

خرد جنت آرام من بعد گفت

چو در قطعہ نصرتیج اسمش نشد

بہ بیت دگر عقل ز کرد انعام

عیان اسم تاریخ بے تعبہ

امارت پناہ میر عبد السلام

مصنف کے آباء اجداد شاہان آصفی کے تعقب سے

ممتاز تھے۔ چنانچہ جب اس کے والد کا انتقال ہوا تو

اسی قدیم تعلق کی بنا پر نواب نظام علی خاں آصف جاہ

ثانی نے اس ہفت سالہ لڑکے کو دربار میں باریاب کیا اور

خطاب غانی اور منصب و جاگیر سے سرفراز کیا۔

آٹھویں سال کی عمر میں مصنف چمپک سے سخت

میل ہو گیا تھا۔ علوم فارسی و عربی کی تعلیم اس عہد کے

مشہور مونی شاہ محمد وزیر سے حاصل کی۔ انہوں نے

۱۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ شاگرد نے یہ قطعہ تاریخ وفات

لکھا ہے :-

چو شد فوت آن فاضل بے نظیر

ناسف نمودند برنا و پیر !!

قلم سال تاریخ تحریر کرد

شدہ وصل جنت محمد وزیر

تیرہ، چودہ سال کی عمر سے شعر و شاعری کا شوق دامگیر ہوا اور اسد علی خاں تنہا اور تنگ آبادی سے مشق سخن کی۔

تنہا مصمصام الملک اور اسطو جاہ کے درباری شاعر تھے۔

اصف جاہ ثانی کی مدح میں جو قصیدے لکھے ہیں وہ نسخہ موجود

نصاحت (دفتر دیوانی، مال) میں موجود ہیں۔ ۱۹۱۱ء میں

ایک تذکرہ شعرا لکھا تھا جس کا قلمی نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں محفوظ ہے۔ زیر نظر مثنوی میں شاگرد اپنے استاد کی تعریف

ان ابیات میں کرتا ہے۔

کہوں گی بیاں اوس کا مشہور تھا

کہ وہ شعر کا موسیٰ طور تھا !

مزاج رسا اور ہم بلند !!

مضامین کا اتحاد تو زنجیر بند

درست اس سے بھی ریختہ کی بنا

دمی چار عطر رباعی کا فنا !

ہر یک اس کے دیواں کی بیت الغزل

قصیدے سے رکھتی تھی مٹی کا بل

تھا اس کا ہر اک مصرع انتخاب

زلالی کی ہے منتخب جو پڑ آب !

تمنا کی تاریخ وفات اب تک نامعلوم تھی۔ اتفاق سے

اس قطعہ چہار درویش کے مصنف نے اس کو بھی محفوظ

کر دیا تھا جو قطعہ ذیل سے واضح ہوگی۔

لیا جب تمنا نے راہ عدم

ہوئی موجزن بحر اندوہ و غم

کہ شوق نے سال تاریخ یہ

وفات بہشتی کراے دل رتم

چودہ سال کی عمر کے بعد مصنف چہار درویش کو خوش نویسی

اور خطاطی کا شوق پیدا ہوا اور شاہ معین کی شاگردی

کا شرف حاصل کیا۔ یہی بزرگ مشہور شاعر اور مورخ

شاہ تجلی کے بھی استاد تھے۔ ان کی تعریف میں مصنف

لکھتا ہے :-

جناب معین وہ مہلی جناب کہ تھا نسخہ فقر کا انتخاب

ریاضت کے گلشن کا وہ تارہ گل حقیقت کا وہ معرفت کا وہ دل

تھا وابستہ اشغال سے اس کا دم ذوالفقر فخری پر ثابت قدم

تعلق سے دنیا کے آزاد تھا مگر صاحب آل و اولاد فق

عجب خوش نویسی سوا ہر تھی ڈا کہ محکوم تھے جس کے خطا آٹھ سٹا

شاہ معین کی تاریخ وفات ۱۹۱۱ء میں مصنف نے

اس مثنوی میں لکھ دی ہے جو درج ذیل ہے :-

چو راہی شد آں رہبر راہ خشت

بگزار خوبی زدنیائے زشت

خود دائۂ سال تاریخ او !

چو در مزرعہ سینہ شوق کشت

برہمہ گفتم سال وفات (۹)

ہویدا محمد معین در بہشت

مصنف اپنی عمر کے سولہویں سال ۱۱۹۶ء

کو اپنے لئے بہت منغوس لکھتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتا ہے

کہ اس کے بعد ہی واقعہ کولاس درپیش ہوا اور پھر

مصمصام جنگ فوت ہوئے۔ موخر الذکر کی تاریخ وفات

۱۲۰۰ء اس قطعے میں لکھی ہے :-

(۱۰۲) قصائد ہدایت [۹۹]

اوراق ۱۷ - سطورہ فی صفحہ ابتدائی ۱۳
اوراق میں - اور بقیہ و ان میں ۳۰ شعر
فی صفحہ تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ - خط نستعلیق
عنوان سرخی میں - مصنف ہدایت - زمانہ
تصنیف قبل ۱۱۹۸ھ - کتاب ہدایت
کتابت ۱۱۹۸ھ بمقام گفن پورہ -

پانچ قصائد اور ایک قطعہ کا مجموعہ ہے - ابتدائی
تین قصیدوں اور قطعے میں شاعر کا تخلص ہدایت درج ہے -
بقیہ کے دو قصائد میں کوئی تخلص نہیں ہے - ان میں سے
ایک قصیدہ ایاز سے کردہ اور نسخوں میں بھی شامل ہے جن
میں تخلص افسق درج ہے - اس کے جملہ مجموعوں کے مطالعے سے
پتہ چلتا ہے کہ ہدایت اور افسق ایک ہی شاعر کے دو تخلص تھے
اور ہدایت نے جو یہ قصیدوں میں اپنا تخلص افسق درج کیا ہے -
یہ شاعر شمالی ہند کا رہنے والا تھا اور عاشق معاش کے سلسلے
میں حیدر آباد آیا تھا یہاں پہلے مرزا اللہ یار بیگ کی سفارش پر
امیر بیگ خاک کے یہاں ملازم ہوا لیکن ڈیڑھ سال بعد وہاں
سے نکل کر رائے بالاجی کا متوسل ہو گیا - نواب شمس اللہ رائے
بھی اس کی بڑی سرپرستی کی تھی -

یہ جملہ قصیدے تاریخی نقطہ نظر سے بہت اہم ہیں -
کیونکہ ان میں عہد نظام علی خاں آصف شاہ ثانی کے بعض حالات
وکن بیان کئے گئے ہیں - اس عہد کی سماجی اور سیاسی زندگی
کی ان قصائد میں بہت سی تحلیلی نمایاں ہیں - بعض امرا کی مدح
کی گئی ہے اور بعض کی جو جیسا کہ ان قصائد کی حسب ذیل تفصیل سے
واضح ہو گا -

ز دنیا چو شد میرا نام ننگ (نیک)

نماند بروئے جہاں تب و رنگ
بن گفت سال و فاقش خرد!

ہر سوئے جہاں رفت مصمص جنگ
واقعہ کو لاس کیوں نخوس ثابت ہوا یا اس میں کیا
خزانی پیش آئی اس کا ذکر مصنف نے کیا ہے اور نہ تاریخوں
میں درج ہے - (اس واقعہ کے متعلق دیکھو تاریخ نظام علی خاں
۱۱۹۸ھ تاریخ گلزار صفحہ ۱۱۷) نظام علی خاں ۲ جمادی الاول
۱۱۹۹ھ کو قلعہ کو لاس سے نکل کر ۳ جمادی الثانی کو حیدر آباد
پہنچے تھے -

اس کے بعد مصنف اپنے پہلے سفر کا حال بیان کرتا ہے مگر
افسوس ہے کہ اس کے بعد کے اوراق غائب ہیں ورنہ مزید تاریخی معلومات حاصل ہ سکتے
مصنف نے انشاء کتاب یہ کہیں اپنا تخلص نہیں لکھا
صرف مذکورہ قطعات تاریخی میں دو جگہ شوق تخلص استعمال
کیا ہے -

آغاز :-

تھا سمرائے محشر سادہ ہولناک
تھی سوزندہ جوں آگ اوس جا کی خاک
وہاں کی تو رہ تھ سے تیز ہے
وہاں کی ہوا تو شرر بیز ہے!

اختتام :-

بن گفت سال و فاقش خرد ہر سوئے جہاں رفت مصمص جنگ
غرض چشم اسی غم سے تھی اشکبار کہ پہلا سفر ہو گیا رو بہ کار
ہر نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے - دو چار جگہوں
پر ان کے دستخط ثبت ہیں -

دو سالہ عرصے میں اس کو شجاعت جنگ کا خطاب مل چکا تھا اور ان کا رسالہ اپنی بیماری کی وجہ سے مشہور ہو چکا تھا۔ پنانچہ انتہا نام جنگ کی سرکوبی کے لئے برب آدمیت جاہ غانی نے فوج روانہ کی اور ان کے حکم پر سر محمد شمس الدین کو دلائے نے قلعہ بگتیاں کا محاصرہ کر لیا تو شجاعت جنگ نے اسے نے بھی اس کی مدد کی۔ آخر کار سر محمد کو قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد خود انتہا نام جنگ سے مقابلے کے لئے جو وہیں ہر اصرار کو گواہی پار کر کے آگے بڑھیں ان میں بھی شجاعت جنگ شریک تھے سراج الدین طائب مولف کتاب نظام علی خاں نے امیر بیگ خاں اور شجاعت جنگ کو شاید دو علمہ شہریت سمجھ کر اپنی کتاب کے اشاریہ میں دو جگہ ان کا نام درج کیا ہے۔ ہدایت کے اس قصیدے سے معلوم ہوا کہ امیر بیگ خاں ہی کا خطاب شجاعت جنگ تھا۔

ہدایت نے اس قصیدہ کے مطلع نیم کے سلسلے میں اپنی شہادی اور جو گوئی کی نقلی کی ہے اور کہتا ہے کہ ایک ہر باں نے بعد ہرانی مجھ سے کہا کہ جس خدمت گار کی شہادت کی وجہ سے تم شجاعت جنگ کی ملازمت سے علوہ ہوئے اس کی جو کیوں نہیں کہتے۔ اس حصے کے چب شعر ہیں :-

کروں میں ہجو کے لکھنے میں گر قلم زانی

تو چوے ہاتھ مے کے روح شاہ زانی

فلک پہ پھینکے وہ اپنی کلاہ غزا ام

جسے میں بخشوں جہاں ثنا کی سلطانی

کروں میں ہجو کو جس تنگ دل میں کی تم

نام زخست ہوا اس کا جہاں سے غانی

ہے بعد حضرت تنوذا دکن میں میرا نام

ہوں اپنے فن کا میں استاد وقت لاثانی

ان اللہ کی شہادت کے وجہ سے ترک ملازمت کا ذکر کیا ہے ہدایت نے درج کے سلسلے میں یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ شجاعت جنگ بھولے پن سے لوگوں کی جھوٹ بات بھی سچ سمجھ لیتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ وہاں سے نکلے۔ اگرچہ نواب نے ان کو ہرانی سے بہت کچھ سمجھا بالکل طبیعت اچاٹ ہو گئی تھی اس لئے چران کے گھر میں رہنا پسند نہ کیا۔ اس اطلاع کے بعض شعر ہیں :-

جوساخ پوچھو تو یہ بات ہے کی مقامی

کو وہ امیر ہے اس وقت میں بھی لاثانی

قسم ہے مطلع چارم کے مجھ کو مضمون کی

کہ کیسے دھیسے کی کس موہنی سے تلاوانی

جو ہو دے طفل۔ ما بھولا مزاج اور مصوم

چونکہ پیر بریں مسند امیرانی

بصدق بوجھے وہی بات آئے جو بولے

زراہ عقل کے یا از طریق نادانی

غرض میں ڈیرہ برس تک رہا وہاں چاکر

بعد فراغ نہ کچھ دل پہ غم کی ویرانی

اس سلسلے میں امیر بیگ خاں شجاعت جنگ کی نسبت

یہ معلوم رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ عہد نظام علی خاں آصف جاہ

ثانی کے ایک بہادر امیر اور رسالہ دار تھے۔ ان کا ذکر تاریخوں

میں دو موقوف پر آتا ہے جب رمضان ۱۱۵۵ھ میں

رہٹوں کے پیشوا رکھنا تھ راؤ سے آصف جاہ ثانی کا مقام

بہ مقابلہ ہوا تو پ خانہ اور بان اندازی پر

بقول صاحب توڑک آصفیہ ثابت جنگ کی کمان تھی

اور ان کی ملک پر امیر بیگ خاں مامور تھے۔ اس کے بعد

پھر معرکہ نزل ۱۱۵۵ھ میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ اس

مطلع ششم میں مان اللہ خدمت گار کی ہجو لکھی ہے۔ اس میں کئی اشعار بالکل فحش ہیں۔ ان کو چھوڑ کر اس حصے سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

”ان اللہ خدمت گار شیخ قوم سے تھا اس کی بیوی کا نام بی بی سرہانی تھا۔ اس کا باپ سودا خان کے مکان میں نگر تھا جس کی بیوی الہداد خاں کی نگرانی تھی۔“

الہداد خاں نے ۱۱۹۵ھ میں انتقال کیا۔ ادارے کے تیسرے نمبر ۶۹ میں ان کی وفات کا قطعہ تاریخ درج ہے۔ ساٹویں مطلع میں گریز کر کے کہتا ہے کہ یہ تو معمولی آدمی ہے۔ اس زمانے میں ایسے بھی لوگ ہیں جو جنگ اور دولہ کے خطاب سے مرز ہیں اور ان محسنوں کے ساتھ نیک حرامی کرتے ہیں بن کی ابتدائی مدد کی وجہ سے وہ اس درجے تک پہنچے ہیں۔ مصنف کا اشارہ اعظم الامار اسطو جاہ کی طرف ہے جو شمس الامرا کی مدد سے دیوانی کے درجہ پر پہنچے تھے۔ چنانچہ اس کے بعد مطلع ہفتم میں اعظم الامرا کی ہجو کی ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ بارہویں صدی کا سب سے بڑا ظالم ہے۔ دو تین شعر نہایت فحش لکھے ہیں۔ مثیر الملک اسطو جاہ کا نام اس شعر میں لیا ہے۔

کیونکہ ملک دکن ہوائے خراب اور ویراں

مثیر ملک شقاوت کو جب ہو دیوانی

مطلع نہم میں کہتا ہے کہ عقل نے یہ ہجو دیکھ کر کہا کہ یہ دیوانہ پن کی باتیں ہیں۔ عقلندی تو اس میں ہے کہ اپنے وقت کے محسن اعظم کی مدح کی جائے کیونکہ ان ہی کے فیض و دولت سے تجھے دولت و عشرت نصیب ہوئی۔ اس مدح کے چند شعر یہ ہیں۔

سولینی ملک سخاوت کا ہر شمس الملک

خدا سے جس کو کہ شباوت کی ہے جہاں بانی

امیر ابن امیر و شہ جہاں کرم

کریم خلق و جیم السیر برحمانی!

نہ پہونچے جس سے مصرت کسی پہ چودہ امیر

ستون دولت اقبال کار شاہانی

سپاہ پرورد بندہ نواز و مقبل حق

ہز بر بیشہ میسداں بفضل سبحانی

دسویں اور گیارہویں مطلعوں میں شاعر اپنے دواور نذر دالوں

رائے دولہے سنگھ اور رائے بالاجی کی بھی مدح کرتا ہے۔ وہ

ان کو حاجت روائی میں بکرا جیت اور ہمت میں کشن کے ثانی بیان کرتا ہے۔ رائے دولہے سنگھ کا ذکر یوں کرتا ہے۔

سوینے نخل موت وہ رائے دولہے سنگھ

صدف سے بھر کرم کے در درخشی

ثمر ہے جن کے ریاض حیات خوبی کا

ہنال باغ سخا کا گل کریانی!

یادرج علم سے اوس کے جواہر قابل

ہے مثل مثل وزمرد و درخندانی

جہاں کے لطف و کرم کے جہاں کاسر فز

ہے جس کو ملک فتوت کی حق سے دیوانی

رائے بالاجی کی تعریف یوں کرتا ہے:-

ہے جن کا نام جہاں شیخ رائے بالاجی

جواں بعمرو بدولت بصد فداوانی

بفہم و عقل بہت بخلق و لطف و کرم

مثال حاتم طے کے و وحاتم ثانی

مشال اوس کی بخوبی نظر نہ آیا کوئی

آخر میں دعا ئید اشعار ہیں ۔

پھر امیں بھوت دریں زور جیخِ دورانی

وصف سخاوت کے ضمن میں خانِ زماں پر آصف جاہ

سو ویسے محسنِ اکرم کے اب برا سے نذر

ثانی کو ترجیح دیا ہے ۔ لکھتا ہے :-

بجز دعا کے کرے کیا ہدایتِ ارنوائی

سن من نے ایسے شاہ کی ہمت کا ذکر وصف

بہ بالا جی غالباً وہی بالا جی کیشو میں جو جنگ بہ راہِ رضا

شرمندہ کیوں نہ قبریںِ فانی زماں رہے

۱۸۵۷ء میں نواب نظام علی خاں کے عقب میں جانبِ جرنڈار

اسی سلسلے میں شمس الملک شمس الامرا کی بھی تعریف کر دی ہے۔

ان کی ملک کے لئے متعین تھے ۔ مائثر آصفی میں صفوت جنگ

شمس الملک صاحب کا بجاں فدوی جاں نثار

کی جو ترتیب بتائی گئی ہے اس میں ان کا نام بھی اس

فیضِ کرم سے دستِ فشاں اور جہاں رہے

خدمت پر درج ہے ۔

ہمتانہ جس کا اور کوئی شیرِ رزم گبہ !

آغاز :-

ایسا ملک حال بدل جاں فشاں رہے

ہزار شکرِ درگاہِ پاکِ یزدانی ! ہے جس کے فضل سے شبِ کلوں کی آسائی

نواب نظام علی خاں کے محل کا بیان بھی قابلِ ذکر ہے

نہاں کو کس کی لیاقتِ شاکی اٹکی ہو پرے ہو دمِ تقہم سے ذاتِ حقانی

اس لئے یہاں نقل کیا جاتا ہے :-

اختتام :-

ایسا بلند جس کا و عشرت محل ہے خاص

در از عمرِ دولت و دونوں کو رکھ یارب

اطلس سے آسمان کے جسے سائباں رہے

بعد ہزارِ مسرت بقربِ سلطانی

کیجے سوادِ صحن کا اوس کے بیاں اگر

مشاقِ اوس کو ، بیکھنے باغِ جنال رہے

بقائے دہر تک اون کے محبِ پیشِ داں

قامت سا گلِ خوں کے ہر یک جس کا سر و سر

عدوے ظالمِ دوراں انوں کے ہویں فانی

فیضِ نسیم صبح سے جلوہ کتنا ہے

(۲) قصیدہ جواہر سخن

آب و ہوا کے جس کی تفریح کے فرخ سے

یہ قصیدہ حضرت نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کی توصیف

ہر غنچہ دل کا گل سا شگفتہ دہاں رہے

میں بتایا ہے ۱۲ رمضان ۱۲۹۷ھ بمقامِ گھن پورہ لکھا گیا ہے ۔

قالیں کے جس کے فرش کا گلزار دیکھ کر

اس میں ۱۳۵ اشعار ہیں اور درمیان میں مختلف مرخیاں قائم

زرگس کی چشمِ داہ سوئے آسمان رہے

کی گئی ہیں مثلاً

امرِ بنفشہ سوسن و سنبل چمن چمن !

وصف شجاعت ، تیغ ، زورِ سخاوت ، کمیت ، نالکی

زیبِ روش سے فرش کے کمتر نشان رہے

عشرتِ محل ، دانش ، ضبط و نسق ، عدل ، لباس ، جواہر ،

بارِ ثمر سے مجھے کو خم ہو دے ہر نہال

رعہ سلطنت ، دولت ، فیل وغیرہ ۔

رونقِ فزا جب اوس میں دو شاہ جہاں رہے

رقصاں بٹل جوڑ کے ہر اہل رقص وہاں

طاؤس سا بہ زیب مسرت کنں رہے
ایسی طرح سے بزم طرب گرم ہوئے وہاں
ہر مندلیب دل بخوشی غزل خواں رہے

آغاز:-

ہے دل میں جب تلک کہ مہ تن میں جا رہے
اور ترمین میں فعل خدا سے زباں رہے
طعنیاں بھر موج مضامین کے جوش سے
بٹل صدق سخن کا دہن درفتاں رہے
اختتام:-

پینے و تخت ہند کا آصف نظام ملک
ہر دم ہمیشہ عیش سے نت شاد رہے
یارب ترے طفیل عنایات فضل کے
ایسا ظہور اوس کے کرم کا عیار ہے
جو صلے میں مدح کے ہدایت کے حال پر
چشم نگاہ فیض بہت بے کراں رہے
ترقیمہ:-

”۲۷ رمضان ۱۱۹۵ھ سپہر روز مشنبہ

بقلم نگین پورہ نوشتہ شد۔ من معنہ“

(۳) قصیدہ گوہر سخن

یہ قصیدہ نواب شمس الملک بہادر (بعد کو شمس الامرا)

کی مدح میں لکھا گیا ہے۔ اس میں ۸۱ اشعار ہیں اور درمیان
میں یہ سرخیاں ہیں:-

شنا و شجاعت، تیغ، تیرکمان، قوت، سخاوت -

تشبیب بہاریہ ہے اور گریز یوں کرتا ہے کہ جب

چمن میں ایسا جشن ہے تو پھر تو اس امیر ابن امیر کی مدح
کیوں نہیں کرتا جس کا کوئی ہمتا نہیں۔ اگر کوئی اس کے
ہمتا کی تلاش میں عرب اور عجم بھی جائے تو پھر ہندوستان
واپس آنا پڑے گا اور ہند میں بالاتفاق اگر تلاش
کرنے والے کو راستے میں مزار فیض سودا کی خواب گاہ
مل جائے اور اس قصیدے کے کچھ مضمون وہاں سنائے
جائیں تو مزار فیض خواب سکوت سے اپنی زبان کو بیدار
کر کے اس کی تعریف کریں گے اور اس قصیدے کا جواب
نہ پا کر ترک سخن دل و جان سے کر بیٹھیں گے۔ اس کے
بعد نواب شمس الامرا کی شجاعت اور تلوار و غیرہ کی تعریف
شروع کی ہے۔ اور سخاوت کے سلسلے میں لکھا ہے کہ
شمس الامرا اپنی سپاہ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھ کر
پالتے ہیں اسی لئے ان کی سپاہ بھی ان پر اپنی جان نثار
کرتی ہے۔

آخری حصے میں شمس الامرا کی غربا پروری کی تعریف یوں کرتا ہے:-
دولت کے جس کے لطف کی سائے میں ہر غریب

اوقات عمر صرف بآرام حباں کرے

ایسا کہاں جزا اوس کے کوئی اور نامور!

لطف و کرم سے جم جو بر ناتواں کرے

دولت کا یعنی شمس و شمس الملک نواب

حق میں دعا یہ جس کے ہدایت بجاں کرے

آغاز:-

اس تخم فکر دل سے اگر گل زباں کرے

مضمون کی زمین وہاں گلستاں کرے

فیض نسیم طبع سے ہر غنچہ سخن!

ایسی بہار نطق سے داگل یہاں کرے

اختتام :-

دولت کا اوس کے ہر درختاں رکھے مدام
دل دوستوں کا اوس کے خدا شاد ماکرے
اور اوس کی بارگاہ کے بدخواہ کا روسیہ
نت خالق دو کون بہ کون و مکارے

ترقیمہ :-

”۲۹ رمضان ۱۱۹۰ھ یکشنبہ بصریہ بر قلعہ

گن پورہ نوشتہ شد“

(۴) قطعہ ہجو سہراب جنگ

اس قطعے میں اکثر اشعار فحش ہیں۔ اس سے
معلوم ہوتا ہے کہ سہراب جنگ معین الدولہ ارسلو جاہ کی دیوانی
سے ملک کا ایک طبقہ نالاں تھا۔ یہ قطعہ ناقص الآخر ہے۔
اس میں صرف ۹ شعر ہیں۔

آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے :-

حال پر فرعوں ساغرے میں جو بڑچو دے

سر پہ اوس کی قبر میں نت آتشی آمو دے

ایک دن اہل سپہ کو رہ میں یوں دیکھا رواں

زرہ تن میں اور سر اوپر ہم اک کے خود ہے

(۵) قصیدہ تزلزل آفاق

یہ ۱۹۰ اشعار کا طویل قصیدہ ہے جس میں کئی مطلع

اور نقلیں ہیں۔ اس میں مثیر الملک ارسلو جاہ اور اون کے

مثیر ان کا رام راؤ اور مدثر رائے کی ہجو بھی ہے۔ اکثر

شعر فحش ہیں مختصر خلاصہ یہ ہے :-

”ایک روز جفاے چرخ سے دگیر ہو کر گھر سے نکلا

تو راہ میں میر نیر لے جس نے پوچھا ”خیر ہے

کمر باندھے اور ہاتھ میں شمشیر دھیر لے کہاں

جا رہے ہیں۔ کسی سے خانہ جنگی کرنی ہے یا

کسی کی ملک مد پیش ہے ؟

جواب دیا کہ یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ آج گارٹھی

داؤں نے دنگاڑ کے بلوہ کی ہے اس کی حقیقت معلوم کرنے

گیا تھا۔ پتہ چلا کہ اہل بار نے ناقوں سے مجبور ہو کر دارکار

ریاست کے مکان پر حملہ کر دیا اور اس کو ڈھونڈھنے لگے۔ جب

وہ ملاواں اس کے محل کے طاق منڈیر فرش اور صحن کے دفتوں

کو ڈھانا اور گرانا شروع کیا۔ میر جملہ امیر امرا جو لوگ پہلے آئے

ان کو بھی مارا۔ اس طرح مفت میں دو چار عہدوں (امیروں) کی

جی عزت گئی جن کا نام لینا مناسب نہیں۔ اتنے میں ایک

رفوہ جی تاشہ نواز نے کہا کہ صوبہ دار سے پوچھو کہ ان کے گھر کے

مشیر کہاں ہیں جو فساد کے بانی ہیں اور سپاہیوں کو ابھار کر

گھر کو ڈبانا چاہتے ہیں اور خطاب رائے کی امید میں اس

کو ستم نگر کا بادشاہ بنا کر خود وزیر بنے بیٹھے۔ جن میں ست

ایک رام راؤ ہے اور دوسرا حقیقہ جسم والا روشن رائے۔ اگر

یہ دونوں ہاتھ آئیں تو ان کے جھموں کو مار مار کے پیر کی

طرح چھلی کر دیں۔ یہ باتیں سن کر میں واپس ہو رہا تھا

کہ اسے دوست تم سے ملاقات ہوئی۔ تم پر لے خدا اس

بیان کو لکھ دو کہ اب دنیا میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے

جس کے ہاتھ سے امیر فقیر خوش باش اور اہل کسب سب

نالان ہیں۔ نہ دن کو کھانا ملتا ہے اور نہ رات کو نیند آتی

ہے۔ لوگ یہ دعا کرتے ہیں کہ اسے خدا اس کو جلد سزا دے

یا تو یہ گدھے پر سوار ہو کر شہر سے نکلے یا اس کا سر کاٹا جائے۔

محل کی عورتیں الگ بدعا دیتی ہیں کہ جلد اس کو گولی یا تیر

لگے یا خمد نگر میں مرادغاں کی طرح طوق و زنجیر کے ساتھ

منقید ہو۔ یا زرد زو ہو کر شہر بدر کیا جائے یا اچانک موت آئے۔

گر خدا کی مشیت کی ہے نرالی بات
کہ جس کے آنگے میں لاچار سب دلی پیر
اوپر شاعر نے مراد فال کی قید کا ذکر کیا ہے یہ بڑا
بائز امیر تھا لیکن جنگ راکس بھون میں شاہی افواج کی
شکت کا اسی کو ذمہ دار سمجھا گیا اور ۱۱۷۷ھ میں قلعہ
گو لکنڈہ میں قید کر دیا گیا تھا۔
(اس کے بعد مطلع دوم شروع کیا ہے)

میری یہ تقریر سن کر میرے دوست نے شہر و شبیر
کی قسم کھائی اور کہا کہ میری بات کو جھوٹ نہ سمجھو۔ شاید
تم نے یہ نقل نہیں سنی کہ جب جولاہے کے ہاتھ میں مالگیر
کی ڈاڑھی آئی تو وہ جدھر کھینچتا یہ اودھر چلے جاتے۔
اور کہا کہ یہ نہ میرا جرم ہے نہ اس کی خطا۔ نہ اس کے
ہاتھ میں ڈاڑھی آتی۔ نہ وہ کھینچتا۔ ایک درباری نے کہا
کہ اسے شہ عالم اگر میری خطا معاف ہو تو عرض کروں کہ
بہنیم بیضہ چو سلطان ستم روا دارد

زندہ لشکر یا نش ہزار مرغ بہ تیر
اس لئے اس میں نہ آپ کی غلطی ہے نہ اس کا قصور۔
تقدیر میں جو تھا وہ ہوا، غرض اے دوست یہ ویسی ہی
بات ہے تقدیر کے آگے تدبیر کی نہیں چلتی۔ چنانچہ اہل
فطرت کی تنبیہ کے لئے فدا نے ایسے نفرو کو دکن کا مشیر
بنایا ہے۔ اسی طرح آخر تک ہجو کی ہے اور اس سلسلے
میں کئی نقلیں بھی لکھی ہیں۔ بعض شعر بخش کی مدت تک
چہنچ گئے ہیں۔ ارسطو جاہ کے مذہب کے متعلق شاعر لکھتا ہے:-
کروں کیا مشرب و مذہب کا ذکر اب اس کے
نہ شیعہ اور نہ سنی نہ لطفہ اکفیر !!

کیونکہ اس کے فتنوں کی وجہ سے نمازی نماز اور موذن تکبیر
بھول گیا۔ بت خانے ویران پڑے ہیں۔ طیبہ نجوی سب
پریشان ہیں حکیم ضمیر دل بھول گئے۔ اہل حرفہ دکن سے لکے
ہندوستان دکشیر تک نالاں ہیں۔ غرض عجیب زلزلہ آگیا ہے۔
یہ سب سن کر میں نے گھبرا کے ان سے پوچھا کہ اے
بھائی سچ بتاؤ کہ یہ کون ظلم کر رہا ہے، کیا اہل نصاریٰ نے
سب ملک کو تسخیر کر لیا ہے، یا کرتنا کو پار کر کے حیدر علی نالک
کا لشکر حملہ آور ہوا ہے۔ یا لشکر دجال گھس آیا ہے یا قیامت
آگئی ہے۔ حالانکہ:-

کہ یہ تو در ریاست ہے اوس شہنشاہ کا
کہ جس کا نیکی سے ہے نام مثل مہر میر
کہ یعنی حضرت والا کرم و دآصف جاہ
نظام ملک جو ہے تخت ہند کا ہے وزیر
کریم اور علیم و رحیم بندہ نواز !
رئیس ملک کرامت ولی زندہ پیر !

ہے تخت ملک ریاست پہ چوں بہادر شاہ
بہ ضبط و نسق مسلط سد ابعد تو قیصر
کہ جس رئیس کریم اسیر کر کے جا کے حضور
غنی ہو آئے ہے ایک آن میں غریب فقیر
ہے آفتاب سامشہور جس کی دولت میں
سپاہ پرورد بندہ نواز اک و دایسر
ہے آب تیغ سے سرسبز جس کے اوس شہ کا
ہمیشہ گلشن اقبال کا دردار و گیر
سو اوس کے دور میں کیا دخل ایسے ظالم کا
جھوٹاؤں کیونکر تری بات کو میں اب آئیر

نہ شیعہ، سید و مرزا، نہ قوم افغاں میں

جولہا ذات کا مومن بنام ہے وہ شیر
حریف اپنے ہے محسن کا آشنا کش وہ

غریب اور حرامی دراصل جیوں عصیہ
شاعر کا خیال ہے کہ نظام علی فاں کی ریاست میں یہی شخص
نزال کا باعث ہے وہ کہتا ہے :-

جوسانچ پوچھو تو اس شاہ کی ریاست میں

نزال دولت و اقبال ہے یہی بے پیر !
جیسا کہ پہلے کہا گیا اسطو جاہ مہد آصف جاہ ثانی
کے بہت بڑے مدبّر اور دارالمہام تھے۔ ان کی وفاداری کی
نواب نظام علی فاں بے حد قدر کرتے تھے۔ ان کے حالات میں
ادارہ ادبیات اردو کی طرف سے ایک چھوٹی سی کتاب
"اسطو جاہ" مرتبہ پروفیسر عبدالمجید صاحب صدیقی شائع
ہو چکی ہے۔

روشن رائے کی بھی شاعر نے ہجو کی ہے۔ یہ حیدر آباد

کے ایک بڑے امیر اور سپہ سالار تھے اور جب ٹیپو سلطان
کے ساتھ آخری لڑائی ہوئی تو ان کے تحت چھ ہزار جوانان
بار اس معرکہ میں شریک تھے۔ روشن رائے کے والد شاہ عالم
بہادر شاہ کے دربار میں صاحب اعزاز تھے اور دلی ہی
میں فوت ہوئے۔ روشن رائے جب حیدر آباد آئے تو راجا
پنتھو لعل کی سفارش سے اسطو جاہ کی بارگاہ میں باریاب
ہوئے۔ اور ایک مشکل معاملہ کو اس خوبی سے سلجھادیا
کہ اسطو جاہ نے ان کو آصف جاہ ثانی کے دربار میں پیش کیا اور
اپنا پیشکار اور سررشتہ دار سپاہ کا عہدہ تفویض کرا دیا۔ رفتہ
رفتہ وہ معاملات دیوانی میں بڑے دخیل ہو گئے تھے۔
ان کے بعد ان کے بیٹے راجہ شیو پرشاد اور راجا شبنو پرشاد

نے اپنے باپ سے زیادہ اعزاز اور مناصب حاصل کئے
(گلزار آصفی صفحہ ۲۵۶) نظام علی فاں جمعہ دوم ۱۲۱۵
روشن رائے پر شاعر نے یہ الزام لگایا ہے کہ وہ سپاہیوں
کو ابھار کر دنگ فساد کرتے تھے۔ اور اسطو جاہ کو دھوکہ میں رکھتا
آغاز :-

جفاے چرخ سے اک دن نپٹ ہو میں دلیہ
جو نکلا کھر سے ملے رہ میں مجھ کو میر منیر
کہا میں خیر ہے اسے ہر باں کہ ہر کو پلے
مکر کو باندھ کے لے بات میں سپہ شمشیر
اختتام :-

نذا اونوں کو سلامت رکھے یہ عیش دام
جو تیری قدر کے ہیں قدرواں جہاں میں امیر
بے نام ان کا جہاں میں تزلزل آفاق
بیان واقعی رد داد اس میں ہے تسطیر

ترقیمہ :-

"تمت تمام شدہ شوال ۱۲۱۹ ہجری بمص"
اس قصیدے میں شاعر نے کہیں اپنا تخلص نہیں
لکھا ہے لیکن یہی قصیدہ ایک دوسرے مجموعہ قصائد میں
ادارے میں محفوظ ہے۔ اس میں شاعر نے اپنا تخلص نسق
کیا ہے جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

(۶) ہجو حکیم بادشاہ

یہ ۱۱ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس میں ایک شاہی
حکیم کی ہجو لکھی ہے۔ لیکن نام کسی کا نہیں لیا بلکہ یہ
لکھ دیا ہے کہ :-

نہ لینا نام عیاں کو بیان کی حاجت نہیں
حکیم بادشہاں ہو یا بید خلق اللہ

(۱۰۳) منظومات ہجو یہ (۱۶۴)

اوراق ۱۲ - سطور ۲۶ شعر فی صفحہ -

تقطیع $\frac{1}{2} \times 5 \frac{1}{2}$ - خط نستعلیق شکستہ -

مصنف - ہدایت - نہ تصنیف ۱۲۰۰ھ -

کاتب - نہ سنہ کتابت ۱۲۰۰ و ۱۲۰۱ھ -

اس مجموعے میں پانچ نظمیں ہیں جن میں ۳ قصیدے ایک مثنوی اور ایک مخمس ہے۔ یہ سب تاریخی موضوعوں پر لکھے گئے ہیں۔ اس لئے تاریخ دکن کا مطالعہ اور تحقیق کرنے والوں کے لئے بہت اہم ہیں۔ ان سب کا مصنف ہدایت ہے جو اسلوباً کا مشہور ہجو نگار ہے۔ اور جو ہجو یہ نظموں میں اپنا تخلص "منق" لکھتا ہے۔ اس کی اس قسم کی چھ نظموں کے ایک مجموعے کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ زیر نظر نسخے کی نظموں کی تفصیل درج ذیل ہے :-

۱۔ مثنوی جدل ازل

یہ ناقص الادول ہے۔ موجودہ نسخے میں اس کی ابیات کی تعداد ۹۶ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک بہت طویل مثنوی ہے جس میں شاعر نے اپنے زمانے کے ادنیٰ اپنیہ والوں کی ہجو لکھی ہے۔ ابتدائی پچاس اشعار خدمت گاروں باورچیوں کو بھڑوں اور سائیسوں کی مذمت میں ہیں۔ اس کے بعد ہجو حجام کی سرخی قائم کر کے اس زمانے میں حجامت کے کیا طریقے تھے ان کا مضحکہ اڑایا ہے۔ اسی سلسلے میں حکیم شیخ قاسم کی بھی ہجو لکھ دی ہے۔ حجام کا نام ننھا اور اس کی بیوی کا امینہ بتاتا ہے۔

آغاز :-

عدم حق کی شرم کی خاطر سوسن آقا و گریہ سوسن چاکر
کھاٹ دیے دو لینے گھر کعبہ موش سے بل طرف یہ گھر کعبہ

نظام علی خاں کے عہد کے دو حکیم بہت مشہور ہیں۔ ایک محمد ماہ خاں المخاطب بہ معالج خاں فرزند حکیم معالج لکھا اورنگ آبادی اور دوسرے حکیم عزت یار خاں المخاطب بہ حکیم الحکما محی الدولہ۔ معلوم نہیں کہ شاعر نے کس حکیم کی ہجو لکھی ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ہجو اول الذکر کی ہو کیونکہ وہ بعد کو اسلوب جاہ کے متوسل ہو گئے تھے۔ اور یہ شاعر اسلوب جاہ کا بڑا مخالف ہے۔

آغاز :-

لال غم کا اٹھا ایک دن جو ابرسیاہ
لگی برسے بھڑی آب اشک کی ناگاہ
ہوئی جو کشتی امید غرق بحر ایاس
میں دیکھ مردم چشم تبہ کا حال تباہ
اختتام :-

زر کھینچ چشم امید وصلہ تو گر دود سے
سغن کے کہنے کے دعوے سے کرنا کوتاہ
لگے دونا جو سردار قدر دان سغن
صلہ جو دیتے تھے سن حرف مرخ خاطر
ترقیمہ :-

”پنجم شوال یکشنبہ بقصر گن پورہ ۹۵۰ شمسی
نبوی تمت تمام شد“

اختتام :-

سن کے منتہی نے یہ نئی تقریر ہجو حجام کی کیا تحسیر
لعنت اس سفرے پر کر کے مدام جلالِ ازل دکھا ہوس کا نام
ترقیمہ :-

”۱۲ محرم ۱۲۳۲ روز جمعہ گھنٹہ شد وہ نو رزم

روز چہار شنبہ و شنبہ شد تمام شد“

۲۔ منزل آفاق

یہ دہی قصیدہ ہے جو پہلے مجموعے (نسخہ نمبر ۱۱۰۲) میں
موجود ہے اور جس کا تذکرہ ابھی گزر چکا ہے۔ لیکن اس
مجموعے میں یہ قصیدہ تقریباً سو سال بعد نقل کیا گیا ہے۔
اس اثنا میں شاعر نے اس میں (۳۳) اشعار کا درمیان میں
اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ آخری اشعار میں بھی اضافہ ہے۔

آغاز :-

جفا سے چرخ سے اک دن نپٹ ہو میں دلگیر
جو نکلا گھر سے لے رہ میں مجھ کو میسر منیر
کہا میں خیر ہے اے ہر باں کدھر کو پٹے !
مگر کو باندھ کے لے ہاتھ میں سپر شمشیر !

اختتام :-

خدا اوں کو سلامت رکھے بعیش مدام
جو تیری قدر کے ہیں قدرداں جہاں میں
خلا سے اوس کے مضامین ڈوسو ایکٹالیں
جب آئے شرح قلم میں بہ ندرت تقریر
کہا یوں مانی رنگ سخن نے اے بہزاد
ہوئی ہے خوب یہ تحریر ہجو کی تصویر
ہے اس کا نام جہاں میں منزل آفاق
بیانِ واقعی روداد اس میں ہے طریقہ

ترقیمہ :-

”۱۱ محرم ۱۲۳۲ جمعہ سپر نوشتہ شد“
گو یا پہلے مجموعے کے ایک سال تین ماہ ۱۹ دن بعد
یہ نقل کیا گیا ہے۔ اختتامی اشعار میں درمیان میں دو شعر اسی
عرصہ میں اضافہ کئے گئے ہیں۔

۳۔ رزم نزل

یہ ایک طویل تاریخی نظم ہے جس میں پچیس بند ہیں اور
جو بجائے خود ایک اہم تاریخی کتاب یعنی رزم نامہ کی حیثیت
رکھتا ہے۔ اس نظم کی وجہ سے نواب نظام علی خاں آصف جاہ
ثانی کے معرکہ نزل کی نسبت اہم تاریخی معلومات تفصیل سے
محفوظ ہو گئی ہیں۔ پہلے ہم اس معرکہ سے متعلق تاریخوں سے
جو کچھ معادلات حاصل ہوتی ہیں ان کا خلاصہ بطور تعارف
یہاں درج کرتے ہیں :-

سبار الملک ظفر الدولہ ضابطہ جنگ ابراہیم بیگ خاں
دھولہ نے جب ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی تو آصف جاہ ثانی
کے حکم سے ان کے فرزند احتشام جنگ باپ کے قائم مقام
اور نزل کے حاکم ہوئے۔ لیکن کچھ عرصے بعد بغاوت پر
مکر بانہ ہی تو ان کی سرکوبی کے لئے سردار جنگ گھانسی میاں
اور نادر جنگ فرانیسی کو روانہ کیا گیا۔ انہوں نے کوٹگیر اور
بودھن فتح کر کے دریائے گوداوری کو عبور کیا۔ جہاں
اختشام جنگ کے سردار دلاور جنگ فرنگی وغیرہ مقابل ہوئے۔
اب آصف جاہ ثانی نے شرف الدولہ، زور اور جنگ، خنرت جنگ
سیف جنگ اور امجد الدولہ کو بھی گھانسی میاں کی مدد کے
لئے روانہ کیا اور خود بھی ۲۱ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ کو بلہ سے
نکلے۔ اور فتح میدان سے نجم الدولہ اور سید عمر خاں کو بھی
آگے روانہ کر دیا۔ بتاریخ ۲۹ ذی قعدہ ۱۱۹۶ھ پہنچ کر نظام علی خاں

تم کو جس جہم کے لئے بھیجیں وہاں سر کے بل جانا اور اپنی تلوار کا لہا منوانا تاکہ زلزلہ تمہارے ہی قبضے میں رہے۔
چوتھی وصیت یہ ہے کہ جو میرے قدیم اہل کار ہیں انہی سے کام لینا ظلم نہ کرنا اور زلزلہ میں دولت اس لئے جمع کی گئی ہے کہ تم سخاوت سے کام لو۔

غرض بعد وفات ضابطہ جنگ حضور نے ان کے مال سے ایک جہت نہ لیا اور ان کے بیٹے کو اختتام جنگ کا خطاب دے کر زلزلہ ہی کا سردار مقرر کیا۔ لیکن ڈوروز ہی میں اس نے اپنے باپ کی وصیت کے خلاف قتل عام شروع کر دیا۔ فوج کے بخشی اور دولت رائے کو مار ڈالا اور اپنے خلیفوں اور ملازمان قدیم کو توپ کے منہ پر اڑا دیا۔ اور آخر کار سرکار سے جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ اور اس کا چھوٹا بھائی جو حاضر دربار تھا وہ اختتام جنگ کو سازشی خطوط کھینچنے لگا اور اس لئے اس کو گرفتار کر کے قتل گاہ لکھنؤ میں قید کیا گیا۔ (سوانح نظام علی خاں میں یہ واقعہ درج نہیں ہے)

حضور نے دربار منعقد کر کے معرکہ زلزلہ کے لئے تیاری کا حکم دیا اور گھانسی میاں کو طلب کر کے روانہ فرمایا جو ایک پل میں بودھن پہنچ گئے اور اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد خود حضور شہر سے نکلے اور خیبر میں قیام کیا اور حسب الحکم سب درباری حاضر رکاب ہوئے۔

جب دلاور جنگ فرنگی میدان میں آیا تو گھانسی میاں جلدی سے اس کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے اور صلہ داروں کی مدد سے ایسی شکست دی کہ دلاور جنگ سے ہاتھی اور گھوڑے بیک چھین لئے۔ اس کے بعد گھانسی میاں کی شجاعت اور سخاوت کی بڑی تعریف کی ہے۔

جب اس جنگ کی اطلاع نظام علی خاں کو پہنچی تو وہ

قلعہ بگتیاں کے محاصرہ کے لئے دولت رائے کو کریم داد خاں یکے تازہ جنگ، شجاعت جنگ، غلام علی وغیرہ کے ساتھ روانہ کیا۔ جس پر سخت مقابلہ کے بعد ۲۸ محرم ۱۱۹۷ھ کو قبضہ ہو گیا۔ اور یکم صفر کو خود نظام علی خاں وہاں پہنچ گئے۔ ۵ صفر کو تمام فوج گودادری پار کر گئی اور اختتام جنگ کی فوج کو بمقام چٹیاں (قریب زلزلہ) شکست ہوئی۔ آخر کار ۱۴ ربیع الاول کو اختتام جنگ دربار میں معافی کے لئے حاضر ہوئے۔ ان کا قصور معاف کر کے آصف جاہ ثانی نے ظفر الدولہ کا خطاب دیا اور صوبہ داری ایلیچ پور پر مامور کیا۔ زلزلہ کی قلعہ داری بہرام علی خاں برہان الدولہ نامزد ہوئے۔ اور وہاں سے بہت سارے نقد ہاتھ آیا۔ اس واقعہ کو کتاب نظام علی خاں حصہ دوم میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس رزم نامہ کا مصنف بھی اس معرکہ میں غالباً شمس الامرا کے ساتھ تھا اس نے اپنے چشم دید واقعات لکھے ہیں اس لئے اس نظم کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

ضابطہ جنگ جب امر حق سے بیا رہوئے تو اپنے بیٹے کو بلا کر زلزلہ کے لئے چار وصیتیں کیں۔ پہلی یہ کہ مجھے اس باغ میں دفن کرنا جو میں نے زلزلہ میں خاص اہتمام سے بنایا ہے۔ دوسری یہ کہ میں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے نوکری کی جنگ اور دولہ کا خطاب حاصل کیا اور زلزلہ میں مال کے انہار جمع کئے۔ جیسی میں نے اپنے خداوند نعمت کی اطاعت کی تم اس سے زیادہ کرنا درنہ زلزلہ کے لئے کئی دشمن دربار میں موجود ہیں۔ تیسری یہ کہ جب حضور پُر نور اوپر آئیں تو اپنی سعادت جان کر ان سے طو درنہ زلزلہ کے لئے تمہیں ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ حضور نہایت رحیم و کریم اور اپنے فدویوں کے قدر دان ہیں، وہ تمہاری بھی قدر کریں گے۔

جگتیاں کے قریب آگئے اور اپنے صاحبزادہ کو جلد پونا روانہ کیا۔
دو پہے رائے کو جگتیاں کے محاصرہ کے لئے حکم ملتے ہی اس نے قلعہ
کو گھیر کر گولوں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ اہل قلعہ گھبرا گئے اور مجبور ہو کر
قلعہ حوالے کر دیا۔

جگتیاں دیکھ کر حضور گنگا (گودادی) پر آئے اور اعتشام جنگ
کے یہاں فرمان بھیجا کہ جان کی امان دی جاتی ہے اگر اب بھی
مان لے۔ لیکن اس نے نہ مانا تو حضور نے گنگا پار کرنے کے عزم
سے کوچ کیا۔

جب لشکر فیروز پٹیال کے متصل آکر اترا تو دشمنوں نے
شب خون مارنا چاہا اس لئے پہلے چورسے راجا نے جا کر حملہ کیا
اور پھر سدی عبداللہ اور سدی عہتر نے جا کر صف باندھی۔ ایک
طرف سے نادر جنگ پہنچے اور دوسری طرف سے سید عمر۔

جب سید عمر کی لین سے گولے چلنے لگے تو دشمن بھاڑ کے
چوڑی طرح اڑاڑ کے گرنے لگے۔ اور کشتوں سے میدان بھر گیا۔
زمین سے آسمان تک بارود کا دھواں چھا گیا۔ گولے اولوں کی
طرح برسنے لگے۔ (یہاں دو بند جنگ کے مناظر سے متعلق بہترین
لکھے گئے ہیں) یہی حال صبح تک رہا۔ صبح حضور نے فوجوں کا مجرا
دیا۔ اس کے بعد لڑائی شروع ہو گئی۔ گولوں کی بوچھاڑیں صورت
آگئے۔ اس نوجوان سردار کی موت سے تمام فوج کو رنج ہوا
اور جب حضور نے سنا تو فرمایا۔

میت ہے صد حیف ہے افسوس ہے اسے داہ دل

کیا جواں مارا گیا سردار نرمل کے لئے!
غرض گولوں کی جھڑی برس رہی تھی کہ شجاعت جنگ
نے گھبرا کر لوہے کی کڑی توڑ کر اپنی عاری کی چھتری کو گرادیا۔
اور ادھر یہ خبر ملی کہ سید عمر کی لین پر سخت بار پڑ رہا ہے تو حضور نے
غضبناک ہو کر اپنی فوج کو حکم دیا کہ:-

دیکھتے کیا ہوا ہے اہل رزم اے شیران جنگ

ہاں اوٹھا گھوڑے کر دہ تہ تیغ مدد کو بے رنگ
یہ سنتے ہی تمام اہل فوج تلواریں چاروں طرف سے کود پڑے۔
اور ادھر زور آدر جنگ نے ہاتھی سے اوتر کر وضو کیا اور سات
فتح و ظفر تک دعا مانگتے رہے کہ:-

فتح دے دے غافل جبار نرمل کے لئے

اس اثناء میں ایک طرف سے سیف جنگ فوج نے کر
ہے درنگ میدان میں بچھڑے۔ اور ایک طرف سے غلام امام خاں
گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور نادر شاہ کی طرح دشمنوں کو مارنا
شروع کیا۔ پردیش علی خاں بھی شیر نبرد کی طرح مدد کے لئے دوڑے
اور ان کے ساتھی سواروں نے دشمنوں کو گرد میں چھپا دیا۔
ایک طرف ابھرتے جنگ دشمنوں کو مار رہے تھے اور ایک طرف
سربلند جنگ نسیم کی طرح پہنچے اور قتل کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ
ہوا کہ حضور کو فتح عظیم نصیب ہوئی۔ اعتشام جنگ کے جشی اور
روہیلہ کب تک مقابلہ کرتے اور کیونکر جیتے جب کہ ان کا مقصد
اچھا تھا: تھاج پوچھیئے تو شمس الملک (شخص الامرا) اگر ایسے
شیر ز اور رستم ختم سردار جمع نہ کرتے تو اس جنگ میں فتح نہ ہوتی۔
اس جنگ کے کشتوں کی تعداد اس سال ہجری کے اعداد کے مطابق
ایک ہزار ایک سو ستاونے تھی۔

اس شکست کے بعد اعتشام جنگ نے اپنی ماں کے کہنے کے

مطابق منغل ہو کر اپنی جان کی امان مانگی اور حضور نے قبول کر لیا۔
وہ مات باندھ کر آیا اور حضور کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور اپنے
قصور عقل کا اقرار کیا۔

جب حضور نرمل میں داخل ہوئے تو اعتشام جنگ باناسا
ہی میں فروکش تھا اور ابھی اس کے ذہن میں خیال باطل موجود
تھا۔ جب حضور کے سامنے یہ اندیشہ پیش کیا گیا تو انہوں نے منورہ کر

ہے کہ ہدایت نے بھی حیدر آباد کو شہری ضروریات کے تحت اس شہر کے پہلے اردو شاعر محمد علی قلع شاہ کی طرح حیدر نگر دکھا ہے۔ اور کمال یہ کیا ہے کہ بظاہر تو طغیان کا بیان لکھا ہے لیکن اس کا اصل مقصد (یعنی ارسطو جاہ کی ہجو نگاری ہے) بھی پورا ہو گیا ہے چونکہ ۱۸۳۰ء کی طغیانی ایک تاریخی واقعہ ہے اس لئے شاعر نے جو چشم دید حالات قلمبند کئے ہیں ان کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے :-

ہندوستان سے ایک نجومی حیدر آباد آیا اور راستے میں پوتھی کھول کر بیٹھ گیا اور کہنا شروع کیا کہ عید قرباں کے ساتھ ہی شہر میں آفتیں نازل ہو جائیں گی۔ چار مینار پر اس زوہ سے بجلی گرے گی کہ اس کی کڑاک سے لوگوں کی آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ عورتوں کے پیٹا گریں اور بچے مرجائیں۔ اونچے درخت کے برابر شعلے نکلیں گے۔ اس کے بعد ابر تاریک چھا جائے۔ تین دن تک سورج نہ نکلے سانپ اور کچھو آسمان سے برسیں۔ توپوں کی طرح بادل گریں اور گولیوں کی طرح مینہ کے قطرے برسیں۔ تین روز اس شدت کی بارش ہوگی۔ دوسری محرم کو موسیٰ ندی میں اس زور کی طغیانی آئے گی کہ آدھا شہر ڈوب جائے گا۔ اور بہت سی مخلوق مرے گی۔

نجومی تو یہ کہہ کر اٹھ گیا۔ اب لوگ پریشان پھرنے لگے۔ اتفاق سے اسی تاریخ جب کہ سنہ ہجری پورا بارہ سو تھارہ موسیٰ میں طغیانی آئی۔ ہزاروں آدمی بہہ گئے۔ شہر کے حصار کو جا بجا سے توڑ کر پانی بیچ شہر تک آگیا۔ اگلی طغیانوں سے موسیٰ ندی کی یہ طغیانی کسی طرح کم نہ تھی۔ پل سے چار میل تک ایک تختہ آب بن گیا تھا۔ لوگ درختوں پر اس طرح چڑھے ہوئے تھے جیسے منصور دار پر ہوں۔ گھانٹ پھونس کی طرح آدمی بہہ رہے تھے۔ اور ہر اک لٹ کھوٹ میں معروف اور شاداں تھے۔ دو تین

امتنام جنگ کو جوا بھیجا اور اپنے فیصل فاصہ پر بٹھا کر سیر کے واسطے لے گئے۔ اور اوپر بارگاہ خاص کے آدمیوں نے بالاحصار میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔ اور اس عقلمندی سے ایک اور مرحلہ طے کر لیا گیا۔ اس کے بعد امتنات جنگ کو برابر کا صوبہ دار بنا کر روانہ کیا۔ اور خود نرمل کی سیر میں مصروف ہوئے۔ لوگوں نے فتح کی نذریں گزرائیں۔

میں نے بھی یہ نظم اس شہر (نرمل) کی یادگار کے لئے ایک ہی روز میں دوپہر تک لکھ ڈالی اور اس کا نام رزم نرمل رکھا۔

آغاز :-

غنیہ لب کر کے وایکبار نرمل کے لئے
کر شکستہ فکر کا گلزار نرمل کے لئے
کھول کر مضمون کا منقار نرمل کے لئے
بہل دل یوں کیا اقرار نرمل کے لئے
دل میں ہے کچھ کیجئے گفتار نرمل کے لئے

اختتام :-

اجرا اس جنگ کا جس دن ہوا سارا تمام
یادگاری واسطے اس شہر کے اے نیک نام
روئے خمیں سخن کو دیکھتے ہی صبح شام
دوپہر میں لکھ ہدایت رزم نرمل رکھ کے نام
ایک دن میں یہ کہا اشعار نرمل کے لئے
ترقیمہ :-

”۲۲ محرم شبہ سنہ ہجری نوشتہ شد دکن پورہ“

۴- قصیدہ بکھر سخن

یہ ۲۵ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں شاعر نے موسیٰ ندی کی اس طغیانی کے چشم دید حالات بیان کئے ہیں جو سنہ ۱۸۳۰ء میں آئی تھی اور جس سے شہر حیدر آباد کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔ عجیب بات یہ

پوچھا میں باغبانِ خرد سے یہ دیکھ رنگ
کہ کس سبب خوشی کا یہاں اشتہار ہے
اس کے بعد شمس الملک کی مدح نہایت تفصیل سے لکھی ہے جس میں
ان کی شجاعت، تلوار، سپر، گرز، اور اس پابلق وغیرہ کے
وصفات ہیں۔ اور پھر ان کے فرزند امام جنگ کی مدح شروع
کی ہے جس میں ان کی ذہانت، ہونہاری، شریف دوستی،
سپاہی زادوں پر نظر عنایت وغیرہ کی تفصیل بیان کی ہے۔
آغاز :-

فصلِ خوشی کی آج عجائب بہار ہے گلشن میں ان کے عیش کی ہر سونگ
یرِ نریت انبساط ہے شیشے میں سرو کی ساقی کا دور لطف و کرم بے شمار ہے
اختتام :-

بدخواہ اس کے گھر کا شتابی سے ہوئے فنا
خدا داں رہے وہ اس کا جو کوئی دوستدار ہے
ہیں کہیں دعا پہ ہدایت سے سن ملک
یہ ہی ترے سے عرض اے پروردگار ہے
ترتیب :-

”۲۲ محرم شعبہ ۱۲۸۰ نو شہر شد۔“

اسی ترتیب پر یہ مجموعہ ختم ہوتا ہے۔

(۱۰۴) ماحویہ نظمیں [۱۶۲]

اوراق - ۶ - ۲۴ شعر فی صفحہ -
تقطیع - ۸ x ۵ - خط نستعلیق شکستہ -
مصنف - افسق - سنہ تصنیف ۱۲۸۰ھ -
کاتب - افسق - سنہ کتبت ۱۲۸۰ھ -

اس مجموعے میں ہدایت کے دو مجموعہ تصدیق اور ایک
شمس شامل ہے۔ اس میں شاعر نے اپنا تخلص بجائے ہدایت

پہ کے بعد جب طغیان کا زور گھٹا تو لوگوں کو اطمینان ہوا۔
اس واقعہ کے بعد ایک روز علی الصبح وہ بخوبی مجھے پھر
نظر آیا۔ میں نے پوچھا ”اے جوڑے اتنی بڑی جھوٹ کیا فرمادی تھی
بیٹ کو مانگ لیتا تو مل جاتا۔ نہ وہ کبھی گری نہ وہ خورشید چپ گیا۔
نہ آسمان سے سانپ اور پھوگڑے“ اس نے جواب دیا ”اے
صاحب! یہ سب غضبِ الہی محض اس شخص کی وجہ سے نازل
ہو رہا تھا جس کے ظلم و ستم سے اس غمہر کی مخلوق نالاں ہے اور
جوانی ملک کی دولت پر قبضہ کر کے مغرور بن گیا ہے۔ لیکن جو ناک
خیر! صف جاہ بندہ پرور، سخی، کریم، اور ذات حق کی صفات
سے مہرزیں اس لئے ان کی نیت کی وجہ سے یہ بٹائیں سب
وہ ہو گئیں۔“

آغاز :-

گوشِ دل سے سوائے اہل شعور تازہ حیدر نگر کا ایک مذکور
مند سے ایک دن جو نکلا اک بخوبی وہاں زراہ دور
اختتام :-

سب حسنِ نیت اس شہر کے ہوں بلیات یہ جہاں سے دور
سن کے یہ بات اے ہدایت تب دل کو مائل ہوا بہت سرور
نوں ترتیب نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی قصیدہ گلشن بہار شروع کر دیا گیا ہے۔
۵۔ قصیدہ گلشن بہار -

اس قصیدے میں نواب تنج جنگ شمس الدولہ شمس الملک
شمس الامرا کے فرزند نواب امام جنگ کی شادی مکتب یعنی تقریب
بسم اللہ خوانی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اور اس طرح غاصر
نے اپنے ممدوح اور ان کے فرزند کو اس تقریب میں مبارک باد
اور دعا کی نذر دی ہے۔ اس میں (۶۵) اشعار ہیں۔

پہلے بہار یہ تبغیب لکھی ہے جس کا گریز اس شعر
سے کیا ہے :-

اختتام :-

جہاں آباد میں ساجد تھا ایک جو اخرج

یہ بیٹا اس کا دکن میں ہے بے حیا بدنام

زباں نموش اے افسق نہ کر تو اس کی اجو

کہ ہو گا اس کے نواسے سے اب تجھی کام

ترقیمہ :-

”بیچ الادل سلازہ رد کیشہ بہت عمر نوشتہ شد“

۲۔ محسن شب خوں ٹیپو سلطان

اس محسن میں ۱۲ بنا ہیں اور اس میں اس تاریخی

شب خوں کا ذکر ہے جو بمقام شاہ نور ۱۱ صفر ۱۲۰۰ ہجری کو

ٹیپو سلطان والی میسور نے حیدر آباد اور مرہٹوں کی متحدہ

فوجوں پر مارا تھا۔ تاریخوں میں اس واقعہ کا ذکر ہے لیکن

اس کی تفصیلات درج نہیں ہیں۔ حسن اتفاق سے اس

شاعر نے محققین کے لئے اس کی تفصیل بھی محفوظ کر دی ہے

اس لئے اس کا خلاصہ درج ذیل ہے :-

ابتدا میں شاعر اپنے زمانے کے ظلم و ستم کی شکایت

کرتا ہے۔ اور غالباً اسطو جاہ کو ملک کی ساری خرابی کا باعث

گردانتا ہے۔ اسی سلسلے میں وہ ظالموں کو رات بھر

بد دعا دیتا رہا اور صبح ہی کہتا ہوا باہر نکلتا تو معلوم ہوا کہ

شہر میں ایک قاصد آیا ہے جو یہ خبر لایا ہے کہ :-

”فلان طرف قہر خدا نازل ہوا۔ ایسی گولیاں ہیں

کہ اس شب خون کے دیا میں سب پیرو جواں ڈوب گئے۔

جو زندہ بچے وہ قہر ہو گئے اور جو مر گئے وہ رنج سے

چھوٹے۔ ۱۱ صفر ۱۲۰۰ء کو جب دونوں لشکروں (یعنی مرہٹہ

اور نظام) کو غافل پاکر ٹیپو نے شب خون مارا تو اہل سپاہ

برہنہ سر بھاگے اور راستوں پر لوگوں نے جمع ہو کر پوچھا شروع کیا۔

افسق لکھا ہے۔ لیکن کاغذ، قلم، طرزِ تحریر وہی ہے جو اس سے

پہلے کے دو مجموعوں کا ہے۔ اس لئے جیسا کہ ہم نے مخطوطہ نمبر ۱۰۳

کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ہدایت اور افسق ایک ہی شاعر ہے۔

ہجو یہ نظموں میں وہ افسق تخلص کرتا ہے اور دیگر کلام میں ہدایت۔

ان تینوں نظموں میں بھی شاعر نے ایسی باتیں لکھی

ہیں جو اُس زمانے کی تاریخ و کن پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

اس لئے ان کا اجمالی تذکرہ درج ذیل ہے :-

۱۔ قصیدہ ہجو اخرج

اس میں ۱۱۶ اشعار ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

مصنف شیعہ مذہب کا پیرو تھا اور اس کے زمانے میں بھی

مبدعیں ہوا کرتی تھیں جن میں شیعوں کے علاوہ سنی اور غار جی

بھی شرکت کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایام عاشورہ میں ایک مجلس

میں گیا تھا وہاں ایک شخص نے یزید پر بدعت بھیجے سے انکار

کر دیا۔ جس کی بناء پر مذہبی معاملات پر مباحثہ ہوا۔ شاعر اس

شخص کی تفصیلی ہجو لکھتا ہے جس میں اس کے باپ سعادت

نانا گھنسام اور اس کی بیوی مبارز خاں کی کنیز کے متعلق بھی نہایت

محسن اشعار شامل ہیں۔ مصنف نے مرزا رفیع سودا کی ہجو سووی

ساجد کی تقلید میں یہ قصیدہ لکھا ہے۔ اور اس کی طرف آخری

اشارہ میں اشارہ بھی کیا ہے۔

آغاز :-

ہے یہ سوال مرا تجھ سے چرخِ نافر جام

خلل یہ کیسا ہے تجھ سے بہ دینِ خام

دو فرقی خلقتِ حق سے جو ہیں گے آدم سے

سو لینے اہل کشتت اور صاحبِ اسلام

ترقیمہ :-

”نعت ۳ ربیع الاول السنۃ ۱۰۰۰ھ شہرہ پیر دربار آباد
راقرہ مصنف“

۳۔ قصیدہ زلزله فلک

یہ ترن اشعار کا قصیدہ ہے جس میں نہف شیر الملک
ارسلو جاہ کی جو ٹھکی گئی ہے۔ ابتدا میں زمانے کی شکایت کی ہے
کہ غریب اور غلوم۔ وزیر پریشان حال ہیں اور ظالم مزے
اڑا رہا ہے۔ ارسلو جاہ کا شاعر پر اتنا رعب طاری تھا کہ وہ
قصیدے میں معاف طور پر نام نہیں لیتا۔ بلکہ اس نے اشعار ذیل
کے ہر مصرع کے ابتدائی حرف سے ان کا خطاب شیر الملک
ظاہر کیا ہے۔

مصلحت کی میم ہے جس کی بلا ہو سے نرزل
شور و شرک شین سے جس کی براك دل کاٹلے
یا نے یاری سے جو نقصاں جس کے (کہم خبرہ)

”ایسے رسم ظلم رائے رحم کے اوس کی (کہم خبرہ)
ان اشعار سے قبل ارسلو جاہ کا نام نہ لینے کا ذکر یوں کرتا ہے :-
لینے ایسے سخت ظالم کو خدا سے ہٹا۔ مسند ملک ستم کے شامیانے کے تیلے
نام کے لینے جو جسکے باغ سوچا لیں۔ سورہ نظر مل سوچیم تو آسودہ
بس جو ایسا ہووے اور۔ ہلا کو دیکھا۔ ذکر کر کے اور اوس کا اسم اب ہرگز نہ
آخر میں اس امر کی دعا کی ہے کہ ہم اوس ظالم کی لاش جلد
ہاتھی کے پاؤں تلے دیکھیں۔ جو دوسروں کو بھیجے منگواتا ہے وہ
خود بھیجے مانگنے لگے۔ یا غیب سے اس پر ایسی مصیبت پڑے کہ
مرغ بسل کی طرح تر پڑنے لگے۔ شاہ آصف تا ابد سلامت رہیں اور
ان کی بلا ہو خواہوں پر ملے۔ ان کی دولت و اقوال کا طبل سدا
بجتا رہے اور ان کی ریاست کے نقش کا سکہ مشترک چلتا رہے۔
شاعر کی دوسری دعا تو قبول ہوئی لیکن پہلی متنا اس کے

کہ یہ سب لوگ کہاں ڈوبے۔

قاصد نے جو باتیں دو رو کر بیان کیں ان کو کیا
بتاؤں۔ جب مرہٹے نے سب لشکر ساتھ لیا اور بدامی سے
”کر شاہ نور کے قریب قیام کیا تو وہاں یہ سب مل کر تباہ ہوئے۔
ہبت سے تو وہیں مر گئے لیکن اکثر لوگ جنگل میں بھاگ گئے۔
ان کے ساتھ تہو و جنگ اور گھانسی میاں بھی تھے جو گویا
محرزیت میں ڈوب گئے۔ مرہٹے اس بری طرح بھاگے کہ ان
کو کسی بات کی سُدہ نہ تھی“

معلوم ہوتا ہے کہ شاہ شیبو سلطان کے خلاف نظام
اور مرہٹوں کے اتحاد سے ناخوش تھا۔ درہ وہ اس شب نون
اور شکت پریشانی کے واقعہ کو اس طرح بیان نہ کرتا۔ غاصک
گھانسی میاں کا تو وہ بڑا مداح ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ
یہاں اپنے جذبات کو چھپانہ سکا۔

آغاز :-

خیال شکوہ گردوں کے گرچہ میں زماں ڈوبے
تو کیوں نہ بحر حیرت میں سخن کا خانماں ڈوبے
بہا ہے موج اس معنی میں کر دل گستاں ڈوبے
کہ آفات فلک سے مرد کا نام و نشان ڈوبے
نہ ڈوبے اور وہ ظالم کہ جس سے سب جہاں ڈوبے
افتخام :-

کہ پیر اوس نے کیا بولوں اسے نعت بات اس بن کی
کہ بھاگے مرہٹے ایسے نہ سُدہ اون کو رہی تن کی
خدا ابر لاوے پیر اون کی ظفر کی آرزو من کی !
عدو سے لفظ اختر کے لکھا تاسیخ اوس رس رن کی
صغے پر دل کے ہاتھ نے دو جب نواب و خاں ڈوبے

ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے اسی طرح ایک بڑا دیوان بھی مرتب کیا تھا۔ اس نسخے میں تین قصیدے درج ہیں۔ ۱۔ صدمات زمانہ ۲۔ تزلزل آفاق ۳۔ تزلزل آفات۔ ان میں سے دوسرا قصیدہ اسی شاعر کے دو اور مجموعوں (دیکھو محظوظ نمبر ۱۰۲ و ۱۰۳) میں درج ہے اور اس کا تفصیلی ذکر محظوظ نمبر ۱۰۲ میں کیا جا چکا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو مصنف ایک طویل اور محرکتہ آثارا قصیدہ ہونے کی وجہ سے بہت اہمیت دیتا تھا۔ اس لئے اپنے تین مجموعوں میں دوسرے قصائد کے ساتھ اس کو بھی نقل کیا ہے۔

بقیہ دو قصیدوں کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) قصیدہ صدمات زمانہ

یہ (۵۱) اشعار کا قصیدہ ہے جس میں تاریخ دکن کے ایک مشہور واقعہ کو قلمبند کیا گیا ہے جو ۱۷۵۷ء کے جشن سالگرہ آصف جاہ ثانی سے متعلق ہے۔ اس سال آصف جاہ ثانی نے گولکنڈے میں ایک نیا محل (جو آج کل موتی محل یا نو محل کہلاتا ہے) بنایا تھا اور اسی میں مقیم تھے۔ نئے مکان کی کھربانی کی تقریب میں یہاں ایک دینا بازار قائم کیا گیا جس میں نفائس و جواہر کے علاوہ ہاتھی اور گھوڑے بھی بغرض فروخت ہیا کئے گئے تھے۔ آصف جاہ ثانی اور ان کے امرا اس دینا بازار کی دلچسپی میں منہمک تھے کہ ایک پالتو بندر نے حضور کے ہاتھ کو زخمی کر دیا جو ایک ہیمینے کے بعد اچھا ہوا۔ اس کی خوشی میں غسل صحت و سالگرہ کا جشن قرار پایا جس کی تیاری ذاب ارسلو جاہ کر رہے تھے کہ ایک روز دربار میں حیدر علی بیگ جمدار (علاقہ ارسلو جاہ) نے اپنی جاگیر کی ضلعی اور قرضداری کی شکایت کی اور اپنے ہمراہیوں کو نذر کے لئے پیش کرتے کرتے اپنی کٹار نکال لی اور ہاتھ آگے بڑھا کر کہنے لگا کہ ”حضور یا تو مجھے اس سے ذبح کر دیں یا مقدمہ جاگیر و تنخواہ سپاہ کا فیصلہ فرمائیں“ ارسلو جاہ

دل کی دل ہی میں رہ گئی ہوگی کیونکہ ارسلو جاہ آخر دم تک مختار و ممتاز رہے اور نظام علی خاں آصف جاہ ثانی نے ان کی لڑائی کی شادی دلی عہد سلطنت سے کر کے ان کو اور بھی مغتر فرمایا۔ آغاز :-

بارش جو رنگ کے دیکھتے دے زارے

جوش موج غم۔ کیوں نہ بزدل اکیلے

خشک ہو جب قحط بے آبی و دریاے غوضی

ماہی بے آب ساتھ کیوں نہ ہر اک تلمی

اختتام :-

تا بد رہوے سلامت آصف شاہ جہاں اور بلا اسکی ہوا فوہوں کسبہ پر تلے
دولت اقبال کا باجے سد اوں کھل سکد نقش ریاست اوں کا نامہ سیریلے
کوئی ترقیہ نہیں۔

(۱۰۵) دیوانچہ [۱۷۴]

اوراق ۱۳۔ سطور ۲۴ فی صفحہ۔

تسطیع ۵ × ۸ خط نستعلیق۔ عنوان اور حدودیں مرغی میں۔

مصنف۔ افسج۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۰۳ھ

کاتب۔ ۔۔۔ سنہ کتابت ۱۲۱۳ھ

اس مجموعے میں افسج کے تین قصیدے ہیں۔ افسج اور ہدایت ایک ہی شاعر کا تخلص ہے۔ اسی شاعر کے تین اور مجموعوں کا ذکر اس سے پہلے کر چکا ہے۔ وہ تینوں مجموعے مصنف کے ابتدائی مسودے تھے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کتابت کے بارہ سال بعد مصنف کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان پر نظر ثانی کر کے ذرا خوش خط لکھے۔ چنانچہ یہ مجموعہ خاص اہتمام کے ساتھ سوخ جدولیں کھینچ کر لکھا گیا ہے لیکن خط ان چاروں مجموعوں کا ایک ہی ہے۔ اس مجموعے کا نام مصنف نے دیوانچہ رکھا ہے جس سے

ہوتا ہے یہاں آیا وہ شخص پہلے تو ٹھیک طور پر ملا لیکن بعد کو اتنا ستایا کہ آخر کار اپنے گھر میں ناخوری کی خدمت دہل روپے ماہوار پر قبول کرنے کی خواہش کی اور کہا کہ اگر اس سے زیادہ کی خواہش ہے تو اس ڈینا کو یاد کرو تو میری دادی صاحبہ کہے ہاتھ سے چھین لے گئے تھے اور جو کروڑ روپے قیمت کی تھی۔

میں اس کی جھوٹ پر خاموش ہو کر چلا آیا لیکن ہزاروں گھالیاں دل میں دیتا رہا۔ اس کے ایک ملازم نے ہا کہامیاں منظور تھاری کیا شامت آتی تھی جو تم ایسے انسان کے بھروسے پر چلے آئے جس کی بدی سے شیطان بھی عاجز ہے۔

ابھی ہم میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ چوک میں لوگوں کی جھگڑا جج گئی اور شور ہوا کہ امیر کے گھر میں تلوار چل رہی ہے۔ راستوں سے زخمی جانے لگے۔ معلوم ہوا کہ حمید بیگ نے دارکار ریاست پر فتنہ و فساد کی غرض سے نذر دینے کے بہانے سے تلوار کھینچی ہے۔ اہل کار ریاست نے جرات کر کے ٹالنا چاہا تو اس کا

ہاتھ زخمی ہو گیا۔ اس پر تلوار چلی اور دو چار وہیں گر گئے اور بہت سے زخمی ہوئے۔ حیدر علی بیگ کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ زخمیوں کو فید کر کے حضور کے حکم سے قلعہ گو لکنڈہ بھیج دیا گیا اور ان کے گھر لوٹ لائے گئے۔

یہ حال سن کر خواجہ سرا سیاں منظور نے کہا کہ اگر ظالم کی جان بچ گئی تو کیا جو اس کی خصلت تو بد ہے۔ اب اس کے خزانے میں زر نقد اور اصطلیل میں ماش صدقے کی داخل ہو گئی۔ ایسی صورت میں اگر محتاج لوگ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگیں تو کیا عجب کہ جو شخص نادک تیر جفا سے کسی کے دل چھیدا ہے اس کے بدن کا ہر زخم سونا سوربن جائے۔ اور اس کے زخم میں مرہم کافر زہر کا کام کرنے لگے۔“

اس تمام قصے میں ارسلو جاہ کا کہیں نام نہیں لیا۔

درمیان میں آکر کنا پھینے لگے اور اس کو شش میں ان کا ہاتھ زخمی ہو گیا۔ خون بہتا دیکھ کر ان کے ہوا خواہوں نے حیدر علی بیگ اور اس کے بعض ساتھیوں کو وہیں قتل کر دیا۔ اور حضور نے ارسلو جاہ کی صحت تک جشن کو ملتوی کر دیا۔ (تفصیل کے لئے دیکھو نظام سلی خاں از سراج الدین طالب ۱۵۶۷)

اس واقعے کو افسق نے شاعرانہ انداز میں بیان کیا ہے۔ لیکن بجائے گو لکنڈے کے اس کو خاص شہر حیدر آباد کے واقعے کے طور پر پیش کیا ہے چونکہ وہ اس وقت شہر میں نہ چود تھا اسلئے اس کا بیان اہم ہے اور آئندہ بہرین تاریخ کو اس سے درد ملے گی اس لئے اس قصیدہ کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ”میں صفو کا غنڈ پر زمانے کے صدقات بیان کر رہا ہوں۔ اس زمانے میں ظلم ہلاکو، طوفانِ نوح اور غور غور دو کی یاد تازہ ہو گئی ہے۔

میں لوگوں کے ظلم و جفا پر سوچ رہا تھا کہ کسی ضرورت سے چوک کی طرف گیا وہاں شمالی ہند کے ایک دوست، خواجہ برامیاں منظور سے ملاقات ہوئی۔ وہ پریشان حال کھڑے تھے میں نے حیرت سے پوچھا کہ یہ کل کی بات ہے کہ تم ملک ہند میں امیر با مقدر تھے اور آج ایسی کیا گزری کہ پٹیا پرانا جوتا پہننے پر مجبور ہو۔

میاں منظور نے رد کر تیرہویں صدی کی شکایت کی اور کہا کہ میں ایک دوست کی تلاش میں ہند سے نکل کر متھرائی طرف آیا تو معلوم ہوا کہ وہ تاج کل کار دکن پر معور ہے۔ اس کی دادی جو شوخ مزاج اور وحشیہ تھی محل خاص کی اسیلوں میں تھی اور ایک وقت خراب پوشیدہ کام کی وجہ سے پکڑی گئی تھی تو میں نے اس کی جان و آبرو بچالی تھی۔

غرض اس بھروسے پر کہ نجیب آدمی اپنے محسن کا مشکور

لیکن اصل میں اپنی کی جو مقصود ہے کیونکہ اس وقت وہی کار
ریاست پر موقوف اور اپنی کا ہاتھ حیدر علی بیگ کی کٹار سے
زخمی ہوا تھا۔
آغاز :-

کروں ہوں عفو کا غد : بے قلم سطور سنو زمانے کے صدائے گانیا مذکور
اٹھاپل میں بلا ہی جس کے صدے سے : ہوئے نمود علامات روز نفع نشتہ
انتہام :-

ستم کی تیغ سے زخمی ہو چکی جان بسر : ہوزہر اس کی جراحت پہ مرہم کا فور
بشاش نہر ہوسر ستریک اہل کرم : اے آفتی اونکے درے گھر کو پہنچاؤت

۲۔ قصیدہ تنزل آفات

(۱۳۰) اشعار کا ذوالطلبین قصیدہ ہے جس میں شیر الملک
اسلو جاہ کی تفصیلی جو نگہی ہے۔ ابتدا میں زمانے کی حالت بیان
کرتا ہے کہ آج کل خواہ کوئی ہنر اختیار کریں پریشانی اور نقصان کا
باعث ہے۔ یہاں بے ہنر کو ہنرور سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی دُور
کی زندگی کے تئیں کے واسطے ایسے دارالمہام کی ملازمت کرے جو
خیر خواہان آصف جاہ کا بد خواہ ہو تو کیا فائدہ۔ اس کے بعد دوسرا
مطلع شروع کرتا ہے کہ :-

میرے کلام کی اس شوخی کو دیکھ کر عقل نے کہا کہ کیوں
نہیں ایسے دارالمہام کی ایک زبردست جو لکھتا۔ اس کے بعد جو
شروع کی ہے جس کے اکثر شعر فحش ہیں۔

اسلو جاہ کی پیدائش سے لے کر اس باپ اور استاد کے ساتھ بڑاؤ
تعلیم کی حالت، شادی کا ایسے روز ہونا جس روز کے نادر شاہ نے
ہندوستان میں قتل عام کیا تھا بہر حال تمام نوحیتیں اور برائیاں بیان
کی گئی ہیں۔ اس کے بعد کہا گیا ہے کہ اُن کے گھر پر ایسا اثر و عام رہتا
جیسے کوئی مر گیا ہے۔ پھر اُن کے جسم، حلیہ، چال، آواز، گھوڑے

ہاتھی، مکان، تہ خانے اور باغ کی تفصیلی جو نگہی ہے۔ ان کے
مکان کی تعمیر کی تاریخ لفظ دارنظم (۱۱۹۷ھ) سے لگائی ہے۔

ان کے ملازمین اور پیامیوں کی بھی جو نگہی ہے اور کہتا ہے کہ
یہ سب محمد نظام کی برادری کے لوگ ہیں۔ انہوں نے دھوبی کو رسالہ
اور جو لاپے کو پیشکار بنایا ہے۔ اس کے بعد ان کے بھیا رول کی جو نگہی :-

اُن کے دفتر میں دیوان، بخشی، کوتوال، عرض بیگی، قاضی
اور منشی وغیرہ ایسے لوگ ہیں جن کے باپ کا نام تو عبدالشکور ہے اور

مال بینگی ہے۔ کسی کی ذات مومن ہے، کسی کا وطن گمن پورہ ہے۔
کسی کی بیوی کسی ملایا امام کی داشتہ ہے۔ یہ لوگ دن کو تو خدا کا نام

لے کر مزدوری کر لیتے ہیں لیکن رات کو محمد کے نام کی بھیک مانگتے ہیں۔
دوسرا شکر تو عذی کے پار نکل جاتا ہے اور یہ لوگ ابھی

گھاؤں ہی میں کوچ یا واپسی کی خبر پوچھتے رہتے ہیں۔ ان کا منشی
قصاب کی اولاد سے ہے جو گائے کی چربی چرا لیتا ہے۔ اسی طرح
ہر عہدہ دار کی تفصیلی جو نگہی ہے۔

پھر اسلو جاہ کی سواری کا ڈھنگ، دستخط کی شکل، عادات
و اطوار، غرض ہر بات کی تفصیل درج ہے جس سے مورخین کو بڑی
مدد مل سکتی ہے۔ آخر میں اُن کے مذہب کے متعلق لکھا ہے کہ :-

کیونکر کہیے شیعہ کہو اس پلید کو
ضبطی میں بارگاہ رکھے جو امام کی

اس کے بعد دو تین شعر شمس الملک اور بالاجی رائے کی
درج میں لکھے ہیں۔ کیونکہ انہی کی وجہ سے وہ ہمیشہ آرام سے زندگی
بسر کر رہا ہے۔ اپنا تخلص اس شعر میں لکھا ہے :-

افق زباں نحوش بس آئنگے سخن ذکہ
خصت زدے تو فکر کو طول کلام کی !

آغاز :-

ناہ نے عزت میں اپنی تمام کی چوٹی : فکر شیخ سے اکل دوام کی

نواب اعظم جاہ کا مقرب رہا ہے۔ اس کے والد نواب بوصف کے استاد تھے اسی لئے ان کو یاہکی کا اعزاز دیا گیا تھا۔ لیکن شاعر کو اس مثنوی کی تصنیف کے وقت تک یہ اعزاز نصیب نہ ہوا تھا۔ چنانچہ جگہ جگہ اس کے حصول کی آرزو کی گئی ہے۔ شاعر کو اپنی تنگدستی اور قرض داری کا بھی شکوہ ہے۔ پہلے وہ بندہ خانہ کا دارو نہ تھا۔ لیکن نواب اعظم جاہ کا۔ غرض کہ لکھنے کا غاثر اس عہدے کو چھوڑنا پڑا۔ شاہی دربار کے مشہور شاعر اظمی نے ناسنے سنن گوئی میں اصنام علی تھی۔ بادشاہ کے اگرچہ کئی استاد لیکن نادر کے والد کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ وہ ان کے متعلق لکھتا ہے۔

میرزا باپ شہ کے جو استاد تھے ! فقیر اہر حافظ خوش آزاد تھے
نئے خوش سال شہ کی عنایت سے وہ رہے تا دم لیت عزت سے وہ
ہدایت تھے تائب ہر اک صبح و شام نہ ہر گز طمع سے نفا دنیا کا کام
تھا یاد الہی میں منت ان کا دم رہ جنت میں بے شک تھے ثابت قدم
موت بعد آشاہ کے خواب ہیں ہوئے ساعی ہم سب کے سب اب ہیں
اس کے بند لکھا ہے کہ مرحوم نواب ارکات میرے والد کے
مکان پر کئی بار آئے اور ان کی اتنی عزت کرتے تھے کہ کبھی ان کا
کوئی سوال رد نہ کیا۔ شاعر کو اس اس کی شکایت ہے کہ دوسرے
استاد رادوں پر عنایات کی بارش ہوئی اور میں محروم رہ گیا۔
یہ سفر نامہ حمد، ثناء، تعریف اصحاب کبار، مناقب محبوبانی
اور مدح امیر الہند والا جاہ نواب اعظم جاہ کے عنوانات سے شروع
کیا گیا ہے۔ موثر الذکر عنوان کے تحت اعظم جاہ کی بہت تفصیلی
تعریف لکھی ہے جس میں ان کی بیگم، اور والدہ اور بھائی محمد علی خان
عظیم جاہ کے اوصاف بھی بیان کر دئے گئے ہیں۔ اس کے بعد ہی
اعظم نگر یعنی مدراس کی تعریف شروع کی ہے جو بہت دلچسپ ہے۔
اعظم جاہ کے جملہ اہل اکا تو صیغہ ایک نئی سرخی کے تحت

عام نے غدی کی کتابیں پڑھا تو کیا حرص دہوا کی ترکی : اپنی تمام کا
اختتام :-
بدخواہ جو ترے ہوں قدردان قدر کے ہووے مل نصیب اولیا کے بدنام کی
کیا کام تجھ کو خرم جفا کار دہر سے ! ہووے عمر ملاز دکن کے نظام کی
ترقیمہ :-

”تمت ۲۱ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ درود مستحبہ۔ تحریر

اتمام میں دیوانچہ سلخ ۱۴ ربیع الاول ۱۲۳۸ھ پنشنہ
واقعہ معتمد :-

(۱۰۶) مثنوی نادر [۸۲]

اوراں ۲۲ - سطور ۱۱ -

نقلیہ ۱/۴ x ۸/۴ خط نستعلیق نہایت اعلیٰ عنوان مرتبہ

مصنف نادر - سنہ تصنیف ۱۲۳۸ھ

کتابت وسط تیرہویں صدی ہجری -

یہ کہنے کو تو نواب اعظم جاہ والی ارکات کا سفر نامہ ہے
لیکن اس میں ان کے عہد کے اکثر مشاہیر کی خصوصیات اور
عاجی و معاشی کیفیات بھی محفوظ ہو گئی ہیں۔ مصنف کے حالات
کسی تذکرے میں درج نہیں البتہ ”مدراس میں اردو“ میں
نصیر الدین صاحب اشقی نے اس کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے یعنی
۱) مثنوی رشک قزو جہ جہیں ۲) مثنوی نادر یا سفر نامہ اعظم جاہ
ان دونوں کے نسخے کم یاب ہیں۔ زیر نظر کتاب کا مخطوطہ شاید
ہی کسی اور کتب خانے میں موجود ہو۔

اس کتاب سے مصنف کی نسبت جو معلومات حاصل
ہوتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

شاعر کے باپ اور دادا دونوں نواب صاحب ارکات
کے ملازم اور مقرب تھے۔ اور خود شاعر بچپن ہی سے

شہر مدراس اور جنوبی ہند کی معاشرت اور سیاست کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ گویا یہ سفرنامہ ایک طرح کا تاریخی ذخیرہ ہے۔ اس کا ابتدائی ورق (یعنی پندرہ سطر پہا) غائب ہیں۔

آغاز :-

ہمال پ ہیں تجھ فیض و نونہال گرہ میں ہے غنچے کی زر مال مال
مہر و ہر بخشش سے تیری سدا کشام و شفق کا دوش لالہ لیا
اختتام :-

کیا ہے سفر جب شہ نیک خو کہ بار اسوا ٹھٹھیاواں سنہ تھا وہ
اوس ہی سن میں کہ فکر نظم کلام کیا اس سفر نامے کو اختتام
بدل جب کہ تاریخ کی فکر کی ندا ہاتھ غیب نے نب یہ دی
صلہ اس کا تجھ کوٹ بہترین یہ نادر ہوئی مثنوی آفریں
ترکہ قیمہ :-

”مالک علیہ بنت مصنفہ اللہ بن محمد غوث بن ناصر الدین محمد
عفا اللہ عنہم - غلام محمد شرف الدولہ بہادر - مالک، عبدالقادر
شرف الدولہ“

یہ عبارت کتاب کے آخری ورق پر درج ہے۔ یہ نسخہ
مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی کا عطیہ ہے۔ سرور قی پر ان کے
دستخط اس طرح ثبت ہیں -

”تحفہ بہ کتب خانہ ادارہ ادبیہ - ہاشمی ۲۲-۹-۱۴۰۷“

(۱۰۷) وہ مجلس (۷۲)

اوراق ۱۲۱ - سطور ۱۲ فی صفحہ -

تقطیع ۳ x ۵ ۳/۴ - خط نستعلیق -

مصنف - فاضل - سنہ تصنیف ۱۲۲۲ھ

اس مثنوی میں تقریباً تین ہزار ابیات ہیں۔ حمد و نعت کے
بعد ہی پہلی مجلس شروع کر دی گئی ہے۔ ہر مجلس کسی ایک موضوع

لکھی گئی ہے۔ اس میں ممتاز الامراء، اعظم الملک، حفیظ اللہ خاں،
شرف الملک، معتز، بنگ، عبد الحمید خاں، وجیہ اللہ خاں اور
قادر حسن کے حالات آمد انگ لکھے ہیں۔ پھر عالموں، مشائخوں
اور طبیبوں کا ذکر کیا ہے۔ طبیبوں میں صرف باقر حسین خاں اور
شعرا میں اطہری کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

ان شخصیتوں کے تذکرے کے بعد اعظم جاہ کے قصہ اور
باغ ”ہمایوں محل“ کی تعریف لکھی ہے۔ اور اس کو آبادی میں
حیدر آباد سے تشبیہ دی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ حیدر آباد
اس زمانے میں اپنے باغات اور آبادی کی وجہ سے بہت مشہور تھا۔
شاعر کہتا ہے :-

وہ بقی سے یوں باغ آباد ہے گویا باغ میں حیدر آباد ہے
نمل کی روشنی، آرائش اور تصویروں کے تذکرے کے بعد دوبار
اور مسند شاہی کا ذکر کیا ہے۔ اصل موضوع ورق ۲۰ سے
شروع کرتا ہے۔ سفر کی تیاری، انگریزوں کو حکم امیروں اور پامیلوں
کی ہمراہی، ڈیروں اور قنائوں کی تفصیل، ایک سفری مسجد اور
حوض کی شان و شوکت غرض جملہ امور وضاحت سے درج کئے ہیں۔
اعظم جاہ کے سفر کا اصل مقصد درگاہوں کی زیارت
اور نذر و نیاز قرار دیا گیا ہے۔ ناگور شریف میں قادر ولی کے مزار
کی زیارت اور عرس کے اختتام کو خاص عقیدت اور تکلف سے
قلعہ بند کیا ہے۔ یہاں کے قیام کے زمانے میں لشکر میں دیا بھٹ پڑی
اور اس کی وجہ سے اہل لشکر اور امرا میں جو ہلچل مچی اس کو بہت
دلچسپ طریقہ سے پیش کیا ہے۔

ناگور سے متھر نگر کی طرف کوچ کیا گیا اور راستے میں جن جن
معائب یا مسرتوں سے سابقہ پڑا سب کی تفصیل درج کی ہے۔
مصنف بھی اس سفر میں نواب کے ہمراہ تھا اور یہ
سفرنامہ منظوم کر رہا تھا۔ اس کے مطالعے سے اس زمانے کے

نئے مختص ہے جس کی صراحت درج ذیل ہے :-

- ۱۔ وفات سید المرسلین (۴۲ ب) ۲۔ وفات سیدۃ النساء (۴۱ ب)
 - ۳۔ شہادت امیر المومنین (۲۲ ب) ۴۔ شہادت امام حسن (۱۳۳ و ۱۳۴)
 - ۵۔ مسلم بن عقیل (۲۱ ب) ۶۔ محمد و ابراہیم پیرا عقیل (۱۵۵)
 - ۷۔ حر بن یزید (۶۵ و ۶۶) ۸۔ قاسم (۷۶ ب)
 - ۹۔ عباس و علی اکبر (۸۶ و ۸۷) ۱۰۔ امام حسین (۹۲ ب)
- دسویں مجلس کے خاتمہ پر ورق ۱۰۱ سے شہادت کے ہر بیان کے ختم پر پڑھنے کے لئے ایک منظوم دعا درج کی گئی ہے جس کے بعد کہ ورق ۱۰۳ سے اہل حرم کا احوال سفر شام لکھا ہے جو ورق ۱۱۵ پر ختم ہوتا ہے۔ پھر وہاں سے اہل حرم کا مدینہ جانا اور چہلم کا ذکر کیا ہے۔

شاعر نے تخری ابیات کے علاوہ کتاب میں اپنا تخلص جہا

ابیات میں استعمال کیا ہے وہ یہ ہیں :-

گنہ گاران امت ہے یہ فاضل اُسے جنت ہو یا شیعہ حاصل (۴۱ ب)
یا خدا بہر حیدر کر آر ہے جو فاضل ترا ذلیل و فوار (۱۰۲ ب)
شاعر اور اس کی اس کتاب کی نسبت مزید معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔
البتہ اس کے مذہب کے متعلق ان ابیات سے اندازہ ہو سکتا ہے :-

واسطے چار یار ایل صفا اور وہ جن کے دل میں ہے نہ ریا
واسطے سید محی الدین ! کہ وہ ہیں بادشاہ غلبہ بریں
(ورق ۱۰۲ و ۱۰۳)

اور جو شخص چار یار ی ہیں جن کو کہتے غرض کہ سستی ہیں
نہ انہوں کو خوشی مرے غفار اور نہ محتاج ان کو کہ زہنار
(ورق ۱۰۲ ب)

آغاز :-

مکھوں ہوں حمد اول کہ یا کی کہ جس نے ہم کو دانائی عطا کی
حواس دہوش اور فہم و فراست ادب تمیز اس نے کی عنایت

اختتام :-

رواؤ اور رو با تافیا مت مہ جو کریں سب کی شفاعت
بس اب آگے نہ ہو غاموش فاضل تجھے جنت مقرر ہوگی حاصل
قطعہ تاریخ و مجلس

دہ مجلس مشرف حرم کہ کر تاریخ کی فکر کی جو میں نے
ہاتھ نے کہا کہ تو نے فاضل یہ مال غنم امام لکھا اچھا
۱۱۲ - ۱۱۱

کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ یہ کتاب مولوی نصیر الدین صاحب ام آبی فی
بکرار اردو عثمانیہ انسٹیٹیوٹ کالج گلبرگ کی عطیہ ہے۔

(۱۰۸) نامہ حضرت سلطان (۶۵۱)

اورق ۳۔ سطور ۶۔

تفصیل ۸ x ۸۔ خط ثلث۔

مصنف۔ عبدالملک عبدالعزیز زمانہ تصنیف اوائل کیا چھٹی صدی
کاتب ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کتابت ۔

انکہ بھروجی شاعر عبدالملک کی نظم مولود نامہ (مترجمہ) کا ذکر اور پرگنہ رچکا ہے۔ (دیکھو مخطوطہ نمبر ۶) تقریباً پچاس ابیات کی یہ مثنوی بھی غالباً اُسی عبدالملک کی تصنیف ہے۔ اس میں شیخ سید عبدالقادر محی الدین جیلانی محبوب سبحانی کی مدح کی گئی ہے۔ آخری بیت میں شاعر نے اپنا نام و تخلص بھی لکھ دیا ہے۔

آغاز :-

محی الدین سلطان قادر ہے مجھ کو جان کرے یاد حاضر ہے
محی الدین سا چا توں سلطان ہے دیون ہارتوں دان ایمان ہے

اختتام :-

جو اس کی طرف سون ہو امنج عیاں دویم کا گنج میں کیا ہو بیاں
سو عبد الملک قہد بندہ کہیں ! حقیقت خداوند سو (کرم خلد)
ترقیمہ :-

"تم تمام شدہ کار میں نظام شدہ کتاب الحرمون فی عبد الملک (کرم خلد)
سرورق پر حسب ذیل دو بیہشت سید میراں کی درج ہیں -

میں ملی شہنشی بیہشت ہوا پکھوراول تے کرم انوکے تابع مریداں کو کھوراول آ
سیدیں توجوگی ہونا توں راول بندہ ذکر فکر سون موت لاناہٹ دے گور کور دھنا

(۱۰۹) مدح شاہ میراںجی [۶۵۲]

اوراق ۶ - سطور ۸ -

تقلیع ۴ x ۸ - خط ثلث -

مصنف - کریم - زمانہ تصنیف اوائل گیارہویں صدی ہجری -

کتابت - اوائل گیارہویں صدی ہجری -

یہ ایک ترکیب بند ہے - اور ہر بند میں پانچ یا چھ مصرعے ہیں
جن کے آخر میں وہی ایک شعر درج ہے جو نظم کی ابتدا میں لکھا گیا ہے -
جملہ چھ بند ہیں - ان میں شاہ میراںجی شمس العشاق بیجا پوری
کی مدح ان کے ایک مرید کریم نے قلمبند کی ہے -

آغاز :-

ارے طالب ہونا طلب خدا

جے حق تے آیا یہی ندا !

جب روح کوں تن کا سنگ ہوا بھل اثروں اس کے دنگ ہوا
جب گیان ترنگیں ننگ ہوا یہاں یاد بسر یک رنگ ہوا
اوشاہد دلبر تنگ ہوا ! ارے طالب ہونا طلب خدا

جے حق تے آیا یہی ندا !

اختتام :-

پیر شہ میراںجی آن ملے منج پر مویں اپنے لائے گلے
سبتن من جو کے چول کھلے اس خوش بولی سوں جو ٹھلے
یوں سب میں دیکھے دیلے دیلے سب رخ کرینا پیو ملے !

ارے طالب ہونا طلب خدا

جے حق تے آیا یہی ندا

کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی کسی وکھنی شاعر حافظ کی
نوٹو اشعار کی دو غلیں درج ہیں جن کے مطلع اہم مقطع یہ ہیں :-

مطلع - شاہی منجے مبارک ہو حسن لایزال ! منجو کوں اچھو گدائی ہو عشق لایزال !

مقطع - کرگل بڑا مٹا کون جس ہر بو کریم تھے دنیا داغ تازا کرکے ہیں گل بہانی !

مطلع - دیکھو چیا سکی نے کیا سو منجو کرکے دل سادل ملا کر دل چین منجہ بسر گئے

مقطع - مشتاق جدو ہوئی ہوں غلط تر دھن گئے لکے لکے بس بول تل میرے اوپر گزر گئے

اس نسخے کی کتابت اوائل گیارہویں صدی ہجری کی معلوم ہوتی ہے -

(۱۱۰) توصیف نامہ میراںجی لہین [۶۵۳]

اوراق ۸ - سطور ۱۳ فی صفحہ -

تقلیع ۴ x ۸ - خط ثلث -

مصنف - فیروز - سنہ تصنیف قبل ۹۷۲ھ

کتابت - اوائل گیارہویں صدی ہجری -

یہ ایک ناقص الآخر مثنوی ہے جس میں بحالت موجودہ سو
زیادہ ابیات ہیں - اس میں حضرت محبوب بہانی عبد القادر جیلانی
اور مخدوم جی شیخ محمد ابراہیم کے اوصاف تفصیل سے قلمبند کئے گئے ہیں -
اس کتاب کا مصنف گوکلندہ کا مشہور شاعر فیروز تھا جو
عہد ابراہیم قطب شاہ (۹۵۹ تا ۹۹۹ھ) میں گزرا ہے - ادب جس کی
استادی اور کمال کی شہرت قطب شاہی دہر کے خاتمے تک عروج پر تھی -

مہدی محمد قلی قطب شاہ کے ملک اشتر و جہی نے اپنی کتاب قطب شتری (جلد اول) میں اس باکمال شاعر کا بڑی عقیقت سے ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے :-

کفر و زخواب میں رات کوں دعا دے کے چوڑے مرے ہا کوں
لکھا ہے توں یو شہر ایسا سُرس کہ چڑنے کوں عالم کرے سب ہوس
تو یوں کر کہ خصلت یونج آئے نا کہ توں خوش اچھے ہو کہے بھائے نا
توں ایسی طرزوں تے پچا فوجی کہ دُسرے کریں سب تری پیروی
وہ جی تیرا ذہن جیوں برق ہے تجھے ہو بعضیاں میں لمبی فرق ہے
(یعنی جب یہ کتاب لکھنی شروع کی تو فیروز رات کو خواب میں آئے
اور دعا دے کر ہاتھ چوڑے اور ہمت افزائی کی کہ تم نے ایسے
دلچسپ شعر لکھے کہ تمام عالم ان کو پڑھنا چاہتا ہے۔ اور نصیحت
کی کہ تو ایسی خوبی نہ پیدا کر کہ خود کو خوش ہو اور دوسرے پسند
نہ کریں۔ بلکہ تو ایسی نئی طرز اپنے دل سے نکال کہ دوسرے
بھی اس کو پسند کر کے تیری پیروی کریں۔ اسے دجہی تیرا ذہن
برق کی طرح ہے۔ اور تجھ میں اور دوسروں میں بڑا فرق ہے۔)
ملک اشتر و جہی کے ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ
فیروز کو وہ اپنا بزرگ سمجھتا تھا۔ کیا تعجب کہ فیروز و جہی کا
استاد ہو۔ جب ہی تو اس کے خواب میں آکر دعا دیتے نصیحت کرتے
اور تعریف و ہمت افزائی کرنے کا تذکرہ کرتا ہے۔

دجہی کے ایک عرصے بعد علامہ میں گوگنڈہ کے ایک ادب
شاعر ابن نشاطی نے اپنی ثنوی پھولن میں بھی استاد اشتر و فیروز کا
ذکر کیا ہے۔ وہ اس امر پر اظہارِ فہم کرتا ہے کہ اس زمانے میں
استاد فیروز موجود نہیں ہیں جو میری شاعری کی سچی داد دیتے۔ اس کا
شعر ہے :-

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد جو دیتے شاعری کا کچھ مرے داد
اس شعر سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فیروز اپنے زمانہ کی بڑی ہونہار

کیا کرتا تھا اور شرا اس کی داد کو شاعرانہ کمال کا اصلی صلہ سمجھتے۔
یعنی جس شاعر کی وہ تعریف کر دیتا اس کا کمال مستند و مسلم ہو جاتا۔
گوگنڈہ کے اس عظیم الشان شاعر کو اردو دنیا گزشتہ
دو صدیوں میں بھول چکی تھی۔ سب سے پہلے اس کو اردو شہ پار
میں رہنا س کیا گیا اور اس کے کچھ عرب بعد دکن میں اردو اور
اردو نے قدیم کے دوسرے ایڈیشنوں میں اس کا ذکر شریک کیا گیا۔
اردو شہ پارے میں اس کے منقول لکھا گیا ہے کہ :-

”وہ جی نے بھی قطب شتری کے دیباچے میں اس کو اردو شاعری
کا استاد بتایا ہے۔ دجہی اپنی شاعری کی خواہ خواہ تعریف نہیں کرتا
بلکہ اس کا بیان ہے کہ فیروز نے خواب میں آکر اس کی شاعری
کو تسلیم کیا اور اس کی شاعری سے خاصہ اثر لیا۔

دجہی جیسے مفرد شاعر کا جب یہ خیال ہو تو ظاہر ہے کہ
فیروز بہت بڑا شاعر تھا۔ لیکن یہ نہایت بد قسمتی ہے کہ ان
دونوں شاعروں (فیروز اور محمود) کے حالات اور ان کے

کارناموں کے متعلق ہمیں اس سے زیادہ اور کچھ معلوم نہیں“ ص ۸۲
ہماری یہ بد قسمتی ٹھیک چودہ سال بعد خوش قسمتی میں
بدل گئی جب اداسے کے کتب خانے میں خود فیروز کی یہ کتاب
”توصیف نامہ“ داخل ہوئی۔ اور ہم اس قابل ہوئے کہ
اس استاد شاعر کے کچھ حالات اور اس کے کلام کا نمونہ پیش
کر سکیں۔ اردو شہ پارے کی اشاعت کے بعد سے جن جن
کتابوں میں فیروز کا ذکر کیا گیا وہ انہی ابتدائی معلومات پر
مبنی تھا جو اردو شہ پارے میں درج کی گئیں اور کسی کو یہ شرف
حاصل نہیں ہوا کہ فیروز کی نسبت معلومات میں کوئی اضافہ کرے۔
فیروز کی زیر نظر کتاب تاریخ ادب اردو کے ایک اہم

خلا کو چھرتی ہے۔ اب تک سلطان محمد قلی قطب شاہ سے
قبل کے بہت کم شاعروں کا پتہ چل سکا ہے۔ اور گوگنڈہ کے

کسی ایسے شاعر کا کلام نہیں ملتا جس کا تعلق عہد ابراہیم قطب شاہ سے ہو یا جو محمد قلی قطب شاہ سے پہلے گذرا ہو۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ خود فیروز کی اس مثنوی سے اس کی نسبت کچھ معلوم حاصل ہو گئی اور کیا تعجب کہ اس کتاب کی طرح اس کی اور دوسری کتابیں بھی موجود ہوں اور بعد کو ہمیں دستیاب ہو جائیں۔

فیروز ملائی کا ہم عصر اور ابراہیم قطب شاہ کے عہد کا بڑا شاعر تھا۔ کتاب اس نے محمد قلی قطب شاہ کی پیدائش سے پندرہ سال قبل لکھی تھی۔ وہ بیدر کے مشہور صوفی اور صاحب تصانیف عالم محمد جی شیخ محمد ابراہیم کا معتقد اور مرید تھا۔

محمد جی شیخ محمد ملتان کے بڑے صاحبزادے اور بیدر کے مشہور و معزز مشائخین میں سے تھے۔ مشکوٰۃ النبوة اور دوسری کتابوں میں ان کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ وہ صاحب کشف و کرامات اور غارف عادات تھے۔ تصوف کے مسائل میں کئی کتابیں لکھی تھیں۔ تذکرہ اولیاء کن میں لکھا ہے کہ ”بدو بکسری تمام شب عبادت کرتے تھے۔ آپ عالم فاضل و دل کابل تھے۔ جامع کمالات انبی و فضائل روحانی تھے۔

دکن میں آپ کے خوارق مشہور ہیں“ ص ۱۲۸
اس کے بعد چند خوارق عادات نقل کئے ہیں جن میں سے ایک کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

ایک ضیہ امیر شاہ جی الخطاب صدر جہاں کو سنی دیویشوں سے کوئی اعتقاد نہ تھا محمد جی کی شہرت سن کر ان کے امتحان کی خاطر دل میں یہ خیال کر کے آیا کہ اگر وہ حضرت علی کے فضائل بیان کریں گے تو میں ان کو دیویش کامل سمجھوں گا۔ جب وہ محمد جی کی خدمت میں پہنچا تو وہ حضرت علی کے

فضائل ہی بڑی خوبی سے بیان کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بڑا معتقد ہو گیا اور اکثر ان کی خدمت میں آتا رہا۔

محمد جی اپنے والد کے سجادہ نشین تھے۔ ایسوں سے بہت کم ملتے اور کسی دنیا دار کے یہاں نہ جاتے۔ ان کے ذکر و شغل کی شہرت بیدر سے نکل کر گوگنڈے تک پہنچ چکی تھی۔ یہاں کے اکثر لوگ ان کے یہاں جاتے اور فیض پاتے۔ ان کے کمالات کا شہرہ سن کر ایک وقت ابراہیم قطب شاہ نے بھی ملاقات کی درخواست کی تھی لیکن انہوں نے گوگنڈہ آنے سے انکار کر دیا۔ یہ بادشاہ ایسے بزرگوں کا بڑا معتقد تھا چنانچہ اپنے حاندان کی اکثر لڑکیاں مشائخین اور صوفیا سے بیاہ دی تھیں اور اپنے بڑے لڑکے شاہ عبدالقادر کی شادی بھی بیدر کے مشائخ حاندان میں کی تھی۔ اسی اعتقاد کی بنا پر عرض کرنا کہ محمد جی بیدر سے تشریف نہ لاتے ہوں تو غلطی ہی صحیح دیں تاکہ میں غلطیوں سے مشرف ہوں۔ محمد جی نے کہنا بھیجا کہ سلاطین درویشوں سے دعا چاہتے ہیں میں آپ کو تمام مسلمانوں کے ساتھ دعائیں شریک کرتا ہوں یہ کافی ہے۔

محمد جی نے ۲۲ شوال ۱۰۰۹ھ کو وفات پائی اور بیدر میں مدفون ہوئے۔ فیروز نے اس زیر نظر مثنوی میں محمد جی کے ساتھ انتہائی عقیدت کا اظہار کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ میں نے خواب میں حضرت محبوب سبحانی کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ محمد جی ہو ہو ویسے ہی ہیں۔ اسی لئے وہ ان کو جگہ جگہ محی الدین ثانی لکھتا ہے۔ وہ دعا کرتا ہے کہ وہ عرصے تک زندہ رہیں تاکہ میں ہمیشہ بے وسعت چیتا رہوں۔ وہ اپنے مرشد کا ذکر اس طرح کرتا ہے :-

مدح محمد جی

ابراہیم محمد جی جیونا کہ مئے صرف وعت صدایونا
ابراہیم محمد جی جگ منے منگوں نعمتاں (میں سدا اس گئے

خود بھی مصنف اور کئی مصنفوں کے مرشد اور استاد تھے۔

شاعر نے اپنے مرشد کا ذکر ان ابیات میں کیا ہے :-

کیا رحمت اللہ نہ تھی ہر کرم بلکہ مجھے راہ سب دم قدم (آ)
مرا پیر ہے رحمت اللہ امام کینہ ہے کتر یہ کائن غلام (مب)
جو کچھ رحمت اللہ سوسنتا تھا چوں قلم بند کر کر میں رکھنا تھا یوں
: مجھ کوں سکت تھی اسے بولنے نہ تھی مجھ سکت اس زبان کو لہنے
دل ہوں فقیراں سواں یک کرتی جو ان کے کرم سوں کہا بہترین
عنایت فقیروں کی دایم اچھو جو رحمت دے سر پر قائم اچھو
(ورق ۱۴ ب)

ان آخری ابیات سے سب تالیف ظاہر ہوتا ہے کہ اپنے
مرشد کے طغوظات کو شاعر ساتھ ساتھ قلم بند کرتا جاتا تھا۔
مصنف نے اپنا تخلص ان ابیات میں بھی لکھا ہے :-
یہ کامل فقیروں کا ہے پائے خاک کریم کر کرد اس کوں سب سحر و پاک
یہ پیر ہے رحمت اللہ امام ! کینہ ہے کتر یہ کائن غلام (آ)
(۱۴ ب)

اسی طرح آخری بیت میں بھی اپنا نام لکھا ہے۔

کتاب کا نام ان ابیات میں درج ہے :-

دو دانگتا ہوں میں سب طرف سوں کہوں "فقرا نامہ" میں خوش حرف ہوں (ب)
یہ کلمہ عقل نیت منیں اسے جواں کہا فقر نامہ یو کامل عیاں ! (۱۴ ب)

شاعر کی نسبت تو مزید معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ البتہ اس کے
مرشد کا تفصیلی حال تذکرہ اولیائے دکن جلد اول ص ۲۶۳ تا
۳۶۷ میں درج ہے۔ وہ توراتی الاصل اور سادات حسینی سے تھے۔

ان کے والد نواب آصف جاہ کے ہمراہ رہے۔ اور بعد کو موضع
بلگاؤں ضلع بیجاپور میں مقیم ہو گئے۔ رحمت اللہ وہیں پیدا ہوئے۔
بڑے ہو کر حاکم کرنول کے ملازم ہوئے۔ لیکن سید علوی بیجاپوری
کے مرید ہونے کے بعد دنیا داری ترک کر دی۔ بعد کوچ کے لئے

روانہ ہوئے اور سید اشرف کی سے فیض حاصل کیا۔ واپسی میں
مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے کرطہ آئے۔ جس کے قریب
ادوگیر کے قلعہ دار عبدالعادر خاں نے ان کے نام پر رحمت آباد
کو آباد کیا۔ ادوگیر میں فوت ہوئے لیکن رحمت آباد میں دفن کیا گیا۔
خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کی ایک
اردو کتاب تنبیہ النساء کے کئی نسخے ادارے میں محفوظ ہیں۔ جن کا ذکر
آئندہ درج ہوگا۔

آغاز :-

کہوں حمد اللہ کوں دل شاد کر خزائن رکھیا جس نے آباد کر
وہ قادر ہے قدرت کا پروردگار کہا گن ہو اسب جہاں آشکار
اعتقاد :-

جو کوئی پڑے اس فقر نامہ کوں مجھے یاد کر خیر انجام سوں !
ہو فقر نامہ جو کامل تمام بحق محمد علیہ السلام !

(۱۱۲) گنج محضی [۶۵۵]

اوراق ۴ - سلور ۱۳ ابیات فی صفہ -

تقطیع ۱۲ x ۱۲ ۱/۲ - خط نستعلیق -

مصنف معظم - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۱۱ھ

یہ ایک ناقص الاول نسخہ ہے جس میں تقریباً ۱۰ ابیات ہیں۔

مصنف شاہ امین الدین اعلیٰ بیجاپوری کا مرید ہے اور اپنی کے
طغوظات کو اسثنوی میں منظوم کیا ہے۔ اس میں درویشوں
اور صوفیوں کے اوصاف و اسرار بیان کئے گئے ہیں۔

مصنف کی نسبت اس کتاب سے اور کوئی معلومات حاصل
نہیں ہوتیں۔ دکن میں اردو (۱۱۱۷ھ) میں معظم کو سکندر عادل شاہ
کے عہد کا شاعر قرار دیا گیا ہے۔ ہاشمی صاحب نے اس کی دو کتابوں

(شجرۃ الالہیہ اور گنج مخفی) کو سرسری طور پر ایک کتب فروش کے یہاں دیکھا تھا۔ اور چند آیات بھی نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گنج مخفی کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے :-

الہی نہیں قادر ذوالجلال تو صاحب جمیل و یکب الجلال
سمیع و بصیر و عظیم و حکیم ذوں خالق توں رازق و روفالکرم
ادارے کے نسخے کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے۔

دیکھو حق سوں رہتے ہیں بے نیاز دیکھو حق ہے ان پر اپس بانیاز
مرہی کی خدمت فرض جانتے مرہی کو معبود کر مانتے !
حضور رسوں او غائب ہوتے نہیں عبت دم او ناپیڑ کھرتے نہیں
اختتام :-

مرے پر یوسب راز کھولے اتین حقیقت او فوٹایو بولے اتین
انشا لوگ برحق عائب ہیں یک فقیری اینو پر غریب ہے یک
معظم نے تب آکے سجدہ کیا سداون کی نعلین سر پر لیا
یہ نسخہ وسط بارہویں صدی کی کتابت معلوم ہوتا ہے۔ کسی اور
کتب خانے میں اس کا پتہ نہیں چلا۔

اس نے اپنے والد شیخ محمود کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ محمود تخلص کے دو شاعر مشہور ہیں۔ پہلا عہد ابراہیم قطب شاہ میں گزرا ہے جس کا ذکر خطوط نمبر ۱۱۰ میں سرسری طور پر آیا ہے۔ اور دوسرا ظفر نامہ کا مصنف تھا جس کا ذکر اس فہرست کے خطوط نمبر ۹۶ میں درج ہے۔

ایک تیسرے شاعر شیخ محمود کی نسبت کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں البتہ اس کا کچھ کلام ادارے کے ایک نسخے میں محفوظ ہے جس کا ذکر آئندہ درج کیا جائے گا۔ چونکہ یہ نسخہ ایک ساتھ لکھے گئے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ یہ شاعر اس تیسرے محمود کا فرزند ہو جو غیر معروف ہے۔ یہ کتاب حمد و نعت سے شروع کی گئی ہے۔ اور اصل موضوع کا آغاز ان آیات سے ہوتا ہے :-

کہے شیخ حمزہ کون حضرت نبی کہوا پیہ وصیت امت کون سچی
کہے شیخ حمزہ یو پیداں تمام سُنیا ہوں نبی سوں علیہ السلام
اس کے بعد لکھا ہے کہ شیخ حمزہ نے جمہرات کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت تشریف لائے اور فرمایا کہ میری امت کو میری یہ وصیتیں سنا دو۔ اس کے بعد امت کے لئے نصیحت کی باتیں تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ کلام سے پتہ چلتا ہے کہ مصطفیٰ ایک معمولی درج کا شاعر تھا۔

آغاز :-

اپنی نہیں پاک پروردگار ! بچن کون زباں تے کیا آشکار
خداوند توں ہے بڑا مہرباں تو پیدا کیا ہے یو جملہ جہاں !
اختتام :-

قبول کر اپنی مناجات کون تو بر لیا ہمارا ہے حاجات کون
کمینہ بندے پر الہی سدا عنایت کی تشریف دے اے خدا
خداوند یو مصطفیٰ کے ادھر کرم سوں نظر کر کرم کی نظر
ہوں فرزند میں شیخ محمود کا جو دھرتا ہوں امید معبود کا

(۱۱۳) وصیت نامہ [۶۵۶]

اوراق ۶۔ سطور ۱۵ فی صفحہ۔

تقطیع ۵ x ۸۔ خط نستعلیق شکستہ۔

مصنف شیخ مصطفیٰ زائد تصنیف قریب ۸۱۲ھ

یہ ڈیڑھ سو آیات کی ایک مثنوی ہے جس میں آنحضرت رسول خدا کی وہ وصیتیں درج ہیں جو شیخ حمزہ کو کی گئی تھیں۔
سربوح کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وصیتیں عربی عبارت میں تھیں شیخ مصطفیٰ نے دکنی زبان میں ترجمہ کیا۔

شاعر کا تخلص مصطفیٰ آخری آیات میں درج ہے جہاں

ترقیمہ :-

”کاتب الحرمین محمد سعید برزنجی شہر صفر بوقت اشراق

تمام شد“

اولی تیرہویں صدی کی کتابت معلوم ہوتی ہے۔

آغاز :-

بسم اللہ ذاق ناؤں قرآن پر کیا ٹھاؤں

کل شے یو اس کی چھاؤں دیکھو سلطان سبحان

ہیں ناؤں پو ہیں قربان

اختتام :-

نکر کر فاروخی لیاے سب سہاگنیاں پائے

شاہ کا جلوہ دل الٹا دیکھو سلطان سبحان

ہیں ناؤں پو ہیں قربان

(۱۱۴) چکی نامہ (۶۵۷)

وراق ۲ - سطور ۱۲

تقطیع نم ۲۷ خط ثلث شکستہ۔

مصنف فاروقی - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۵۰ھ ہجری

حضرت خواجہ بندہ نواز اور شاہ میراں جی خداوند خدا نما کے

چکی نامے کے نسخے بھی ادارے کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

اور ان کا تذکرہ مخطوطات نمبر ۳۷۰ و ۳۷۱ میں لکھ کر چکا ہے۔ یہ

چکی نامہ بھی غالباً انہی کی تقلید میں لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اس کا

مصنف ایک بندہ میں خداوند خدا نما کا اور ایک بندہ میں ان کے

مرشد امین الدین اعلیٰ کا ذکر کرتا ہے۔ وہ بندہ درج ذیل ہیں:-

خداوند شاہ دیں قدرت ایسا ہم میں نے کچھ قدرت

پیر پڑے رسول حضرت دیکھو سلطان سبحان

ہیں ناؤں پو ہیں قربان

ہمین دین اعلیٰ آئے ہمناسیدی مارگ لائے

اللہ رسول ہیں پائے دیکھو سلطان سبحان

ہیں ناؤں پو ہیں قربان

اس چکی نامے میں اسی طرح کے ۱۶ بندہ ہیں۔ آخری

بندہ میں شاعر کا تخلص فاروخی (قی) درج ہے۔ یہ کوئی غیر معروف

شاعر ہے اور غالباً خداوند خدا نما کا مرید ہے۔

(۱۱۵) مدح میراں (۶۵۸)

وراق ۳ - سطور ۱۶ فی صفحہ۔

تقطیع نم ۲۷ خط ثلث معمولی۔

مصنف شہ میر - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۵۰ھ ہجری

یہ پندرہ ابیات کی ایک نظم ہے جس کا ہر شعر چار لفظوں میں

منقسم ہے۔ اس نسخے میں یہ نظم دو بار لکھی گئی ہے۔ پہلے زشت خط

ثلث میں بے ترتیب نقل کی گئی ہے اور پھر ازسرنو بہ عنوان

”مدح غوث الاعظم“ خط نستعلیق میں صاف اور ترتیب

کے ساتھ قلمبند ہوئی ہے۔

اس نظم کا ایک اور نسخہ مولوی نصیر الدین خاں صاحب ایم اے

ناظم دفتر دیوانی و مال کے خانگی کتب خانے میں موجود ہے۔

ایک بیاض میں شامل ہے جس میں عبداللہ قطب شاہ کی موسیقی

کی نظمیں اور وہدی، غواہی اور شہاب الدین قریشی کا منتخب کلام

بھی درج ہے۔ لیکن اس نسخے میں آخری شعر جس میں شاعر نے

تخلص لکھا ہے موجود نہیں ہے۔ ادارے کے دونوں نسخوں میں

تخلص شہ میر موجود ہے۔

(۱۱۶) بیاض دکنی [۶۵۹]

۱۱۶ رقی ۶ - سطور ۱۶

تقطیع نم ۶۷۲ - خط ثلث معمولی -

مصنف محمود - جعفر - نحوی وغیرہ -

زبان تصنیف قریب ۱۱۰۰ھ -

اس بیاض میں بعض دکنی شاعروں کے کلام کے مثنویات

شامل ہیں بنی کی تفصیل یہ ہے :-

۱ - مثنوی شیخ محمود

یہ ۳۲ ابیات کی مثنوی ہے جس میں روح اور تن کا

مکالمہ درج کیا ہے۔ یہ شیخ محمود غالباً وہی ہیں جن کا ذکر ادارے

کے ایک مخطوط نمبر ۱۱۳۶ میں وصیت نامے کے مصنف

شیخ مصطفیٰ نے کیا ہے۔

آغاز :-

اپس حکم تے پاک پروردگار وجود ہو رہیہ کوں ملا ایک ٹھار

دنیا مانے بھی جائے تیری برات بلانے کا وعدہ کیا دیں سنگات

اختتام :-

ترے ساتھ سوں منج یہ قصد کھڑیا آنر جواب دینا سو مشکل پڑیا

کے شیخ محمود سن یو اصل قیامت میں پوچھیں گے دونوں مل

۲ - غزل جعفر -

یہ ۶ اشعار کی غزل ہے۔ مصنف کی نسبت کوئی معلومات

حاصل نہ ہو سکیں۔ آتنا ضرور ہے کہ یہ نہایت قدیم دور کے شاعر ہیں۔

مطلع - بند و بھوت لئے سا تو شہ کہ منزل دور جانامے

بزاں بھی کوئی نالیا سے لے جائے سوچ کھانا ہے

مقطع - بہو تہلکی قداسوں مل نکو بانہ کو کسوسوں دل

کر و جعفر سوں یوں حاصل یہی کچھ کام آتا ہے

یہ نظم حضرت محبوب سبحانی کی مدح میں لکھی گئی ہے اور

معلوم ہوتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ بڑی مقبول تھی اور اسی لئے

کثرت سے اس کی نقلیں کی گئی تھیں۔ مگر تعجب اس کا ہے کہ شاعر

خود محبوب سبحانی عبدالقادر جیلانی کو قادری لکھا ہے حالانکہ

ان کے مثنوی سلیں ان کے نام عبدالقادر کی نسبت سے قادری

کہلاتے ہیں۔ اگر اس نظم پر عنوان لکھا ہوتا تو یہی سمجھا جاتا کہ یہ

نظم یا تو شاہ میراں قادری جو (مدفون قریب لاہور) کی

مدح میں ہے یا شاہ میراں شیخ شمس العشق کی مدح میں۔

شاعر کی نسبت معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ غالباً کوئی

صوفی بزرگ ہیں۔ ایک شاہ میر عبدالہامیم قصبہ شاہ میں

بزریر اعظم اور محمد علی قطب شاہ کا خسر تھا۔ لیکن وہ غالباً اردو کا

شاعر نہیں تھا۔ قصبہ راہوٹی میں ایک صوفی شاہ مرگد سے ہیں جن کا

رسالہ توحید مشہور ہے۔ ممکن ہے یہ نظم انہی کی ہو۔

آغاز :-

سرست ہے معبود کا یا قادری میراں مدد

محبوب ہے موجود کا یا قادری میراں مدد

توں قلب ربانی صبی محبوب سبحانی صبی

یعنی ابوالقاسم صبی یا قادری میراں مدد

اختتام :-

محمدی الدین دلی ہے پیار کا، معشوق ہے کرتار کا

عاشق ہے حق دیدار کا یا قادری میراں مدد

نقوی منجے ہوئے دیر کاتب مدح کوں میں پیر کا

سچ پیر توں شہ میر کا یا قادری میراں مدد

۳۔ غزل محرقی۔

یہ ۵ اشعار کی غزل ہے جس میں زیادہ تر مذہبی مضمون

باندھے گئے ہیں۔ یہ بھی کوئی عظیم شاعر ہیں۔ شاہ بیر اللہ مجرمی میجا پوری نے سلسلہ میں ملازمی کا سب اس کو نظم میں تلمیذ کیا تھا۔ لیکن اس شاعر کا تخلص مجرمی ہے اور زبان کے لحاظ سے وہ مجرمی سے بہت پرانا معلوم ہوتا ہے۔

ملحق۔ جے دین کے ہیں مرداں احوال میں ہے تن کا

ان کی انگریز دنیاں دستی چڑیوں کے تنکا
مقطع۔ اول توں محرمی ہوا اپنے وجود سمیتی

بعد از خبر جو ہوئے تجھ انس ہو رجن کا

۴۔ مناجات محمود۔

یہ ۵ ابیات کی مثنوی ہے جس کا مصنف غالباً وہی محمود ہے جس کی غزل کا تذکرہ اوپر گذر چکا۔

آغاز :-

اہلی تو کر تو رحمن رحیم اہلی تو داد و داد کریم
اہلی تو صاحب سکت کا کریم کرم کر کیاں غفور الرحیم
اختتام :-

منگوں دان ہر دم میں ایمان کا توں بیج دان دے امن ایمان کا
دے دیدار تیرا شفاعت رسول مناجات محمود کی کہ توں قبول

۵۔ غزل میراں

یہ ۵ اشعار کی ایک مصرع غزل ہے جس کے ہر شعر کے ابتدائی تین رکن ہم قافیہ ہیں اور آخری رکن دوسرے مصرع کا آخری حصہ ہے۔ اس غزل کو اس نسخے میں رباعی کے طور پر لکھا ہے۔

اس غزل کے مصنف میراں کی نسبت قطعی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ کون سے میراں ہیں۔ اس نام کے کئی بزرگ دکن میں گنتے ہیں۔ شاہ میراں جی شمس العشاق میجا پوری کا بھی یہی

تخلص تھا۔ لیکن ان کی زبان بہت قدیم ہے۔ ممکن ہے کہ یہ غزل شاہ میراں جی خداوند خدا نما حیدر آبادی کی ہو جن کا چکی نامہ ادارے میں محفوظ ہے اور اس فہرست کے نسخہ نمبر ۴ میں اس کا تذکرہ لکھا جا چکا ہے۔

ملحق۔ (نظم غزل) جو لکھیا قیمت سو آپیں ہو ہزارا ہے

فہم عاجز عقل حیراں تردد کیا بچارا ہے !
کجب لک بخت کا بل نہیں سو شکل عقل کو حل نہیں

مقدور کوں مبدل نہیں سخن یو آشکارا ہے
مقطع۔ فکر ہمت حرف گیراں تو مارے بول ہمیں تیراں

عمر یو بے وفا میراں دنیا کا کس پتیارا ہے !
اس سلسلے میں کاتب نے شاہ برہان اور شیخ محمود کی نظموں کے چند شعر لکھے ہیں۔ خط نہایت زشت ہے۔ ادا بھی غلط ہے۔ چنانچہ جعفر کو زافر وعدہ کو وادا وغیرہ لکھا ہے۔ کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

[۶۶۰] (۱۱۷) کفایت الاسلام

اوراق ۱۱۔ سطور ۱۴۔

تفصیل ۶ x ۹۔ خط نستعلیق۔ عنوان فارسی میں۔

یہ غالباً اسی نام کے فارسی رسالہ کا ترجمہ ہے۔ مصنف اور اس کے نام کا اس نسخے سے کوئی پتہ نہ چل سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے نقل کرتے کرتے نام کی حالت میں اس کو چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے آخر میں کوئی ترقیمہ بھی نہیں ہے۔ بحالت موجودہ اس مثنوی میں تقریباً ۲۸۰ ابیات ہیں۔

کتاب حمد و نعت و منقبت اصحاب کی سرخیوں سے شروع کی گئی ہے۔ ان کے بعد ”در تعریف کتب گوید“ کا عنوان لکھا کہ

جلد ۸ باب ۱۰۱ ان کے تحت ۳۷ عنوانات میں تقریباً دو سو اشیا کو تقسیم کر کے ان کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور آخر میں باضابطہ طریقہ پر ہر ست بھی دے دی ہے۔

۱۔ الی ورنی غائب ہے اس لئے پہلے باب کے چند اشعار محفوظ ہیں رہے۔ جواب کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ در تو بارات مسلم باب ۲۔ درجہ انات لحم
۲۔ در بزیات ۳۔ در طیرات و جاج
۳۔ در اکونات ۴۔ در بقولات
۴۔ در گلہا ۵۔ در مستقرقات

پوری کتاب تقریباً ۹۰۰ (نوسو) ابیات پر مشتمل ہے۔
آخر میں اختتام کتاب کے عنوان یہ کتاب کا نام اور رسمہ تالیف و ج کیا گیا ہے۔ آخری مصرع میں نعمت اللہ اس طرح لکھا ہے کہ گویا وہ مصنف کا نام ہے۔ لیکن یہ یقینی نہیں۔

آغاز :-

دانتوں کے تین طو تو کرے د. داس کا دور

کا لاء مرج بھی .. کے پھل سوختہ ضرور

بلغم کے تین دفع کرے مرج سیہ کے سات

پتوں کے واسطے اسے دو نو کھا یہو سنگات

اختتام :-

نام خدا سوں جلد ہوا نسخہ ایسے تمام

جو فیض یویں اس سے دکن میں غام عام

داخل نہیں ہے ایک دو اسب غذا ہے دیکھ

لیکن مسالجات غذائی بجا ہے دیکھ

اسم است خزانہ نعمت و تاج بہت ہم

خور نعمت اللہ یکن شکر دم ب دم

ہم کے فوائد گنائے گئے ہیں اور اسی سلسلے میں کتاب کا موضوع بیان کیا گیا ہے جو "ارکان و احکام اسلام" ہے۔ مصنف نے ان امر کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ میں اس کتاب کو دکنی زبان میں منتقل کر رہا ہوں۔ اسی سلسلے میں نام بھی لکھ دیا ہے۔

اس نسخے کی چند ابیات یہ ہیں :-

ہمیں جس بڑی عالم فارسی! ہے دکنیاں کو دکنی زبان آئی
دوسلیاں کہیں دکنی کیا اس سبب سچہ بیگم ہو دے۔ کئے یا د سبب
کے سبب اس میں ارکان احکام ہم کہ نام اس کفایت الاسلام ہے
(ورق ۳)

زبان کے لحاظ سے اور خراب جوں صدی ہجری کی کتاب
اعلام ہو قلم ہے۔ سہ سہ معمولی درجے کا شاعر تھا۔

آغاز :-

اپنی دے تو فیض انسان کوں جو بندگی کرے نیری دل جان سوں
تو یہ کیا محض بندگی کے نہیں سوا وچھوڑ کر اسے میں گندگی کرتیں
اختتام :-

منازین پکارے دیا آہ کئے ٹٹنے گا اگر آہ یا واہ کئے
بہی ٹٹا ہے درواں کے رونے نہیں کرے گا غل یک کثیر جنے (۱)

(۱۱۸) تھوان نعمت [۷۱]

اوراق ۳۵۔ سطور ۱۴۔

تقطیع ۵ x ۸ ۱/۴۔ خط نستعلیق شکستہ۔

عنوانات سرخی میں۔ مصنف نعمت اللہ (۲)

سنہ تصنیف ۱۲۱۷ھ۔ سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ

یہ ایک طویل دکنی مثنوی ہے جس میں کھانے پینے کی جملہ اشیا کو طبی خصوصیات نہایت خوبی سے قلمبند کی گئی ہیں۔ اس میں

ترقیمہ :-

ادارے کے نسخہ ۵ کا خاتمہ جن ابیات پر ہوتا ہے ان کے بعد بھی مزید دو بیتیں اس نسخے میں اضافہ ہیں ۔

آغاز :-

بنا دل کروں حمد خدا میں زباں او پر اپس کی ابتدا میں
کیا قدرت سوں ظاہر اپنی قدرت بنا کر جگ دکھایا اپنی مکت

اختتام :-

بقائیں ہے سمجھ یو حر فانی ! لکھا ہوں تار ہے میری نشانی
لکھا ہوں میں وٹا حضرت کا سارا جہاں میں اس کی تہیں کر آشکارا
دے اپنے فیض تے توفیق یارب پٹے سب لوگ اس نسخے کے تین سب
مکن ہے کہ یہ آخری دو بیتیں خود کاتب نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہوں !

ترقیمہ :-

” قریب دو پہر بروز دو شنبہ بتاریخ فوردہم شہر حادی الاولیٰ ۱۲۸۰ھ
” از کتب خانہ حضرت قادری بی صاحبہ تھتہ بہ کتب خانہ
ادارہ ادبیات اردو “

یہ کتب حضرت قادری بی مرحومہ بنت حافظ عبد السلام کی فرمایش پر غالباً قصیدہ بھینسہ ضلع ناندیڑ میں نقل کی گئی تھی۔ موصوفہ مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ معین المہام امور مذہبی کی حقیقی لانی اور مرتب فہرست ہذا کی حقیقی پڑنانی تھیں۔ ان کو علم و فضل کا خاص ذوق تھا اور کئی کتابیں انہوں نے لکھیں اور لکھوائی تھیں ان میں سے اکثر ارقم المحروف نے ادارے کے کتب خانے میں بطور عطیہ داخل کر دی ہیں۔ موصوفہ کا ذکر آئندہ متعدد نسخوں میں بھی درج رہے گا۔

” بتاریخ دوازدہم شہر شوال المکرم ۱۲۵۱ھ ہجری “
کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ اس ترقیمہ کے نیچے ٹیپو سلطان کی شہادت کی تاریخ کا یہ شعر درج ہے ۔

تاریخ بیت دہشتم ذی قعدہ تھا مہینہ
جمعہ کار در حفت شہید ہو گئے سلطان

(۱۱۹) وفات نامہ سرور کائنات [۹۱]

ادراق ۱۱۔ سطور ۱۱۔

تقطیع ۶ x ۹ خط نستعلیق

مصنف دریا۔ سنہ تصنیف ۱۱۱۱ھ

سنہ کتبت ۱۲۸۰ھ

یہ تقریباً ۲۳۰ ابیات کی فتویٰ ہے۔ اس کا ایک اور نسخہ جو ۱۱۶۵ھ کی کتبت ہے ادارے کے کتب خانے میں موجود ہے۔ (دیکھو فہرست ہذا المخطوطہ نمبر ۱۵)۔ اسی موضوع پر ایک اور شاعر امجدی کی فتویٰ کا تذکرہ صفحہ ۲۰ پر درج ہو چکا ہے۔

فہرست ہذا کے نسخہ ۱۵ میں مصنف نے جس بیت میں اپنا تخلص لکھا ہے وہ اس نسخے میں بھی موجود ہے لیکن اس میں تخلص درج نہیں۔ دونوں نسخوں کی یہ بیت ذیل میں درج ہے جس سے دونوں کا اختلاف ظاہر ہوگا۔

نسخہ نمبر ۱۵ نسخہ نمبر ۱۱۹

کیا دریا رسالہ نظم سوں سانچہ | کیا پورا رسالہ نظم سوں یو
یو بتیاں ہیں دو صد دولت پر پانچ | یو بتیاں ہیں دو صد دہس پر دو
اس نسخے میں بھی تاریخ تصنیف کی بیت درج نہیں ہے البتہ جامعہ عثمانیہ کے نسخے میں یہ بیت موجود ہے (دیکھو فہرست جامعہ صفحہ ۵)

(۱۲۰) وفات نامہ رسالت پناہ [۲۱۷] (۱۲۱) دین و سپک [۱۲۴]

اوراق ۱۰ - سطور ۱۳

تقطیع $\frac{1}{2} \times \frac{5}{8}$ - خط نستعلیق -

مصنف دریا - سنہ تصنیف ۱۱۱۱ ہجری -

کاتب غلام احمد الدین - سنہ کتابت ۱۲۸۳ھ -

یہ بھی خطوط نمبر ۱۵ و ۱۹ کا ایک اور نسخہ ہے۔ لیکن اس میں ۳۵۰ سے زیادہ آیات ہیں۔ مصنف اور زمانہ تصنیف کے لئے دیکھو ہرمت ۱۲۸۳ھ۔ اس کے کاتب غلام احمد الدین عرف حاجی میاں محمد بھینہ کا ذکر آئندہ اور خطوط میں بھی درج رہے گا۔

آغاز :-

بنا اول کردں حمد خدا میں زباں او پر اپس کی ابتدا میں
کیا قدرت ہوں ظاہر اپنی قدرت بنا کر بگ دکھایا اپنی حکمت
اختتام :-

لکھا ہوں میں وفات حضرت کا سارا جہاں میں اس کے تیں کر آشکارا
دے اپنے فیض تے توفیق یارب پڑے سب لوگ اس نسخے کے تیں سب
ترقیمہ :-

ہے کاتب اس رسالہ کا پچھاؤ غلام احمد الدین نام جانو
لکھا ہوں واسطے قادری بی کے جو بنت مافہ عبد السلام کی ہے
تھی خیم ماہ جمادی آخری کی قاعدہ و خیمہ میں پورا کیا جی
ہزار و دو صد و ہشتاد و سال کے ہجرت رسول اللہ خوش حال
یہ نسخہ راقم الحروف نے ۱۳۵۵ھ میں ادارے کو عطیہ دیا ہے۔

اس کے ترقیہ کے نیچے میرے دستخط اس طرح ثبت ہیں :-

”یہ کتاب میری جدہ ماجدہ حضرت قادری بی صاحبہ کے

کتب خانہ کی ہے۔

سید محمد الدین قادری زور ۱۳۵۵ھ“

اوراق ۸۴ - سطور ۱۶

تقطیع $\frac{1}{2} \times \frac{5}{8}$ - خط نستعلیق پاکیزہ -

مناجات سرخی میں۔ بعض صفحات کرم خوردہ -

مصنف محمد علی شاہ الفت حیدر آبادی -

سنہ تصنیف قبل ۱۲۴۲ھ - سنہ کتابت ۱۲۴۲ھ -

یہ تقریباً ڈھائی ہزار آیات کی ایک فولی مذہبی مثنوی ہے جس میں امامیہ عقاید کے مطابق دین کے پانچ اہم مسائل (یعنی توحید، عدل، نبوت، امامت، معاد و بشر) کی وضاحت کی گئی ہے۔ مصنف نے پوری کتاب کو ۲۰ ابواب میں تقسیم کیا ہے جن کی تفصیل یہ ہے۔

- | | | |
|----------------|------------------|----------------|
| ۱۔ توحید | ۲۔ عدل | ۳۔ ایجاد النام |
| ۴۔ نبوت | ۵۔ امامت | ۶۔ معاد |
| ۷۔ ایمان | ۸۔ شرائط | ۹۔ فسق و فساد |
| ۱۰۔ کفر و شقاق | ۱۱۔ توبہ و معیاد | ۱۲۔ سلطنت |
| ۱۳۔ طہارت | ۱۴۔ نماز و عبادت | ۱۵۔ زکوٰۃ |
| ۱۶۔ لکھاؤ | ۱۷۔ روزہ | ۱۸۔ حج |
| ۱۹۔ جہاد | ۲۰۔ امر معروف | |

تہذیب و منقبت علی و منقبت یا زودہ ائمہ کے بعد اردو رسم خط کو صحیح پڑھنے کے قواعد کے لئے ایک عنوان قائم کیا ہے۔ یہ بالکل نئی چیز ہے۔ اس میں یائے معدوف دیا ہے مچھول اور زیر زبر وغیرہ لکھنے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ اور تاکید کی ہے کہ جو کوئی اس دین و سپک کو نقل کرے گا اس کو چاہئے کہ اس قاعدے پر عمل کرے تاکہ کتاب صحیح پڑھی جائے۔ چھٹی سرخی دیا ہے و سبب تالیف کے طور پر لکھی ہے جس میں کتاب کے موضوع اور ابواب کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ تقدیم دکنی مثنویوں

اور اس کے کتب خانے میں محفوظ ہے جس کا ذکر آئندہ صفحات میں درج ہے۔
الفت اپنے زمانے میں کافی مشہور ہو چکا تھا چنانچہ اردو شعرا
کے تذکروں (عمدہ مفتخبہ، صبح وطن، بہرست کتب خانہ جاناہان اور
دیگر ہیں) اس کا ذکر درج ہے۔ عمدہ مفتخبہ کو نواب اعظم الدولہ
میر محمد خاں سرور نے سنہ ۱۲۱۶ و ۱۲۱۷ کے درمیانی زمانے میں
قلند کیا تھا اس سے صرف یہ پتہ چلتا ہے کہ الفت حیدر آباد کے
قریب کے رہنے والے تھے۔

انہوں نے کہ خود الفت نے اپنی کتابوں میں اپنے مستقل سوانح
اپنے اور اپنے فرزند احمد علی کے نام کے اور کچھ نہ لکھا۔ اتنا ضرور
معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک عالم و فاضل آدمی تھے اور امامیہ مذہب
کے پیرو۔ اثنائے ثنوی میں جگہ جگہ قرآن کی آیتیں، احادیث، اور
اقوال آئمہ بھی نقل کئے ہیں۔ یہ غالباً ان کے ہم پیری کی تصنیف
رسالہ الحنینہ (جو اس سے قبل کی تصنیف ہے) کا ذکر آئندہ صفحات میں
درج ہے۔

آغاز :-

کردن حمد اللہ سے ابتدا ! یہ نامہ کے تئیں میں بنام خدا
کردن لکھا اوس کو شکر و سپاس کیا گو ہر علم انعام ناس (اکرم خوردہ)
اختتام :-

محمد علی شاہ الفت فقیر کیا ہے گنہ ہم کبیر و صغیر
نہ توشہ ہے نیکو عمل کا اوسے نظر تیری بخشش پہ دایم و صرے
نہ طاعت عبادت نہ جن عمل وے غلام علی از ازل !
تو اس کے گناہاں پہ نا کر نگاہ نظر اپنی بخشش پہ رکھ یا الہ
ترقیمہ :-

”تمام شد کتاب دین دیکہ بتاریخ ہنم شہر ریح الثانی ۱۲۲۵ھ

روز جمعہ بوقت یک و نیم ہر روز بلند شدہ“

یہ خطوط نواب عنایت جنگ بہادر کا علمیہ ہے۔ پہلے اور آخری ورق پر

علی نامہ وغیرہ کی طرح اس کا ہر باب ایک شعر سے شروع ہوتا ہے
اس طرح کہ اگر سب اشعار کو ایک جگہ لکھ لیا جائے تو ایک قصیدہ بن جائے۔
مثال کے طور پر چند سرزیاں درج ذیل ہیں۔

باب اول توحید کہ ہے گامیاں میں بر محل
جو ترک کے تئیں دور کر تحقیق کا بوسے عمل
(۲ پ)

ہے باب ہفتم ذکر میں ایمان کے جس کی صفت
کس وجہ سے ہے اور کیوں آوے کف دور از فضل
(۳۲ پ)

ارکان میں روزے کے ہے مذکور باب ہفتم
ہے واجبی و سنتی ہم صحت و باطل جل !
(۶۸ پ)

بیسٹم جو باب ہے ہے امر میں معروف کے
اور نبی نہ کرے سدا ہے ہونماں کا یہ عمل
(۸۳ پ)

مصنف نے کتاب کا نام ان ابیات میں لکھا ہے :-
ہے اس یزدیک میں سب بول لکھا تامل سے پڑھنا ہے اس کو بھلا
(ورق ۱۳)

جو دینی مسائل سے روشن ہے سب کیا دین دیکہ اسے نام اب
(ورق ۱۴)

کتاب کے آخر میں مصنف نے اپنا پورا نام اور تخلص اس طرح لکھا ہے :-
محمد علی شاہ الفت فقیر کیا ہے گنہ ہم کبیر و صغیر
(ورق ۸۴ پ)

الفت کے متعلق کتاب سے زیادہ معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

یہ کتاب ۱۲۲۵ھ ہجری میں نقل کی گئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ الفت
اوائل تیرھویں صدی کا شاعر ہے۔ اس کی ایک اور کتاب ”حنیہ“

اُن کی بیغوی ہر ”مصدر اللغات و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ“ ثبت ہے اور ابتداء میں ان کے حسب ذیل دستخط بھی ہیں :-

”دین دیک - محمد علی شاہ الفت حیدر آبادی عنایت ۱۳۴۰ھ“

(۱۲۲) ایمان درپن [۱۰۳]

اوراق ۷۹ - سطور ۱۶ -

تعلیق ۱/۵ x ۱/۵ - خط نستعلیق پاکیزہ -

عنوانات سرخی میں - آخری ۷۹ اوراق کا اجڑی حصہ کرم خورو -

مصنف محمد علی شاہ الفت - سنہ تصنیف قبل ۱۲۴۲ھ -

سنہ کتابت ۱۲۴۲ھ -

پہنوی محمد علی شاہ الفت مصنف دین دیک کی غالباً

پہلی تصنیف ہے۔ اس میں مصنف نے اپنا نام صرف محمد علی الفت لکھا ہے۔ شاید بعد کو وہ اپنے نام کے ساتھ شاہ بھی لکھنے لگے تھے۔

الفت نے اپنے فرزند احمد علی اور ایک دوست حسن بیگ غا

کی فرمائش پر ابراہیم استر آبادی کے فارسی رسالہ حنیفہ کو ایمان درپن کے نام سے اردو میں منتقل کیا ہے۔ وہ اپنی زبان کو جگہ جگہ ہندی لکھتے ہیں۔

سبب تالیف کی چندابیات یہاں نقل کی جاتی ہیں جن سے الفت کا اسلوب اور اس کتاب کے عربی و فارسی نسخوں کا حال معلوم ہوگا۔

محمد علی اب تو مطلب طرف ! زبان کھول چل بحث مذہب طرف

سبب اس رسالے کی تالیف کا بیان کر یہ نسخے کی تصنیف کا

کہ احمد علی نور چشم ایک روز کیا مجھ سے اظہار وہ دلفروز

جو ہے حنیفہ کا رسالہ جلیل ہے بحث مذہب میں روشن دلیل

زبان عرب سے یہ نسخہ اتھا ! عجم میں سمجھ جس کا مطلق نہ تھا

سو ابراہیم استر آباد نے عربی کتبیں فارسی کر لکھے

سو بہرہ کیے اوس سے حاصل تمام عجم میں بسی از خواص و عوام

جو باشندہ ہند میں بالتمام علی دلی کے ازل سے غلام

اویں سے اکثر غلام و کنیز نہیں جن کو ہے فارسی کی تیز

نہیں اوس کو بہرہ یہ دولت سے نہیں اوس کو لذت یہ نعمت سے

یہ ہندی زبان تم کرو ترجمہ کہ حاصل کریں یہ سعادت ہمہ

کیا ترجمہ کا ارادہ عیاں ! اتھا فکر میں اوس کے میں یک ذراں

اویں دن براہ بدل تو اماں جو ہے نام باجمی حسن بیگ غاں

طاقت کو آئے سن یہ نوا کیا عرض یوں در کمال صفا

کہ منظوم اگر ہوئے تو یہ بیاں طبائع کو خوشتر ہے ہندی زبان

کتاب کا اور اپنا نام مصنف نے ان ابیات میں لکھا ہے :-

ارادہ کیا جب یہ لکھنے کتاب دیا اس کو ایمان درپن خطاب

نور علی الفت اب ہو خوش ! ہے آگے تجھے موت جوش و زروش

رسالہ کا موضوع :- ہے کہ ہارون رشید کے عہد میں ایک تاجر

کے ہاں یک کنیز حنیفہ تھی جو امام ششم کے حرم میں دس سال رہنے

کی وجہ سے علوم دین میں ماہر کامل ہو گئی تھی۔ تاجر جب نہایت

مغلوک الحال ہو گیا تو حنیفہ کو بیچنے کے لئے ہارون کے یہاں لے گیا

اور ایک لاکھ دینار قیمت طلب کی۔ ہارون رشید نے نجیب سے اتنی

بڑی قیمت کا سبب پوچھا تو اس کو معلوم کرایا گیا کہ یہ کنیز بڑی عالم و

فاضل ہے۔ ہارون رشید نے دینی معاملات میں اپنی سلطنت کے جملہ

بیرونیان مذہبی سے اس کا مباحثہ کرایا۔ چنانچہ پوری کتاب سی کی

تفصیل کے لئے وقف ہے۔

ہارون رشید بغداد کا مشہور عباسی خلیفہ ہے۔ اس رسالہ

میں اس کی سادات دشمنی کی وضاحت کر کے اس کو بہت برا لکھا گیا ہے مثلاً۔

وہ غاصب اتحادین حق کا عیند وہ ملعون کا نام ہارون رشید

جو موسیٰ کاظم فقہ مہتمم امام کیا ہے شہید اُن کو دے زہر جام

موالی سادات اکثر وہ زشت چنایا بہ دیوار جیوں سنگ و خشت

وہ ملعون پر تباہ روز جزا ! ہزاراں سے نفیر و لعنت سدا

(دوق ۲ ب)

(۱۲۳) پندنامہ [۲۱۲]

اوراق ۵ - سطور ۱۲

تقطیع ۸x۵ - خط نستعلیق -

سنہ تصنیف ۱۰۸۶ھ -

کاتب شیخ ستان - سنہ کتابت ۱۲۶۸ھ

یہ ۱۰۵ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس کو کسی نامعلوم مذہبی شاعر نے ۱۰۵۸ھ میں فارسی سے دکنی اردو میں ترجمہ کیا۔ اس نسخے کا آغاز اسی طرح کیا گیا ہے کہ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اصل مثنوی شروع ہی اسی طرح کی گئی تھی یا چند ابتدائی ابیات غائب ہیں۔ یہ حمد و نعت ہے اور نہ سبب تالیف۔ البتہ مصنف نے آخر میں مثنوی کا نام تعداد ابیات اور تاریخ تصنیف نہایت وضاحت سے بیان کر دی ہے اس حصہ کتاب کی چند ابیات یہ ہیں :-

امت کوں محمد علیہ السلام نصیحت کئے پندنامہ تمام
سو پندنامہ سنئے تو ثواب! ہے اتنا کہ ناہو سے گور کا عذاب
سو اس وجہ بھی فارسی سے کتاب کسب ہو دکن سلطنت شتاب
سبب کیا جو کوئی معنی فارسی نہیں پایا کہ کر میں کیا آرسی!
ہوئے ایک سو پانچ بیتاں تمام ز صدق محمد علیہ السلام
انحاس چھے اوپر اسی ایک ہزار بیس الاول ماہ دن ابتوار!
اس کتاب میں آنحضرت سرور کائنات کی ان نصیحتوں کو
قلوبند کرو دیا گیا ہے جو آپ نے ایک شخص کے استفسارات کے جواب میں
دین اسلام کی وضاحت کے طور پر کی تھیں۔

آغاز :-

کہیک دن محمد علیہ السلام لے اصحاب بیٹھے مدینہ تمام
کہیک شخص نے آنہی کو سلام کیا ہو رکھنے لگا یو کلام

اس مثنوی میں الفت کی دوسری کتاب دین و پیک کی
طرح حمد و نعت و منقبت کے لئے طائرہ علیحدہ سرخیاں نہیں قائم
کی گئی ہیں۔ بلکہ حمد و نعت کے لئے ابتدا میں چند ابیات وقف کر کے
ساتھ ہی اصل کتاب شروع کر دی گئی ہے۔ تقریباً سوا دو ہزار ابیات
کی مثنوی ہے لیکن اضافوں سے کہ اس نسخے کے آخری ۷۷ اوراق
اوپر کی طرف سے ضائع ہو گئے ہیں۔ آخری بیت میں تاریخ تصنیف بھی
درج تھی لیکن ضائع ہو جانے کی وجہ سے صاف طور پر پڑھی نہیں جاتی۔
آغاز :-

کہوں بسم اللہ سے ابتدا یہ ناسخ کتیں باہزاراں ثنا
صفت اوس کی طافت بشر کا کمال نہ مقدم رکھنے کے تیں یہ بیاں
اختتام :-

بھی لطفی و مصلیٰ مرے والدین او نو کو بخشا برائے حسین
تمام آشنایاں کو کر منفعت خصوصاً جو تھے صاحب تعزیت
ایں سب کا کر حشر شہد استی بختی بنی دوستی علی!!
نہاں کی خدمت میں ہے التماس یہ ایمان درپن جو دیکھیں نجما
اس کے بعد پانچ بیٹیں اور تین جو ضائع ہو گئیں۔
ترقیمہ :-

”بتاریخ نوردہم شہر جمادی ۱۲۶۸ھ ہجری بوقت

یک پہر شب گذشتہ روز در شعبہ کتاب ایمان دین با تمام رید“

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ ابتدائی اور آخری

اوراق پر ان کی ہر ”مصدر الطاف و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ“
ثبت ہیں۔

اختتام :-

تمہد یو کیا ہوں مبارک گھڑی عنبر کی طبع لے کھڑی فشری
ہزاراں درود و ہزاراں سلام زما بر محمد عبیدہ السلام
ترقیمہ :-

”کاتب الحروف فقیر فقیر کترین خاکپاؤے عالمین شیخ مدظلہ
والد شیخ انک سکنہ بھینسہ پاس چھوٹے صاحب برخوردار
پیش امام قصبہ بھینسہ - مرقوم بتاریخ چہارم ذیقعدہ
۱۲۶۵ ہجری تحریر یافت“

یہ نسخہ حضرت قادری بی کے کتب خانہ کا ہے۔ چھوٹے صاحب فرزند
پیش امام صاحب بھینسہ جن کی فرمائش پر یہ نسخہ نقل کیا گیا ہے غالباً
ان کے بھائی تھے۔ ادارے کے کتب خانے میں راقم الحروف نے ۱۳۵۸
میں بطور ہدیہ داخل کیا ہے۔ قادری بی کے متعلق دیکھو نسخہ ۱۱۹۔

انتخاب کر کے ترجمہ محاورہ زبان ہندی میں صاف صاف
بین کرتا ہے تاہم ایک کو فائدہ عام ہووے۔ ... مسلمان لوگ
اس رسالہ کو بھی تجویز و تکفین دیت کریں۔

معہ نف تلخہ او گیارہ اقرب میدہ۔ ایک قانونیوں میں سے تھے۔
ان نے خانہ دانی حالات اور شجرہ نسب ”مشاہیر قندہار و کن“ (۱۳۸
۱۵۸-۱۶۱) میں درج ہیں۔ مولوی قاضی زین العابدین صاحب نے
اپنے سہی ایس ناظم آبکاری سہرا باد کا تعلق اسی خاندان سے ہے
محمد شمس الدین ناسی اور اردو کے شاعر بھی تھے۔ شمس نفس
ان کی اور کتابیں بھی ادارے میں محفوظ ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا اس
رسالے کے آخرین پر انہوں نے ”تذیباً ۲۵ ابیات کی ایک اردو مثنوی
اور نظم پر ۱۰ اشعار کی ایک فارسی مناجات بھی لکھی ہے۔ اردو مثنوی
کے آغاز و اختتام کی ابیات یہ ہیں :-

آغاز :-

خدا قرآن میں فرمایا ہے یار کرد اپنے طرف سے نیک تم کار
مروج نیکیوں کے جتنے یار نہ اون کو چھوڑ پویا و خبردار
اختتام :-

دوے اے دل بہت تقریر کو طول دعا کر یہ رسالہ ہووے مقبول
قلم کو شمس اب یہاں سے اٹھالے یہ وقت جمع ہے سر کو جھکا لے
اصل رسالہ نثر کا آغاز و اختتام ان عبارتوں سے ظاہر ہوگا :-
آغاز :-

”شروع کرتا ہوں میں نامہ سے حق سبحانہ جل شانہ کے کہ
پیدا کرنے والا اور مارنے والا اور جلانے والا مختار اپنے ملک کا ہے
خواہ کسی کا بیٹا چھینے خواہ کسی کی بیٹی کسی کو حکم میں اوس کے
ہم کرنے کی طاقت نہیں“

اختتام :-

”حک حق سبحانہ جل شانہ کا کہ یہ رسالہ احوال میت کا

(۱۲۴) رسالہ احوال میت [۶۶۱]

اورات ۱۵ - سطور ۱۳

تقطع ۱۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں۔ قدرے کرم خوردہ۔

مصنف محمد شمس الدین شمس - سنہ تصنیف ۱۲۰۰ھ -

کاتب شیخ احمد عرف کالے خاں - سنہ کتابت ۱۲۵۶ھ -

یہ رسالہ اردو نثر میں لکھا گیا ہے اس میں تجویز و تکفین و نماز جنازہ
اور زیارت قبور وغیرہ سے متعلقہ جملہ مسائل کو آیات و احادیث کی روشنی
میں مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اور جمعوں کی مخالفت کی گئی ہے۔

مصنف نے حمد و نعت کے بعد سبب تالیف یوں بیان کیا ہے :-

”محمد شمس الدین بن محمد عظیم الدین قاضی اور گیر خدمت میں صاحبزادہ

کے عرض کرتا ہے کہ رسالہ احوال میت کا کتبہاں معتبر ہے۔

مدوان کی اور اون کے احباب کی یہ حیدر ترے پر جو ہر باب کی
اس بیت کے بعد ہی اپنا اور اپنے والد اور مرشدوں کا نام اس طرح
درج کیا ہے :-

”فیقر اللہ شاہ بن محمد سبکی علی منہا یا بوس سلسلہ عالیہ قادریہ
وسالمت یہ اللہ فوق مدیم ہم کہ قدم گیر حضرت رحمن شاہ بن
محمد بشیر قدس سرہ دہ خذیر (رحم) حضرت شاہ رفیع الدین بن
شمس الدین الکفنی القندھاری رحمت اللہ علیہ کا۔“

مصنف نے اپنی ایک اور کتاب ”نظم نور“ کے آخری حصے میں بھی
اپنے اہلی نام حیدر اور مشہور عام لقب فقیر اللہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔
جسے تو نے حیدر کا دس پہلے نام فقیر اللہ کر اب پکارا ہے عام
نظم نور کا نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے۔ اس کا ذکر
آئندہ صفحات میں درج ہے۔ اس ”نظم نور“ میں حیدر نے حمد و ثناء
و منقبت کے بعد شاہ رفیع الدین قندھاری کی توصیف ایک عمدہ عنوان
میں لکھی ہے اور اس سے قبل بیان کیا ہے کہ کس طرح گزیر گئیں
خواجہ بندہ نوازؒ نے خواب میں آکر شاہ رفیع الدین کا مرید ہونے کے
لئے حکم دیا۔ اس حصے کی منتخب آیات اور سرنخی یہ ہے :-

”در توصیف مرشداں و کیفیت مرید و فقیر شدن بنامہ ان
چہار طریق از حضرت رحمان شاہ دہلوی رفیع الدین قدس سرہ“
میں دیکھا نجاست میں بالکل بھلا رہا ہوں نجاست میں اب تک رُلا
کہ شاہ رفیع دین قندھاریؒ وہ تھے حاجی سیاح کے وارثیے
حسین و حسن کی بہن کے نشان تن رفیع اور رفیع ان کی جاں
نہ عالم تھے تا شرف علما تھے او فقیری میں خود فخر فقر تھے او
مجاہد مشاہد اقبہ ہمیں مدرس معلم مواہب ہمیں
کئے خواجہ رحمت اللہ کی دید تھے رحمان شاہ خادم ان کے رخ
کہ رحمان درمیان اللہ رحیم کی جس طرح بسم کو مسنون
اوی طرح رحمان فقیر رفیع کئے ہیں فقیر اللہ او پرہیز

گیر محوی تاریخ ۱۰ مہابیک رمضان ثریف میں وقت
قبل جمعہ کے سہ ماہ ۱۲۳۰ھ ہجری میں تیار ہوا۔ بمنہ و کرمہ۔“
اس کے بعد مناجات فارسی لکھی ہے جس کے آخر میں ترقیم ہے۔
ترقیمہ :-

”بہود تنالی بتاریخ ہفتم شہر ذی الحجہ ۱۲۵۰ھ ہجری بخط
احقر العباد شیخ احمد عربی کا رے خاں ساکن مہرگ کش آباد
تحریر یافت۔“

(۱۲۵) تناولی [۱۵۶]

۱۱ راق ۹۱ - سطور ۱۲ -
تقلید ۶ x ۱۲ - خط نستعلیق شکستہ -
مصنف فقیر اللہ شاہ حیدر رب تصنیف ۱۲۴۴ھ
کاتب حسین بادشاہ - تاریخ کتابت ۱۲۶۶ھ
یہ اردو نثر میں ایک ضخیم قصہ ہے جو نہال چند لاہوری کے
قصہ بکاولی (مذہب عشق) کو پیش نظر کہہ کر اس کے جواب میں لکھا گیا ہے۔
بکاولی کا قصہ اصل میں شیخ عورت اللہ بنگالی نے مسلمانوں میں فارسی
زبان میں لکھا تھا اور اس کا ترجمہ نہال چند لاہوری نے مسلمانوں
میں ڈاکٹر گلکرسٹ کی فرمائش پر فورٹ ولیم کالج میں کیا تھا۔ اس کا
ایک قلمی نسخہ ادارے کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔ دیکھو فہرست ہذا
نسخہ نمبر ۹۶۔

تناولی کے مصنف کا نام غالباً محمد حیدر تھا اور جب وہ
مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری اور ان کے خلیفہ رحمن شاہ کا مرید ہوا
تو فقیر اللہ شاہ لقب اختیار کیا اور اپنی تحریروں میں اسی کو بطور نام
کے رائج کیا۔ لیکن اشعار میں حیدر ہی تخلص کرتا تھا۔ چنانچہ اس کتاب
کے آغاز میں جو حمد (ثنوی کی شکل میں) لکھی ہے اس کی آخری بیت
یہ ہے :-

کہاں لگ تجھے شان و شوکت کی چال رہی پس کی ہے شان و شوکت ببال

(دوق ۱۰)

اب آمل کتاب تہذیبی کے سبب تالیف کا حال خود مصنف کی زبان سے :-

”بیت تہذیبی کتاب و کتابی کا پرچہ خاک و مہر و مسودہ و دستہ دار

فہرست آثار کے درمیان بہوت ہے۔ فقیر کو اس کتاب کے مطالعہ

کا شوق بھی از سر۔ جو اصل خدا ایک روز اس کتاب کا

مددہ حیدر آباد میں رہتے ہیں۔ آئی۔ جب مشائخ لاڈلے حسینی ہرن

قبول اللہ حسینی صاحب اور پیرا جی بنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تلواری

میں تشریف فرمائے فقیر طرہ سے اس سے حاصل کر کے ادھر ادھر کی

گفتگو میں تذکرہ کتاب لکھائی چہارہ درویش کا بھی موافق استماع

کے نکالتے ہی معاصیان مدح تراے کہ ہمارے یہاں یہ کتابیں

حاضر ہیں ہم نہیں حیات نراتے ہیں“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فورٹ ولیم کالج کی اردو کتابیں پندرہ بیس سال

کے اندر ہی اتنی مقبول و شہور ہوئیں کہ ان کے نسخے حیدر آباد و انگل

اور احمد ندری تک پہنچ گئے اور ان کا چرچا ہر جگہ ہونے لگا۔ چنانچہ

ان مشائخ نے راجہ ندری پہنچ کر ڈاکٹر کلرکسٹ کی قواعد اردو و تصنیف

کا بھی وعدہ کیا۔ کیونکہ فقیر اللہ نے ان سے کہا کہ وہ زبان اردو سے

کم واقف ہے۔ اسی طرح ان مشائخ نے بھی اس زبان سے اپنی

کم آگاہی کا تذکرہ کیا۔

یہ ایک عجیب واقعہ ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل دکن

شمالی ہند کی اردو کو اس زمانے میں کتنی اچھی اور غیر زبان سمجھتے تھے۔

مصنف نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ درج ذیل کیا جاتا ہے

کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک سو سال قبل دکنی اور شمالی اردو

کتنی جدا جدا سمجھی جاتی تھیں۔ مصنف لکھتا ہے :-

”کتاب زبان اردو میں۔ اور اس فقیر کو کم واقفیت اس زبان

سے۔ پس فہم و الامر انہیں کے بیٹھ پڑھنا شروع کیا۔ انھوں نے

نکات جگر رحمت اللہ کے مطلب مرتب ہیں و نخواستہ کے

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شاہ رفیع الدین نے

خواجہ رحمت اللہ رنائب رسول اللہ سے فیض حاصل کیا تھا اور

ان سے شاہ رحمان نے کیونکہ وہ رفیع الدین کے فقیر تھے۔ اس طرح

رفیع کے فقیر نے حیدر کو فقیر اللہ بنا کر نکات رحمت اللہ سکھا دیئے۔

مولانا شاہ رفیع الدین نے سلسلہ میں بمقام قند ہار شریعت وفات پائی

اور یہ کتاب تہذیبی ان کی وفات کے تین سال بعد ۱۲۳۵ھ میں طبع ہوئی ہے

اس اثناء میں معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خلیفہ شاہ رحمان بھی فوت

ہو چکے تھے کیونکہ حیدر نے ان کے نام کے آگے تقدس سر لکھا ہے۔

حیدر کی ان دونوں کتابوں (تہذیبی اور نظم نور) سے

مصنف کے متعلق اور بھی معلومات حاصل ہوتی ہیں مثلاً اس کی

عمر سیر و سیاحت میں بسر ہوئی۔ کبھی وہ حیدر آباد میں بمقام موتری لگی

اسفندیار جنگ کی ڈیوڑھی میں مقیم تھا اور کبھی کلرک کی تقریر کر رہا تھا

کبھی قند ہار شریعت گیا اور کبھی انگل میں لاڈلے حسینی کے یہاں قیام پذیر

ہا۔ اسی اس بیاجی کا وہ خود بھی نظم نور کے آخر میں تذکرہ کرتا ہے اور

اس کا سبب پیری مریدی کو قرار دیتا ہے۔ یعنی پہلے تو پیری کی تلاش

میں سیاحت کی اور بعد میں وہ سروں کو مرید بنانے کے لئے سفر

اختیار کیا۔ اس کی چند بیات ہیں :-

ہو سیاحت ہر طرف گرداں کیا ہر یک جائے ہر طرز بساں کیا

رہا آخرش چھوڑ شہر وطن کو جو آصفی کے تہ گھر کا صنی

درنگل کے غلے میں مسکن کیا لئے طاہوں کے توطن کیا

نظم نور ہی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسفندیار جنگ اور خواجہ خیر الدین خاں

داماد محمد الدود لہیر شاہ بلخ سید کے قدر دان تھے۔ موزن ذکر کی مدح

ہیں جو بیات لکھی ہیں ان میں سے ان دو بیاتوں میں بھی اپنی سیاحت

کی طرف اشارہ کیا ہے :-

ارسلے جہاں گرد دنیا بخت کہاں اور کہ ہر تو لگیا شغل

اختتام حصہ نثر :-

”ورد اکبر کا دورہ تسبیح میں پھر رپڑھ ادم کرنے آئے۔ ایسا شاہزادہ نہ پیدا ہوا ہے نہ ہوگا۔ اور دنیا بہ ہزاروں نہ وٹائے گا“

ترقیمہ :-

تمت تمام شد بتاریخ بیت و چہارم نوال ۱۲۳۵ ہجری ۔
 ریزیکشتہ ۔ و تاریخ کتاب اصلی چہارم بیج الاول ۱۲۳۵
 و تاریخ مسودہ و کوامہ ذیحجہ ۱۲۳۵ ۔ این کتاب برائے
 خود نوشتہ بتاریخ جمادیہ اول ۱۲۳۵ روز نہ شنبہ
 بوقت قریب سہ پہر با تمام رسید ۔ کاتب الحدیث حسین بادشاہ ۔
 اس ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے ۱۲۳۵ میں اصل مسودہ
 لکھا اور تین ماہ بعد ۱۲۳۵ ہجری میں مبینہ کیا جس کے بعد یہ نسخہ
 ونگل ہی میں محفوظ رہا اور اس کی یہ نقل ونگل ہی کے ایک شاخ
 حسین بادشاہ نے اپنے لئے ۱۲۳۵ھ میں لکھی ۔ حسین بادشاہ خود بھی
 شاعر اور ادیب تھے ان کی بعض کتابیں موجود ہیں جن کا ذکر بعد کو
 کیا جائے گا ۔

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا علیہ ہے ۔ ترقیمہ کے برابر
 ان کی ہر ”مصدرالطاف و عنایت حسین“ ثبت ہے ۔

کچھ تعلیم کر خزانے کو مجھے بھی خوب اس زبان میں دک نہیں ۔

.....

بکا دلی اور چہار درویش کے دونوں ایک ہی جلد میں تھے دیکھ لیا ۔

بارے کچھ دیکھا زبان سے وقف ہوئی اور چہار درویش والا تو

کیفیت بھی اوس زبان کی لکھتا تھا کہ شکر کی زبان ہے زبان اردو

اور اردو شکر خاص بادشاہی کو کہتے ہیں “ (دوق باب)

اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک دکن میں اس زبان کے لئے
 اردو کا لفظ عام نہیں ہو ا تھا ۔ ”حیرت اس کی ہے کہ جس ملک میں
 عہد قباب شاہیہ میں اس زبان کے ایسی ترقی پائی تھی وہیں کے
 باشندے آصفی عہد کے ابتدائی سو سال میں فارسی کے رواج کی
 وجہ سے اس زبان کو غیب سمجھنے لگے تھے ۔ حالانکہ ان کی بول چال
 اور گھروں کی زبان اردو ہی تھی لیکن وہ اس کو دکنی کہتے اور شاید
 اس کو اردو سے ملکہ ایک غیر زبان سمجھتے تھے ۔

اسی سلسلے میں مصنف اپنے احساس کمتری کے پیش نظر

یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ :-

”اگر اس کتاب کو بھی درنگی زبان کی دیئے برابر بکا دلی کے

چرا ہو سکتا ہے“

اس قصے کو ماوراء النہر کے بادشاہ سریرالملک کی شان و شوکت کے

بیان سے شروع کیا ہے ۔ ہر فصل کا نام داستان رکھا ہے ۔ کل ۳۲

داستانیں ہیں ۔ خاتمے میں قصیدہ مناجات کے طور پر ۵ اشعار لکھے ہیں ۔

جن میں پہلا اور آخری شعر یہ ہے ۔

مطلع ۔ اے ہم جہاں کی زندگانی کیا خوب کیا تو اس وجہ جانی

مقطع ۔ دیکھا : سوائے آصفی گھر ہے پتر الملک کا ب اوٹانی

آغاز :-

باسمے کہ ہے اسم کل اسم کا مجسم ہے او جسم ہر جسم کا

شہنشاہ شاہاں او شاہجہاں کشا ہنشنوں کا ہے اوس سے نیلا

(۱۲۶) نظم انور [۱۵۵]

اوراق ۱۱۰ - سطور ۱۰ -

تقطیع ۴ ۱/۲ - خط نستعلیق شکستہ -

عنوانات - سرفی میں -

مصنف - فقیر اللہ شاہ حید - سنہ تصنیف ۱۲۲۷ھ -

کاتب - سید مظہر علی عوف میر جان - سنہ کتابت ۱۲۶۶ھ -

مقام حکم - بیٹ -

یہ دو ہزار سے زیادہ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں چار
بھائیوں زکس، سنبلی، نسترن اور یاسمن کی داستان بیان کی ہے
مصنف کے حالات اور اس کی ایک اور کتاب تناولی کا ذکر ابھی نسخہ
۱۲۵/۱ میں گذر چکا ہے -

داستان شروع کرنے سے قبل 'حمد'، 'نعت'، 'وصف صحابہ' و
'پیشین' مناجات قبول سخن، 'قیام بڈیورھی اسفندیار جنگ'،
بیان جلوس عرس خواجہ بندہ نوازؒ، 'مریدی'، 'توصیف نظام علی خاں'
درج خواجہ خیر الدین خاں جیسے عنوانات کے تحت تقریباً ۲۰۰ ابیات
لکھی ہیں - انہی عنوانات میں مصنف نے اپنے بعض حالات بھی قلمبند
کر دیے ہیں جو قصہ تناولی کے تذکرہ میں درج کئے گئے ہیں -

یہ تعجب کی بات ہے کہ مصنف نے توصیف نظام علی خاں کی
سرفی نظم کر کے آصف جاہ ثانی اور ہمارا چندولاں کا ذکر اس طرح
کیا ہے کہ جس سے بجائے درج کے ذمہ کا پہلو نمایاں ہے - اور پھر یہ بھی
سمجھ میں نہ آیا کہ نظام علی خاں کی وفات (۱۱۸۷ھ) کے تیس سال بعد
مصنف نے ان کی توصیف یا ہجو کیوں لکھی - اسی طرح عرس
خواجہ بندہ نوازؒ کے جو حالات بیان کئے ہیں ان میں بھی اکثر جگہ سو وادہ
دورانی نمایاں ہے -

کتاب کا سنہ تصنیف خود اس کے نام نظم انور (۱۲۲۷ھ) سے

نکلتا ہے چنانچہ آخر کتاب میں تاریخ بھی درج ہے - اثنائے مثنوی
میں جگہ جگہ غزلیں بھی لکھی ہیں - اور شادی کے بیان میں وہ تمام
رسم و رواج بیان کئے ہیں جو دکن میں رائج تھے - خطبہ نکاح اور
جلوس کی انہیں غزلوں اور قطعوں کی شکل میں لکھی ہیں - یہ کتاب
قلم برقع میں تصنیف ہوئی ہے کیونکہ آخر زمانے میں مصنف وہیں
وطن پذیر تھا -

آغاز :-

رہے پہلے توصیف یزدادالہم توصیف پرتو کردوں میں رقم
کو مجموعہ واحد ہے کل کائنات اوتہ ذات اوستائی تاجی صفات
اختتام :-

آؤ ذکر ہے جان عالم یثیبی گروہ قیفت غیر تیری نہیں
کرم سے دینا و قیفت جس طرح کرم کر کے داخل بھی ہو اس طرح
تکل سند میں دانظم انور کا نام ۱۰۰۰۰ جیسے کے وقت تمام
سہرہ حق کے یہ نظم و ناطم کلام پس تے کہوں کیا ہنر و اسلام
تشریح :-

”وقت تمام غلامہ سید میر مظہر علی عوف میر جان دیکھ مٹ در ملا
سید لاؤے حسینی صاحب ہمارے نام تاج تاجان سلاطین و زعماء
یہ نسخہ نواب حیات نے بنگالہ ہر کامیاب ہے ان کے دستخط اہر ہیں
ابنداق اور آخری اوراق میں ثبت ہیں -

ترقیمہ :-

(۱۲۹) چار درویش (۱۲۹)

اوراق ۲۱ - بطور ۱۵ -

تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{5}{8}$ - خط نستعلیق -

مصنف - سید حسین علی خاں - زمانہ تصنیف ۱۲۵۰ھ -

کاتب - - - - - کتابت -

یہ اردو نثر میں قصہ چار درویش کا ایک ناقص الآخر

نسخہ ہے۔ اور چونکہ مصنف کا سودہ ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ

شاید مصنف نے اس کو ناتمام چھوڑ دیا تھا۔ بحالت موجودہ اس نسخے

میں پہلے درویش کا قصہ پورا درج ہے۔ اور دوسرے درویش کے

قصے میں صرف تین صفحے لکھے گئے ہیں۔

مصنف کے حالات نسخہ نمبر ۱۲۷ میں درج ہیں اس کی

اور دو کتب میں مرغوب الطبع اور بیستہ بہار بھی ادارے میں محفوظ

ہیں۔ یہ سب قصے ہیں جن سے یہ جلتا ہے کہ مصنف کو قصوں اور

داستانوں سے بہت دلچسپی تھی۔

سبب تالیف میں مصنف بیان کرتا ہے کہ چار درویش

کے قصے کی آج کل بڑی شہرت ہے لیکن یہ کیا ہے اور میرے

فرزند ولایت علی خاں کو دستیاب نہ ہوا اس لئے اس کی فرمائش

پر میں خود یہ قصہ قلمبند کر رہا ہوں۔ اس حصہ کتاب میں سے ذیل

کی عبارت بطور نمونہ نقل کی جاتی ہے۔ اس سے مصنف کے اسلوب

نئے علاوہ سبب تالیف بھی ظاہر ہو گا :-

”بندہ کو پانچ فرزند تصدق پنجتن پاک عطا فرمائے ہیں۔ بندہ

ان کو اپنے واسطہ جانتا ہے اور پنجگانہ میں جناب الہی سے

ادبکی صحت کی دعا مانگتا ہے..... غرض ان میں سے

برخوردار ولایت علی خاں طالب اللہ عمرہ و قدرہ تعریف قصہ

چار درویش کی سنے اور نہایت شغاف ہوا کہ کہیں سے

”بتاریخ نهم شهر رمضان المبارک روز پنجشنبہ شمسہ ہجری

از مسودہ صاف شد“

یہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عہد ہے۔ ابتدا اور آخر میں ان کے دستخط

اور ہر ثبت ہیں۔

(۱۲۸) مرغوب الطبع (۱۲۸)

اوراق ۷۵ - بطور ۱۵ -

تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{5}{8}$ - خط نستعلیق پاکیزہ -

عنوانات - سرخی ہیں -

مصنف - سید حسین علی خاں - سنہ تصنیف ۱۲۲۸ھ -

کاتب - - - - - سنہ کتابت ۱۲۵۳ھ -

یہ نسخہ نمبر ۱۲۷ کی ایک دوسری نقل ہے جو خود مصنف نے

پانچ سال بعد زیادہ صاف اور پاکیزہ خط میں لکھی ہے۔

آغازی و اختتامی عبارتیں بعینہ ہی ہیں جو نسخہ ۱۲۷ میں

درج کی گئی ہیں البتہ ترقیمہ میں مصنف نے اپنا نام بھی بطور کاتب

لکھ دیا ہے۔

ترقیمہ :-

”تمت بتاریخ بیست و سوم جمادی الاول ۱۲۵۴ ہجری

بخط خام عاصی حسین علی خاں تحریر یافت“

یہ نسخہ بھی نواب عنایت جنگ بہادر کا عہد ہے۔ چنانچہ اس کے

ابتدائی اور آخری اوراق پر ان کے دستخط اور ہر ”مصدر الطبع

و عنایت حسین ۱۳۳۶ھ“ ثبت ہیں۔

عادل، دانا اور باؤل اوس کے عہد دولت میں باز کا مقدر
نہ تھا کہ صعوہ کو بد نظر دیکھے۔

پہلے درویش کا قصہ ان جہلوں پر ختم ہوتا ہے :-

”اوس خضر راہ نما کی ہدایت سے یہ معصوم تم محمدیوں کی

خدمت میں آچو نچا ہے اب دیکھو حق تعالیٰ بادشاہ وقت سے

کب ملاتا ہے۔ بندہ کی یہ سرگزشت تھی جو عرض کی۔“

یہ مخطوط اس عبارت پر ختم ہوتا ہے :-

”میں اوس کے خون کی دھار سے کہ ہی اوس کا سراغ تھا

اوس کے غضب روانہ تھا۔ بعد وہ آہو داس ایک کوہ میں

غائب ہو گیا۔ میں ہر پہاڑ طرٹ اوس کی جستجو میں رہا مگر وہ

نہ ملا آخر اوسی پہاڑ پر او۔“

کوئی ترقیم نہیں۔ ابتدا اور آخر میں نواب عنایت جنگ بہادر کے دستخط

اور ہر یہ ہیں۔ یہ نسخہ اپنی کا عطیہ ہے۔

(۱۳۰) ہمیشہ بہار (۱۳۳)

اوراق ۱۸۲ - سلور ۱۵۔

تہ تیغ $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2}$ ۹ - خط نستعلیق - عنوان سرخی میں -

مصنف - سید حسین علی خاں - زمانہ تصنیف ۱۲۵۰ھ -

کاتب - ” - سنہ کاتبیت ”

یہ اردو نثر کی ایک ضمیمہ کتاب ہے جو دراصل شیخ عنایت اللہ

کی فارسی بہار دانش کا ترجمہ ہے۔ مصنف کی دوسری کتابیں

مرغوب الطبع اور چار درویش کا تذکرہ اوپر گذر چکا ہے۔ اول الذکر

کتاب ۱۲۵۰ھ کی تصنیف ہے اس لئے یہ کتاب بھی اسی قریبی زمانے میں

لکھی گئی ہوگی۔

زیر نظر نسخہ ناقص الآخر ہے اس لئے سنہ تصنیف و

قصہ چار درویش بہم پہنچے کہ خریدوں یا مستعار ملے تو نقل ہوگی
کردن گردستیاب نہ خوا۔ تب بندہ نے اون کی گرائی خاطر سے

اندیشہ کیا اور دل سے کہا کہ تم کو کچھ شغل دینا سوائے بیکاری

کے نہیں ہے۔ نثر مشہور بہہ میٹھے سے بیگار بھی۔۔۔۔۔

یہ خیال کر کے اردو کہ قصہ چار درویش فارسی زبان میں نظم کرو

پھر اوسی بر خور دار لے کہا کہ بندہ چاہتا ہے کہ اس قصے کو زبان

اردو میں آپ تمہند فرماویں کہ خواص و عام اور ضعیف و ثریف

سمجھیں اور وقت پائیں۔ خرامو مجبور۔ اس واسطے یہ

قصہ اگرچہ سابق ہی زبان اردو میں لکھا گیا ہے اور بھاپ

بھی ہوا ہے اور حال میں ہندی میں نظم بھی کیا گیا ہے۔

بہہ بھی بہ پاس خاطر عرض بر خور دار معز لکھتا ہے کہ جو

سنے لذت یاد دے۔“

اس عبارت میں مصنف نے حال میں چار درویش کے قصہ کے منظوم
ہونے کا جو ذکر کیا ہے وہ غالباً تہذیبی خاں شوق کے ”منظوم چار درویش“

کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر مخطوطہ نیر۱۰۱ میں گذر چکا ہے۔ اصل

کتاب حمد و ثنیت و مناقبت ائمہ سے شروع ہوتی ہے جو فارسی میں ہے۔

اس کے بعد ہی عبارت شروع ہوتی ہے جو اوپر درج ہے۔ مصنف نے

اپنا نام اس میں نہیں لکھا لیکن خط وہی ہے جو حسین علی خاں کے دوسرے

مکتوبہ نسخوں میں ہے اور سرورق پر نواب عنایت جنگ بہادر نے بھی

”چار درویش مصنف حسین علی خاں“ لکھی ہے۔ اس لئے اس میں

کوئی شبہ نہیں کہ اس کا مصنف سید حسین علی خاں ہی ہے۔ اصل قصہ

اس طرح شروع ہوتا ہے۔

”آغاز قصہ بنجملہ دان حکایات چار درویش و مرہم ہندان

جراحت دلہائے ریش قصہ چار سلطان درویش نام اس طور

سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا ہمارا تمہارا خدا اور

خدا کا رسول بادشاہ شہر روم اوس کا دار السلطنت تھا

سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ ابتدا میں مصنف نے اپنا نام اور سبب تالیف بیان کیا ہے اور اس امر کی وضاحت کی ہے کہ انگریزوں کی فرمائش سے بہت سی کتابیں ہندی میں ترجمہ ہوئی ہیں لیکن انکے شیخ عنایت اللہ کی بہار دانش کا ترجمہ نہیں کیا گیا اس لئے اپنے دوستوں کی فرمائش پر میں یہ کام انجام دے رہا ہوں۔ اسی سلسلہ میں نواب ناصر اول (دفات ۱۲۱۷ء) کی مدد بھی کی ہے۔ اس حصے کے بعض اقتباس یہ ہیں :-

”کتاب بہار دانش شیخ عنایت اللہ نے زبان فارسی میں جوت عبارت رنگین، مسلسل، دقیق، و نفیس عجائب و کمالات اور فصیح جو وزیر، امیر و حکیم و ندیم و امراء و حیان بہادر سلطان کے پیش بے وفائی و غیروں کی کی تھیں لکھی ہیں۔ اکثر اوقات مجلس میں شغل اس کتاب کا رہتا تھا اور سب اہل محفل کو جو بہرہ علم سے رکھتے تھے بناشت حاصل ہوتی تھی اور لایعلم اس کی فہم کی لذت سے محروم رہتے۔ کئی صاحبوں نے کہے کہ اگر اس کتاب کا ترجمہ زبان ہندی سے ہو تو سب با علم و بے علم کی سمجھ میں جو یہ کہانیاں و نقلات جو رنگین ہیں آئیں گی۔ اور کی منشیوں نے جوت سی کتابیں فارسی کی بوجہ فرمائش انگریزوں کے ترجمہ ہندی سے جو قریب الفہم ہوتا ہے کئے ہیں۔ مجھے جو بے کاری و فغانہ نشینی تھی اپنے وقوف کے موافق دقت و طول کلامی کو موقوف کر مطلب جمیدہ کر کے ہندی جو زبان اپنی فنی وہ ہی بول چال سے ترجمہ کیا عہد میں منشی نواب کیواں جناب متلا التمام و دراصل حاتم نام۔“

ہست کیواں جناب و نجم پاہ زین بخش سریر و چتر و گلاہ جانشین سکندر ثانی ! ناصر لدولہ یعنی آصف جاہ تادم رکھے اللہ تعالیٰ از سے معہ اولاد و مملکت کے تادریقا۔

سخاوت اس کی اگر حاتم زندہ رہ کر آٹھوں سے دیکھتا تو آپ کو ایک ادنیٰ بیلہ برداروں سے جانا کہ کیسے دم تو گری کا مارتے ہیں۔ برداشت و پرورش اعلا دادنی و میکن و فقیر و مالک و مجدد کی بدرجہ مخطوط ہے اور اس کی دست خوا کئے آئے اشرفی علم خرچہ کا رکھتی مترجم امیر کا سید حسین علی خاں جو زاد بوم بھی شہر فہرہ س شک ہے ہمیشہ بہار نام رکھا۔“

یہ سونو خود مصنف کا مکتوب ہے۔ حسین علی خاں کی جملہ کتابیں جو ادارے میں محفوظ ہیں سب مصنف ہی کے قلم سے لکھی ہوئی ہیں۔ اور ان کے نسخے اب تک کسی کتب خانے میں نظر سے نہ گذرے۔ غائبانہ یہ نادہ خطوط ہیں۔ ان سب کا خط اور پنج تحریر ایک ہی ہے۔ یہ کتاب مصنف کا مسودہ معلوم ہوتی ہے۔ اور چونکہ ناقص الاخر ہے اس لئے پتہ نہ پل سکا کہ مصنف نے اتنا ہی ترجمہ کیا تھا یا کتاب مکمل کر لی تھی۔ آغاز :

”حمد ثنا زبان اپنے سے ادا ہو قاصر زبان ملک بخت آسا کت اس کی شاعر قلم جو کچھ آج کہوں یہ دو زبان خواہش آدھو زبان کی ہے حمد و ثنا جناب یہاں آفریں کار بان بشر کوفرت نہیں جو بیان کرے اور اگر قلم جرات لکھنے کی کرنا ہے تو زبان شق ہو جاتی۔“

احتمال نام :-

”وہ مرد متغزل کہا کہ اسے شرو شیریں : ہنوں کے میں مرد زراعت پینہ بوں عمر مہر جنگل میں دانہ چھوکتا رہا۔ کر اور دام سے آسان کے کنارے دمقان غلگ نے میرے مزدور عالم میں سوائے تحم نادانی کے نہ بویا۔“

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ ابتدا اور اختتام پر ان کے دستخط اور جہیں خجست ہیں۔

حمد و ثنا اوس کی سے باہر نکلے اور جو حق لکھنے کا ہو لکھ کے
افتتاح :-

ہو چکا اب یہ رسالہ افتتاح ! درہزارہ و دوصد و پنجاہ تمام
بس قلم کو شمس اب یہاں سے اٹھا ہو چکا اتم تیرا مدعا
ترقیمہ :-

”ہزار شکر اوس جناب اقدس الہی کا کہ یہ رسالہ ترتیب النکاح
روز شنبہ تاریخ دویم صفر المظفر ۱۲۵۵ھ میں رسالہ از دست
شیخ احمد عت کائے غاں بجمہ خود تحریر ہوئے تمت تمام شدہ“
اس ترقیمہ کے نیچے ہی سے رسالہ ترتیب نماز شروع کر دیا گیا ہے۔

(۱۳۲) ترتیب نماز [۶۶۲ ب]

اوراق ۳ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق - عنوان سرخی میں -

مصنف محمد شمس الدین شمس (۱۲۵۵) - زمانہ تصنیف غالباً ۱۲۵۵ھ -

کاتب شیخ احمد عت کائے غاں - سنہ کتابت ۱۲۵۵ھ -

یہ مختصر رسالہ مختلف نمازوں اور اس کے لوازم کے متعلق فہمیدہ
کیا گیا ہے۔ اس میں بھی ترتیب النکاح کی طرح علی پہلو پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

مصنف کا نام اور سنہ تصنیف درج نہیں لیکن ترتیب النکاح کے
ساتھ ہی لکھا گیا ہے اور اسلوب بھی وہی ہے اس لئے غالباً اس کا
مصنف بھی محمد شمس الدین ہی ہے۔

آغاز :-

”بیت وضو - وضو کرنا ہوں واسطے وہ بونے محدث کے اور جائز ہونے نماز کے“

اختتام :-

”سبحان ربی الاعلیٰ ہی قدر بوجہ آئین تمام گزار دے بعد اتیمات

تمام از لفظ سلام پیر دل آید“

(۱۳۱) ترتیب النکاح [۶۶۲]

اوراق ۹ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق - عنوان سرخی میں -

مصنف محمد شمس الدین شمس - سنہ تصنیف ۱۲۵۰ھ -

کاتب شیخ احمد عت کائے غاں - سنہ کتابت ۱۲۵۸ھ -

نکاح کے موضوع پر اردو و نثر کا یہ رسالہ محمد شمس الدین ادوی کی

کی تالیف ہے جن کی ایک اور کتاب احوال میت کا تذکرہ (مخطوطہ نمبر ۱۲۴)

میں گذر چکا ہے۔ انہی کی ایک اور کتاب ترتیب نماز کا ذکر اس کے بعد

ہی درج ہو گا۔ مصنف کی نسبت معلومات بھی مخطوطہ ۱۲۴ کے سلسلہ میں

ملاحظہ ہوں۔

یہ کتاب نہایت مفید اور ضروری معلومات پر مشتمل ہے اور اس کی

ترتیب بھی نہایت عمدہ ہے۔ پہلی فصل ترغیب النکاح کے لئے وقف ہے۔

اور دوسری فصل میں مسائل و ترتیب النکاح بیان کی گئی ہے۔ قرآن شریف

احادیث اور بزرگان دین کے اقوال سے جگہ جگہ کتاب میں کام

لیا گیا ہے۔ آخر میں خطبہ النکاح بھی لکھ دیا ہے۔ علی نقطہ نظر سے یہ

کتاب نہایت مفید ہے اور اس قابل ہے کہ شائع کر کے عام طور پر

تقسیم کی جائے۔

ابتداء میں حمد و نعت کے بعد سبب تالیف بیان کیا ہے

جس میں مصنف نے اپنا نام اور کتاب کی ترتیب کے متعلق ضروری

باتیں لکھی ہیں۔ کتاب کا اختتام ۱۵ آیات کی ایک مثنوی پر ہوتا ہے

جس کی آخری بیتوں میں مصنف کا تخلص اور سنہ تصنیف بھی درج ہے۔

آغاز :-

”لایق حمد و پاس وہ خالق اکبر ہے کہ ایک ذات آدم علیہ السلام

خلعت بے شمار پیدا کیا۔ اور اولاد کو ان کی خلعت فائز و طالب کم

من النساء سے سرفرازا کیا۔ غار خشک مغز کا کیا مقدود کہ عہد سے

ترقیمہ :-

”تت تمام نہ کارم نظام شد۔ بنوا الفیہ غیر ذنب العاصی من
دنب و التغبیر شیخ محمد بن کائے خاں جسے خود تحریر فرمودہ سند۔
بت۔ شیخ سیوم و ذہب ہار سبب در ماہ صفر حشہ ہجری سہ چہار گمہی
روز باقی ماندہ ہو۔“

وطن اور زمانے کو متعین کرتے ہیں۔ ایک شعر میں اس نے دلی کا ذکر
اس طرح کیا ہے :-

دلی من یہ منزل عاشق کینشیں کہتا اگر جو
را کہ رسک ہو تو دایم بتی کے آستانے کا
معلوم ہوا ہے کہ عاشق یہ رہا دین اپنے ایک ہم سفر شاعر میر نواز شملی
نشیہ کا بڑا معتقد تھا۔ پہلی غزل کے مطلع میں شبیہ اکا ذکر اس طرح
کیا ہے :-

ببٹ شید اساکوئی استاد صاحب معرفت

خوب ظاہر ہوئے عاشق بید عشق اللہ کا
اس جوئے کی بعض غزلیں دلی کی زمیوں میں ہی گئی ہیں۔ کلام نہایت
پختہ اور رنگین ہے یقین ہے کہ عاشق اپنے زمانے میں بہت مشہور ہو گا۔
لیکن اس کے کلام کا کوئی نسخہ اب تک دستیاب نہ ہوا تھا۔
آغاز :-

سفر دلی پر کتبت کر کے بسم اللہ کا تمغہ صلوٰۃ لکھا ہوا رسول اللہ کا
بندہ مہتمی سے فرمایا حضرت رسولؐ جی میں اہلانا ہو بندہ خاص اس دیکھا
اختتام :-

یارو شفی میں بلوب گیا آفتاب سب رکھ اوس ختم کے طرہ زنتار کی تلک
عاشق بو گلگون میں نہیں ہوتی کی عجب سن یارن زبان میں مجھ اشعار کی تلک
تلک کرتا ہے سر سب کا تغافل رنگ رنگ
پیش دیتا ہے پریشانوں کو کامل رنگ رنگ

ترقیمہ :-

”تحریر ۱۲۲۰ ہجری -

ہیں کتاب مرزا احسان اللہ بیگ خاں پسر نیاز بہادر خاں“

(۱۳۳) منتخب دیوان عاشق [۲۱۰]

ایراق ۹ - سطور ۱۸ -

تقطیع پہلے ۸۸۸ خطہ تخلیق شذتہ آمیزہ پاکیزہ۔

عنوان سرقتی میں۔

مصنف عاشق۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۶۵ھ۔

سنہ کنایت ۱۲۲۰ھ۔

یہ تقریباً ۴۵۰۰ جزلوں اور ۳۵۰ اشعار کا منتخب دیوان ایک
ایسے اعلیٰ پایہ شاعر کا ہے جو اب تک غیر معروف رہا۔ میر کی خدمت عاشق علی
عاشق برہان پور میں پیدا ہوا لیکن حضرت آصف جاہ اول کی رفاعت
میں دکن چلا آیا۔ اور شاہی منصب داروں کے زمرہ میں شامل ہو کر
اپنی عمر حیدرآباد ہی میں گزار دی۔ علم و فضل اور انشا پر دازی کی وجہ سے
اپنے زمانے میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اردو شاعری کا بے حد امداد تھا۔
اور اس کے کلام کو اتنی شہرت حاصل ہو گئی تھی کہ فتح علی حسینی گروہری
نے اپنے تذکرہ (مرتبہ ۱۱۶۵ھ) میں اس کا حال درج کیا۔ اور اس کے
علاوہ علی ابراہیم خاں، عشقی، اور ذکا کے تذکروں میں بھی اس کا ذکر
آتا ہے۔ عبد الجبار خاں صوفی نے محبوب الزمن جلد دوم (ص ۸۴۲ و
۸۴۳) میں بھی اس کے حالات اور نوٹ کلام شامل کیا ہے۔ اور
بڑی تعریف کی ہے۔

عاشق کے اس منتخب کلام میں بھی چند شعرا ایسے ہیں جو اس کے

(۱۳۴) تنبیہ النساء (۱۳۰)

اوراق ۳۶ - ۱۰ - مطبوعہ ۱۰ -

تطبع ۱۰ - ۱۰ - خط نستعلیق -

مصنف خواجہ رحمت اللہ - زائے تعین قبل ۱۱۹۵ھ -

سنہ کتبت ۱۲۰۰ھ -

یہ مثنوی دکن کے ایک مشہور مثنوی خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ

کی تصنیف ہے۔ ان کے مختصر حالات اس فہرست کے مخطوطہ نمبر ۱۱۱ (فقر نامہ کاش) میں درج کئے گئے ہیں۔ کیونکہ فقر نامہ کا مصنف انہی کا مرید تھا اسی طرح مخطوطات نمبر ۱۲۱ تا ۱۲۶ کے مصنفین بھی ان کے متبعین میں سے تھے۔ خاص کر فقیر اللہ شاہ حیدر کی نظم انور (۱۲۶) میں مرح شاہ رفیع الدین قندھاری کے سلسلے میں ان کا بھی ذکر آگیا ہے۔ مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری ان کے خلیفہ تھے اور ان کے

توسط سے شاہ خواجہ رحمت اللہ کا فیض دکن میں دور دور پہنچا۔

شاہ رفیع الدین خود بھی مصنف تھے اور ان کے ایک خلیفہ مولانا حافظ شہناز الدین بھی ایک معتقد مصنف اور صاحب تصانیف بزرگ تھے۔ ان دونوں کی اردو و فارسی تصنیفات کے قطعی نسخے بھی ادارے میں محفوظ ہیں۔ اور ان کا ذکر آئندہ درج رہے گا۔

چونکہ خواجہ رحمت اللہ کا مختصر حال اس فہرست میں (صفحات ۱۳۷-۱۳۸) درج ہو چکا ہے اور مذکورہ اولیائے دکن، اولیاء القندھار اور متناقب شہاعیہ میں بھی ان کے حالات چھپ چکے ہیں اس لئے یہاں ان کی اس کتاب کی نسبت ضروری باتیں درج کی جاتی ہیں۔ اس مثنوی کے کئی نسخے ادارے کے کتب خانے میں محفوظ ہیں۔

یہ کتاب راقم الحروف کے بچپن میں بہت مقبول تھی اور وہ ایسی کئی خواتین سے واقف ہے جنہیں یہ پوری کتاب حفظ تھی اور ان کے گھر کے غلاموں اور بچوں کو بھی اس مثنوی کی بیسیوں ابیات یاد تھیں۔

مسلمان عورتوں کی اصلاح کے لئے اس سے بہتر کوئی کتاب اردو میں نہیں تھی گئی۔ اور نہ اتنی مشہور و مقبول ہوئی۔

اس کتاب کا موضوع خواتین کی اصلاح ہے۔ اس میں صاحب

اور غم جی دونوں قسم کی برائیوں کو نہایت سخت اور تلخ الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔ اردو زبان میں ترقی پسند ادب کا جو نظریہ زمانہ حال میں روشناس ہوا ہے اس کا یہ مصنف لفظ بلفظ قائل ہے۔ انسانی

نفس کی نہایتوں اور اخلاق و اعمال کی گندگیوں کو خواجہ رحمت اللہ

نے نہایت عریاں اور واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ اور عورتوں اور مردوں دونوں کی بری طرح خبر لے ہے۔ ان کے زمانے میں جتنے برے رسم و رواج تھے ان میں سے ہر ایک کو تفصیل سے بیان کیا اور ان کی سختی سے مذمت کی اور مضحکہ اڑایا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ طنز نگاری میں ماہر تھے۔ ان کی اکثر ابیات باوجود زبان کی قدامت کے اب بھی تیر و نشتر کا کام دے سکتی ہیں۔

انہوں نے چند نصیحت کرنے یا ایک نقد و غلط قلمبند کرنے کی بجائے تمام بری باتوں کو نرم و حجاب کے بغیر کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ وہ خود کہتے ہیں:-

بد رسم او ان کے چھڑانے کے بدل میں کیا مشرک رسم سارے نقل
کھر کے چن چن رسم بویا ہوں میں شک شبہ کے سب گرہ کھویا ہوں میں
جو سخن سا پنا تھا برحق تمام بے لطف ہو کہا مطلق تمام
فاصلوں کو بات یہ نا بات ہے جاہلان کرتے جگر میں لات ہے
مصنف نے اپنا اور مثنوی کا نام کتاب کے آغاز میں عنوان ”حکایت
کہ سب تصنیف ایسا کتاب افتادہ است“ کے تحت ان ابیات میں لکھا ہے:-

نام تنبیہ النساء اس کا دھروں مشرکوں کے رسم سب ظاہر کروں
یا الہی اپنی رحمت فضل کر! رات اور دن رحمت اللہ کے آہر

سبب تالیف بیان کیا ہے۔ افوس ہے کہ سنہ تصنیف درج نہیں کیا چونکہ مصنف نے ۱۱۹۵ھ میں وفات پائی اس لئے یہ نسخہ اواخر بارہویں صدی کی اچھی اور مفید کتابوں میں سمجھا جاتا گا۔
آغاز :-

حمد بے حد ہے اسی سبحان کو جو کیا پید اجسم اور جان کو
دو جہاں کا نافع اور دایم ہے وہ سب فنا آخر کے تئیں قائم ہے وہ
افتخار :-

ہم دکھنا رہائی در کار ہے کوئی چلو کوئی نا چلو خنار ہے
گر چلیں گے تو خدا دیوے جزا نا چلیں گے تو یقیں پاوے سزا
ترقیمہ :-

”تحت الکتاب یون الملک الہاب۔ این تنبیہ النساء —

سیوم ۱۰ رجب المرجب روز جمعہ بوقت صبح منکر جری انظلم“

این کتاب فاطمہ بیگم دیکنی بیگونی پرگنہ نژاد ہجریہ ۱۰۰۰

مشت خاں۔ برائے اوشاں خریہ مشہد“

کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔ اس کے بعد دوسرے صفحہ سے حضرت
شیخ عبدالقادر کی ایک فارسی نظم لکھی ہے جس کے آغاز و اختتام پر عربی
عبارتیں ہیں۔ اس حصے کا عنوان خطبہ اول لکھا ہے۔ اور اس کا
ذکر فارسی خطوط کی فہرست میں درج رہے گا۔

شکوئی کے زیر نظر نسخے میں وہ بیت درج نہیں ہے جس میں
تقداد آیات والو اب کا اظہار کیا ہے لیکن ایک دوسرے نسخے (نمبر ۱۳۶) میں کتاب کے آخر میں یہ بیت شامل ہے۔

پانچ سو ستر جویں بیتاں اسے باب پندرہ یا در کہ دل میں اسے
لیکن یہ بیت خود مصنف کی نہیں معلوم ہوتی غالباً کاتب کا اضافہ ہے۔
بہر حال اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس شکوئی میں تقریباً ۵۰۰ بیت
ہیں اور اس کو ۱۵ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب کا عنوان فارسی
میں لکھا ہے۔ اور درمیان میں قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کو بھی درج
کیا ہے۔

مصنف نے سبب تالیف یہ بیان کیا ہے کہ ایک روز عشرہ
محرم میں ایک شخص اپنی بیوی کو عاشور خانوں کا تماشا دکھانے لے گیا۔
ان ایام میں سڑکوں، گیلوں اور عاشور خانوں میں جو بھیر ہوتی ہے
اس میں عورتوں کی شرکت سے بڑی بدنامیاں اور مذموم حرکتیں
رودنما ہوتی ہیں۔ مصنف نے اس شخص کو اس حرکت سے منع کیا تو
اس نے ان قدیم رسوم کی تائید میں مصنف سے بحث شروع کی۔
آخر کاجب راہ راست پر آیا تو کہا کہ میں تو قایل ہو گیا لیکن میری
بیوی نہیں مانے گی اس لئے آپ ان باتوں کو لکھ دیں تاکہ سب
عورتیں ان کو پڑھیں اور مفرسہ و رواج سے باز آئیں۔ اس طرح
یہ کتاب لکھی گئی اور اسی لئے ہر بیان مصنف نے سہاگن سے مخاطب
ہو کر شروع کیا ہے مثلاً

سن سہاگن پند حق دل جان سے میں کہوں احادیث اور قرآن سے (۱۵)
سن سہاگن بات میری کر قبول میں کہوں فرماتے سو حضرت رسول (۹)
سن سہاگن یاد رکھ باتاں تمام پڑھ دو دواں پچھڑے گیتاں حرام (۱۵)
سن سہاگن حق سستی ملحوظ ہو ! کرے پلیس کے محفوظ ہو (۱۸)
کتاب کی ابتدا احمد و نعت سے کی گئی ہے۔ اور اس کے بعد اصل موضوع
کا تعارف بعنوان ”بیان کفر و رسومات بد“ کیا گیا ہے۔ اور پھر

(۱۳۵) تنبیہ النساء (۶۶۳) (۱۳۶) تنبیہ النساء (۸۶)

اوراق ۲۷ - سطور ۱۳ -

تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{5}{8}$ - خط نستعلیق پاکیزہ -

عنوانات - رخی میں کرم خوردہ -

مصنف - خواجہ رحمت اللہ - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ -

کاتب شیخ احمد عرف کالے خاں - سنہ کتابت ۱۲۵۶ھ -

بہ نام حیدر آباد -

یہ محوطہ نمبر ۱۳ کا ایک اور نسخہ ہے جو خاص اہتمام اور

نفاست کے ساتھ اس سے ۴۰ سال قبل حیدر آباد میں نقل کیا گیا ہے۔

اسی کاتب کی نقل کی ہوئی اور کتابیں بھی ادارے میں موجود ہیں۔

رویکو نمبر ست ہذا نسخہ جات نمبر ۱۲۲، ۱۳۱، ۱۳۲ (

اس نسخے میں تقریباً ۶۵۰ ابیات ہیں۔ لیکن اس میں وہ نہیں

درج نہیں ہیں جن میں مصنف نے اپنا نام اور تعداد ابیات و ابواب

دع کی ہے۔

آغاز:-

حمد بے حد ہے اوسی سبحان کو جو کیا پیدا جسم اور جان کو

دو جہاں کا خالق و دائم ہے او سب فنا آخر کے تیں قائم ہے او

اختتام:-

ہم دکھانہ نبی درکار ہے کوئی چلو نا کوئی چلو مختار ہے

گر چلیں گے تو خدا دیوے جزا ناچلیں گے تو یقین پاوے سزا

ترقیمہ:-

”تمت تمام شد سال تنبیہ النساء بتاریخ بست دوم ذی الحجہ ۱۲۵۶ھ

بخط فقیر حقیر شیخ احمد عرف کالے خاں بہ بلدہ فرخندہ بنیاد بروز

دوشنبہ بعد مغرب تحریر یافت“

اوراق ۲۹ - سطور ۱۲ -

تقطیع $\frac{3}{4} \times \frac{5}{8}$ - خط نستعلیق -

مصنف خواجہ رحمت اللہ - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ -

کاتب میراں صاحب استاد - سنہ کتابت ۱۲۶۱ھ -

یہ محمولات نمبر ۱۲۲ و ۱۳۵ کا ایک اور نسخہ ہے۔ اس میں جگہ جگہ

ابیات کا اضافہ ہے۔ چنانچہ ذر کتاب میں ۹ بیتیں ایسی زیادہ ہیں جو

دوسرے نسخوں میں درج نہیں ہیں۔ اس کاتب نے ایک اور کتاب

اردو نثر میں (سوالات گلدین عیسوی وغیرہ) اسی کے ساتھ نقل

کی ہے۔ اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا۔ (دیکھو صفحہ ۱۸)

آغاز:-

حمد بے حد ہے اوسی سبحان کہ جسے کیا پیادہ جسم و جان کو

دو جہاں کا خالق و دائم ہے او سب فنا آخر کے تیں قائم ہے او

اختتام:-

عرض میری تم سنو اے باشعور فضل سے اپنے مجھے بخشے غفور

پانچ سو ستر جو یہ بیتاں اسے باب پذیر یاد رکھ دل میں اسے

ترقیمہ:-

”تحریر فی التاریخ بست دوم شہر ذی القعدہ بروز دوشنبہ

وقت ظہر اتمام یافت ۱۲۶۱ھ - کاتب المحروف میراں صاحب

استاد این کتاب برائے خواہش طبع لاڈلے صاحب زردی

نوشتہ شد“

(۱۳۷) تنبیہ النساء [۶۶۴] (۱۳۸) تنبیہ النساء [۱۹۱ب]

اوراق ۲۶۔ سطور ۱۳۔

تقطیع ۳ و ۴ و ۵ و ۶۔ خط نستعلیق۔

شوانات سرخی میں۔ بعض صفحات بوسیدہ۔

مصنف خواجہ رحمت اللہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ۔

کاتب مرزا دوست محمد۔ بمقام پلاننگ۔

تنبیہ النساء کا ایک مکمل خوش خانہ نسخہ ہے جو شہر پلاننگ میں

شیخ احمد پاشا لائٹ کمپنی ۲۴ رجسٹر کی فرمائش پر کئی اور کتابوں

(قیامت نامہ، ہدایت المؤمنین وغیرہ) کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ ان

سب کتابوں کا اگر آئندہ درج ہوگا۔ ہر کتاب کے آخر میں کاتب نے

بعد اجداد ترقیہ بھی لکھ لیکن اس التزام کے باوجود افسوس ہے کہ

سنہ کتابت درج نہیں کیا۔ غالباً اوّل خزیر صوبی صدی کی

مانست ہے۔ اس نسخے میں بھی مصنف کے نام کی بیت شامل نہیں ہے۔

تجربہ کا نام اسی جلد کی کتاب قیامت نامہ کے ترقیہ میں درج ہے۔

آغاز :-

”وہ ہے وہ ہے اسی سبحان کوں جسے کیا پیدا جسم اور جان کوں

وہاں کا خالق و رازقی ہے او سب فنا آخر کے تئیں قائم ہے او

اختتام :-

”ہم دیکھا ناراہ بنی درکار ہے کوئی چلو یا ناچلو مختار ہے

گر چلیں گے تو خدا دیوے جزا ناچلیں گے تو یقیں پاوے سزا

ترقیہ :-

”تمام شدہ نسخہ تنبیہ النساء پاس خاطر شیخ احمد تحریر یافت“

یہ نسخہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ ہندستان کے باہر پلاننگ میں

لکھا گیا ہے۔

اوراق ۵۔ سطور ۴۔

تقطیع ۱ و ۲ و ۳ و ۴۔ خط نستعلیق شکستہ۔

مصنف خواجہ رحمت اللہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ۔

سنہ کتابت - ۱۲۶۶ھ۔

یہ محکومات مہر ۱۳۴ تا ۱۳۸ کا ایک ناقص الاخر نسخہ اور سندی

کی ایک نظم کے اردو ترجمہ کے ساتھ ایک ہی جلد میں شامل ہے۔ کاتب

نے اپنا نام نہیں لکھا۔

آغاز :-

”سب ہم ہی میں رکھے مشرک کیاو بت پرست شدے پرست ہو زیاد

فی الحقیقہ مومنوں سے دور ہیں کافروں کے ساتھ او محشر ہیں !

اختتام :-

”ہم دیکھا ناراہ بنی درکار ہے کوئی چلو کوئی ناچلو مختار ہے

گر چلیں گے تو خدا دیوے جزا ناچلیں گے تو یقیں پاوے سزا

ترقیہ :-

”تمام شدہ این رسالہ تنبیہ النساء تصنیف مولانا حفیظ

خواجہ رحمت اللہ قدس سرہ بتاریخ ست چہارم ماہ صفر المظفر

۱۲۶۶ ہجری اختتام پرداخت“

(۱۳۹) کشف الخلاصہ [۱۳۱]

اوراق ۲۲ - سطور ۱۳ -

تفصیل ۱/۵ ۱/۵ ۱/۵ - خط نستعلیق -

مصنف میر شجاع الدین - سنہ تصنیف ۱۲۳۲ھ -

کاتب محمد امیر الدین - سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ -

یہ شتوی حضرت حافظ میر شجاع الدین حسین (۱۱۹۱-۱۲۵۱ھ)

کی تصنیف ہے جو مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری کے مرید و خلیفہ اور
میدر آباد کے مشہور صوفیائے کرام میں سے تھے۔ ان کے حالات زندگی
”مناقب شجاعیہ“ میں قاضی امیر اللہ برادر لوب فضیلت جنگ اور اللہ تعالیٰ
قندھاری نے قلمبند کئے ہیں۔ یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ تاریخ ادبیات دکن
میں عبد الباقی صوفی لکھاپوری نے بھی تفصیل سے ان کا ذکر
لکھا ہے (دیکھو جلد دوم صفحات ۱۰۰۲-۱۰۱۲)۔

حافظ شجاع الدین شہر میدر آباد میں چار دینار کے قریب
جامع مسجد میں قیام پذیر تھے اور یہ مسجد انہی کی وجہ سے آباد ہوئی۔
ان کے شاگردوں اور مریدوں کی تعداد کثیر تھی۔ اب بھی یہ جگہ کے
طالب کے قریب ان کا گنبد زیارت گاہ عوام و خواص ہے۔ ان کی تصانیف
حسب ذیل ہیں :-

(۱) جوہر النظام - عربی میں فقہ کار سالہ (۲) رسالہ علم قرات - اردو میں

(۳) رسالہ رویت - فارسی میں رویت الہی کے موضوع پر (۴) رسالہ فوائد مجتہد - فارسی میں۔

(۵) ”ہجرت قدر“ - ”رضا و تسلیم“ - ”۶۷۰“ - ”سماح“ -

(۶) ”اختلام“ - (۸) رسالہ تادیب - فارسی میں ذکر و اشغال

(۹) ”سلوک و تقویٰ“ - ذکر و اشغال (۱۰) مناجات ختم قرآن عربی میں۔

(۱۱) خطبہ عربی خطبوں کا مجموعہ (۱۲) غزلیات فارسی -

(۱۳) مسامحت - فارسی میں (۱۴) مکتوبات و تصانیف -

(۱۵) کشف الخلاصہ - اردو میں۔

کشف الخلاصہ اصل میں فقہ کا ایک فارسی رسالہ تھا جو غالباً ۱۱۵۱ھ

میں تالیف ہوا تھا اور جس کے مصنف کا نام معلوم نہیں۔ اس کو
مفتیہ پاکر حافظ شجاع الدین صاحب نے اردو میں منتقل کیا۔ چنانچہ وہ
کہتے ہیں :-

اس رسالے کی زبان تھی فارسی صاف اور پاکیزہ جیسے آرسی
اختصار اس کا بیاں کوئی لیا کرے جیسا کوئی دیکھ کوڑے میں بھرے
تھا مصنف اس کا مدہل دل دل بحق مشغول ظاہر آب و گل
با وجود اس کے کہ تھا عالی مقام نام اپنائیں نکھائیے نیک نام

اور جو اس کا ترجمہ ہندی کیا بندہ مسکین ہے تجھ درگاہ کا
کتاب کی آخری بیت میں مصنف کا نام اس طرح درج ہے :-
ہے شجاع الدین حافظ کا کلام تم سنو یہ سب خلاصے کوں تمام
تاریخ تصنیف اس بیت میں درج ہے جو آخری حصہ کتاب میں شامل ہے۔

ختم پر گزرتے تھے جو ہجرت ۱۲۳۲ھ ہندوی کشف الخلاصہ سے نکال

مصنف مناقب شجاعیہ نے صرف نام کشف الخلاصہ کے اعداد

سے ۱۱۵۱ھ جری تاریخ ترجمہ بیان کی ہے (۶۷۰) جو غلط ہے کیونکہ

اس وقت تو حافظ شجاع الدین پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اور خود

مناقب شجاعیہ (۶۷۰) میں ان کی تاریخ پیدائش ۱۱۹۱ھ درج ہے۔

اسی غلطی کی تقلید میں پروفیسر سردی نے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی

فہرست اردو خطوط (۵۶) میں اس کتاب کا سنہ تالیف ۱۱۵۱ھ

بیان کیا ہے۔ یہ سنہ اصل فارسی کتاب کی تصنیف کا ہو گا۔

یہ رسالہ فقہ کے مسائل میں ایک مستند تالیف سمجھا جاتا ہے

اور بقول صاحب مناقب شجاعیہ ”اگر یہ رسالہ کسی کو حفظ ہو تو وہ

حالم فقہ کا ہے“ اس میں جلد ۳۸۳ ابیات ہیں۔ حمد، نعت، اور

منقبت صحابہ کی سرخیوں سے ابتدا کی گئی ہے۔

آغاز:-

سب ثنا ہے حضرت رحمان کو جان و عقل و دیں دیا انسان کو
نفل سے اپنے ہیں قرآن دیا اس میں ہر وہی سب روشن کیا
اختتام:-

بعد ازاں سب مومنات و منہیں متعجب ہو گئے رب العالمین
ہے شہام الدین حافظ کا کلام تم سنو یہ سب خلاصہ کوں تمام
ترقیمہ:-

”وقت تمام شد کشف الخواص من تصنیف مولوی شہام الدین حیات

بتاریخ بیت و خیم ماہ ربیع الثانی روز شنبہ ۱۲۹۵ھ جری تمام“

اس ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا لیکن اس کے بعد ہی اسی
کاتب نے کتاب ہدایات ہندی شروع کر دی ہے جس کے آخر میں اس نے
اپنا نام اس طرح لکھا ہے:-

”کاتب البروق محمد امیر الدین ساکن اطراف درگ آباد برائے

صلی و علی و آہ صواب سوداگر زبوری دام اقبالہ تحریر یافت“

(دیکھو فہرست ہذا صفحہ ۳۳)

(۱۴۰) وفات نامہ خاتون جنت [۸۸]

اوراق ۵ - سطوریہ ۱۳ -

تفہیم ۱/۲ x ۸ ۱/۲ خط نستعلیق -

سنہ تصنیف ۱۲۲۴ھ -

کاتب محمد غلام احمد الدین حسین - سنہ کتابت ۱۲۸۳ھ -

یہ تقریباً ۱۲۰ ابیات کی مثنوی ہے جس کے مصنف کا نام معلوم نہ

ہو سکا اور سنہ تصنیف بھی زیر نظر نسخے میں درج نہیں ہے۔ البتہ

جامعہ غفرانیہ کے نسخے میں ۱۲۲۴ھ ہجری درج ہے۔

(دیکھو فہرست اردو مخطوطات - ج ۵ ص ۵۹)

یہ مثنوی یا تو کسی بڑی مثنوی کا ایک حصہ ہے یا اس سے قبل
مصنف نے کوئی اور کتاب لکھی تھی چنانچہ حمد و نعت کی ابیات کے بعد
وہ لکھتا ہے کہ:-

دیگر بار بویں سنو یک قصا وفات جگ سوں پائے میں خیر النساء
اس میں حضرت فاطمہ خاتون جنت کی وفات کے حالات بیان

کئے گئے ہیں۔ زبان اور اسلوب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف
برائے پائے کا شاعر نہیں تھا۔ ادارے میں اس کا ایک اور نسخہ موجود ہے
مگر اکثر ابیات میں لفظی اختلافات ہیں۔

آغاز:-

کہوں ابتدا میں بنام خدا دُمارے دُپائے جلاوے سدا
محمد نبی سید المسلمین حبیب خدا رحمت العالمین!

اختتام:-

قیامت جس وقت وہاں آویں گے جو پہ پہیاں کیا ہے سوداں پاویں گے
قیامت میں طاعت شفاعت کرن کریں گے شفاعت تجھے پہنچتے !
ہزاراں درود ہزاراں سلام نبی بر محمد علیہ السلام !

ترقیمہ:-

”کاتب المحدث محمد غلام احمد الدین حسین محاسب بحسب فرائض

سماۃ قادری بی دختر عاتقہ عبدالسلام پیش امام موم تبایخ

تستیم شہر جمادی الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۲۸۳ھ فصل ربیع الثانی

بقلمہ“

یہ نسخہ رقم المحدث کا مطبوعہ ہے اور اصل میں قادری بی صاحبہ کے کتب خانے

کے مخطوطات میں شامل تھا۔ ان کا تذکرہ اس فہرست میں پہلے گذر

چکا ہے۔ (دیکھو نسخہ ۱۱۹ و ۱۲۳)

[۷۹] وفات نامہ خاتون جنت

[۸۱] معجزہ خاتون جنت

ادان ۶ - سطر ۱۲

تقطیع ۱/۵ x ۸ - خط نستعلیق معمولی -

سند تصنیف ۱۲۲۲ھ - سنہ کتابت ۱۲۷۸ھ -

یہ محفوظ نمبر ۱۰ کا ایک دوسرا نسخہ ہے۔ اس میں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ یہ بھی حضرت قادریؒ کی فرمائش پر نقل کیا گیا ہے۔ موصوفہ کو سلم دین کا خاص ذوق تھا اور انھوں نے اس قسم کے رسائل کثیر تعداد میں نقل کرائے تھے اور نوٹیں میں تقسیم کئے تھے۔ اس نسخے اور نسخہ نمبر ۱۴ میں افغنی اختلافات کثرت سے ہیں جو آغاز و اعتتام کی ابیات ہی سے ظاہر ہو سکتے ہیں :-

آغاز :-

کیا ابتدا میں بنام خدا ! کہ مارے جلادے وو پالے سدا

محمد نبی سید المرسلین ! حبیب خدا رحمت العالمین

اعتتام :-

دگر میں تو بے مدھی خوار ہو دو گے جو کچھ یہاں کرو گے سو وہاں پا دو گے

قیامت میں طالب شفاعت کے دن شفاعت سے بخشے تجھے پانچمین

ہوایہ مراتب تمامی تمام درود بر محمد علیہ السلام

ترقیمہ :-

”مردوم ۱۸ ماہ شعبان المعظم ۱۲۷۸ھ روز سہ شنبہ“

اوراق ۱۱ - سطر ۱۱

تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق معمولی -

مصنف قادر - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۰۰ھ -

زمانہ کتابت قبل ۱۲۸۷ھ -

یہ تقریباً ۲۲۵ ابیات کی مثنوی ہے جس میں قادر نے حضرت فاطمہ خاتون جنت کا ایک معجزہ بیان کیا ہے کہ انھوں نے ایک کافر کے گھر میں شادی کی دعوت میں شریک ہو کر کس طرح دو لہذا اور دو لہسن کو مسلمان بنایا۔ علاوہ میزبان چاہتا تھا کہ ان کو تمام جہانوں کے سامنے ان کی تہی دستی اور مغلسی کی بنا پر ذلیل کرے۔

یہ روایت اصل میں عربی زبان میں لکھی گئی تھی بعد کو فارسی میں اس کا ترجمہ ہوا جس سے اس مصنف نے اردو میں منتقل کیا۔

چنانچہ لکھا ہے کہ :-

روایت ہے یہ حضرت عباس سوں لکھے ہیں کتابوں میں اخلاص سوں

لکھے ہیں عاقبتی سوں ہے در کتاب کئے ترجمہ فارسی در جواب !

کیا فارسی کا میں دکنی کلام یو معلوم ہونا مگر خاص و عام !

کتاب کا نام اس معرکہ میں درج ہے :-

یو ہے معجزہ فاطمہ کا تمام

مصنف نے اپنا نام کتاب کے آخری حصے میں اس بیت میں لکھا ہے :-

اے قادر شاہوں صبح و شام شفاعت بحق نبی السلام

قادر تخلص کے دو شاعر دکن میں مشہور ہوئے ہیں جن میں سے ایک

امین الدین اعلیٰ کے خلیفہ شاہ عبد القادر معروف بہ قادر لنگا تھے۔

آقا حیدر حسن صاحب کے کتب خانہ کی ایک بیاض میں ان کا کلام

محفوظ ہے۔ یہ سنہ ہجری سے قبل گزرے ہیں۔

اس نام کے ایک دوسرے شاعر تقریباً پچاس سال بعد دکن میں موجود تھے۔

داخل کیا ہے جس کی وجہ سے اکثر مصرعوں کا وزن معلوم نہیں ہوتا۔
یہ کسی قدیم شاعر کا کلام ہے۔ زمانہ تصنیف اواخر بارہویں
صدی ہجری معلوم ہوتا ہے۔

آغاز :-

اول حمد سبحان کا دم دم جی نعت بر محمد شفیع الام جی
کہوں ایک قدمیں اہل رسول جی کحضرت کی دہخ خاتون بول جی
اختتام :-

ہوا گلستا نامہ بی بی کا تمام جی محمد نبی پر درود اور سلام جی
جو نوئی گلستا نامہ پشے یا سنے جی خدا دن کے گھر میں برکت کرے جی
ہزاراں درود و ہزاراں سلام زما بر محمد علیہ السلام
ترقیمہ :-

”تمت تمام شد فقہ گلستا نامہ حضرت بی بی خاتون جنت

بہ پاس خاطر قادر بی بی صاحبہ فوشہ شد۔ کاتب الحدوث

فقیر حقیق سید اسد اللہ فرزند قوال ابن صاحب بتایخ یا زدم

شہر جادوی انشانی ۱۲۷۵ ہجری“

(۱۲۲) نصیحت المسلمین [۶۶۵]

اوراق ۲۸ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۵ ۳ x ۵ ۱/۲ - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں۔

مصنف خرم علی۔ سنہ تصنیف ۱۲۳۸ھ -

کاتب مرزا دوست محمد۔ بمقام پلانگ -

یہ اردو نثر میں ایک رسالہ ہے جس میں ہندوستانی مسلمانوں کی

شرک مشرکی کے خلاف اصلاحی قدم اٹھایا گیا ہے۔ چنانچہ مصنف

سبب تالیف کے تحت لکھتا ہے کہ :-

یہ مرتبہ گوئیے اور ۱۱۶۹ ہجری سے قبل وفات پائی تھی۔ اردو شہ پار
در دکن میں اردو میں ان کے حالات دست ہیں۔

یہ مثنوی غالباً پہلے قادر کی تصنیف ہے کیونکہ اس کی زبان قدیم ہے۔

آغاز :-

روایت کتابوں سوا ۷ عزیز سنو دل کے کانوں سے تم بائیں
صحیح روایت بوقت رسول دل و جان سوں بتا کرنا قبول
اختتام :-

گناہ پر چارے نکو کر نظر نظر کر تو اپنے محسوسہ اوپر
ہے۔۔۔۔۔ شہی محمد رسول الہی یو ہے وض کرنا قبول
اے قادر ثنا بولنا صبح و شام شفاعت بحق نبی السلام !
ہزاراں دروداں ہزاراں سلام بحق محمد علیہ السلام !
ترقیمہ :-

”تمت تمام شد میں معجزہ حضرت خاتون جنت“

یہ کتاب حضرت قادر بی بی کے کتب خانہ کی ہے۔ اس ترقیمہ کے بعد

زیوروں کی ایک فہرست شروع کی گئی ہے جس پر حسب ذیل سنہ درج ہے۔

”بتایخ غرہ ماہ رجب المرجب ۱۲۸۶ھ“

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب اس تاریخ سے قبل نقل کی گئی ہے۔

(۱۲۳) گلستا نامہ خاتون جنت [۱۱۸]

اوراق ۵ - سطور ۱۰ -

تقطیع ۵ ۳ x ۵ ۱/۲ - خط نستعلیق -

کاتب سید اسد اللہ۔ سنہ کتابت ۱۲۷۶ھ -

یہ تقریباً ستوا بیات کی ایک مثنوی ہے جس کا سنہ تصنیف معلوم

ہو سکا اور نہ مصنف کا نام۔ کاتب نے بھی نہایت غلط سطر نقل کیا ہے۔

اور ہر مصرع کے آخر میں شاید گانے والیوں کی خاطر لفظ ”جی“

آغاز :-

خدا فرما چکا قرآن کے اندر مرے محتاج ہیں پیر و پیغمبر
ہیں طاقت سوا میرے کسی میں کہ کام آدے تمہاری بے کسی میں
اختتام :-

فدا یہ اور بھی سن رکھئے حضرت جو ناحق پر پہلے اوس پر بھی لعنت
تو اپنے مال میں کچھ سوچ غیوم زباں اب بند کرد اللہ اعلم !
ترقیمہ :-

”وقت تمام شد نصیحت المسلین پیاس خاطر شیخ احمد

پیشن سپاہی تحریر یافت۔ دہشہر پلاننگ“

کاتب کا نام اسی جلد کی دوسری کتاب قیامت نامہ کے ترقیمے میں
مرزا دوست محمد درج ہے ۔

(۱۴۵) قیامت نامہ [۶۶۶]

اوراق ۲۶ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۳۵ ۱/۲ x ۸ - خط نستعلیق -

مصنف محمد عبداللہ - سنہ تصنیف ۱۲۳۹ھ -

کاتب مرزا دوست محمد - بمقام پلاننگ -

یہ اردو نثر میں ایک رسالہ ہے جس کو محمد عبداللہ نے مولانا
شاہ رفیع الدین دہلوی کے فارسی قیامت نامہ سے اردو میں منتقل کیا۔

مصنف نے اپنی زبان کا نام ریختہ ہندی لکھا ہے۔ سبب تالیف کا کچھ

اقتباس درج ذیل ہے تاکہ مترجم کے اسلوب کا اندازہ ہو :-

”ایک روز خاک رذہ بے مقدار محمد عبداللہ معنی اللہ عنہ کے خاطر

فاز میں یوں گذرا کہ یہ قیامت نامہ کو جس کو مولانا شاہ

رفیع الدین مراد دہلوی نے عبارت فارسی میں تالیف کیا ہے

زبان ریختہ ہندی میں ترجمہ ہو تو ہر ایک خاص و عام کی سمجھ میں

”اب ہندستان میں محب ایک بلا پھیل گئی ہے۔ امت محمدی میں

بہوت لوگ شرک میں گرفتار ہیں۔ لیکن اکثر مسلمان بے چارے سبب

بے علمی کے اور ناداری کے مایوس ہیں تو اس واسطے بندہ عاجز

خرم علی کے دل میں آیا کہ اس شرک کی برائی قرآن شریف سے

ثابت کیجئے اور ہر آیت کا ترجمہ ہندی زبان میں صاف صاف

بیان کر دیجئے۔ ... الحمد للہ کہ سنہ بارہ اسے اڑتیس

ہجری میں یہ رسالہ بن چکا اور اس کا نام نصیحت المسلین لکھا۔

پوری کتاب پانچ فصلوں پر منقسم ہے جن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) شرک کس کو کہتے ہیں (۲) شرک کرنے والوں کی حماقت۔

(۳) وہ چیزیں جو صرف خدا کی تعظیم کے لئے مخصوص ہیں۔

(۴) رسومات شرک (۵) شرک کی برائی اور اس کی سزا۔

مصنف نے جگہ جگہ اپنی زبان کو ہندی لکھا ہے۔ کتاب کے آخر میں

۲۸ بیات کی ایک فہرست بھی ہے تاکہ بچوں کو یاد کرادی جائے

اور اس طرح بچپن ہی سے لوگ شرک سے بچیں اور ظلم و ستم سے

دانتھیں۔ یہ نظم راقم الحروف کے بچپن میں بہت مقبول تھی اور اس کی ایسا

اکثر بوڑھی خواتین کو یاد تھیں۔

آغاز :-

”سبحان اللہ کیا صانع ہے کہ بغیر دو دوسرے کے اتنے بڑے

آسمان اور زمین کو کس خوب صورتی کے ساتھ پیدا کیا اور کسی بنی

دل کو اپنے کارخانے میں کچھ اختیار نہیں دیا“

اختتام :-

”خصوصاً لڑکوں کو یاد کرادینے کے واسطے بہت خوب ہے

تاکہ لڑکپن سے عقیدہ صاف ہو رہیں اور برائی شرک کی

خوب دل میں بیٹھ جائے“

اس کے بعد جو فہرست لکھی ہے اس کی آغازی و اختتامی بیات یہ ہیں :-

(۱۴۶) ہدایت المومنین [۶۶۷]

اوراق ۳۰ - طور ۱۳ -

تقطیع ۵۵ خط - خط نستعلیق -

عنوان - سرخی زیب -

مصنف - حسن قزوینی - سنہ تصنیف ۱۲۴۳ھ -

کاتب - مرزا دوست محمد - بمقام پلاننگ

اردو نثر کے اس رسالے میں تعویذ کی برائی بیان کی گئی ہے۔

اس کا مصنف حسن قزوینی سبب تالیف میں بیان کرتا ہے کہ ہندوؤں کے مسلمانوں میں بہت سی بدعتیں اور مشرکانه رسوم جاری ہو گئے ہیں۔

وہ چاہتا تھا کہ ان کے خلاف لکھے لیکن کتاب نصیحت المسلمین (۱) لکھو

نسخہ نمبر ۱۴۴ میں اس کو منت اور قہر پرستی کے خلاف مضامین لکھے ہوئے

ملے اس لئے اس نے صرف تعویذ کے خلاف لکھنا مناسب سمجھا۔

سبب تالیف کے حصہ سے چند اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں

تاکہ کتاب سے متعلق معلومات کے علاوہ مصنف کا اسلوب بیان بھی

ظاہر ہو۔

”جب مسلمانوں کو سب سے زیادہ گرفتار دیکھا تو بندہ غیر خواہ

حسن قزوینی نے کہ اللہ اس کو حسن حسین کے طریقہ اور محبت

بیمار رکھے چاہا کہ اپنے سے دلوں کو اور جس کو خدا تو نطق

دے، برائی ان رسموں کی سمجھا دیوے.....

اس لئے اس وقت میں کہ سنہ بارہ سو تین سو پچیس ہجری ہے

یہ رسالہ ہندی زبان میں لکھا تاہر کوئی اپنی بولی میں سمجھ کر

بات تلفظ و جملے اور سوچہ پکڑے.....

اور منت پوچھ کے بیان میں رسالہ نصیحت المسلمین لکھا پایا

اس واسطے اس رسالے میں فقط برائی تعویذ کی صاف صاف

بیان کی..... اور نام اس رسالہ کا ہدایت المومنین لکھا۔“

اور بسے خدا نے تعالیٰ تو نطق بخشے وہ قیامت کے حال سے

خوب واقف ہو کر راہ ہدایت کی پادے۔ ہر چند اس کم استعداد

کو محاورہ ہندی میں تمام نہیں ہے.....

ان کتاب میں مترجم نے قطعاً تاریخ ترجمہ بھی درج کیا ہے۔

آغاز:-

مہر سے باہر ہیں گے انعام خدا کس سے ہو سکتا ہے شکر ادا کا

کی عطا جس نے ہی اپنے لطف سے کل شئی خلقت شمس ہدیٰ !

”لطف اور احسان اس رب الناس کا بے حد و قیاس ہے کہ

جس نے ہماری ہدایت کے لئے اپنے حبیب خاص محمد ﷺ طے

صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔“

اختتام:-

”غدا قبر و دفنہ حشر سے محفوظ رکھ کر جنت میں پہنچا دے۔

اور وہاں اپنی دیدار لایکہ لالہ صاف سے شرف کر کر مقام خدا میں

ابدان آباد مستقر و بقادر رکھے۔ صدقہ صاحب ولولاک اور اس کی

آل پاک کا۔ آمین ثم آمین۔“

جب ہوا تعبیر سے اس قصہ کے فارغ قلم جس میں ہر جانب کو ہے مفتوح باب آخرت

عقل نے دیکھ اس میں آئین تیار آشکار رکھ دیا نام آگ کا تاریخ داب الاخرت

۱۱۳۹

ترقیمہ:-

”نہم شد کار من نظام شد نسخہ قیامت نامہ بہ پاس خاطر

شیخ احمد سپاہی ٹیٹ کمپن ۲۴ رجمنٹ..... از خط نام

مرزا دوست محمد تحریر یافت۔“

اسی کاتب نے تنبیہ النساء نصیحت المسلمین اور ہدایت المومنین وغیرہ

کتب میں بھی بمقام پلاننگ نقل کی ہیں جو ایک ہی جلد میں شامل ہیں۔

مولوی رفیع الدین دہلوی کے رسالہ قیامت نامہ کا ایک اور

صاحب نے بھی اردو نثر میں ترجمہ کیا تھا۔ اور یہ نسخہ بھی ادارے میں

محفوظ ہے دیکھو فرست ہذا نسخہ نمبر ۱۵۳۔

مصنف نے کتاب کو ایک مقدمہ اور تین فصلوں میں مرتب کیا ہے۔
مقدمہ تو یہی تھا جس میں مصنف نے سبب تالیف اور اصل موضوع
کی تمہید لکھی ہے فصلوں کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) تعزیہ کی برائی عقلی اور شرعی دلائل سے۔

(۲) جاہلوں کے سوال کے جوابات۔

(۳) تعزیہ کی برائی قرآن اور محدثوں کی رو سے۔

کتاب کا آغاز ۱۶ ابیات کی ایک مثنوی سے کیا گیا ہے اور اختتام
۷ اشعار کے ایک قطعہ پر ہوتا ہے۔ ان دونوں میں مصنف نے جن اشعار
میں اپنا تخلص لکھا ہے وہ حسب ذیل ہیں:-

بیتبس یا رب تو حسن کو چلا راہ حین ابن علی پر چلا (۲)

حسن خاموش ہوا آنا بہت ہے جسے چاہے خدا دیکھ سکھائی (۳۰)

کتاب کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے:-

شکر خدا جس نے بنایا ہمیں راہِ صبر پر چلا یا ہمیں

غم میں ہمیں صبر کی تعلیم کی راہ بتائی ہمیں تسلیم کی

نثر کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:-

”قبل شروع مطلب کتاب کے پوچھنا مقدمہ کا ضرور ہے تا تحقیق

حال بخوبی دل نہیں ہو“

حصہ نثر اس عبارت پر ختم ہوتا ہے:-

”ہم تو تم کو محض خدا کے واسطے بتاتے ہیں۔ اور جو اس پر بھی نہ سمجھو

تو بھلا میں جاؤ اور اپنا سر کھاؤ۔ موت قریب ہے منکر کبیر قبر میں

سمجھا دیں گے“

اس کے بعد جو نظم درج ہے اس کا آغاز و اختتام یہ ہے:-

آغاز:-

تمہاری ہم نے کی ہے خیر خواہی اگر سمجھو تمہاری ہے بھلائی!

اور دنیا میں ذلت سے بچو گے اور عقی میں دفع سے رہائی

اختتام:-

اگر اس پر نہ بوجو بوجہل ہو خدا نے تیرے دل پر بٹھائی

خج خاموش ہوا آنا بہت ہے جسے چاہے خدا دیو سے سکھائی

ترقیمہ:-

”شکرا اللہ تعالیٰ کہ اس کے فضل و کرم سے تیرا خوبی یہ کتاب

ہدایت المؤمنین کی تمام ہوئی“

کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا ہے بلکہ ساتھ ہی اردو نثر کا ایک اور رسالہ

(اعمال بد) شروع کر دیا ہے جس کا ذکر آگے درج ہے۔

(۱۴۷) رسالہ اعمال بد [۶۶۸]

اوراق ۵۔ سطور ۱۳۔

تقطیع ۵ × ۸ ۱/۲۔ خط نستعلیق۔

مصنف غالباً مرزا دوست محمد۔

یہ مختصر سا رسالہ حمد و نعت سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے بعد

سبب تالیف بیان کیا گیا ہے لیکن مصنف نے نہ اپنا نام لکھا اور نہ

رسالے کا۔ اور نہ سنہ تالیف ہی درج کیا ہے۔ غالباً اس کا مصنف

مرزا دوست محمد ہی ہے جس نے اس جلد کی جملہ کتابیں (یعنی تنبیہ النساء

نسیوت المسلمین، قیامت نامہ، ہدایت المؤمنین) نقل کی ہیں۔

سبب تالیف کے سبب ذیل جملے اس کتاب کے موضوع کو واضح کریں گے:-

”برے کاموں سے منع فرمایا جس کی تفصیل عام و خاص مؤمنین

کے بوجھنے کے واسطے اس کتاب میں لکھی جاتی ہے۔ باقی اس پر

اور باتوں کا قیاس کر کر اپنے تئیں پھائیں.....

جن باتوں کا بالفعل اس ملک ہندوستان میں زیادہ رواج

ہو گیا ہے اور جو بھی نام کلمہ دیا کہ مسلمان اس کو سمجھ بوجھ کر

ان کاموں کے گرد نہ جائیں“

آغاز:-

چھوڑ دیتا ہوں۔ اصحاب اور اہل بیت نے اپنا اپنا گوشت پیش کیا
لیکن باز نے انکار کر دیا۔ جب آنحضرت اپنا گوشت کاٹنے لگے تو باز نے
ہاتھ پکڑ لیا اور اصل واقعہ بیان کیا کہ ہم فرشتے ہیں اور آپ کی
سماعت آسمانوں پر آئے تھے۔

مصنف کی زبان بہت قدیم ہے جس کی وجہ سے یہ قلمی نسخہ
سے قبل کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ یہ کتاب بھی حضرت قادری بی بی
فرمایش پر لکھی گئی تھی اور کاتب نے آخری درجہ پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ
موصوفہ اور کن کن کتابوں کی نقل کرنا چاہتی ہیں۔

آغاز:-

فضائیں کہیں یک نبی خاص کا دو عالم کے صاحب کے اخلاص کا
کہ یک روز محمد نے بازار سنگات میں بیٹے کی مسجد میں کرتے تھے بات

اختتام:-

چلے گئے فرشتے یہاں سے مگر کئے جا خدا کو یہ ساری خبر
اپنی ہمیں کہنا تو تعریف کر۔ کہ پیارے صیب کی صفت کیا کر
سخن صفت اوس کا سب اثبات ہے کہ سب حال میں پاک اوقات ہے
کہیں کس زبانوں جو تعریف ہم کہ دریا بھر نور ہے در فہم !
ہزاراں درود و ہزاراں سلام زما بر محمد علیہ السلام !
ترقیمہ:-

”دراش حضرت معظمہ مدد الطاف مومن اشفاق حضرت

قادری فی صاحبہ اس کہ کتاب لعل و گوہر و یلی مجنوں و

گل بکاوی از برائے مطالعہ ضرور است۔ انشاء اللہ تعالیٰ بموجب

فرائض حاضر کردہ شود۔ حررہ من مسمی بعد القادر“

حضرت قادری بی بی راقم الحروف کی پر نانی تھیں۔ ان کا ذکر دوسرے

مخطوطات میں بھی گذر چکا ہے۔ یہ کتاب انہی کے کتب خانہ کی ہے۔

راقم الحروف نے ادارے میں داخل کر دی ہے۔

”حمد اور شکر وہی خداوند کو لائق ہے کہ جس نے ہم کو اپنی قدرت

سے بنایا اور ہماری ہدایت کے واسطے اپنے ٹیڑھی راہ سے سیدھی

راہ کی طرف بلانے اور دوزخ سے بچا کر بہشت میں لے جانے اور

حلال و حرام پہنچوانے کے لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے

محبوب کو جن اور انس کی طرف بھیجا“

اختتام:-

”جانے بوجہ نقصان کو خریدار سے ظاہر نہ کرنا۔ مسلمانوں کے

محبوب ڈھونڈھنے۔ مگر جو فاسق ہو اس نیت سے کہ وہ فسق سے

باز آوے کسی مسلمان کو دوزخی کہنا۔ کہیروں کو اڑانا۔ جمع رکھنا“

ترقیمہ:-

”یہ کتاب تمام ہوئی۔ شیخ احمد سپاہی بیٹ کپنی کے واسطے لکھی گئی۔

..... نوٹسہ خط خام احقر العباد مثنی دوست محمد

بوقت نماز عصر بقام پانگ نحریر یافت“

[۹۷] (۱۴۸) باز و فاختہ

اداق ۴۔ سطور ۱۱

تقطیع ۵۰۰ ۱/۴ خط نستعلیق شکستہ

زمانہ تصنیف قبل ۱۱۱۵ھ

کاتب عبدالغادر زمانہ کتابت غالباً ۱۲۴۵ھ ہجری

یہ تقریباً ۷۰ ابیات کی مثنوی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمات کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز جبرئیل اور عزرائیل

باز اور فاختہ کی شکل میں آنحضرت کے یہاں آئے۔ فاختہ نے فریاد کی کہ

باز مجھے کھانا چاہتا ہے۔ آنحضرت نے اس کو منع کیا تو اس نے کہا کہ

تپ اپنے خسا کا گوشت اس کے بے میں کھلائیں تو میں فاختہ کو

(۱۴۹) اسوالات گزینہ و جوابات ہادی [۶۳]

اوراق ۶۳۔ بطور ۱۰۔

تطبیق ۱۰ x ۱۰ ۹۔ خط نستعلیق۔

مصنف غالباً محمد ہادی۔ سنہ تصنیف ۱۲۴۲ھ۔

کاتب میراں صاحب استاد۔ سنہ کتبت ۱۲۶۲ھ۔

درد نثر کا یہ رسالہ بطور سوال و جواب لکھا گیا ہے۔ اس کا موضوع اور سنہ تصنیف خود اس کے آغازی جملوں سے ظاہر ہوگا۔

مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا۔ غالباً محمد ہادی ہی اس کا مصنف ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی دعوت میں ایک عیسائی صاحب بھی مدعو تھے۔

مسلمانوں نے ان کو علیحدہ کھلایا اس لئے انہوں نے بحث شروع کی اور آخر کار قائل ہو کر مسلمان ہو گئے۔

آغاز :-

”یہ رسالہ بیان میں سوالات گزینہ عیسوی اور جوابات

محمد ہادی محمدی کے، اور اس عیسوی کے مسلمان ہونے میں واسطے

معلوم ہونے مسلمان بھائیوں کے سنہ بارہ سو بیالیس ہجری

نبوی میں لکھا گیا۔“

اختتام :-

”میں آج سے توبہ کرتا ہوں اور اپنے باطل مذہب سے

باز آتا ہوں۔ تم گواہ رہو۔ تب اس کو کلمہ محمد صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا پڑھایا اور احکام دارکان مسلمانوں کے سکھائے

اور نام اس کا مرزا ہدایت بیگ۔

ثنوی۔

اس رسالہ کا جب کہ جو ہے بیاں عیسوی سن کے بڑوں کے شاداں

دین اسلام میں دے آویں نزد اور محمد پہ دل سے بھیجیں درد

رباعی۔

اگر کوئی اس رسالے کو کرے یاد رہے گا اپنے وہ اسلام پر شاد

ہے اس میں آگاہی علم سوالات جو ابوں سے وہ ہوگا شخص آباد

اس مخطوط کے آخر میں کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی

ثنوی تنبیہ النسا (سنہ نمبر ۱۳۶) شروع کر دی گئی ہے۔ جس کو جلد بند

کے وقت علیحدہ کر دیا گیا۔ دونوں مخطوطے ایک ہی کاتب نے لکھے ہیں۔

اور ان کا ترقیہ یہ ہے :-

”تحریر فی النسخ بابت وسیم شہر ذیقعدہ بروز دوشنبہ

وقت ظہر اتمام یافتہ لکھنؤ۔ کاتب المحرر میراں صاحب

استاد این کتب برائے خواہش طبع لاڈلے صاحب زردی نوشتہ

(۱۵۰) کتاب ہدی [۶۶۹]

اوراق ۵۷۔ بطور ۱۵۔

تطبیق ۱۰ x ۱۰ ۹۔ خط نستعلیق۔ عنوان سرخی میں

مصنف۔ مشتاق۔

یہ کتاب ایک ناقص الاولیٰ دائرہ ثنوی ہے جس میں بحالت موجودہ

سو گز سے زیادہ ابیات ہیں۔ ابتدائی صرف ایک ورق غائب ہے۔

مصنف نے اپنا تخلص مشتاق حسب ذیل ابیات اشعار میں استعمال کیا ہے :-

یہ باتوں سے مشتاق کی ہونفا کہو دین میں ایسا کہ ہے رواج (۳۴ ب)

ابلی تو اپنے نبی کے لئے ! گاہوں کو مشتاق کے بخش دے (۴۰ و)

اگر بولے شتان حق بات تو یقین ہے کہ کر دی گئے غلق کو (۴۲ و)

یہی تم کو تا کیہ مشتاق ہے کھسی دین سے تم پھرنا نہیں (۴۳ ب)

کتاب میں حمد، نعت، بیج اصحاب، النہ اربعہ، علمائے ملت، کی

سرخیوں کے بعد پیدائش آدم و حوا کی سرخیاں قائم کی گئی ہیں۔ آخر میں

”خاتمۃ الکتاب“ کے عنوان سے کتاب کے موضوع کی وضاحت کی ہے

(۱۵۱) رسالہ اصلاح مسلماناں [۱۶۵]

اوراق ۱۳ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۶ x ۹ ۱/۲ خط نسخ - عنوانات سرخی میں -

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۴۵ھ

کاتب سعید قاسم سنہ کتابت ۱۲۴۵ھ -

یہ اردو نشر کا ایک رسالہ ہے جس کے مصنف اور سنہ تصنیف کا کوئی پتہ نہ چل سکا۔ حمد و نعت سے ابتداء کی ہے۔ اور پھر سبب تالیف بیان کیا ہے۔ مسلمانوں میں جو بدعتیں (بالخصوص قبر پرستی اور تعزیر) علم پرستی کی (عام ہو گئی ہیں ان کی مخالفت کی ہے۔ آخر میں نکاح بیوہ و ن پر بہت زور دیا ہے۔ مرشدوں اور پیروں کی بھی خاص طور پر مذمت درج ہے۔

درمیان میں نظمیں بھی لکھی ہیں مثلاً ایک نظم کے ابتدائی اور آخری شعر یہ ہیں :-

اگر چاہے کہ تو بچ جائے محشر کے فسادوں سے

تو پھر موقوف کر لےنا یہ مشرک پیر زادوں سے

وہی ہے بندہ اللہ وامت ہے محمد کی

جو باز آوے خلوت شرع منت اور مردادوں سے

رسالہ کے اختتام پر بھی ایک مثنوی (۹ ابیات کی) لکھی ہے جس کی

پہلی اور آخری بیتیں یہ ہیں :-

نکاح بیوہ کو معیوب جانتے ہیں سب

کجس کا وصف تو قرآن میں کرے ہے رب

وگرنہ دیکھو مستی پہ جس دن آوے گی

عز و گھر میں ترے آگ پھر لگا دے گی

آغاز :-

”سبغیاں اللہ ہی میں ہیں اور اللہ کے ہوتے دوسرے کی تعریف کرنی اللہ کی قدر دانی سے بعید ہے“

س جسے کی دوسری بیت میں غالباً کتاب کا نام اس طرح لکھا ہے :-

سے لئے از برائے خدا لکھی میں نے غامی کتاب ہفتی

یہ کتاب عورتوں کی عام معلومات اور دینی اصلاح کے لئے

لکھی ہے۔ اور ہر عنوان اور ہر بیان کے آغاز و اختتام پر عورتوں

و مخاطب کیا گیا ہے۔ مثلاً نعت کی پہلی بیت ہے :-

ہاں بیاں تم کو معراج ہے بنی تو گئے تھے ہمیں آج ہے

ح اصحاب کے بیان کو اس طرح شروع کیا ہے :-

اں کہ تم سنو عنقریب ہو گئے کا صندل تمہارا نعیم

لرح چند اور مقامات کی بہتیں درج ذیل ہیں :-

بہیاں جاہلہ منت بنو کچھ احوال اب عالموں کا سنو (۱)

بہیاں دین کی ثویبہ قدم ہے تم کو یہاں یہ بیاں (۲ ب)

بہیو آدمی زاد یو! سنو حضرت آدم کی بنیاد کو (۳ ب)

بہیاں سچ مسافر ہو تم تہیں منزلیں پانچ ہیں کلمہ (۱۳)

بہیو خوب سے جاگو یہ دنیا سے دیں کی طرف بھاگیو (۱۶)

مصنف کے حالات اور کتاب کا ٹھیک نام اور سنہ تصنیف

کا پتہ نہ چل سکا۔ البتہ زبان اور اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ

منہ دکنی شاعر ہے اور تیرہویں صدی ہجری میں یہ کتاب لکھی

ہے۔ کاتب اور سنہ کتابت کا بھی علم نہ ہو سکا۔

اثنائے کتاب میں نظمیں (یعنی قطعے) تصدیق اور

ہیں وغیرہ ابھی جگہ جگہ شامل کی گئی ہیں۔

از :-

اسیوں کو اسے بندہ نواز سبھی بندگوں پیچ کر سرفراز

ایک بہتر سی نعمت دیا نہ ایسی کسی کو عنایت کیا

نام :-

میل میں آپ مشغول ہو لیا جان وہ دستریاں میری دھو

مانا اس کو نہ ہو وقت پر تو وہ دوطرہ کو منجما میرا سر

اختتام:-

[۱۶۶] رسالہ شرک و بدعت (۱۵۲)

ادراک ۳- سطور ۱۳-

تقطیع ۱/۶ x ۹/۶ - خط نسخ - عنوان سرفی میں -

مصنف خرم علی - زمان تصنیف قبل ۱۲۴۵ھ -

کاتب - سید قاسم - سنہ کتابت ۱۲۴۵ھ -

یہ اردو نثر کا ایک طویل رسالہ ہے جس کے سنہ تصنیف کا پتہ

نہ چل سکا۔ حمد و ثنوت کی طویل عبارتوں کے لکھا ہے :-

”ب آگے عرض یوں ہے کہ اس رسالے میں پانچ فصلیں ہیں

شرک و بدعت ہیں۔“

اس کے بعد فصلوں کے عنوانوں کی وضاحت کے بغیر پہلی فصل

شروع کر دی گئی ہے۔ ان فصلوں کی حسب ذیل تفصیل سے کتاب

کا موضوع ظاہر ہو جائے گا۔

(۱) شرک فی العقیدہ (۲ تا ۲۴ ب) (۲) شرک فی العبادات (۲۴ تا ۳۵ ب) -

(۳) شرک فی العادات (۳۵ تا ۴۱ ب) (۴) بدعت (۴۱ تا ۴۲ ب) -

(۵) نکاح (۴۲ تا ۴۴ ب) -

جمل مسائل قرآن کی آیتوں، حدیثوں اور مشہور بزرگوں کے

اقوال سے ثابت کئے گئے ہیں۔ مگر جگہ مشہور شرکاء کی غزلوں کو مسخ کر کے

ذہبی مسائل کے لئے موزوں کر لیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر چند اشعار

درج ذیل ہیں :-

پوچھتے ہو کیا ہم سے تم ان لوگوں کے دین و مذہب کو

تبر کو پوچھا پیر سے مانگا کب کا ترک اسلام کا

موت سے ہم جو بے بھنگے شرک کی راہ میں پھرتے تھے

آتے آتے آخر کو توحید کے گھر میں مقام کیا !

بندہ جس کا ہووے خرم بندگی اس کی لازم ہے

سارے اصحابوں نے مل کر اپنے نبیؐ کو سلام کیا

اس رسالہ کا اختتام تو منہی پر ہوتا ہے جس کی دو آیات اوپر

رج ہوئی ہیں۔ البتہ نثر کی جس عبارت پر یہ رسالہ ختم ہوتا ہے وہ یہ ہے :-

”مسلمان کہ خدا ہے کہ اگر عورت یہ وہ اپنی قابو کی ہووے تو

اوس کا اکلان زبردستی اپنی سعادت و عورت جان کر کر دے۔

اور جو قابو کی نہ ہووے (اوس کو بصیحت بہت سی کرے۔ اور

جو اوس سے بھی نہ مانے تو اس کی طاقات لینا دینا بات چیت

موقوف کر دے۔ اس واسطے کہ وہ رسول خدا کی ہوسریوں کو

عیب لگا کر آپؐ ان شراف بن کر بیٹھی ہے۔“

ترجمہ :-

اس رسالہ کے بعد ہی ایک دوسری کتاب ”شرک و بدعت“

اسی کاتب نے شروع کر دی ہے۔ اور اس کے بعد جو ترجمہ لکھا ہے

وہ یہ ہے -

”تمام شذر اللمباک بخط عامی الراجی الی نبی بعروہ

و ثنائے اعدا صم مید قاسم جب فراہش صاحبی شفق کر می

غلام محی الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بتاریخ مستم شہر رضا شریف

سنہ ۱۲۳۵ ہجری نبوی ترجمہ یافت۔“

دونوں رسالوں کا خط ہنایت یا کبیرہ اور اعلیٰ درجہ کا نسخ ہے۔ نسخہ

مولوی عبدالحق صاحب محتسب بنو لہ کا عطیہ ہے جو مولوی ابو سعد

سید اسمعیل صاحب ثوراپوری کے توسط سے ادارے کے کتب خانے

میں داخل ہوا

(۱۵۳) قیامت نامہ [۵۷]

اور اق ۱۲ - سطور ۱۳ -

تفصیل: ۱۱ x ۱۱ خط نستعلیق - کرم خوردہ -

زمانہ آئینہ قبل ۱۲۵۰ھ

کاتب: شیخ خد - سند کتابت ۱۲۵۵ھ -

بمقام سکندر آباد وکن -

اردو نثر کا یہ ضخیم رسالہ مولوی رفیع الدین دہلوی کے فارسی

رسالہ کا ترجمہ ہے۔ مترجم نے اپنا نام نہیں لکھا اور نہ سند تالیف ہی درج کیا ہے۔ حمد و نعت کے بعد لکھا ہے کہ:-

”یہ رسالہ ترجمہ قیامت کا ہے زبان ہندی سلیس میں کہ

جسے مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن

اور احادیث صحیح سے زبان فارسی میں جمع کیا تھا“

مولوی رفیع الدین دہلوی ہندستان کے مشہور مجدد و مانے جاتے تھے۔

ان کا یہ رسالہ بہت مقبول ہوا۔ چنانچہ اردو نثر میں اس کا ایک اور

ترجمہ محمد عبداللہ نے ۱۲۳۹ھ میں کیا تھا۔ اس کا نسخہ بھی ادارے

میں محفوظ ہے (دیکھو فہرست، پراسن نمبر ۱۲۵)

آغاز:-

”و اوند ہزاروں شکر تیرے کہ تو نے محض اپنی عنایت سے

احوال قیامت کا اہر کیفیت و وزخ اور بہشت کی ہم پر ظاہر کی۔

اب ہم کو توفیق دے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم

کے طریق پر چلیں“

اختتام:-

”اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں اور دوستوں کے ساتھ ہمارا خاندانہ

ساتھ ایمان کے کرے اور حول و دہ سے نجات بخنے اور عذاب

سے محشر کے اپنی عنایت سے محفوظ رکھے۔ اور اپنے فضل و کرم

گر ہادی و گریہ رہنا ہے گفتار خدا مصطفیٰ ہے

سب مولویوں کی سن نہ لیم شیطاں بھی اپنی میں آچھا ہے

نیا کرتے مواعتبار اس کا جو آدمیوں نے خود کھا ہے

اس رسالے کے مصنف کی ایک کتاب کا ذکر کیا گیا ہے کہ گزرا چکا ہے

ہیں نظموں کے آخر میں ختم تخلص لکھا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ

یہ رسالہ کا مصنف وہی ہے۔ ذیل میں ایسے دو شعر نقل کئے جاتے ہیں

ن میں یہ تخلص موجود ہے:-

ندہ جس کا ہووے خرم بندگی اس کی لازم ہے

سارے اصحابوں نے لے کر اپنے نبی کو سلام کیا (۲۹)

ترجمہ رواج شرک ہوا ورنہ ہے کہاں !

جزوات پاک حق کے مسلمان کی قسم (۳۵ ب)

آغاز:-

”اللہ ہمارا بہت دور ہے شرکوں سے اگرچہ لوگ اپنی عقل میں

آدم مشتبہ خاک کو اس مالک عرش و انلاک کا شریک جانتے ہیں

اور اس غبار ناپائیدار کی تعظیم برابر اس پاک پروردگار کے

کرتے ہیں“

اختتام:-

”جو اللہ کا بندہ اللہ سے ڈیتا ہووے اور دنیا کو لپکا لہ او

بسمتتا ہووے اس کو ضرور ہے کہ یہ پانچ باتیں موقوف کر دے

اللہ: اس کو دنیا اور دین میں ہر جگہ آدم دیوے گا۔ بیت

ہمارا کام کہہ دینا ہے یار د اب آگے چاہو تم مانو نہ مانو

ترجمہ:-

نسخہ نمبر ۱۵۷ کے آخر میں درج کیا گیا ہے۔ یہ خوش خط نسخہ بھی

مولوی عبداللہ صاحب محتسب بولہ کا عطیہ ہے جو مولوی ابوسعد

نور پوری کے توسط سے ادارے میں داخل ہوا۔

مشرف کیا توحید آباد ہی کے ہو رہے۔ اردو، فارسی غزلیات و قصائد کے کلیات مرتب کئے تھے اور کئی اردو مثنویاں بھی لکھی تھیں جن میں ”چھو منتر“ مشہور ہے۔ گلزار آصفی میں ان کی نسبت لکھا ہے کہ :-

”تعال از بیخ ولایت مانند او جامع علوم و کمالات احدے

دیگر نہ آمد“ (ص ۱۶۱)۔

محبوب الزمیں ہں ان کے حالات رجلہ دوم ص ۱۶۱ میں درج ہیں۔ مگر صاحب محبوب الزمیں نے ان کی مثنوی ”تلمیح حبیری“ کا ذکر نہیں کیا۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بھائی میر اکبر علی خاں نے محمد میرزا سے خواہش کی کہ تم کو صفحہ بہت چاہتے تھے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان کا جو کام باقی رہ گیا ہے اس کی تم تکمیل کرو۔ اس فرمائش کی بنا پر محمد مرزا نے حلا حیدری کی جلد دوم کا ترجمہ کیا۔

محمد مرزا کے والد بھلی علی شاہ دکن کے ایک مشہور شاعر و سخن تھے۔ تاریخ نگاری کے علاوہ فن مصوری، خوش نویسی اور تصوف میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ فارسی زبان پر بھی ایک اہل زبان کی طرح قادر تھے۔ اردو اور فارسی دونوں میں شعر لکھتے تھے۔ آصفیہ ثانی اسطو جاہ شمس الامرا اور سردار الملک گھانسی میاں ان کے بڑے قدر دان تھے۔ دکن کے بہت سے شاعران کے شاگرد تھے جن میں شیر محمد خاں ایمان جیسے استاد سخن بھی شامل ہیں۔ بھلی نے ۱۲۵۲ھ میں وفات پائی۔ مرقع سخن، محبوب الزمیں اور گلزار آصفی میں ان کے تفصیلی حالات درج ہیں۔ موخر الذکر دونوں کتابوں میں ان کے فرزند کا نام مرزا محمد درج ہے۔ محبوب الزمیں میں لکھا ہے :-

”آپ کے غلط الصدق مرزا محمد تخلص میرزا یادگار تھے“

(جلد اول ص ۳۲)

گلزار آصفی میں لکھا ہے :-

”مرزا محمد مرزا تخلص..... بارداک علوم معروضہ

کے ساتھ بیچ سلامت جنت کو پہنچا دے اور رضامندی اپنی روزی کرے برائے خاتم النبیین وآلہ الصابرین۔ آمین آمین

یارب العالمین“

ترقیمہ :-

”وقت تمام شدہ اس نسخہ قیامت نامہ بتاریخ بیروز ہم شہر مسافر مظہر بروز یکشنبہ ۲۵۵۰ ہجری۔ دہچاؤنی مکند آباد (کہ از) حیدر آباد دیکر وہ واقع است کتر بندہ کترین دنگاہ صہ شیخ احمد سکند بلکہ.....“

(۱۵۴) حلا حیدری [۱۵۰]

اوراق ۲۱۴ - سطور ۱۵۰ (بعض صفحات میں ۱۲)

تقطیع ۵ x ۸ - خط نستعلیق عنوان سرخی میں -

مصنف محمد مرزا مرزا - سنہ تصنیف ۱۲۶۰ھ -

چھ ہزار سے زیادہ ابیات کی یہ ضخیم مثنوی دراصل اسی نام کی فارسی کتاب کی جلد دوم کا اردو ترجمہ ہے۔ فارسی حلا حیدری کی جلد اول کا ترجمہ میر ذوالفقار علی خاں صفحا لکھنوی نے کیا تھا۔ دوسری جلد کا بھی ترجمہ کرنا چاہتے تھے کہ ۱۲۶۰ھ میں وفات پائی اور یہ کام نامکمل رہ گیا جس کو دکن کے ایک مشہور شاعر، خوش نویس اور مورخ شاہ بھلی علی بھلی کے فرزند محمد میرزا نے مکمل کیا۔ یہ نسخہ ناقص، آخر ہے اس لئے سنہ تکمیل اور کاتب کا نام وغیرہ معلوم نہ ہو سکا۔

صفحا میر تقی میر کے شاگرد تھے۔ لکھنؤ سے بنگالہ گئے اور

وہاں سے جیتا پٹن میں کچھ عرصہ قیام کر کے نواب ابوالقاسم میر عالم کی دیوانی میں حیدر آباد آئے اور میر صاحب کے یہاں ملازم ہوئے۔ بعد کو جب راجہ چند دلال نے پانسو روپے ماہوار اور اپنی مصاحبت سے

بخدمت ممدات فائز گشت . مرد و معیہ در فن سپہ گری

نیز ماہر بود (۳۸۳)۔

لیکن اس قلمی نسخے میں عنوان ہی پر مصنف نے اپنا نام محمد میرزا لکھا ہے۔ اس طرح کہ :-

”عاصی سراپا عاصی محمد میرزا پیر تنجلی علی شاہ“

گزار آصفی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا عالم آدمی تھے اور

ممدات کے عہد سے تک ترقی پائی تھی۔ نیز یہ کہ وہ گلزار آصفی کے زمانہ تالیف (۱۰۲۵ھ تا ۱۰۲۷ھ) تک فوت ہو چکے تھے۔ اگرچہ

گلزار آصفی کا سنہ تالیف مقدمہ میں ۱۰۲۵ھ لکھا ہے۔

لیکن حواث نے اس کام کو ہم جہادی الٰہی فی سلسلہ ۱۰۲۵ھ میں تکمیل کو پہنچایا تھا جیسا کہ اس کے خدیوے میں درج ہے۔ (مطبوعہ ۱۰۲۷ھ)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زیر نظر مخطوطے کے مصنف محمد مرزا سنہ

ہم جہادی الٰہی فی سلسلہ ۱۰۲۷ھ سے قبل وفات پائی تھی اور یہ مثنوی اس سے

قبل ہی لکھی گئی تھی۔ اور اگر مصنف کی تاریخ وفات سلسلہ ہجری

۱۰۲۷ھ (محبوب الزمن) صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا نے

چھ ہزار سے زیادہ ابیات کی یہ مثنوی صرف چند ہی جمعوں میں

لکھی تھی۔ اور اس لحاظ سے وہ واقعی ایک بڑے اور پُرگو شاعر تھے۔

لیکن انہوں نے کہ ان کے حالات اور دیگر کلام کے متعلق کسی اور

ذریعے سے معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ اور نہ ہی یہ نسخہ کسی

اور کتب خانے میں نظر سے گذرا۔

کتاب کا آغاز سبب تالیف ہی سے ہوتا ہے۔ حمد و ثناء

وغیرہ نہیں ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا اس کو ایک عرصہ

کتاب نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ مصنف کی کتاب کے معنی کے طور پر

لکھا تھا۔ انہوں نے سبب تالیف کا بیان ابتدائی ابیات

میں مختصر طور پر کیا ہے اس لئے اس حصے کی منتخب ابیات

درج ذیل ہیں :-

مہمہ آسمان علوم و ذکا سخن شیخ اعلیٰ جناب صفحا

زباں اس کی جان بخشان سخن سخن پہلوان پہلوان سخن

کیا ریختہ ”حلمہ میدری“ تو اردوئے سرتقہ سے سارگری

گہر بزر جب اس کا خام ہوا تو اتمام سال بیاہ ہوا

ہوئی بزماء لب بخوبی تمام کیا خلق میں اپنا شہہ رنام

ندی آگے فرصت ابی نے اوسے کہ ہر طرح اتمام اوسے کو کرے

جو بیانی ہیں اوس کے ذہن پہلی شہج و سخن میرا کبر علی

کہا جو سے اس طرح اسے میرزا کہ تھا تھ پہ لطف اوس کا سدا

در عالم میں ہوگی تری برتری کر انجام تو حلمہ میدری

الرحمہ یہ بات آئی دل کو پسند وے کم بغاوت سخن فکرمند

یقینی سخن بدشوقش میر تے یں سخن کا ملان کچھ آسان نہیں

اوسے طرح سے حلمہ فارسی اوسے اپنی آنکھوں کی کڑا

الرحمہ کہ ہے وقت اصل و شروع کہا کہ کہ بسم اللہ میں بھی شروع

اس حصے در میان میں کئی ابیات چھوڑ دی گئی ہیں۔ اس کے بعد

مرزا نے غزوہ فیہ کی داستان شروع کی ہے۔ جس کی پہلی بیت یہ ہے :-

دلاورد در کام پروردگار کلاکوں حصاروں کا ہے یہ حصار

تمام عنوان اردو نثر ہی میں لکھے گئے ہیں۔ یہ اس مثنوی کی ایک

خصوصیت ہے کیونکہ اس عہد تک مثنویوں کے درمیانی عنوان بالعموم

فارسی نثر میں لکھے جاتے تھے۔ یا اردو نظم میں۔

آغاز :-

”پہنا خلعت اختتام کی کتاب حلمہ میدری کو بعد انتقال

جناب فیض آب سید ذوالفقار علی خاں بہادر المتخلص بصفا

عاصی سراپا عاصی محمد میرزا پیر تنجلی علی شاہ“

اس کے بعد ہی ابیات شروع کر دی گئی ہیں جو سبب تالیف کے

سلسلہ میں بھی اوپر نقل ہوئے ہیں۔

اختتام :-

بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر چند عنوان درج ذیل ہیں :-

ہر ایک صورت میں آکر وہ نیا جلوہ دکھاتا ہے

کہیں یوسف کہیں بیل کہیں مذر بناتا ہے (بے)

امیر وقت کی کہتا صفت ہوں جو کہ عالم میں

نظر سے آسمان کے جو گرے اس کو اٹھاتا ہے (جے)

صفت استاد کی لکھنا مجھے لازم ہوا اسے دل

کہ بے اتحاد بزم شعریں الزام پاتا ہے (جے)

پدم کی آہ ہم زادوں کی صورت یہ دل محروں

مجھے کس کس طرح گلگت کی رغبت دلائے (جے)

طویل حمد و نعت کے بعد عبرت نے اپنے پیر سید حسن خواہ کی مدح

لکھی ہے اور اس کے ساتھ ہی امیر وقت فیض اللہ خاں کی مدح

بھی شروع کر دی ہے جس کی چند آیات یہ ہیں :-

مدح نواب فیض اللہ خاں

لکھوں بدمع فیاض زماں کی خدیوہ فیض اللہ خاں کی

کہاں ایسا ہواں ہوتا ہے پیدا کو نوکر میں گے جس کے زہد نقوا

ایک بے بد خلق و قدر دانی زمانہ کا ہے عالم گیر ثانی !

نہیں ہے عہد میں اس کے کوئی پیا دل عاشق سدا زار نالاں

کسی کا حکم نہیں دیکھا تھا ایسا کنت پر دست و پا چلتا ہے بیجا

میں اس کی خوابیاں کیا کیا بتاؤں غزل ایک فارسی پڑھ کر سنائوں

مطلع - چو دہیجا بکف خنجر گرفتہ عدو دست اماں بر سر گرفتہ

مقطع - بساں آفتاب عالم افروز دلش عبرت بکف خنجر گرفتہ

عبرت نے اپنے استاد نواب محبت خاں محبت مطلق حافظ رحمت خاں

کی بھی تفصیلی مدح لکھی ہے اس حصہ کی چند آیات یہاں درج کی جاتی ہیں :-

مدح نواب محبت خاں

مضامین کس طرح کرتا میں ایجاد نہ ہوتا اگر محبت خاں ساد استاد

کہوں کیا میں وہ نواب زماں ہے قلم اس کے ہر نکتہ داں ہے

اگر ان پہ ہوتا تھا دشمن کا زور اوٹھاتے تھے اس تختہ پل کو زور

عرب میں نہ مانی تھا اس کا کہیں رکھا پستہ پر چروہ حصن حصین

چونکہ یہ نسخہ ناقص الاخر ہے اس لئے کوئی ترقیہ نہیں ہے -

ابند اور آخر میں نواب عنایت جنگ بہاد کی مہر ”مصدر الطاف و

عنایت حسین“ ثبت ہے - اور پہلے ورق پر ان کے دستخط

”عنایت جنگ حیدر آباد ۱۳۴۲ھ“ درج ہیں - یہ نسخہ ابھی کا

علیہ ہے -

(۱۵۵) پداوت [۱۷۲]

(شمع و پردانہ)

اوراق ۱۵۲ - سطور ۱۲ -

تفصیل ۱۰ x ۸ - خط نستعلیق - عنوانات سرخی میں -

مصنف - عبرت و عشرت - سنہ تصنیف ۱۲۱۱ھ - ۱۲۵۱ھ -

سنہ کتابت ۱۲۵۱ھ - کرم خوردہ -

چار ہزار سے زیادہ آیات کی یہ مثنوی رتن سین اور پداوت

کے عشق و عاشقی کی داستان ہے جس کو ضیاء الدین عبرت رام پوری

نے شروع کیا اور بارہ سو آیات لکھنے کے بعد وفات پائی - اس

نا تمام قصہ کی تکمیل مولوی قدرت اللہ شوق (مولف تذکرہ شرف

رینندہ) کی فرمائش پر ان کے ایک دوست میر غلام علی عشرت نے کی -

اصل مصنف ضیاء الدین عبرت ایک اچھے پائے کے شاعر

معلوم ہوتے ہیں - انھوں نے مثنوی کو خاص اہتمام سے لکھنا

شروع کیا تھا - ہر عنوان کا آغاز ایک منظوم سرخی سے کیا ہے -

اور قدیم و کئی مثنویوں کی طرح یہ عنوانات ایک ہی زمین میں اس طرح

منظوم کئے گئے ہیں کہ اگر انہیں مسلسل لکھا جائے تو ایک قصیدہ

آخری مصرع میں یا تو مثنوی نادر (دیکھو فہرست ہذا مخطوط نمبر ۱۰۶) کی طرح شہر حیدر آباد کی معموری اور سرسبزی سے تشبیہ دی ہے یا پھر اپنے مدوح کے دل کو حُب علیؑ سے آباد بنا چاہتا ہے۔ سبب: ایف کے سلسلہ میں پہلے شاعر نے اپنے کمال کی تعریف کی ہے اور پھر لکھتا ہے:-

ہے دل میں تاکہ میں ہو کر نواساز نکالوں پردہ دل سے ایک آواز
برائے خاطرِ یادان بے کیوں! لکھوں اک داستان شوخ رنگیں
کروں خورشید ساں طبع ازبائی شہابی کی بنا دوں روشنائی
صلحاً مآلے کے میں پوچھوں محلِ شکو کہ کرنا ہوں بیانِ عشق ہندو
کہے کوئی کہ عبرتِ مسلماناں ہو بسے عشقِ کافر سے سخنِ راں
اس سلسلہ میں مزید شاعرانہ خود ستائی کی ہے اور کہتا ہے کہ
میں جس قصہ کو چاہوں لکھ سکتا ہوں لیکن بہتر یہ ہے کہ اپنے
وطن کا کوئی قصہ لکھوں۔ کیونکہ اب تک تو عرب و ایران کے
بہت سے قصے اور داستانیں ہمارے شاعروں نے لکھی ہیں۔
اس سلسلہ میں ہندوستان کی جو تعریف کی ہے وہ خاص طور پر
اہمیت رکھتی ہے کیونکہ بالعموم اردو شاعروں پر یہ اعتراض
کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے وطن سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے
عبرت کی حسب ذیل ابیات اس خیال کی خود بخود ترمیم کریں گی۔
توصیفِ ہندوستان

لیکن قصہ کہتا ہوں وطن کا کہ ہوں میں عندلیب اپنے چین کا
سودا ہند کو اے مونسِ جاں بناؤں سربہ چشمِ صفا ہاں
کروں ہندوستان کا وصفِ نغمہ مجھے جس سے عرب کے ملک میں دھوم
ہے شعلہ عشقِ ہندی کا شہرِ بیز کہ ہے گاتاقاب اس جانبِ نیز
کہ سوزِ عشقِ ہندی تیز تر ہے عرب کے عشق سے خوریز تر ہے
جم میں ہند کا ہے عشقِ خونخوار قیامتِ ہند کی کالی ہے تلوار
لکھوں ہندوستان کی گزینِ توصیف تو دفترِ ایکِ محترمہ ہوئے تصنیف

اصول و منطق اوس کی ہنہاں پر ہے فنِ شاعرانہ اوس کا جوہر
سخن کے سقم کا ہے وہ غلاطوں! کہ ہوں کے ہاتھ میں ہے بعض مضمون
کرسے صلاح یہاں تک وہ سخن کو کہ مٹی آپ ہووے آفریں کو
غزل کے اس کے مطلع کو نظر کر خجل ہے مطلعِ خورشیدِ انور
وہ بھر کر نقشہ مضمون رنگیں کرسے ہے منظم جوں عقدِ پرویں
دل و بازو چشمِ اس کے میں عبرت سخاوت اور شجاعت اور مروت
خدا اوس کو رکھے دلشاد و ایم بحق پنجتنِ پاکِ معظم!
نواب محبت خاں اردو کے ایک اچھے شاعر اور شاعروں کے
سرپرست تھے۔ فارسی میں مرزا فخر کین اور اردو میں مرزا جعفر علی
نصرت کے شاگرد اور صاحبِ دیوان تھے۔ یک مثنوی ”سسی پو“
لکھی تھی۔ ان کے استاد بھائی اور مشہور شاعر حیرات نے ان کی
وفات کا جو قطعہ تاریخ لکھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے
۱۲۳۷ھ میں وفات پائی۔ ان کے شاگرد عبرت نے یہ مثنوی
ان کی زندگی ہی میں لکھی تھی اور اپنے استاد کی مثنوی ”سسی پو“
ہی کی بحر اس کے لئے اختیار کی ہے۔ محبت کے حالات اردو کے
تقریباً جملہ تذکروں میں درج ہیں۔

مدح محبت کے بعد عبرت نے غلام مصطفیٰ خاں کی مدح
لکھی ہے کیونکہ وہ تین پشتوں سے ان کا نامک خوار تھا۔ اس حصہ
کی چند ابیات یہ ہیں:-

مدح غلام مصطفیٰ خاں

ز ہے نوبادۂ باغِ جوانی! چمن آراے سرفرازِ گانی!
ر ہے کیونکر نہ اس کا ہاتھِ ظالی کہ ہے رسم اس کی بخشش کی زالی
کسی نے الیاد دیکھا ہے الوالزم کہ جاگزم کو سمجھ ہے بت برم
بڑا کیونکر نہ ہو اوس کا ارادہ کبیر شیخ ہوئے جس کا دادا
بہنکی جب یہ نام اس کا ہو برہا کہ کہتے ہیں غلام مصطفیٰ خاں
نی کا اسمِ بیارہ... (کرم خورہ) ہے اس کا کشور دل حیدر آباد

جی درج ہیں۔ لیکن اس مثنوی میں خود انہوں نے اپنی نسبت کافی معلومات پیش کر دی ہیں جن سے ان کی ملازمت، شاگردی مریدی وغیرہ کی تفصیل ظاہر ہوتی ہے افسوس ہے کہ ابتدائی حصہ میں کافی شرح و بسط کے باوجود عبرت نے سنیہ تصنیف نہیں لکھا۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ ان کی آخری تصنیف ہے۔ انہوں نے غالباً اپنے استاد محبت کی زندگی ہی میں ۱۲۱۱ھ میں وفات پائی۔

مثنوی کا لغتہ اور بڑا حصہ میر غلام علی عشرت نے لکھا ہے۔ لیکن ان کی ابیات میں وہ زور اور جوش نظر نہیں آتا جو عبرت کے لکھے ہوئے حصے میں ہے انہوں نے اسی انداز بیان کو باقی رکھنے کی کوشش کی ہے اور عنوان بھی اسی ردیف و توافیق میں منظم لکھے ہیں۔ عشرت نے اپنا حصہ یوں شروع کیا ہے :-

کہا یہاں تک یہ قصہ بس ضیاء الدین عبرت نے

اور اب یہاں شوقِ ہر دم چھو کہ یوں رغبت دلا تا ہے
کہ عشرت پی کے تو الفت کا ایک عالم مری خاطر تہ کر دے اس کو انام
کہ اس میں روح ہی عبرت کی ہوشاد و عانی خیر سے تہ کو کرے یاد
غرض قصہ ادھر وارہ نہ جاوے جو ہیں مشتاق ادوں کے کام آوے
سو میں نے شوق کی خاطر یہاں سے کہ میں شوق مرے عالی جہاں سے
اوٹھا کر اپنے کلک زلفشاں کو کیا تحریر یوں اس داستان کو
کس کے سب بیانِ وحشت انگیز ہوئی الفت کی آتش دل میں بس تیز
جو دو ایک دن میں دن پوجا کا آیا پدم نے یہ بہانہ خوب پایا (۱۵۴ و)
اسی طرح داستان کے اختتام پر بھی عشرت نے مولوی قدرت اللہ شوق
کی فرمائش کا ذکر کیا ہے اور شوق کے علم و فضل، تربیت و طریقت آشنائی
اور کسب کمالات کی بڑی تعریف کی ہے۔ اور سنیہ تصنیف بھی لکھ دیا ہے۔
عشرت غالباً بریلی کے رہنے والے مرزا علی لطف کے شاگرد
اور صاحب دیوان تھے عیار الشرا، عمدہ مستحبہ اور طبقات سخن میں
ان کا ذکر درج ہے۔ اسپرنگر نے فہرست کتب خانہ جات شاہان اودھ

نہایت طول یہ مذکور ہو جائے ہزاروں کو س مطلب دو ہو جائے
عزم آتش ہے اس کی آتش دل ہوا اس کی ہے ریح مرغِ بسل
بتاؤں اس کا پانی آہ کیا ہے مگر طوفان کا پانی رہ گیا ہے
جلی پروانہ کی ہے خاک وہاں کی کہ عشق افزا ہے ہاں ہندوستان کی
جو کوئی عاشق و معشوق یہاں سے دولی ہرگز نہ آن کے دیہاں ہے
برنگ شعلہ دس کرتے ہیں ساتھ جو مرتے ہیں تو دو مرتے ہیں ساتھ
اسی سلسل میں اپنے موضوع کی طرف یوں اشارہ کرتا ہے :-

مجھے اس پر جو تائید سخن ہے جنوں سرمایہ عشقِ رتن ہے
رتن کے عشق کا شعلہ تھا سرکش پدم کے بھی دکائی دل کو آتش
ہوا۔ ان کا میں نے کچھ کر قصہ دنام مثال شمع پروانہ رکھا نام
آخری مدح میں مثنوی کے نام کی مناسبت کا اظہار کیا ہے۔ اصل
قصہ کا آغاز اس بیت سے کیا ہے :-

سمند خامہ طوفانِ حائیز ہوا جوں اشکِ کلکول گرم حمیز
غبت نے ان ابیات پر اس مثنوی کو نامکمل چھوڑ دیا تھا
رہا جو منظر اس کا سحر شام رفید انگھیں ہوں جوں مغرب نام
گپے بیٹھا تھا اور گاہے بگڑتا نصیب اور دل و خفا دن رات بھلتا
معلوم ہوتا ہے کہ موت نے مصنف کو اتنی جہالت بھی نہ دی کہ وہ
اس ذیلی عنوان کو مکمل کر سکتا۔ اور رتن کے جوگی بن کر آنے کی خبر
پدم تک پہنچا سکتا۔

درمیان میں موقع محل کے لحاظ سے شاعر نے اپنی غزلیں بھی
لکھی ہیں مثلاً جب رتن دیا میں سیاح بن کر پدم کو ڈھونڈھنے نکلتا
ہے تو وہ فراقِ یار میں عبرت کی یہ غزل پڑھتا ہے :-

پدم کے واسطے وہ جان پر غم غزلِ عبرت کی پڑھتا تھا وہ ہر دم
مطلع۔ بے تاب کوئی شے نہیں سیاب کیا ماند پروہ بھی ہو گا دل بے تاب کیا ماند
مقطع۔ عبرت تو مجھ پر سب باہر سے ہر مغنا ہر بحرِ غزل میں و خوش آب کے ماند
میرضیاء الدین عبرت کے حالات عیار الشرا اور عمدہ مستحبہ میں

میں بھی ان کا مختصر حال لکھا ہے۔

آغاز :-

ہر اک صہرت میں آکر وہ نیا جلوہ دکھاتا ہے

کہیں یوسف کہیں بلی کہیں غذا بتاتا ہے

بتاؤں عشق کی کیا اب میں نیرنگ جو دیکھوں میں اوی نیرنگ کے دھند

زور یا موج گونا گوں برآمد زبے چونی برنگ چوں برآمد

اختتام :-

لکھی یہ داستان عشق ساری کہ ہے دنیا میں یہ (ایک یا بگاہی

یہ کہہ کر مثنوی کی میں نے پھر فور کوئی یازم کیے اس کی خوش طور

کہا دل نے اسے دیکھے جو شاعر بلا شک بائے تصنیف دو شاعر

اور اس کو پیر کر دیکھے جو طالب تو نے شک جانے تحریر و کتاب

ترقیمہ :-

لکھی مثنوی یہ بجلدی تمام کریں اسطالعہ بھی خاص عام

(۱۵۶) اُتاولی [۴۰۷]

ادراک ۸ - سطور ۲۰ -

تقطیع ۶ x ۱۲ ۱/۲ خط تعلق شکستہ عنوان سرخی میں -

مصنف سید حسینی بادشاہ (م) - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۶۱ھ -

کاتب - سید حسینی بادشاہ - سنہ کتابت ۱۲۶۲ھ -

یہ تقریباً چار سو پچاس ابیات کی ایک ناقص الآخر مثنوی ہے

جس میں عورتوں کے کروض کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس کے مصنف

غالباً سید حسینی بادشاہ ابن سید شاہ فور اللہ قادری ہیں جو دکن کے

شائخین سے تھے اور فقیر اللہ شاہ حیدر کے مرید۔ چنانچہ انہوں نے

اپنے مرشد کے رسالے تناولی کو بھی نقل کیا تھا۔ اس کا تذکرہ محفل

نمبر ۱۲۵ میں گذر چکا ہے۔ غالباً تناولی نقل کرنے کے بعد ہی

حسینی بادشاہ کو اس مثنوی اُتاولی کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔

وہ اپنے مرشد کی طرح دنگل ہی میں سید لاڑے حسینی کے مکاں میں

قیام پذیر تھے

یہ مثنوی ناقص الآخر ہے۔ سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ اور

چونکہ اس بناء میں کئی اردو فارسی رسالے خود حسینی بادشاہ کی تصنیف ہیں

اس لئے غالباً یہ مثنوی بھی انہی کی ہوگی۔ حسینی بادشاہ نے ۱۲۶۱ھ

سے قبل وفات پائی ان کے فرزند اور مرید سید سلطان محی الدین بادشاہ

نے اپنی کتاب نکات الواصلین (مصنفہ ۱۲۶۱ھ) میں ان کو مرحوم

لکھا ہے۔ (دیکھو محفل طبع نمبر ۱۶۰)۔

اس کا آغاز حمد و ثناء اور گردش افلاک کی نہ خیوں سے کیا گیا ہے۔

جن کے بعد عورتوں کے کروض کا بیان لکھ کر اصل داستان کا آغاز

کیا ہے۔ اس داستان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک عرب

عورت نے کروض کرنے کے ایک خوشتر مرد کو اپنے ساتھ شادی پر

مجبور کیا۔ اس میں شادی کے بے جا رسوم اور آخر کار میاں بیوی

کی لڑائی کا بھی پُر اطف حال بیان کیا ہے۔ جہانڈوں اور میراثوں

کے کانے کے سلسلہ میں جو غز میں لکھی ہیں ان کے بعض شعر بے حد

ہیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ حسینی بادشاہ بھی اپنے مرشد فقیر اللہ شاہ حیدر

کی طرح تلخ گوئی اور معایب کی عریاں پیش کشی کی طرف مائل تھے

جو عہد حاضر کے ترقی پسند ادیبوں کی جدت سمجھی جاتی ہے۔

آغاز :-

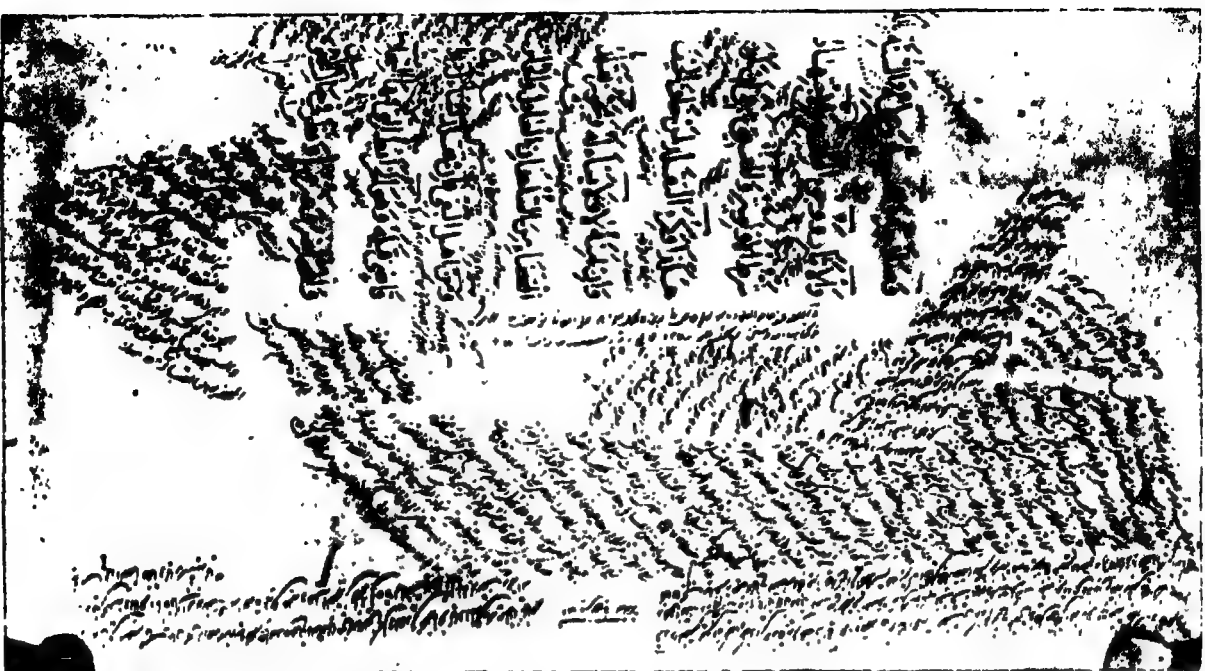
لکھوں وصف توحید رب العلا کیا کُن سے وہ جس نے ارض و سما

ہوئی کل تفتش سے مخلوق سب تناسل تو اصل کا پایا سبب

آغاز داستان :-

عرب میں تھا کوئی ایک عالی فہم رکھا اس نے بیٹی بہت بے شرم

غریبی سے لاچار تھا ادب و احوال ایک ایک وقت تھے یک سال اس پر



کدر الد قاین - جس پر لگی نیزگوں کے حواشی ہیں -



رسالم شاه ظہور الدین - جس میں عمائل عسائل انصوف



(۱۵۸) چار کرسی طریقت [۲۰۸]

۱۔ اُن م - لے ایشیا فی صفر

تفطیر ۹ و $\frac{1}{7}$ و ۷ - خواص تولید شکسته -

عنوان سرخی میں ۔

مصنف فقیر اللہ شاہ بیدر۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۲۵۰ھ۔

کاتب: میرزا بادشاہ - سنہ کتابت: ۱۲۶۳ھ۔

یہ نظم تقریباً ۷۰ اشعار کا ایک تقصیدہ ہے جس میں فقہ الشہداء

سندھ تماذلی ریگھو نمبر ۱۲۵۔ نظم البردیکھو نمبر ۱۱۶۔ زیلعیت

اسلام کے ضروری ارکان کی وضاحت کی ہے۔ ٹیپیک سے تصنیف

نہ ہوسکا چونکہ مصنف کی دوسری کتابیں تو ادارے میں

مختصر تاریخ اسلام و اسلام کی تصنیف میں اس نے یہ کتاب بھی

یہ مانی ہے، کبھی کبھی ہوں مصنف کا شخص، ترقی بہت ہے

- 43 -

حسینی بادشاہ فقیر اللہ شاہ کے مرید تھے اور یہ نظم انہوں نے

پنے دوسرے وسائل کے ساتھ ۱۲۶۵ء میں نقل کی ہے۔

نظم کے آخری حصے میں مصنف نے واضح کر دیا ہے کہ

اتر رہا ہے میں ۳۰ مسائل درج ہیں۔ اس کی بڑی سرخیاں

— ۱۷۷ —

۱۔ تہ طہیغت ۲۔ وضو ۳۔ غسل ۴۔ مہمانی طہیغت ۔

۵. ابرام و ارکان طریقت۔ ۶. ایمان طریقت۔۔ نماز، سخوت

۱- ہفتہ رکعت ۹- عارفان۔

— ۱۲۸ —

حاکر سی کان دھرمی طریقت میں خبر

کرنابہ کھانت تن میں ایزہوں شیر و شکر

میں نے کہا ہے کہ اے نبیؐ، تو آج اس انسان کو روزِ حشر
میں حاضر کرتا ہے اور اسے عرشِ غیم پر بولتا ہے کہ

ہاں، جیسے کہ پہلے ہی بتایا گیا ہے، وہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ایک ندرت نقل شروع کر دی گئی ہے جس کے اختتام

— 22 —

تتمتع بتمام شه المرقوم بمقتضى ذليقعه ١٢٦٢ هـ

نور و انوار عنایت چنگ مبارک کا المیہ ہے۔

(۱۵۹) مجلس نشر [۱۶۱]

اوراق ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔

تفطیح فایده خط تشریح -

نوامت مری پر از و تقویت قبل ۱۲۵ هـ

یہ دکنی اردو نثر کی کتاب ہے جس کے منف اور سنہ

تصنیف: کمایتہ ذیلی سکا زبان و اسلوب کے محاظ سے ادائی

!رعوي معدن كى تصنيف معلوم هوتى هے . آخريں كوئى ترقيمه

بھی نہیں ہے۔ کاغذ اور بیج کتابت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اواخر

بارہویں صدی میں نقل کی گئی ہے۔ فضلی نے بھی اردو نثر میں ایک

ایسی ہی کتب تقریباً اسی زمانے میں لکھی گئی لیکن یہ کسی ٹیبلٹ پر نہ تھیں

معنف کی وہ مجلس ہے جیسا کہ زبان و اسلوب سے ظاہر ہوتا ہے۔

مجلس ایک نئے صفحے اور عنوان سے شروع ہوتی ہے۔ ان

جملہ مجانس کے موضوع یہ ہیں :-

مرید تھے جن کی دو اردو کتابوں (دیکھو محظوظات ۱۵۶ و ۱۵۷) کا ذکر اس فہرست میں گزر چکا ہے۔ یہ ایک اتفاقی کی بات ہے کہ اس سلسلے کے صوفیائے کرام کی اکثر قلمی کتابیں ادارے میں محفوظ ہیں۔ رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ حضرت خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔

سلطان محمد الدین بادشاہ غوث نادر و مرید سید حسنی بادشاہ مرید فقیر اللہ شاہ حیدر مرید شاہ رفیع الدین قندھاری مرید شاہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ۔

ان بزرگوں کی حسب ذیل اردو کتابیں ادارے میں محفوظ ہیں۔ (فارسی کتب کی فہرست فارسی محظوظات کے تذکرے میں درج رہے گی)۔

- ۱۔ شاہ رحمت اللہ تنبیہ النساء (۵ نسخے)
- ۲۔ فقیر اللہ شاہ حیدر۔ تنادلی۔ نظم اور۔ چار کرسی۔
- ۳۔ حسینی بادشاہ۔ اتادلی۔ لاٹ و کپور اور قاضی۔
- ۴۔ سلطان محمد الدین بادشاہ۔ نکات الواصلین۔ توحید مطلق۔
- ۵۔ حافظ شجاع الدین خلیفہ شاہ رفیع الدین یکشف الخصال۔
- مؤخر الذکر بزرگ بھی اسی خاندان کے متوسل تھے اور ان کے مریدین نے بھی سلسلہ تعریف و تالیف کو جاری رکھا۔

زیر نظر محظوظے کے مصنف سید شاہ میر المعروف شاہ میاں حسنی قادری چشتی کے بھی مرید تھے۔ آخری حصہ کتاب میں اپنے مرشد سید حسنی بادشاہ کے ساتھ ان کا بھی نام لکھا ہے۔ یہ شاہ میر غالباً وہی ہیں جن کی ایک نظم مرثیہ قادری کا تذکرہ اسی فہرست کے محظوظ نمبر ۱۱۵ میں لکھا گیا ہے۔

سلطان محمد الدین بادشاہ کی اور تین کتابیں ادارے میں موجود ہیں جن میں سے ایک فتویٰ وجدان الحق توحید مطلق کا ذکر اس کے بعد ہی کیا جائے گا۔ اور بقیہ دو (مستزاد عطاء وغیرہ)

- ۱۔ شہادت رسالت پناہ (۱-۹) اوراق ۲۔ شہادت خاتون جنت (۱۰-۱۵) اوراق
- ۳۔ شہادت حضرت علیؑ (۱۶-۱۲) ۴۔ امام حسن (۲۳-۲۴)
- ۵۔ حضرت سلم (۳۱-۳۰) ۶۔ فرزندان مسلم (۴۱-۵۱)
- ۷۔ ابن مسعودؓ (۵۲-۵۹) ۸۔ حضرت عباس (۶۱-۶۳)
- ۹۔ حضرت علیؑ (۶۴-۶۵) ۱۰۔ امام حسین (۶۸-۷۳)
- پہلی مجلس کا آغاز اور آخری مجلس کا اختتام یہ ہے۔
- آغاز :-

”راوی روایت کیا ہے کہ ساں دہم ہجرت کے جناب سید غفر خدا
سل اللہ علیہ وسلم جنت الوداع سے فارغ ہو کر حج سے مراجعت
کا ایک منزل میں آن کرادترے کرادوس منزل کا نام غدیر خم
ہے ہیں۔ اسیں جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ آیت کریمہ
جناپ کہ پائی نہ لے آئے“

اختتام :-

”اہل بیت طاعت یہ نام منصب رونے تھے و بیٹھے رہنے تھے
اور وقت صبح وہاں سے کہ حج کی طرف شام کے راہی ہوئے
پہنچے چلے۔ ان اللہ روانا الیہ راجعون“

کوئی ترقیم نہیں ہے۔

(۱۶۰) نکات الواصلین [۲۰۶]

اوراق ۱۹۔ سطور ۱۱۔
تقطیع ۳۲ تم ۱۰ ۱/۲ ۷۔ خط نستعلیق۔ عنوانات سرخی میں۔
مصنف۔ سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری غوث نما۔
سنہ تصنیف ۱۲۷۹ھ۔ بمقام مدراس۔
کاتب۔ مصنف۔ سنہ کتابت ۱۲۷۹ھ۔

یہ اردو نثر کا ایک رسالہ ہے جس کے مصنف سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری غوث نما اپنی سید حسنی بادشاہ قادری کے فرزند اور

انتخاب رسالہ رفیع الدین فارسی میں اس لئے فہرست فارسی مخطوطات میں ان کا بیان درج رہے گا۔

اس کتاب میں حمد و نعت کے مضامین خاص صوفیانہ انداز میں تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے بعد سبب تالیف کے طور پر مصنف نے جو کچھ لکھا ہے اس سے ان کا تخلص، لقب، سلسلہ نسب اور مرشدوں کا حال نیز کتاب کا نام معلوم ہوتا ہے اس لئے اس حصہ کا اقتباس درج ذیل ہے :-

”فیقر حقیر فاکر پائے صوفیہ رحمہ اللہ سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری التخلص بہ سالک مشہور برفوت نما، فرزند حضرت سید حسینی بادشاہ قادری بن حضرت سید شاہ نور اللہ واقف اسرار اللہ قادری ابن حضرت سید جمال الحق والہ اللہ والدین قدس اسرار ہم کے کہتا ہے کہ یہ رسالہ ایک مسمی بہ نکات الاصلین واسطے طالبان حق اور ارادت مندان صافی کے مد سے مرشد کامل ہادی کامل عارف باللہ واقف اسرار اللہ حضرت سید حسینی بادشاہ و مرشد روشن ضمیر پیر پیغمبر

حضرت سید شاہ میر المعروف شاہ میل صاحب قدس سرہا کے“ (ورد قلم)

غرض محمد الدین بادشاہ نے یہ رسالہ اپنے مریدوں کی ہدایت کے لئے لکھا ہے اور اس میں کلمہ شریف کا مطلب، شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کے مطابق بیان کر کے مسائل ستہ قلبیہ کئے گئے ہیں۔ جگہ جگہ آیات قرآنی اور احادیث وغیرہ سے کام لیا گیا ہے۔ مصنف ایک جید عالم اور علم تصوف کے ماہر معلوم ہوتے ہیں۔

اس کتاب کے آخری حصے میں مصنف نے اپنی دیگر تصانیف کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس حصے کا اقتباس یہ ہے :-

”یہ فقیر اس رسالہ مختصر میں حقیقت معروف (معروف) کی نہیں لکھا کیونکہ حقیقت اس کی ارشاد والمالبین فارسی، اور دوز اعظم فارسی اور بنان طریقت ہندی اور وصل نامہ ہندی وغیرہ میں صاف بیان کیا۔

اگر خواہش اس کی ہو تو مطالعہ کریں۔ اور بیان سلوک، اذکار اور اشغال وغیرہ کا بھی اس رسالہ مختصر میں درج نہیں کئے گئے۔ کس واسطے کہ وہ سب بیان مفصل مرات المعرفت، کثرت السنیہ وغیرہ جو اس فقیر سے ہے اس میں صاف لکھا ہوا۔ ہندی اور فارسی زبان میں“ (ورد قلم ۱۸)۔

اس کے بعد اس رسالے کی اتنی تعریف کی ہے کہ خود ستائی کی بات آتی ہے۔

آغاز :-

”الحمد للہ شروع اس کتاب کا نام سے اُسی کے ہے جو وہ ہر جگہ موجود ہے اور جملہ مخلوقات کا معبود ہے سوائے اس کے کوئی وجود نہیں رکھتا۔ سب اس سے موجود ہیں“

اختتام :-

تمام ہوا رسالہ نکات الاصلین مدو سے مرشد کامل کی۔ جب اس جائے قلم پہنچا لکھنے سے بند ہوا۔ معلوم ہوا کہ ارادہ حق تعالیٰ کا یہاں تک ہی تھا۔ اگر آگے جوتا تو اور کچھ لکھا جاتا۔ اللہم اغفر لی ولوالدیہ دلمرشدنا و مشایخنا و مولانا۔ ... حضرت سید حسینی بادشاہ قادری و حضرت روشن ضمیر سید شاہ میر المعروف شاہ میل صاحب قادری البیت قدس سرہا۔ آمین“

ترجمہ :-

”تمام شد کتاب ہذا در ۱۲۹۹ شمسی ہجری نبوی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم در شہر خمسنہ اساس مدراس“

یہ نسخہ خود مصنف کا مکتوبہ ہے سرور قلم پر ان کے دستخط ”سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری“ اور آخری ورق پر ایک مستطیل جہر ”سید سلطان محمد الدین بادشاہ قادری ۱۲۹۷ھ“ اور ایک مدور جہر ”غوث نما ۱۲۸۰ھ“ ثبت ہے۔

ترقیمہ :-

”تمام شد رسالہ وجدان الحق توحید مطلق در سنہ یک ہزار

و دو صد و ہشتاد و یک بوقت چاشت“

اس کے بعد وہی تہری (مستطیل سید سلطان محی الدین بادشاہ

قادر ۱۲۷۷ و در غوث نما ۱۲۸۰ھ) ثبت ہیں جو

رسالہ نکات الواصلین کے آغاز و اختتام پر بھی ہیں۔

نوروقی پر مصنف نے کتاب کا نام ”رسالہ توحید مطلق

مسمیٰ بہ وجدان الحق“ لکھا ہے۔ یہ کتاب خود مصنف نے

نقل کی ہے کیونکہ اس کا خط وہی ہے جو نکات الواصلین کے

نسخہ کا ہے اور جس کے آغاز میں مصنف نے اپنے دستخط بھی

کئے ہیں۔

اس مثنوی کے بعد نئے صغے سے مصنف نے اپنی فارسی

متزادی لکھی ہیں جن کا ذکر فہرست فارسی خطوط میں

درج رہے تھا۔

(۱۶۱) وجدان الحق [۲۰۸]

(توحید مطلق)

اوراق ۷ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۳۱/۲ x ۱۱/۲ خط نستعلیق -

مصنف سید سلطان محی الدین بادشاہ قادری سالک

یاد تصنیف قبل ۱۲۸۱ھ -

کاتب مصنف - سنہ کتابت ۱۲۸۱ھ -

یہ ۱۲۵ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں وعدہ الوجود کے

مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے مصنف سید سلطان محی الدین

بادشاہ سالک ہیں جن کے حالات ان کی ایک اور کتاب نکات الواصلین

(۱۶۰) کے تذکرے میں درج کئے گئے ہیں۔

مصنف نے اپنا تخلص آخری صغہ مثنوی میں اپنے مرشد

شہنشاہ تخلص کے ساتھ اس طرح لکھا ہے :-

میں وہی سالک وہی شہنشاہ مصطفیٰ وہ غوث وہ اویز پروہ

اس کے بعد ایک اور بیت میں اپنا نام بھی لکھا ہے کہ :-

محی الدین اب اک پنے پر کھ فلم جان ے تو پریم اللہ ہم !

کتاب کا موضوع اس بیت سے واضح کیا ہے :-

ہے ہی توحید کا سارا بیان اک سمجھ اور ایک کہہ اور ایک جان

آغاز :-

اے خدا تو وحدہ ہے لاشریک دونوں عالم میں نہیں نیزاشریک

ذات سے تو ایک ہے آذواجال اور صفاتوں میں بھی اک نیزاجال

اختتام :-

میں نہیں ہوں میں نہیں ہوں میں نہیں ہے وہی موجود ہے چوں میں نہیں

نہا وہی ہو گا وہی ہے اب وہی سب وہی ہے سب وہی ہے سب وہی

(۱۶۲) رسالہ بے نماز [۶۴]

اوراق ۷ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۳۱/۲ x ۱۱/۲ خط نستعلیق -

تصنیف - اوائل تیرہویں صدی -

کاتب - غلام احمد الدین حسین عون حاجی میاں محنت بیہینہ -

سنہ کتابت ۱۲۸۳ھ -

یہ تقریباً ۱۵۰ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں نماز کے

نوافل و در نماز باجماعت کے ثواب بیان کئے گئے ہیں۔ مصنف

کے نام تخلص کا پتہ نہ مل سکا۔ اس میں جگہ جگہ بے نمازوں

کو مخاطب کیا گیا ہے مثلاً :-

اس ترقیہ میں حضرت قادری بی اور ان کی دختروں کا ذکر کیا گیا ہے۔ قادری بی کے مزید تذکرے کے لئے دیکھو خطوط نمبر ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶ وغیرہ۔ اور اس نسخے کے کاتب سے متعلق دیکھو خطوط نمبر ۱۲۰ اور ۱۲۱۔

ترقیہ کی فتویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت قادری بی نے اپنی دو دختروں احمدی بیگم اور عمدہ بیگم کے لئے یہ رسالہ ۲۴ شعبان ۱۲۸۳ھ کو نقل کروایا تھا۔ عمدہ بیگم نے عالم دوشیزگی میں اکتفا انتہا کیا۔ اور پہلی دختر جو راقم کی حقیقی نانی تھیں مولوی وقار الدین خطیب بوضن و تعلقہ ارباعہ علاقہ پالگاہ آسماں جاہی سے بیاہی گئی تھیں۔

یہ نسخہ انہی کے کتب خانہ کا ہے اور اس کو راقم الحروف نے ۱۳۵۵ھ میں ادارے کے کتب خانہ میں داخل کیا ہے۔



(۱۶۳) الراجع عناصر الوجود (۱۷۵)

اوراق ۴۔ سلور ۱۵ فی صفحہ۔

تقطیع ۱/۲ x ۸۔ خط نستعلیق معمولی۔

زمانہ تصنیف او آخر تیرھویں صدی۔

اس مختصر سے رسالے میں وجود آدم کے چار عنصر (یعنی شریعت

طریقت، حقیقت اور معرفت) کا بیان کیا گیا ہے۔ اور ان سے

متعلق وجودوں یعنی واجب الوجود، ممکن الوجود، متمتع الوجود اور

عارف الوجود کی منزلیں اور خصوصیات پر بحث ہے۔

مصنف کوئی دکنی صوفی ہیں جن کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

پورے رسالے میں سوال و جواب کے طور پر نقوش کے اسرار

سمجھائے گئے ہیں۔

اب تو سراپا جھکا اے بے نماز روبرو مالک کے باعمر و نیاز
مر جھکامت کر غوری بے نماز اب تو آ اس..... اپنے سے باز
فتویٰ نے درمیان بلکہ عکس قرآنی آیتیں بھی مدح کی گئی ہیں۔
مصنف کوئی مذہبی شاعر معلوم ہوتے ہیں۔

اعتماد کتاب پر کاتب نے خود بھی اسی بحر میں بعنوان
”چند ابیات تعریف کثیف“ کیا رہے ابیات بطور ترقیہ لکھی ہیں۔
آغاز :-

بعد حمد پاک رب العالمین ؛ اور درود بیتہ ؛ لعالمین ؛
مال اپنا اب سنو اے بے نماز کیوں رہے مالک کے فرمانے سے باز
اعتماد :-

اے خداے وہ جاں پروردگار ہم گنہ گاروں کا بیڑا کر دے پیر
از طفیل حضرت خیر البشر ؛ خاتمہ بالخیر عاویہ سب بشر
ترقیہ :-

یہ رسالہ ہے نصیحت بے نماز تم عبادت کو کرو، ہو سرفراز

نام قادری بی ہے جس کا خدا رکھ عبادت پر اسے شام و صبا

عمر کی ہووے ترقی سب نروں رہوے خوش خوم ہمیشہ شاد و

اتھری عمدہ ہیں دونوں دام ہو ترقی مرتبہ نیکی کے کام

واسطے ان کے نقل میں نے کیا اگر اس کا ہووے ہر دو کو خدا

یعنی طریقہ اور لکھنے والے کو بخش سارے دے گنہ اور عفو

رورسہ شنبہ کا تھا چوبیسویں ماہ شعبان تھا لکھا میں سکھیں

سہ تھا بار امدا پڑا پرتین جب کئے ہجرت شفیع المذہبیں

عاجز و کثر نہایت ہوں کثیف نادان امت محمدیہ نجف ؛

ہوں سراپا غرق دیا جرم میں اور حیراں ہوں ہر اک تن شرم میں

چم کو لطف و فضل سے تو اے جیم عاقبت بالخیر کرتو ہے کریم

”کاتب الحروف ہذا نسخہ غلام احمد الدین حسین عرف حاجی میا

محبوب قصبہ بھینہ۔ تحت تمام شد۔“

آغاز:-

سیوم مقام جبروت، چہارم مقام لاہوت، وغیرہ

اختتام:-

”جان اے عارف سدرۃ المنتہا گنج مخفی بیت المعمور و
بیت المقدس نظرو ح علوی روزیشاق، آواز روح سلفی
دم قبلہ چڑھتا اترتا ہے۔ دم موہند سے بولتا ہے۔ پیالہ
محبت شراب عشق اور است ہو کر دم۔ دم کہا کر لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ۔“

کوئی ترقیم نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی ”رسالہ معرفت حق“ شروع
کر دیا گیا ہے۔

واضح ہو کہ یہ رسالہ اربع عناصر الوجود آدم صلی اللہ علیہ السلام
و برزخ حضرت محمدی روح الانسان بنیاد ما ز دنیا ز ہے۔
جان اے عارف وجود حضرت آدم علیہ السلام کا اول شریعت
خاک واجب الوجود منزل ناسوت، عبادت ذکر علی، پیر بہتر
جبرئیل علیہ السلام گھر دل مقام مولیٰ علی دوازہ منہ ہے۔

اختتام:-

واجب الوجود کہنا، ممکن الوجود پھرنا (پڑھنا) مستح الوجود
ویکھنا، عارف الوجود پہنچنا، واجب الوجود بے خود رہنا،
ناسوت کا مقام عقل، ملکوت کا مقام وجود، جبروت کا
مقام دل، لاہوت کا مقام نظر، ہاہوت کا مقام ذات۔
نعت بانجیر واللہ علم بالصواب۔“

کوئی ترقیم نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی رسالہ ”رمز محل“ شروع
کر دیا گیا ہے۔“

(۱۶۵) معرفت حق [۱۷۷]

اوراق ۲ - سطور ۱۵ -

تقطیع ۱/۵ x ۸ - خط نستعلیق معمولی -

زمانہ تصنیف اواخر تیرہویں صدی -

اس مختصر رسالے میں خدا کی پہچانت کے بھید بتائے
گئے ہیں۔ زبان و طرز بیان وہی ہے جو رسالہ بات
اربع عناصر و رمز محل کا ہے۔
آغاز:-

”بعد حمد خدا و نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھ اے
عارف عین پہچانت خدا کی ہے سو کیا ہے۔ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے من عرف نفسه فقد عرف ربه۔
ترجمہ جس نے پہچانا اپنی روح کو بیٹھے اپنے نفس کو پس اوس نے پہچانا خدا کو“
اختتام:-

غیر حیز کا خطرہ دل میں آنے نہ دینا اپنی موت کو یاد کرنا
اسی کو حضور دل بولتے ہیں۔ اے طالب یہ باتیں تجھے

(۱۶۴) رمز محل [۱۷۶]

اوراق ۲ - سطور ۱۵ -

تقطیع ۱/۵ x ۸ - خط نستعلیق معمولی -

زمانہ تصنیف اواخر تیرہویں صدی -

اس چھوٹے رسالے میں تصوف کے نو مقامات کی وضاحت
کی گئی ہے۔ زبان اور اسلوب کے لحاظ سے اس کے مصنف بھی
وہی ہوں گے جو ”اربع عناصر الوجود“ کے ہیں۔

آغاز:-

”بعد حمد خدا و نعت رسول کے سمجھ اے عارف کہ نو مقام ہیں
سویہ ہیں۔ اول مقام ناسوت، دوم مقام ملکوت،

مثل طہقات پیٹے۔ اور مثل سرور قدم، سول چلے۔
چند درخت شاخ حضرت ابو بکر صدیق، برگ حضرت عمر
اور گل حضرت عثمان اور میوہ حضرت زعلی رضی اللہ عنہم
اجمعین۔

کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس کے بعد رسالہ چہل تن نقل کیا گیا۔

بغیر مرشد کامل معمول نہ ہوں گے۔ وہ توفیقی الایمانہ
تو کلمۃ والیہ ایجب۔ تمام ہوا یہ رسالہ۔
کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ ساتھ ہی رسالہ وجودیہ شروع کر دیا گیا ہے۔

(۱۶۶) رسالہ وجودیہ [۱۷۸]

اوراق ۳۔ سطور ۱۵ فی صفحہ۔

تقطیع $\frac{1}{4} \times 5$ ۔ خط نستعلیق معمولی۔

زمانہ تصنیف اور آخر تیرہویں صدی ہجری۔

اردو نثر کا یہ رسالہ بھی اسی مصنف کا لکھا ہوا ہے جس کے
تین رسالوں زالج غماص، رمز محل، معرفت حق کا تذکرہ
اس سے قبل لکھا جا چکا ہے۔ اس رسالہ میں انسانی جسم کی
بناوٹ اور اس کی خصوصیات صوفیانہ نقطہ نظر سے بیان
کی گئی ہیں، دو اہم رسالے وجودیہ میراں جی جینی خدا نما اور نور دیا
سے مشہور ہیں۔ لیکن زیر نظر رسالہ کی زبان اتنی قدیم نہیں ہے
کہ اس کو خدا نما یا نور دیا قادی کار سالہ قرار دیا جاسکے۔
آغاز:-

”بعد حمد خدا و نعت رسول مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

وافع ہو کہ یہ رسالہ وجودیہ بمعید تن من کاتال النبی

صلی اللہ علیہ وسلم انا من نور اللہ کل شیء من نوری۔

اسے عارف جان تو کہ تحقیق چہارتن ہیں۔“

اختتام:-

اللہ تعالیٰ یہ تن میں نبوت اور ولایت بنایا ہے۔ منہ مسجد

ناک ممبر، کچھ نبوت، سر محراب اور اللہ صاحب نے یہ تن میں

چار پیر بنایا ہے۔ سر غوث خواجہ۔ منہ طہقات، چھاتی

سرور قدم رسول۔ یعنی مثل غوث کھڑا ہے۔ مثل خواجہ بیٹھے۔

(۱۶۷) رسالہ چہل تن [۱۷۹]

اوراق ۲۔ سطور ۱۵۔

تقطیع $\frac{1}{4} \times 5$ ۔ خط نستعلیق معمولی۔

زمانہ تصنیف اور آخر تیرہویں صدی۔

اس رسالہ کی زبان و طرز بیان بھی اس سے قبل کے
چار رسالوں کی طرح ہے۔ افوس ہے کہ ان میں سے کسی
رسالہ میں بھی مصنف کا نام یا سنہ تصنیف درج نہیں ہے
اور نہ کاتب ہی نے کوئی ترقیمہ لکھا ہے۔

اس رسالہ میں تصوف کی ایک اصطلاح چہل تن کی
تشریح اور تفصیل بیان کی گئی ہے۔

آغاز:-

”بعد حمد و نعت کے روشن ہو کہ والہ چہل تنوں کے دحبہ

کلبی تھے۔ اور والدہ کے اسم میں اختلاف ہے۔ بعض

واحد النساء لکھتے ہیں اور بعض نے مارہ لکھا ہے۔“

اختتام:-

”حضرت شیخ محی الدین قدس سرہ العزیز کتب علیہ الابدال

میں فرماتے ہیں کہ جو کوئی نماز پنج گانہ کے بعد ان کو یاد کرے گا

اس نے نارا کہ معظمہ اور کعبۃ اللہ میں گزارا۔ اسی طرح

ان راویوں نے روایت کی ہے یعنی ابو ہریرہ والوداد و

اور ارادے اسی قرآن کو اس کام کے لئے موزوں سمجھا۔
جب شاہ روم شہزادی چین کو قرآن پڑھا رہا تھا تو
ایک روز وہی آیت پڑھانی پڑی اور اس سلسلہ میں
اس نے اپنا واقعہ شہزادی کو بھی مجبوراً بیان کر دیا۔

شہزادی نے یہ راز بادشاہ اور اس کی بیگم سے بیان کیا
اور شاہ روم کے ساتھ شادی کرنے پر مضبوطی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
شاہ روم بچان لیا گیا اور جب وہ اپنی دہن کو لے کر اپنے
ملک کو روانہ ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ اس کی فوج جوں کی
توں اس کے انتظار میں کھڑی ہے اور یہ سب واقعہ چشم زدن

میں پیش آیا۔

آخر میں مصنف نے تکرار و غرور کے منتقل ایک خاص سرخی قائم کر کے
۱۳ آیات لکھی ہیں۔ اس قصے کے مصنف کا نام غالباً آدم تھا
جیسا کہ آخری بیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ سنہ تصنیف کا پتہ نہ مل سکا۔
البتہ ابتدا کی ایک عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ ۱۲۶۹ء
میں برقامت بمبئی چھپ چکا تھا یہ عبارت بطور ترقیمہ نیچے درج ہے۔
آغاز :-

ہو کس سے حمد یا د اس خدا کی کہ جس نے عرش اور کرسی بنا کی
کیا مینے کیوں قدرت تو قیوم رکھا ہے بے ستوں افلاک دائم
اختتام :-

چلا مرضی میں جو بندہ میاں کی او سے نعمت ملی دونوں جہاں کی
کہاں رہزن کہاں اس شاہ کی ذات دیکھا یا حق نے قدرت کا طلسمان
کسی سے حال آدم اپنا مت کہہ خدا کی یاد میں مشغول ہو رہ
ترقیمہ :-

”عاصی علی بھائی بن اتمان جی کی کہنی نے اپنے مطبع حیدری

میں چھپایا ۱۲۶۹ء“

یہ عبارت اس نسخے کے عنوان پر درج ہے۔ کاتب نے غالباً

و عبد اللہ بن زبیر اور معاذ بن جبل والو سعید مدی و
عبد اللہ بن عمرو اش بن مالک والو زغرافی و عبد الرحمن
بن ابوبکر صدیق و عبد اللہ بن سعود و بنو سفیان ثوری
و نیمیم نساری رضی اللہ عنہم جمعین :-

ترقیمہ :-

”تمام ہوا یہ رسالہ چھپ تن کا :-“

(۱۶۸) قصہ بادشاہ روم [۲۰۲]

اوراق ۷ - ۲۶ آیات فی صفحہ۔

توضیح ۱/۲ x ۸/۸ خط متعلق۔

مصنف - آدم۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۶۹ء۔

یہ تقریباً ۳۲ آیات کی ایک متنوی ہے جس میں حمد
و نعت کی سرخیوں کے بعد شاہ روم کا قصہ بیان کیا گیا ہے
جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :-

شاہ روم نماز قرآن کرتے وقت جب نعر من تشاء وفذل
من تشاء کی آیت پر پہنچا تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا
کہ میں اتنا بڑا بادشاہ ہوں اور دوسرے تمام بادشاہ مجھ سے
اتنا ڈرتے ہیں جس کو چاہتا ہوں میں عزت دیتا ہوں بھلا
مجھے کون ذلت دے سکتا ہے۔ اتفاق سے ایک روز وہ
ہرن کے شکار کو بارہ سو سوار جلو میں لے کر نکلا تھا کہ راستہ
بھٹک کر ملک چین میں پہنچ گیا۔ وہاں ایک قراق کے شعبہ میں
گرفتار کر لیا گیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ وہ
ذکر و شغل میں اپنا وقت گزار رہا تھا کہ شاہ چین کی بیٹی کو
قرآن شریف پڑھانے کے لئے ایک معلم کی ضرورت پڑی۔

نوبہار است جنوں چاک گریباں مدوے
آتش افتادہ بجائ جنیش داماں مدوے
اس کے محاذی ”در زبان ہندوستانی“ کے عنوان سے ایک
نستہ لکھا ہے۔ جس کے آخر میں درج ہے۔
”زسا پور زمل تعلقہ“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نستہ زسا پور میں لکھا گیا ہے۔
کاتبہ کا نام اور یہ کہ کتابیت درج نہیں ہے۔

جو مدنی سے اس کو نقل کیا ہے لیکن : اپنا نام لکھا
اور : نستہ کتابت۔ اس کے بعد رمضان شاہ کا ایک قطعہ
یہ ہے۔ دیکھو خطوط ۵۲۷ اس قطعے کے آخر میں جو عبارت شامل ہے
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ متنوی بمقام زسا پور تعلقہ زمل
میں کی گئی ہے۔

۱۶۹ قطعہ رمضان شاہ [۲۰۱]

اوراق ۲۰ سطور ۲۰

تقلیع ۱۰۸ خط نستعلیق۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۶۹ھ۔

(۱۶۹) دُرر اسرار (۹۵)

اوراق ۶ سطور ۱۶

تقلیع ۱۰۸ خط نستعلیق شکستہ معمولی۔

مصنف خواجہ بندہ نواز (۶۷)۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۵۵ھ

خواجہ بندہ نواز سے منسوب ایک رسالہ معراج العاشقین

شائع ہو چکا ہے۔ ان کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے

کئی نثر میں متعدد رسالے لکھے تھے۔ ان کے بعض اقوال

و مواعظ کو ان کے معتقدین و مدبرین نے جی کتابی

شکل میں لکھ کر ان کے نام معنون کر دیا ہے۔

زیر نظر کتاب بھی اردو نثر میں ہے لیکن ٹھیک طور پر

نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خواجہ بندہ نواز ہی کی زبان ہے۔

مکن ہے کہ ان کے کسی معتقد نے ان کے مقولوں یا ان کے

فارسی کے کسی رسالہ کو اردو کا جاہ پہنایا ہو۔ اس کے

عنوان پر لکھا ہے :-

”یہ رسالہ دُرر اسرار ہے۔ لؤ درہیں۔ تصنیف خواجہ

بندہ نواز صاحب کی ہے“

زبان کے لحاظ سے یہ اداسی گیارہویں صدی کی کتاب

یہ ۲۰ اشعار کا ایک قطعہ ہے جس میں ایک مذہبی
زیگ رمضان شاہ نے مذہب و طریقت کے امور بیان کئے ہیں۔
”مزم ہوتا ہے کہ یہ کسی بڑی کتاب کا ایک حصہ ہے۔

انحاز :-

بصدق دل سے مومنو اللہ کی باتیں تم سنو

اللہ کو حاضر تم گنومت ہو لو اس کو ایک دم

سے مومنو پیدا کیا تم کو خدا نے از کرم

تم کیوں نمازیں چھوڑ کر کرتے ہو اپنے پرستم

انتم تمام :-

نوٹ : کام آوے وہاں فیر از عمل رمضان شاہ

یا مصطفیٰ ہووے شفع یا بخنے مولے از کرم

نہائی کو بھائی چھوڑ دے بیٹی کو مائی چھوڑ دے

خاندان لگائی چھوڑ دے ایسی پڑے کھل بلہم

”ا کے بعد“ ”ولہ“ کی سرخی قائم کر کے دو فارسی شعر لکھے ہیں

زسا سے پہلایہ ہے :-

”ایضاً کیفیت یہ حدیث دلیل کرنا عارف سے خلاصہ کرنا“

معلوم ہوتی ہے۔ اور کتابت اواخر تیرھویں صدی کی ہوگی۔
کاتب نے نہ اپنا نام لکھا اور نہ سنہ تصنیف۔

(۱۷۱) ہدایت المومنین (م) [۶۷۳]

اوراق ۱۱ - سطور ۱۱ فی صفحہ -

تقطیع ۱۶ x ۹ - خط نستعلیق - عنوانات سرخی میں۔

زمانہ تصنیف قبل سنہ ۱۱۰۰ھ -

یہ قدیم دکنی نثر میں ایک مذہبی رسالہ ہے جس کے مصنف اور سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ زبان سنہ ۱۱۰۰ھ سے قبل کی ہے۔ ابتدائی ایک ورق غائب ہے پہلے طویل تمہید لکھی ہے جس کے بعد ابواب شروع کئے گئے ہیں۔ چونکہ ناقص الآخر ہے اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ کل کتنے ابواب تھے۔ بحالت موجودہ ابواب کی تفصیل یہ ہے:-

- ۱۔ فرض مسلمان
- ۲۔ اپنے کو سمجھنے کا بیان
- ۳۔ خدا کو دیکھنا
- ۴۔ معراج کا بیان
- ۵۔ موت حیات
- ۶۔ ایمان
- ۷۔ عشق
- ۸۔ شریعت، طریقت، حقیقت
- ۹۔ نیت
- ۱۰۔ وضو
- ۱۱۔ کلمہ
- ۱۲۔ نماز
- ۱۳۔ قبلہ
- ۱۴۔ روزہ
- ۱۵۔ حج
- ۱۶۔ زکوٰۃ
- ۱۷۔ تین قسم کا آدمی
- ۱۸۔ دنیا
- ۱۹۔ نفس
- ۲۰۔ فقر و فقیر

۲۱۔ وجود جو حقیقی

ہر باب میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی، ملفوظات صحابہ کرام

”پہلا درگت گنیز نہی“ فاجیت ان عرف فخلتہ الخ۔

یعنی آں مسلمان اپنی ذات کی دریا میں چار اس گنج رکھا تھا بقائے موتیوں سوں بھر کر۔ اور اس حال میں بیکانیک اس گنج کی طرف نظر کیا۔ اس موتیوں کا اوبالا دیکھ کر عاشق ہوا۔ مصلحت تجویز میں لایا۔ جو لاج کے موتیاں چھو پا کر رکھا خوب نہیں۔ بلکہ عاشقاں کے بازار میں ظاہر کرنا بھلا ہے

اختتام:-

واجب الوجود کی باث شریعت کا مقام نفس امارہ ہے ذکر جلی زبان سے بولنا۔ اللہ تعالیٰ منع کیا سو نہیں کرنا۔ اور پیر منع کیا سو نہیں کرنا۔ سب سے بہتر ذکر قلبی ہے اور اللہ..... محبت زیادہ رکھنا۔ اور اسے تمام مشغول رہنا اور سوائے اس کی یاد کے کوئی کام نہیں کرنا..... اسی کے کام میں سمجھنا اور وہ صاحب کو سب سے بڑا و بہتر سمجھنا اور اس کے دیدار کا عشق دل میں دام رکھنا۔ آمین ختم آمین“

اس کے بعد دوسرے صفحے سے بعنوان ”ایضاً“ چند احادیث اور آیات قرآنی اردو ترجمے کے ساتھ درج ہیں۔ اس حصہ کا آغاز یوں کیا گیا ہے:-

”نور برہند تصویر سے نظر آیا۔ پھر اس تصویر کو برہند رہنا مناسب نہ جانا تب عادت میں آکر کثرت وحدت سے عناصروں کی کموت سے آراستہ کیا اور نام انسان کر کر دکھا۔“

یہاں باب اس طرح شروع کیا ہے :-

”باب اول مسلمان پر فرض ہے سو کہنا ہے حیثیت خدای
جہاں علی الاساس من یصدق شیخ کلیل لا اعلان
تصلاً عنہ مکان فی العجم او فی الشام (تہذیب کا فرض ہے
۱۔ مزین اوپر انسان کے طلب کر۔ مرشد کامل کو اور
ماصل کران سے بنی صاحب کی بوج اور اپنی معرفت“
اکیسوا۔ باب اس طرح شروع ہوا ہے :-

”باب اکیسواں وجود جو ہر حقیقی کے بیان میں قول
”من عرف نفسه“ ہو کاثر۔ فقہ عرف ربہ ہو مشرک۔
یعنی پردہ کفر میں نور محمد کو دیکھنا کفر ہے اور پردہ
نور میں ذات کو دیکھنا شرک ہے۔“
یہ ناقص الآخر نسخہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے :-
”قولہ“ تعالیٰ خرسنا بصو یک یا اللہ۔ اے بار خدا یا
وجود میرا منور ذاتی کرتا تجلی پاؤں۔ ان شغلوں سے
ملن الوجہ کو خدا کے حوالے کرو تاکہ اس میں شیطان
داخل نہ ہو۔“

اس کتاب کا نام ٹیک طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ عنوان
پر جو نام درج ہے وہ مضامین کتاب کے مناسب
راقم الحروف نے لکھ دیا ہے۔ یہ نسخہ کاتب نے نہایت
غلط نقل کیا ہے۔

اور مشہور علما و صوفیا مثلاً ابن القفط، غزالی، رومی
ابوالحسن نوری، ذوالنون مصری، بایزید بلخامی، جنید، شبلی
دیلمی، معروف کرخی، ابوسعید ابوالخیر، منصور الحسین، بوعلی سینا
کے اقوال بطور دلیل پیش کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب اگرچہ ابتدا میں مکمل معلوم ہوتی ہے لیکن تین
د قول کے بعد درمیان میں دو ورق معرّی پھونے ہوئے
ہیں اس لئے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ابتدائی اوراق اور
بعد کی کتاب ایک ہی تھیں یا دو علیحدہ کتابوں کے ورق ہیں۔
لئے ہم پہلے ابتدائی حصے کے تنزیہی و اختتامی جملے
یہاں نقل کرتے ہیں :-
تعارف :-

”اے طالب حق سبحانہ تعالیٰ قدرت بالغہ سے اپنے
زبد خاک سے نجات کو نجات سے حیوان کو حیوان سے
انسان کو انسان سے انسان کامل کو پیدا کر کر چہار
روح مقرر کیا۔“

اختتام :-

”گوش جان سے سنا مہیا کہ بہار طفلی، دھوپ کا لاجانی
حرط کا لامضی، خزاں پیری و گور نشینی ہے۔ اے طالب
آواز سو گرجنا اور آنک مانند بجلی کے ہے۔ اور رونا
مانند بارش کے ہے اور ساؤں آسمان مانند سات
تہہ کے ہے جیسا کہ اندر سر کے مغز کے اوپر ...
کیسپا ہے اور نیچے بھی مغز کے سات تہہ باہم کے
آپس میں ملے ہوئے ہیں سو مانند سات طبق زمین
کے ہیں گردانا۔“

اس عبارت کے بعد دو ورق بالکل معرا ہیں۔

بہر ابتداء صفحہ سے یہ عبارت شروع ہوتی ہے۔

[۱۷۲] مراقبات سلوک [۷۵]

اور ان ۱۳ - سطور ۷ -

تقطیع ۶۶۸۸ - خط نستعلیق - عنوان سرخی میں -

مصنف محمد نعیم مسکین شاہ - سنہ تصنیف ۱۲۷۶ھ

کاتب - محمد علی شاہ صدیقی - سنہ کتابت ۱۳۱۰ھ -

اردو نثر کے اس رسالے میں حیدر آباد دکن کے ایک مشہور صوفی محمد نعیم دکن مسکین شاہ صاحب نے اپنے نقشبندیہ سلسلے کے مریدوں کے لئے مراقبات کے طریقے بیان کئے ہیں -

مسکین شاہ صاحب کی تاریخ ولادت سنہ ۱۱۷۰ھ اور نظم و نثر دونوں میں ان کی تصنیفات موجود ہیں - علم و فضل اور زہد و تقویٰ کی وجہ سے ان کی بڑی شہرت تھی - وہ نقشبندیہ سلسلہ کے مرشد تھے اور خود حضرت شاہ سعد اللہ خلیفہ شاہ غلام علی خلیفہ مرزا مظہر جان جانا کے خلیفہ اور فیض یافتہ تھے -

مسکین شاہ کی تمام عمر اذکار و اشغال میں بسر ہوئی ہزار ہا لوگ ان کے مرید و معتقد تھے - خود غزراں مکان نواب میر جوہر علی خاں آصف جاہ سادس بھی کئی بار ان کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے اور جب سنہ ۱۲۱۸ھ میں وفات پائی تو خلق کے کثیر ازدحام کے ساتھ شاہ دقت نے بھی دور تک ان کے جنازہ کو کاغذ صاف دیا - اندرون دروازہ علی آباد مسجد الماس کے صحن میں مدفون ہوئے - ان کے بعد ان کے خلیفہ احمد خیر البین ممتاز بہت مشہور ہوئے جو بنی خانہ واقع چھ گٹھی حیدر آباد میں مرجع خلافت تھے -

مسکین شاہ صاحب کی اولاد حیدر آباد میں موجود ہے ان کے فرزند تکین شاہ ان کی جگہ قائم مقام ہوئے ان کی آل میں ڈاکٹر قاری قطب الدین صاحب ناظم دفتر دیوانی و مال قابل ذکر ہیں - مسکین شاہ صاحب کے مختصر حالات تزک محبوبہ جلد دوم دفتر سوم ص ۱۷۰ و ۱۷۱ میں بھی درج ہیں -

ان کے زیر نظر رسالے کے علاوہ ان کے کلام کے منتخبات کے قلمی نسخے بھی ادارے میں موجود ہیں - آغاز :-

” الحمد للہ و حمدہ الصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی آلہ و اصحابہ الذین حصلوا القرب و سعدہ -

بعد حمد و صلوٰۃ کے فقیر محمد نعیم معروف سات مسکین شاہ

کے مراقبات نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے تین

سات زبان ہندی کے جس طور سے کہ طالبوں کو

تعلیم دیتا ہے بیچ اس مختصر کے تحریر کرتا ہے ”

اختتام :-

” مراقبہ لائقین وہ ذات جو لائقین ہے اوس ذات

سے فیض آتا ہے مرشد کی ہیئت و جدائی پر - وہاں سے

فیض آتا ہے میری ہیئت و جدائی پر -

مراقبات سلوک نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ یہ تبلیغ

گیارہویں رجب المرجب ۱۳۱۸ھ نبوی تھے کہ

اتمام کو پہنچی - اللہ تعالیٰ تصدیق سے تعین مبارک

حبیب کریم اپنے صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ

اجمعین مقبول قلوب پیران کبار رحمہم اللہ کرے -

آمین ثم آمین - تاریخ این رسالہ

ارشاد شمسہ سنہ ۱۲۷۶ھ

لیکن اگر ہمیشہ مردانہ لباس میں رہتی، اور اپنی نسوانیت کو چھپا رکھا تھا۔ اور شادی کے بعد بھی تعلق زمانہ شوی سے وہ نہ بڑ رہے۔ اس موقع پر مصنف کہتا ہے کہ:-

”رہبت کرنے والا، اس قصہ اگر گل کا ایسا بیان کرتا

تہ کہ ان دونوں عاشق معشوق کی محبت تار و قیامت

پاک رہی“

آغاز:-

”بندہ سے ثنا حضرت استاد کی کیا ہو

منہم ہے خداوند کی وہ شان اتم کا

رایانِ اعتبار و تقابن آنکہ خوشہ چینی والے اور

معنی جاننے والے زمانہ پیشین کے ایسا بیان کھتے

ہیں کہ ایک بادشاہ تھا بہت بڑا بادشاہ عادل اور

نام اس کا فیروز شاہ“

اختتام:-

خدا جانے سچ ہے یا جھوٹ۔ واللہ علم بالصواب گنہ

بگرون راوی۔ اگر راست ہے تو اللہ کے (اپنے)

فضل و کرم۔ بہاؤ شوق پاک بندوں کو نصیب کرے

برکت سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

والم۔ جو صاحب کہ اس قصہ کو پڑھیں یا ملاحظہ میں

لا دیں تو سہو یا خطا ہوئے تو معاف رکھنا اور مصلح

سے دریغ نہ رکھنا۔

ترقیمہ:-

”ہذا قصہ اگر گل بتاریخ ہفتم شہر جمادی الثانی

۱۲۸۵ھ ہجری نبوی بروز چہار شنبہ مابین الظہر و العصر

بخط زشت عبدالنور حلو اتمام پوشید“

یہ نقلی نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ آغاز و اختتام

اس رسالے کے ساتھ مسکین شاہ صاحب کے دو تین شجرے ہیں جو انہوں نے اپنے مرید حاجی خان محمد کو لکھ دیئے تھے۔ ابتدائی ورق پر دو جگہ اس طرح تاریخ کتابت درج ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کی وفات سے قبل یہ رسالہ نقل ہوا ہے۔

(۱) ”الرقوم سلخ جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ ہجری مقدسہ“

(۲) ”۱۲۲۲ھ ذیقعدہ ۱۲۸۵ھ روز یکشنبہ۔ محمد علی شاہ

مدینی کان اللہ را“

(۱۷۳) اگر گل (۱۷۳)

اوراق ۱۶۴۔ سطور ۱۷۔

تقطیع ۷ x ۱۱۔ خط نستعلیق۔

عنوانات سرفخی میں۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۵ھ

کاتب۔ عبدالنور۔ سنہ کتابت ۱۲۸۵ھ۔

یہ ضخیم قصہ دکنی نثر میں ہے۔ اس میں مصنف

اور سنہ تصنیف کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ ادائل

تیرہویں صدی کی زبان معلوم ہوتی ہے۔ عام کتابوں

کی طرح اس میں حمد و نعت کے مضامین نہیں ہیں بلکہ

ساتھ ہی قصہ شروع کر دیا ہے جو شہر خشکاش کے بادشاہ

فیروز شاہ کے واقعہ سے آغاز ہوتا ہے یہ بادشاہ فرزند

کی خواہش میں تخت چھوڑ کر جنگل کو روانہ ہوا تھا۔ یہ قصہ

داستان کے طور پر مسلسل قلمبند کیا گیا ہے۔ پریوں اور

دیوؤں سے بھی کام لیا گیا ہے۔ درمیان میں عنوانات

قائم نہیں کئے گئے ہیں بلکہ رجال و داستان کے نام

برجگ سرخ روشنائی میں لکھے گئے ہیں۔

گل عاشق کا نام ہے اور اگر معشوق کا۔

آغاز :-

اے توں مقبول سرور عالم : اے توں فہرست دفتر عالم
ملوہ گر ہے توں آفتاب یقین تجھ سوں روشن ہے پیکر عالم
اختتام :-

تو تو ہے انتخاب عالم میں جیوں کے ہے آدمی میں لفظ سخن
خوش بصارت بدل کیا جڑ دلی گرد تیری قدم کی کھل نین !

اے امام جمیع اہل یقین

قبلہ راستاں وصیہ الدین

اس نظم کے آخر میں کوئی ترقیم نہیں ہے لیکن اس مجموعہ
میں اس سے قبل جو خواجہ نامہ نقل کیا گیا ہے اس کے
آخر میں کاتب نے لکھا ہے :-

”بتاریخ شہر جمادی الاول روز یکشنبہ ۱۲۱۱ھ

بخط خام بندہ فیاض قلمی نوہ“

(۱۷۵) دیوان عاجز [۱۲۸]

اوراق ۲۳ - سطور ۱۰ فی صفحہ -

تقطیع ۳۴ x ۲۷ - خط نستعلیق - عنوان سرخی میں

مصنف - عارف الدین خاں عاجز - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۱۱ھ

عارف الدین خاں عاجز اورنگ آباد کے مشاہیر
شعرا سے ہیں۔ ان کے آبا و اجداد بلخ کے رہنے والے
تھے۔ عہد عالمگیر میں ان کے والد ہندستان آئے اور
غازی الدین خاں فیروز جنگ کے توسط سے شاہی
منصب دار مقرر ہوئے۔

عاجز کم عمر تھے کہ ان کے والد نے وفات پائی۔
اور وہ نواب لشکر خاں نصیر جنگ رکن الدولہ کی سرپرستی میں

کے اوراق پر ان کی بیضوی چہرے ”مصدر الطالع“

عنایت حسین ۱۳۳۶ھ “ اور سرور قی پر ان کے
اسب ذیل و تخت ہیں :-

”ہدیہ عنایت جنگ بہ اراۃ ادبیات اردو - وقت منزل
حیدر آباد دکن ۶ آبان ۱۳۵۸ھ“

(۱۷۴) محسن ولی [۶۸۱]

اوراق ۳ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۳۴ x ۲۷ - خط نستعلیق شکستہ آمیز۔

مصنف - ولی اورنگ آبادی -

کاتب - فیاض - سنہ کتابت ۱۲۱۱ھ -

شاہ وصیہ الدین نگرانی کی توصیف میں یہ ایک

ترکیب بند ہے جس میں حلقہ پانچ (۵) بند ہیں اور ہر بند
میں دس شعر ہیں جن کے آخر میں ایک ہی شعر درج
کیا گیا ہے۔ وہ شعر جس کی اس نظم میں تصنیف کی گئی

ہے یہ ہے :-

اے امام جمیع اہل یقین قبلہ راستاں وصیہ الدین

یہ ترکیب بند تعبیر نامہ فال نامہ اور دیگر ادبیہ فارسی و

عربی کے ایک مجموعے میں شریک ہے جس کو فیاض نے

بطور بیاض ماہ جمادی الاول ۱۲۱۱ھ ہجری میں نقل کیا ہے۔

یہ ترکیب بند مطبوعہ کلیات دلی میں بھی موجود ہے۔

دلی کے کلام کے کئی اور مجموعے ادارے میں محفوظ ہیں۔

ان کا ذکر اس فہرست میں محظوظات ۳۶ د ۳۷ میں

گزر چکا ہے۔

پردہ نش پاتے رہے اور اپنی کی سفارش سے نواب
آصف جاہ اول اور بعد کو نواب ناصر جنگ شہید کے
درباروں میں باریاب اور خطاب و منصب دیا گیا
سے سرفراز ہوئے۔

فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر
کہتے تھے۔ ان کی اردو مثنوی لعل دگوہر معروف ہے۔
ان کا اردو دیوان سنگلاخ زمینوں اور مشکل مضامین
کی وجہ سے شہور ہے۔ اور وہ اپنی زندگی ہی میں اپنی
شکل پسندی کی وجہ سے شہرت پا چکے تھے ان کا
حال اکثر کتابوں مثلاً چمنستان شعرا، گلشن گفتار،
مذکرہ تنہا، محبوب الزمن، دکن میں اردو، اردو سے قدیم
مذکرہ شعرائے اورنگ آباد، گل رعنا، یورپ میں اردو
محظوظات وغیرہ میں درج ہے۔ لیکن محبوب الزمن جلد دوم
میں ان کے حالات بہت تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔

عاجز کا دیوان کیا ب ہے۔ البتہ مثنوی لعل دگوہر
کئی کتب خانوں میں موجود ہے۔ وہ آخر عمر میں نامیڈ
میں مقیم تھے کہ شش ماہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون
ہیں۔ انہوں نے خود ہی اپنے نام عارف الدین خاں عاجز
سے اپنی تاریخ وفات نکالی تھی۔ وہ نہایت ظریف الطبع
اور بذلہ گو تھے اور اتفاق سے اس عہد میں اورنگ آباد
علی دغلا کا مرکز تھا۔ ان میں سے اکثر عاجز کے دوست
اور ساتھی تھے۔ عاجز نے دکن سے شمالی ہند کا بھی سفر
کیا تھا۔ اپنی ایک غزل کے مقطع میں لکھا ہے:-

آئے دکن میں زباں کا خوب پھیرا ہے پٹا
یا علی عاجز کا تیرے ہند میں جس ہو چکا

(دق ۴۰)

عاجز کا یہ دیوان قدیم اردو کلام کی ایک بیاض
کے درمیان (صفحات ۳۴ تا ۷۷ میں) نقل کیا گیا ہے
اور چونکہ اس بیاض کے ادبی بنگ بنگ سے غائب ہیں
اس لئے افسوس ہے کہ یہ پورا دیوان نہیں ہے بلکہ
اس میں صرف ردیف ٹریک مسلسل غزلیں درج ہیں۔
ابتدائی حمد دیوان بھی نہیں ہے۔

اس دیوان میں ردیف اب کی غزلیں بہت زیادہ
ہیں جن میں تقریباً ۳۰ اشعار ہیں۔

یہ ردیف اس شعر پر ختم ہوتی ہے:-

گر اوس خورشید رو کی فکر جہانی کروں عاجز

سنا دوں کے بڑے کون توڑ نیلوں چاند کا ماندا (دق ۶۲)

ردیف کی پہلی اور آخری غزل کے مقطع یہ ہیں:-

جب سے کیا ہوں گلبدنوں کے عرق کے وصف

عاجز ہوا ہے چشمہ عط گلاب سب (دق ۶۳)

ہماری آہ کو سن آہ دست سب عاجز۔

گئے ہیں بھاگ کے فریاد دقیس پا کے ہنپ (۶۴)

دوسری ردیفوں کے ابتدائی اشعار یہ ہیں:-

ت۔ کر آری کی طرح تما شائے خوب و زخمت

دل میں کسی میں عکس نہ رکھ اے نام شرت (۶۵)

ث۔ زبن اب آؤ دل میں غم کی لگی ہے کھٹ پٹ

آنکھوں سے اشک پل پل کرتے ہیں لال پٹ پٹ (۶۷)

ث۔ نو بہار آئی نہیں آیا مرا لال انبات

آہ (کے) داغوں سے دل (گل) پھوٹے گا اس سال النیا (۶۸)

ج۔ گلزار میں بہار ہے چل بیگی لال آج

گل توڑ رنگ سیتی ہو ایوں مرا مزاج (۶۹)

مشرق میں سورج تری خوبی کو سن آیا نکل
ہو برابر کانپ کے پیلا ہو مغرب کو کھڑا

اختتام :-

غم نے لیا ہے جب میں مجھے کھینچ میں
ڈورا نشاط طبع کا من میں گیا او کھڑا
عاجز کندم میں جگر بند جب میں ہوں
جیوں بال بند بند بدن میں گیا او کھڑا

(۱۷۶) قصہ سیم پوش (۱۲۸)

اوراق ۱۰ - سطور ۱۶ -

تقطیع ۳/۲ x ۷ - خط نستعلیق معمولی -

مصنف رحمن شاہ - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ -

یہ ایک ناقص الاول دکنی مثنوی ہے جس میں
بحالت موجودہ تقریباً ۱۵۰ ابیات ہیں۔ آخری بیت
میں مصنف نے اپنا نام رحمان شاہ لکھا ہے۔ یہ
غالباً وہی بزرگ ہیں جن کا ذکر اس فہرست کے
مخطوط نمبر ۱۲۵ میں گزر چکا ہے۔

رحمن شاہ، مولانا شاہ رفیع الدین قندھاری
(خلیفہ شاہ خواجہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ) کے
خلیفہ تھے اور ان کے ذریعہ سے خواجہ صاحب کا
فیض دکن میں دور دور پہنچا تھا۔ چنانچہ فقیر اللہ شاہ حیدر
انہی کے مرید تھے۔ اور ان کا ذکر اپنی کتاب نظم انور
میں بہ عنوان ”مرید و فقیر شدن بہ خاندان چہار طریقی
از حضرت رحمان شاہ و مولوی رفیع الدین“ کیا ہے۔
دیکھو فہرست ہذا ص ۱۶

ج۔ چن میں چل کے سجن بے حجاب ساغر کھینچ
بہار رنگ گستاخ کے سر میں چادر کھینچ (۷۰)

د۔ عید ہے وصل ترا جگہ زار، حرب، کی سو کند
آشنا فی میں تھے یہی طلب کی سو کند (۷۱)
ر۔ آج ان دیکھ جگہوں قرباں ہوں کس کی خاطر
ماذہبم بطل یہاں ہوں کس کی خاطر (۷۲)
ژ۔ تھو کھو کوں دیکھ پونہ گلن میں گیا، او کھڑا

تھو قذو کوں دیکھ سر دین میں گیا او کھڑا (۷۳)
اس نامکمل دیوان میں تقریباً ۷۰ اشعار ہیں۔
اس کی اثر غزلوں کی زمینوں سے پتہ چلتا ہے کہ
وہ مشاعروں کے لئے لکھی گئی تھیں۔ کیونکہ میر، سراج،
منظہر جان جاناں وغیرہ کی غزلیں بھی انہی زمینوں میں
ملتی ہیں۔ غالب کی مشہور غزل (جس کا ایک مصرع ہے :-
اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ) کی زمین میں بھی
عاجز کے یہاں ایک غزل موجود ہے جس سے پتہ
چلتا ہے کہ عاجز کی غزل انہی مشہور ہوئی تھی کہ اس کے
سوسال بعد غالب کے زمانے تک یہ زمین رائج رہی۔
افسوس ہے کہ یہ دیوان ناقص ہے اور کاتب نے
نہ اپنا نام لکھا اور نہ سنہ کتابت۔ اور آخر تیسریوں
صدی کی کتابت ہے۔ اور اس بیاض میں دلی، سراج
رحمن شاہ، مدینہ، صاحب اور سودا کے منتخب اشعار بھی
درج ہیں۔

آغاز :-

دیکھ اس ذات نیرنگ کوں رنگوں میں گل پڑا
..... تہا ہری ذات قدیموں گھٹائیں کا بندھا پڑا

حقیقت معلوم ہوئی تو نوجوان کو اپنا بیٹا بنا کر
وزیرزادی سے شادی کر دی۔

شاعر نے منظر نگاری بہت اچھی کی ہے۔ معلوم ہوتا ہے
کہ اس مثنوی کا مصنف اعلیٰ پایہ کا شاعر تھا۔ ذیل میں
آغاز و اختتام کے سلسلہ میں زیادہ اشعار پیش کئے
جائے ہیں تاکہ کلام کا کافی نمونہ درج ہو۔
آغاز:-

جواں تھابہ رہ میں ثابت قدم لگا بولنے آہ کردم بہ دم
اگر خوبی اوس کی کہیں گے مہن خدا ایک شاہد ہے مانو تم !
کہ چوڑا برس کی ہی وہ نار ہے زلیخا سوں خوبی میں طار ہے
اگر وہ صحن بیچ جلوہ کرے فدائی میں سوچ بگوں پر بڑے
انتمتام:-

چھ بگ میں کیوں عشق بازی کو حقیقی اگر یا جباری کہو
جو کوئی عشق رکھے چہا دلی میں سراپا نام رکھے اچھے خلق میں
جواں نے کیا عشق آدھی رات کو کئے عشق نے فاش اس بات کو
جواں جو نہیں بلکہ عشاق ہے سب پوش دختر کا مشتاق ہے
دونوں کو بادشاہ نے شہاب بلوائے طرف اپنے عالی جناب
جو کوئی خاص سلطان کے ہم دم تھے نہاں راز کے وقت محرم تھے
وزیراں حریاں دگر بے حساب قدم بوس کرتے چلے در رکاب !
خوشی کرتے سلطان اپنے محل ہزار آفریں کیا کیا چہ عمل !
برسم نکاح ہربانی کئے غرض شہر کی میہمانی کئے !
تماشے سوارے کتنے بے حساب سداے نکو کر لکھوں جو کتاب
نکاح کردے بانظر طاسلام کرم شاہ کا اور انعام ہے
حتم اور رقم لاؤ لشکر دیا ادھیں منصب خوب برتر دیا
سدا ہر عیشہ مع شام کوں ہیں دونوں ہل مل کے آرام سوں
گلے لگانے کھٹے گلے لاگ ہو سدا دل کی شادی سو سبغ کون سو

رجن شاہ کے مرشدوں اور مریدوں میں سب مصنفین
اور شاعر گزرے ہیں۔ بیچے خواجہ رحمت اللہ اور شاہ رفیع الدین
تو دادا پیر اور پیر تھے۔ اور حسینی بادشاہ اور سلطان محی الدین
قادری ان کے خلیفہ اور خلیفہ کے مرید تھے۔ ان سب کی
کتبوں کا تذکرہ اس فہرست میں درج ہے۔ (دیکھو محظوظات نمبر
۱۳۸ تا ۱۴۴ - ۱۲۶ تا ۱۲۵ - ۱۲۱ تا ۱۵۶)

یہ مثنوی ادارے کی بیاض نمبر ۱۲۸ کے اوراق ۹۵ تا
۱۰۵ میں درج ہے۔ اسی بیاض میں دیوان عابدی اور
دلی، سراج اور مدتیہ وغیرہ کا کلام بھی محفوظ ہے۔
اس مثنوی کی زبان قدیم ہے اور اس لحاظ سے
یہ کتاب مسئلہ کے قریبی زمانے کی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن
آخری بیت میں مصنف کا نام رحمان شاہ صاف لکھا ہے
جو مسئلہ کے قریب فوت ہوئے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ
کوئی دوسرے رحمان شاہ ہوں۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی اصل میں بہت طویل ہوگی
کیونکہ ان ۱۵۰ ابیات میں قصہ کا آخری حصہ بیان
کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

”ایک نوجوان وزیرزادی پر عاشق تھا جو چوڑا سال
کی تھی۔ جس سے ملنے کے لئے سب پوش ہو کر وہ رات
کو چوروں کی طرح چھپ کر جاتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ
نے چوری کے الزام میں اس کے قتل کا حکم دیا۔
وہ رات کو وزیرزادی سے مل کر بیان کرتا ہے کہ
کل صبح مجھے بادشاہ قتل کر رہا ہے تو سب پوش بن کر
ماتم کے لئے سربازانہ نکل آنا اور جب مجھے چوک میں
قتل کرنے لگیں تو اپنے کو ظاہر کرنا۔ چنانچہ یہی ہوا۔
بادشاہ نے وزیر سے یہ راز پوچھا اور جب اس کو

تاریخ ادب کے محققین کے لئے سہولت کا باعث ہو۔
۱۔ ترجیع بند۔ کسی دکنی شاعر حیرت کا کلام معلوم
ہوتا ہے۔ علی عادل شاہ شاجی کے رنگ میں یہ
ترجیع بند لکھا گیا ہے۔ چنانچہ ہندی الفاظ کی
اُسی طرح کثرت ہے اور بحر بھی وہی ہے۔ بحالت
موجودہ جملہ پانچ بند ہیں لیکن یہ کسی طویل ترجیع بند کا
حصہ معلوم ہوتا ہے۔

آغاز:-

دچونکہ یہ ترجیع بند ناقص الاول ہے اس لئے ابتدائی
ناقص بند کے علاوہ اس کے بعد کا پورا ایک بند بھی نقل
کیا جا رہا ہے۔

کوئی پوچھے درد نہ میرا جی کیوں حال سویرا ایسا جی
جب پیم پیارے آویں گے

مجھ چین امن سب بھائیوں گے

میں پیم کیمار ہوتی ہوں لے راکھ بھوت مکھ دھوتی ہوں
اس کارن در دھوتی ہوں دن رین نہیں میں سوتی ہوں
جب پیم پیارے آویں گے
مجھ چین امن سب بھائیوں گے

اختتام:-

یو لوگ سبھی رنگ راتے ہیں یو سوگ مرا اُتراتے ہیں
یو جو رو جغاسب جاتے ہیں اٹھ حیرت پیتم آتے ہیں
جب پیم پیارے آویں گے

مجھ چین امن سب بھائیوں گے (دورق ۳۳ ادب)

چوتھے مصرعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا تخلص حیرت تھا۔
وہ انداز بیان سے اعلیٰ درجہ کا شاعر معلوم ہوتا ہے۔
افسوس ہے کہ اس کا اور کوئی کلام اب تک دستیاب نہ ہوا۔

خدایا بھنی بنی الکرام ! ملا پچھڑے یاران کو بشارت کام
کیا شاہ رمان نے قصہ ترم بھنی محمد علیہ السلام !
ترقیمہ:-

”نکتہ تمام شد این قصہ سید پوش“
کاتب نے پنا نام ”رستم کثابت نہیں لکھا۔“

(۱۷۷) بیاض اشعار [ج ۱۲۸]

اوراق ۹۲۔ سطور ۱۶۔ کہیں ۱۰۔

تقطیع ۱۳ x ۷۔ خط نستعلیق۔

ولی، سراج، کھن، داؤد، صاحب،

سودا، قاسم، اطاحی وغیرہ کا کلام۔

کثابت قبل منسلک۔

یہ ایک نہایت اہم بیاض ہے جس میں منسلک سے
قبل کے چند معروف اور اکثر غیر معروف شعرا کے کلام کے
مقتضات درج ہیں۔ اس بیاض کا مرتب کوئی صاحب ذوق
علم دوست تھا جس نے اپنی پسند کے اشعار اور غزلیں
اور ترکیب بند نقل کئے ہیں۔ کچھ اشعار فارسی اور
ہندی بھی شامل ہیں۔

یہ مجموعہ اس لئے زیادہ اہم ہے کہ اس میں اکثر
کلام غیر مطبوعہ ہے اور جو مطبوعہ بھی ہے اس کے اکثر
اشعار میں کمی بیشی اور الفاظ میں تبدیلی پائی جاتی ہے۔
بعض اوراق چونکہ درمیان میں غائب ہیں اس لئے
چند نظموں اور غزلوں کے ابتدائی یا آخری حصے بھی
محفوظ نہیں ہیں اس لئے اس خطوط کی جملہ نظموں اور
غزلوں کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے تاکہ

۲۔ ترجیح بند۔ اس میں ۹ بند ہیں اور ہر بند میں
۱۔ مصرع۔ آخری دو مصرع ہر بند میں مشترک ہیں۔
آخری بند سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کا تخلص غالباً
کھن تھا۔ اس کا اسلوب بھی حیرت اور علی عادل شاہ
شاہی سے ملتا جلتا ہے۔
آغاز:-

اوس باج سدا جیو ڈوب ہیں
تن جیو بنا کبوں خوب رہیں
کیا قلاب کوں اسلوب رہیں
کیوں عاشق بن محبوب رہیں
کیوں طالع بن مطلوب رہیں
اے ہمد جا رہے پیہم کئے سدن کی لے جا جیہ کئے
اختتام:-

دو موہن مراد لدا کہاں
دو لالہ مرا عیار کہاں
دو دلبر با اقدار کہاں
دو راز دل اسرار کہاں
دو کھن جانی یار کہاں

اے ہمد جا رہے پیہم کئے سدن کی لے جا جیہ کئے
(دوق ۳۱ تا ۳۲ ب)

۳۔ غزل۔ اس کے صرف تین شعر ہیں غالباً آخری
اشعار نقل نہیں کئے گئے۔ زبان اور اسلوب کے لحاظ
سے عہد وئی سے قبل کا کوئی شاعر معلوم ہوتا ہے۔
مطلع۔ تاریک کر چلے ہو جن گھر ہمارے کوں
روشن کرے گا کون جن اس انداز کوں

مقطع۔ مدت سوں تیر غم سوں تر پتے پڑے ہیں ہم
خوش حال کب کرو گئے سچ اپنے پیارے کوں (دوق ۳۱)
۴۔ غزل۔ مرن چاہا شعر ہیں۔ اس میں بھی غالباً آخری
شعر حذف کر دئے گئے ہیں۔

مطلع۔ پھرتا ہے یہ سرین دیکھو سکھی اکن میں
جدیا صبح سبز برآمد کرے چین میں
مقطع۔ کیوں کر نماز میری ہووے قبول باب

سدا کروں خدا کوں دل بھی بسے سخن میں (دوق ۳۰)
۵۔ غزل۔ یہ ۵ اشعار کی غزل ہے۔ وئی کی غزل ہے یا
اسی کے کسی ہم عصر کی۔

مطلع۔ کیا کروں تن یا جانکے..... مات کا شکار جانا ہے
مقطع۔ یا الہی اوساں سوں لجا راہ میں بے اختیار جانا ہے (دوق ۳۰)
۶۔ غزل۔ یہ وئی کی شہور غزل ہے۔ صرف ۵ شعر نقل کئے گئے ہیں۔

مطلع۔ صحبت نہیں بایا بکو دد مندوں کو گزایا بکو
مقطع۔ پاک بازار میں ہر شہور وئی اوسے چہرے کوں چھپایا بکو (دوق ۳۰)
۷۔ غزل سراج۔ ۶ اشعار۔

مطلع۔ دن بدن اب لطف تیرا ہم پہ کم ہونے لگا
یا تو تھا دیبا کرم یا یہ ستم ہونے لگا
مقطع۔ اے سخن ہر رات یہ مصرع ہو اور دسراج

دن بدن اب لطف تیرا ہم پہ کم ہونے لگا (دوق ۲۹ ب)
۸۔ غزل وئی۔ ۵ اشعار۔

مطلع۔ شراب شوق سوں سرشار ہیں ہم
کبھو بے خود کبھو ہوشیار ہیں ہم
مقطع۔ وئی وصل بدائی سوں صنم کے
کبھو صبر اکبھو گوار ہیں ہم

۹۔ غزل سراج - ۹ شعر

مطلع۔ ہے دل میں خیال گلِ خراسانی کا داغوں سے نجات کے ہر گھر کسی کا
مقطع۔ ہر رات سراجِ آتشِ غم میں نہ جلے کہوں پروازِ سن جاں دے ہر گھر کسی کا
(دورق ۲۸ ب)

۱۰۔ غزل عاجز - ۵ شعر۔ ان کا منتخب دیوان بھی اسی مخلوط

میں شامل ہے جس کا ذکر علاوہ اس کے بعد دیتے ہیں۔

مطلع۔ عاشقی کی رہ میں آکر کچھ قدم کوں بھول جا

راہ جانباڑوں کی ہے یہاں۔ تہ چین پر بھول جا

(پریم کون)

مقطع۔ اے پری عاجز کی باتوں پر نظر کر باطرح

بیکھ نکلیں فکر گلزارِ ام کوں بھول جا (دورق ۲۸ ب)

۱۱۔ تزیجیت بند۔ ۱۰ بند ہیں۔

آغاز:-

اے ظالمِ تہہ انکھیاں کا لہانا کیا قیامت ہے

لٹک کر سامنے آسمان کھانا کیا قیامت ہے

لہا کر کچھ گونگت میانہ چھپانا کیا قیامت ہے

دھڑکی لب پر جا کر یاں کھانا کیا قیامت ہے

شفقت اور شام ہو تو کچھ دکھانا کیا قیامت ہے

اختتام:-

کہو میری طرف سے جا کے اس رس کی رسیلی سوں

کناری اوڑنے والی سوں اس سچ کی بھیلی سوں

لگا ہے دل مرا تجھ ہٹ بھرتا چنیل چھبیلی سوں

..... ہوت تجھ سات لیکن تجھ اکیلی سوں

سمجھ سب رازِ پیرِ مطلب نہ پانا کیا قیامت ہے (دورق ۲۵ ب)

۱۲۔ دو ہرے چھ دو ہرے ہیں جن میں سے پہلا اور

آخری یہ ہے:-

سونا لاؤں پی گئے اور سونا کر گئے دیس

سونا بھیا نا پی بھئے سو روپا ہو گئے کیس

آہ دیئے کیسے بنے ان چاہت کے سنگ

دیک کے بھادیں نہیں سو جبرِ رو پتنگ (دورق ۲۵)

۱۳۔ غزل حسامی - ۸ شعر۔ کوئی غیر معروف شاعر ہیں۔

غالباً دلی کے بعد گزرے ہیں۔

مطلع۔ اس زمانے میں کوئی مولس وغنوار نہیں

آتش بھوت دے یار و فادار نہیں

مقطع۔ تم تو صاحبِ ہودت سوں نہیں کیا کیئے

اور حسامی کوں بجز مطلب دیدار نہیں (دورق ۲۴)

۱۴۔ غزل حیات - ۵ شعر۔ یہ بھی غیر معروف شاعر ہیں جو

غالباً دلی سے قبل گزرے۔

مطلع۔ خدا کی سوں رے خدا کے لوگو خدا کا لٹا کٹھن بھیا ہے

کس آنکھیں جا کر کوں حقیقت جگرِ غم کا وطن بھیا ہے

مقطع۔ حیاتِ غم سوں ہوا دیوانہ رود و رکت میں سورج کسانہ

خدا گواہ ہے نگہ کر دیکھو نین کے خوں میں کہن بھیا ہے

(۲۳ ب)

۱۵۔ محسن قاسم - ۱۰ بند۔ دلی کا ہم عصر شاعر معلوم ہوتا ہے۔

آغاز:-

تم نے مرے مزاج کوں جاپا یا نہیں مجھ کو ہنوز تم نے چھپانا ہے یا نہیں

اس چشموں سوں مجھ کو چھوڑا ہے یا نہیں میرے جگر کے داغ لٹانا ہے یا نہیں

اخلاص تم کوں مجھ میں بھنا ہے یا نہیں

اختتام:-

ہے ہے اہل آئی کی کیا بلا کیا مر مرے فراق میں اب لگ سبھن جیا

اور بار ا میں زہر کوں کھایا بہت پیا میرے جگر کوں دیکھ پھیر کا بھیا

قاسم کہو تو تیرا دیوانہ ہے یا نہیں (۳۱ ب)

۱۶۔ غزل اخلاص - ۶ اشعار۔ یہ بھی کوئی غیر معروف شاعر ہیں جو غالباً دلی کے ہم عصر تھے ان کا اور بھی غزلیں اس مجموعے میں شامل ہیں۔

مقطع - اوس روز قیامت ہوا ہے یار کا چلنا
مجھ دل پہ دیا داغ جدائی کا وہ ہلن
مقطع - ہے فضل خدا کا وہ مجھے دیکھنا تجھ کوں

امید قوی ہے کہ مجھے یار سیں ملنا (۲۱)

اس سے اوپر ایک شعر میں تخلص اس طرح لکھا ہے :-

اخلاص محبت میں رہو پیو کی سدا تم
دو دن کی اپس زندگی میں سب سب ملنا
۱۷۔ غزل اخلاص - ۱۰ اشعار۔

مقطع - تجھے عشق بجاں سوز کا حافظ بھی خدا ہے
تجھ ماہ دل افروز کا حافظ بھی خدا ہے
مقطع - ہے وعدہ اخلاص اگر راست توں مل آج

تجھ قول کے اقرار کا حافظ بھی خدا ہے (۲۰)

۱۸۔ غزل اخلاص - ۶ اشعار۔

مقطع - دلبر گیا دل چھوڑ ہمارا بھی خدا ہے ظلم و ستم روز ہمارا بھی خدا
مقطع نہیں شرط ہے غلامی یہ ہر کسی میں ملنا گئے ہم تیں کھ موڑ ہمارا بھی خدا
۱۹۔ غزل داؤد - ۵ اشعار۔ یہ اورنگ آباد کے ایک مشہور شاعر ہیں ان کے دیوان کا ایک نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے۔

جس کا تذکرہ محظوظ نمبر ۶۶ میں اس فہرست کے صفحہ ۳۷ پر گزر چکا ہے۔

مقطع - انتظار میں ترے نامہ کے خواب آتا نہیں

بھینچتا ہوں آہ کا قاصد جواب آتا نہیں

مقطع تجھ کو اے داؤد یک شب اس کے ہم آغوش

گرچہ ہو بستر محل تو خواب آتا نہیں (۱۹)
(بوٹا)

۲۰۔ غزل سراج۔

مقطع - ہے گلی پیو کی بہشت اوس کوں چن کیا کہئے
نقش پا پھول سوں بہتر ہے سمن کیا کہئے

مقطع - مجلس یار میں جیوں آئینہ جیڑا ہے سراج

لابوالبی کے مکاں پہنچ سخن کیا کہئے (۱۸ اب)

۲۱۔ مستزاد - ۵ اشعار۔

آغاز :-

سینہ میں مرے کدلی لگا عشق کا بھالا اے قاتل خونخوار

جانتے ہو کہاں اب تو بہا خون کا نالا میں ہوں لگ گئے ہار

اختتام :-

کیا نقش دیکھا مطرب دیکھا آب و ہوا ہے اور ابرو ہوا ہے

فرحت کا یہی وقت ہے عشرت میں دیکھ لایا اے ساقی دلدار (۱۸)

۲۲۔ دو ہرے - ۱۳ عدد۔

پہلا - اسی پیغم نگر کے ذکر میں دیکھی اُلٹی چال

گھایل پن چن مارے سو فونی میں جوش عالی

آخری بیت جو کرنا پھولوں میں ذات سوا تھو

جیتے جو کو سہرا موڑ سکا تے ہو (۲) (۱۶ اب)

۲۳۔ غزل - ۱۳ اشعار۔

مقطع - وہ نوسن کا جس نے دیا وہ چاند چندس کا حق نے کیا

دو سو ج ہے آپ پیا پر نور ہو مشہور ہوا

مقطع - اس فاکہ تن کوں چار کروں تیرے صدقے وار کروں

تجھ بن نہ دو جا یار کروں سب ناظر تیں منظور ہوا

(ورق ۱۵ ۱۶ اب)

اس غزل میں بعض شعر نہایت اچھے ہیں انداز بیان

اور زبان کے لحاظ سے دجہی یا علی عادل شاہ شاہی کے

کلام سے شاہ بہ ہے - ایک شعر یہ ہے :-

دن رات بیابن سوتی ہوں دو نبی انجھ بھروتی ہوں
کچھ لال رکت سوں دھوتی ہوں نت رونا جھوٹو رکوں
۲۴۔ ترکیب بند۔ اس میں ۲۶ بند ہیں۔ ہر بند میں تین
تین شعر ہیں۔ بعض بندوں کا آخری شعر فارسی ہے۔ بطور
واسوخت کے لکھا ہے۔ شاعر نے جملہ اشعار میں معشوق کی
بے وفائی کا گلہ شکوہ کیا ہے۔

کیا کرے دل بھی ان آنکھوں نے ادسے خوار کیا
آپ ادس شوخ پہل ادس کوں گرفتار کیا
خوار و سودا می بہر کوچہ و بازار کیا
مفت میں مجھوں اس اندوہ سستی بیاں کیا
کچھ نہ میں نے ہی کیا جرم نہ کچھ یار کیا
خوب دیکھا تو ان آنکھیوں نے گرفتار کیا

اختتام:-

صحت بدیں تمہیں آٹھ پہر صحت ہے
غیر کے ساتھ شب و روز تمہیں فلوٹ ہے
دیکھ کر طور تمہارے مجھے یہ حیرت ہے
... تم آدمی زادے ہو یہ کیا غیرت ہے
واہ وا چاہئے..... مرد کو یہ رحمت ہے

ایسی برداشت کی اب کس کو میا طاقت ہے (۴ تا ۱۴ اب)
۲۵۔ ترکیب بند۔ جملہ ۵ بند ہیں۔ اکثر بندوں میں چار شعر
اردو اور ایک شعر فارسی شامل ہے۔

آغاز:-

.....کہوں کس سستی اپنا احوال
زلف خواباں کے مرے دل کو ہوئے ہیں جنجال
.....پنچہ سستی دل وحشی کوں نکال
کاشکے موت ہو یا دور ہوے سرسوں خیال

تجھ سوا غیر سوں میں اپنا نہ کھولا احوال
تیری ہی ذات سے ہر دم ہے مرا یہ ہی سوال
ساز آباد خدایا دں ویرا نے را..... ملانے را
اختتام:-

تم نے اپنے کوں کئے ہم سے کٹھن ہاے رے ہاے
..... سے مفت لیا یہ من ہاے رے ہاے
نہ سنا تم نے مرا ایک سغن ہاے رے ہاے
دیکھ توں اب بھی سمجھ ہمدگن ہاے رے ہاے (۱ تا ۳۴)
۲۶۔ مخمس۔ صرف تین بند ہیں۔ کسی بڑے مخمس کا حصہ
معلوم ہوتا ہے۔
آغاز:-

کس ستم کا مرض و وپیدا ہو کر کیتا مڈصال
کیا کروں اس کا بیان میں جو ہوا ایسا حوال
لوگ سب عاجز ہوئے کہنے لگے رب جلال
یا الہی تو شفا دے دور کر یہ مرض کال
سب کہیں دیکھیں زل باقی نہیں کوئی شہ گدا

اختتام:-

میں جہاں جاتا ہوں وہاں غم چھڑتا نہیں ایک تل
اب فکر کیا کیجئے جگہوں بنا دانائے دل
سن کہا دل نے اگر ثابت ہو تم عاشق اصل
غمزدوں کے حق میں آیا ہے احد سے یہ مثل
زندگی اپنی کے تیں برباد کیوں کرتا نہیں (۷۸)
اس مخمس کے بعد بیاض میں مختلف فارسی اور اردو اشعار
نقل کئے گئے ہیں۔ (دیکھو ۷۸ ب تا ۷۹ ب)۔

۲۷۔ غزل سودا۔ ۹ شعر۔

مطلع۔ بانیں کہ ہر گنیں وہ تری بھولی بھولیاں

دل لے کے بولتا ہے جواب تو یہ بولیاں

مقطع۔ سودا کے دل سے صاف نہ ہوتی قلی زین یار

شالے نے بیچ بڑکے گرہ اس کی کھولیاں (۸۴ ب و ۸۵)

۲۸۔ غزلیات سودا۔ ہر غزل کا پہلا مصرع درج ذیل ہے۔

۱۔ تجھ قید سے جو ہو کر آزاد بہت رویا۔ ۷ شعر۔

۲۔ جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی۔ ۳ شعر

۳۔ راتوں کو نہیں نمینہ نہ آرام سحر بھی۔ ۸

۲۹۔ غزل۔ غالباً عاجز کی ہوگی۔ مقطع نہیں ہے۔ جملہ شعریں۔

مطلع۔ یہ باد کیا بھی کہ ترے لٹ پلٹ گئے

ناگن کے بھانٹ ڈس کے مراد لٹ گئے (۸۲ ب)

۳۰۔ غزل سراج۔ ۷ شعر ہیں۔

مطلع۔ تجھ پر ہوا ہوں دل سوں خدا جان کی قسم

ثابت ہوں تیرے دین پر ایمان کی قسم

مقطع۔ سردے کہ پیہم باٹ میں مثل مرآج آج

غازی ہوا ہوں عشق کے میدان کی قسم (۸۱ ب)

۳۱۔ محسن ذوقی۔ ۵ بند۔ احمد کی غزل کی ذوقی نے تمہیں

کہ ہے جس میں مضامین تصوف نہایت شاعرانہ کمال سے بیان

کئے ہیں۔ بحر العرفان سید شاہ حسین ذوقی ایک صوفی منش دکنی

شاعر تھے جنہوں نے کئی مثنویاں مثلاً وصال العاشقین،

غوث نامہ، وفات نامہ، منصور نامہ وغیرہ لکھی تھیں۔

(دیکھو دکن میں اردو ص ۲۱۷)

آغاز:-

عشق کا پینڈا ہے دور وہ سے سیدھی باٹ جا

راہ کا توشہ ہے یو، دل کو کج بانٹ جا

حرم و خودی میل ہے پہلے او سے چھانٹ جا

عشق کبل ہے کبل اس کی کج بانٹ جا

پہلے تو سینی منے دل کا ہو آٹ جا

اختتام۔

کاتب شکیں قلم کن سستی ماریا رقم

نکتہ قلوب بٹا یاد کجھ دم بدم

ذوقی نصیب ہے یو بیش نہ ہوئے نہ کم

عشق منے احمد جو رکھے ثابت قدم

جیب ستے جیو کے ان کے چرن چا جا

۳۲۔ غزلیات نامعلوم۔ دونوں کے مطلع درج ذیل ہیں۔

۱۔ اے جن برہ کا کھنونا ہو عاشقی بیچ مر کے چونا ہو (۵ شعر)

۲۔ ہم سات راہ عشق میں مت کر گنگو رسوا ہیں راہ عشق میں ہم پر جو ہو سو ہوا (۴ شعر)

(ورق ۸۰ ب)

۳۳۔ غزل صاحب۔ ۵ شعر۔ رائے لکھی نارائن شفیق و

صاحب، فارسی اور اردو دونوں زبانوں کے مشہور اور نگار آبادی

شاعر اور ادیب تھے۔ ان کا تذکرہ چمنستان شعرا، چھپ چکا،

مطلع۔ بہار آئی جنوں نے سر اٹھایا ہے خدا حافظ

نیم صبح نے بل کو ستایا ہے خدا حافظ

مقطع۔ ہزار افسوس اے صاحب کہ اوس کے طاق ابرو پر

یہ دل کا شیشہ تو نے یوں رکھ دیا ہے خدا حافظ (۸۰)

۳۴۔ غزلیات یقین۔ ۳ شعر۔ انعام اللہ خاں یقین

کے دیوان کے قلمی نسخے بھی اداسے میں محفوظ ہیں (دیکھو فہرست نمبر ۱۰۰)

صفحات ۹۷ و ۱۰۰۔

مطلع۔ عمر آخر ہے جنوں کرے بہاراں پھر کہاں

ہات مت پکڑو ماریا دگر بیاں پھر کہاں

ترا دیکھنا مجھ کو بس ہے پیا مدینہ عاشق تو معشوق میرا (۹۳)
یہ تو شعر مدینہ عاشق میں مرے پیارے کی کیا ادا ہے جی (۹۴)
اب مدینہ کے سخن دینا منے ظاہر جویں

دو جو عامی ہے ترا توں ہے ببا سا پنا غور (۹۲)
آتش غم سوں دل ہوا ہے کباب اب مدینہ کو مت جلا جائی (۹۱)
یک پہ نہیں لقا فل تجھ یا مدینہ تجھ نام کی سمن ے جیشہ کیا لو (۹۱)
کیا ہوں درد دل کا میں سناوے سنگ دل ظالم
سخن عاشق مدینہ کا پسند پیاری کوں آجاوے (۹۱)
یہ دعا ہے دل میں جی کوں نثاروں تم پر

جاوے مدینہ مر کر پیارا رہے سلامت (۹۰)
اس مجموعہ میں تقریباً دو سو اشعار ہیں۔ اور یہ
در اصل بیاض نمبر ۱۲۸ کے اوراق نمبر ۸۶ تا ۹۴ پر
مشتمل ہے۔
آغاز:-

یار میرا سر دھن کا ہے شمع مجھ دل کے انجن کا ہے
دو نواکت میں مثل قد الف دو نازاں یار ہمن کا ہے
اختتام:-

جا بجا چکی ہے چولی جھو کہ جاتی ہیں نین
پھر میری آنکھوں سے آنکھیں کیوں ہلا کر آئے
یک سیک اغیار ہو گئے ہم سنی پیارے تن
سچ کہو اب نیہ کس سے تم لگا کر آئے ہو
کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔

مقطع۔ ہے بہشتوں میں یقین سب کچھ ولیکن درد میں
بھر کے جی رو لیجئے یہ جہنم گریاں پھر کہاں (۹۷)
دوسری غزل کے اشعار کرم خوردہ ہیں۔ اس کا ایک شعر ہے:-
باغبان در بند کر کے دگر ہم کہاں تو کہاں بہار کہاں
اس کے بعد متفرق قافیہ سی اشعار نقل کئے گئے ہیں۔

اس مخطوطے میں شمالی ہن کے صرف دو مشہور شعرا یعنی سودا
اور یقین کا کلام منتخب کیا گیا ہے۔ اور زیادہ تر کلام سلسلہ
کے قریب کے ایسے دکنی شاعروں کا ہے جن میں سے
بعض پہلی بار اردو دنیا میں روشناس ہو رہے ہیں۔

(۱۷۸) منتخب دیوان مدینہ (۱۲۸)

اوراق ۸ - سطور ۱۶ -

تقطیع ۳۳ x ۷ خط نستعلیق -

مصنف مدینہ - قبل سلسلہ -

یہ ایک دکنی شاعر کا منتخب کلام ہے جس کا تخلص
مدینہ ہے۔ چونکہ اس تخلص کے کسی شاعر کا اب تک
حال معلوم نہ تھا اور خود یہ تخلص بھی عجیب و غریب ہے
اس لئے اس کے کلام کا کافی نمونہ ذیل میں درج کیا
جاتا ہے۔ شاعر کے دکنی ہونے کا ثبوت اس کی زبان
کے علاوہ حسب ذیل شعر سے بھی ملتا ہے۔
کیوں نہ مسند پہ زیب دیوے گا دو جوشہ عشق کے دھن کا ہے (۹۴)
اس شاعر کے چند مقطع یہ ہیں:-

اے مدینہ تو یار کن بکوا سخن دہم با دزن کا ہے (۹۴)
دل بلوں کا بیاں کہوا دس میں اب مدینہ کی یہ سدا ہے یار (۹۳)
داد خواہ آیا مدینہ تجھ کسے داد دے اوختہ دل خوار کوں (۹۳)

(۱۷۹) قصہ رسیا [۱۲۸]

اوراق ۴ - سطور ۱۲ -

تقطیع ۳۰ x ۷ - خط نستعلیق -

زمانہ تصنیف قریب ۱۲۰۰ ہجری -

یہ تقریباً ۴۰ ابیات کی ایک ناقص الآخر مثنوی ہے جو بیاض نمبر ۱۲۸ کے اوراق ۱۰۶ تا ۱۰۹ میں نقل کی گئی ہے۔ مصنف اور زمانہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ اس مثنوی میں عمدہ نگریا عمداً الملک گرام کا ایک قصہ بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

”ایک شہر عمدہ نگر تھا جس کے بادشاہ کا نام عمدۃ الملک تھا۔

وہاں بہت سی سپاہی زادیاں بھی رہتی تھیں۔ ایک رسیا

سوداگر صن کی جس کے یو پار کے لئے دیاں جایا

کرتا تھا۔ وہ بہت ہوشیار اور صن کو پرکھنے والا تھا۔

ایک روز اس شہر میں کسی کی شادی ہو رہی تھی اور

ہر طرف رنگ رلیاں منائی جا رہی تھیں اس رسیا سوداگر

نے بھی ستار ہاتھ میں لے کر گانا اور بجانا شروع کیا۔ اس

شہر میں فہم نام ایک لڑکی تھی جو خوش حال اور صفا ذوق

تھی۔ اس نے رسیا کے نغمے سن لئے اور اس پر عاشق ہو گئی۔

رسیا بھی سمجھ گیا کہ میرا تیر نشانہ پر لگا۔ فہم نے اپنی ایک

سہیلی کو رسیا کے یہاں روانہ کیا اور اپنا پیام محبت کہلا

بھیجا۔ سہیلی نے تفصیل سے فہم کو خبر کا حال بیان کیا اور

اس کی بے تابی اور اشتیاق کو ظاہر کیا۔ اس کے جواب میں

رسیا نے کہنا شروع کیا کہ اے سرور نراکت تو بچیل ہے اور

دو جگہ کے لئے آفت کا باعث۔“

اس کے بعد کاتب نے نقل کرنا ترک کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کا

پہلا صفحہ خالی ہے اور یہ مخطوطہ اسی ورق پر ختم ہو جاتا ہے۔

ابتداء میں شاعر نے عشق کی کیفیات پر چند آیات لکھی ہیں

اور پھر اصل قصہ شروع کر دیا ہے۔ حمد و لغت اور سبب

تالیف کچھ بھی نہیں لکھا۔

آغاز:-

عشق کے زور سے قصہ بنائوں زناں کوں رہ پہ لاؤں

عشتائیں تو نماز اُن پر وائیں عشق نہیں تو دروداں بیروائیں

اختتام:-

محبت کے سخن خوشیوں سے بولا دو موفی عشق کے دریا سے رولا

کو بچیل تو ہے سرور نراکت قیامت ہے بلا دو جگہ کی آفت

کوئی ترقیہ نہیں ہے۔

(۱۸۰) چہار کرسی [۷۴]

اوراق ۵ - سطور ۱۴ -

تقطیع ۴۰ x ۸ - خط نستعلیق شکستہ -

مصنف محمد اشرف الدین۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۲۵۰ھ

بمقام بودھن -

پنج وقتہ نماز اور اس کے لوازمات سے متعلق اردو

نثر کا یہ چھوٹا رسالہ محمد اشرف الدین عرف دامو میاں

خطیب بودھن نے غالباً اپنی دختر یا عباؤج ”بیگم جانی“

کے لئے قلمبند کیا تھا۔ یہ مصنف راقم الحروف کے حقیقی

نانا منشی وقار الدین خطیب بودھن کے بڑے بھائی تھے

اور چونکہ مورخ الذکر اُن سے عمر میں بہت چھوٹے تھے اس لئے

بودھن کی موروثی مخاطبت اپنی اولاد کی جگہ اپنی کے

توفیق کر دی تھی۔

آغاز:-

درج میں مصنف نے اپنا اور اپنے مرشد کا نام اور مشرب

”سبب تالیف“ میں اس طرح لکھا ہے :-

”سید امین فقیر بندہ شاہ خواجہ عارف گنج بخش کا۔

ہو اور اسرار ہمارا اچنیہ، ہو سلسلہ ہمارا خواجہ خواجگان

پشت، ہو فقیر ہم چشتیہ، ہو خاندان ہمارا ادھیمہ،

ہو گردہ ہمارا عبدالواحد بن زید سے، ہو مذہب ہمارا

صوفیہ، ہو مشرب ہمارا دیکھے تو میں چاہتا ہوں کہ

مذکور کروں“

اثنائے کتاب میں بھی ایک جگہ مصنف نے اپنے سلسلہ

بیت کو ظاہر کر دیا ہے۔ مشاہیر و فہم کے بیان میں

وہ کہتے ہیں :-

”ہو بیچ زمانے دوسرے سانگڑے سلطان، ہو شاہ راجہ

قنار، ہو خواجہ بندہ نواز ہو مانند ان کے کتے دریشیا

سلوک، ہو خواجہ بندہ نواز سے جمال مغربی، ہو ان سے

کمال بیابانی، ہو ادون سے میرا نجی شمس العشاق، ہو

اُن سے حضرت شاہ برہان صاحب ہو ادون سے

امین الدین اعلا صاحب ہو ادون سے بابا شاہ حسینی صلا

ہو اُن سے خواجہ من عرف گنج بخش صاحب ہو

اُن سے خواجہ عارف گنج بخش صاحب ہو وہاں سے

”تا حد امین فقیر تک“ (ورق ۱۴ ب)

مصنف علاقہ مرہٹواری کے باشندے تھے۔ چنانچہ

حب ذیل مرہٹی اقوال کتاب میں جگہ جگہ درج کئے ہیں۔

ہو مرہٹی سن ”جسے میلا ایکلاتے مسلمان زہلا“

ہو مرہٹی سن ”کھان پینے جیسے مولا سرشاری لائے استغولا“

ہو مرہٹی سن ”جامندی ناہیں گیان نامہندونہ مسلمان“

۔۔۔ ”آپ میلا جگہ بوڑلا“ (ورق ۳۵) (ورق ۲۲ ب)

”فرض وضو کے چہار۔ اول دونوں ہات دھونا۔ دوسرا

موا دھونا۔ اس کان کی لوکی سے اوس کان کی لوکی

تک۔ تیسرا پاؤں کا مسح کرنا۔ چوتھا پاؤں دھونا ٹخنوں تک“

انتہام :-

”نیت روزہ بانہ کے چہار گھڑی رات باقی رہے پرانہ ناسہ

ہی فرض نیت ہے۔ سحان کا میں کل روزہ رکھتا ہوں رمضان کا“

اس کے بعد عربی ادبیہ (اتحیات اور دعائے قنوت) درج ہیں۔

ترقیمہ :-

”ایں کتاب برخوردار ی تکیم جانی غاں اللہ عز و قدر ہا

بقلم محمد اشرف الدین صوفی دامو میاں خلیب پرگنہ بوجہن“

یہ کتاب راقم الحروف نے ادارے کے کتب خانہ میں

بنواریہ داخل کی ہے اور اس کے آخر میں یہ دستخط

ثبت ہیں :-

”از کتب خانہ حضرت قادری بی صاحبہ۔ تحفہ بہ کتب خانہ

ادارہ ادبیات اردو۔ سید محمد الدین قادری قدس سرہ“

(۱۸۱) مجذوب السالکین [۶۸۰]

اوراق ۶۵ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۳/۵ × ۸/۳ - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں -

مصنف سید امین - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۲۵ھ -

سہ کتابت قریب ۱۲۳۳ھ -

یہ دکنی نثر میں ایک ضخیم رسالہ ہے جس میں جگہ جگہ فارسی

ہندی، مرہٹی اور دکنی اشعار و اقوال اور عربی آیات و احادیث

یہ کتاب حمد و نعت کی طویل عبارتوں سے شروع ہوتی ہے اور اس کے بعد سبب تالیف کے بیان کے لئے بھی مصنف نے کئی صفحات وقف کیے ہیں۔ اس کے بعد پانچ عناصر کا حال شروع کیا ہے۔ کتاب کو باضابطہ ابواب اور عنوانات میں تقسیم نہیں کیا ہے بلکہ مسلسل لکھتا جاتا ہے۔

چونکہ اس میں مشاہیر دکنی شعرا کے اعلیٰ پایہ کے اشعار درج ہیں جو دوسری جگہ اس کثرت سے نہیں ملتے اس لئے چند شعر یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

شعر: جگ کی بنایا آرسی دیکھو تو اپنا مکہ دے
غیرت سے کیتا نکڑے ہو ہر طرف سے میں بھی تو بسے

رباعی: کل رات تیرے غم سے دل پائمال تھا

تو تھا دہیں اتحاد تھا ہمارا خیال تھا

آنے میں دل میں یاد تھا ہمارا دکا کی

وہ بہانچہ کیس بچھا ہے وگرنہ اٹال تھا

(۱۹ ب)

نظم: جس دل سوں پیو کی صورت مورت ہوں بسی ہے

سب صورتوں چہا کر سب میں اپنی دسی ہے

جیو آرسی ہے پیو کی پیو آرسی ہے جیو کی

بیو جیو میں جیو پیو میں کیا بات رس مسی ہے (۲۲)

شعر: صورت یہ اعتبار نہ رکھو جیسے ہیں جیواں

و دو تو بانڈوم دھری یہ لائڈے بانڈر خاں

کتاب کا سہ تصنیف کہیں درج نہیں ہے لیکن

زبان اور مصنف کے حالات کے لحاظ سے مسئلہ سے

قبل کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ آخر میں کوئی ترقیم

بھی نہیں ہے لیکن حاشیہ پر کاتب نے حسب ذیل عبارت

اس کے علاوہ حضرت سانگڑے سلطان شکل ہسان کا بھی ذکر کیا ہے جو مرہٹواری کے مشاہیر ادلیا سے ہیں اور جن کی درگاہ پر ایک سے زیادہ مرتبہ حضرت سید محمد شفیع و مراد خواجہ بندہ ناز نے عافری دیکر فیضان حاصل کیا تھا۔ سانگڑے سلطان کا نام سید علی تھا اور یہ راقم الحروف کے جدا مجدد ہیں۔ ان کی درگاہ قندہار شریف صلیع ناڈیڑ میں زیارت گاہ خلافت ہے۔ اور ان کا ایک چلہ ملکہ دولت آباد میں بھی موجود ہے۔

مصنف نے اپنی زبان کو لکھنی کہا ہے۔ وہ سبب تالیف میں لکھتے ہیں :-

”میں چاہتا ہوں کہ مذکور کردوں صوفیائے ہر دو قوم کا

بیچ دکنی زبان کے“ (درق ۳)

اس کتاب کا موضوع جیسا کہ اس اقتباس سے

ظاہر ہوا ہندو اور مسلمانوں کے مشاہیر صوفیا کے

اقوال اور ان کے متفقہ و مشترکہ ایقانات کی تشریح

ہے۔ ایک اور جگہ اس کتاب کے موضوع کے متعلق

لکھتے ہیں :-

”یوں ہر یک قوم اپنی اپنی زبان میں علمدہ علمدہ ناولں

رکھے ہیں تو میرے جیو میں آیا کہ مسلمانی ہو (ہندی)

مذہبی لفظاں حج کر کر واسطے صوفیاں ہر دو قوم

کے ایک رسالہ بناؤں تاکہ صاحب منصفوں کے

کام آئے“ (۳۴ ب)

اس سلسلہ میں دو تین صفحات کے بعد کتاب کا

نام اس طرح ظاہر کیا ہے :-

”اب مذکور کتاب کا سن کہ جس کا ناولں

”مجدوب السالکین“ رکھیا ہوں“ (درق ۲ ب)

(۱۸۲) حقیقت الصلوة [۶۷۰]

اوراق ۱۹ - سطور ۱۱ -

تطبیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق -

مصنف سید احمد و عبدالحی - زمانہ تصنیف قریب ۱۲۳۳ھ

سنہ کتابت ۱۲۴۸ھ -

اردو نثر کے اس رسالے میں نماز کی خوبیوں اور

اس کے التزام کے بارے میں دلائل بحث کی گئی ہے۔

آخر کتاب میں جو ترقیم ہے اس میں اس کتاب

کی تصنیف کے منقول لکھا ہے کہ :-

”الحمد کی تفسیر زبان ہندی میں جو حضرت رئیس الامین

امام العارفین سید المسلمین قدوة السالکین پیرو مرشد

حضرت سید احمد صاحب نے نفع پہنچائی۔ اللہ ہم کو

اور سب مسلمان بھائیوں کو اون کی بقا سے اور

زائد کرے و فیض اور ارشاد اون کا۔ آپ اپنی

زبان فیض و ہدایت ترجمان سے فرما کے جامع

علوم ظاہری اور باطنی جناب مولانا عبدالحی صاحب

وام فیوضہ سے تحریر کرواے اور حقیقت صلوٰۃ

کی خوبیاں“

کتاب کے موضوع کے بارے میں اثنائے کتاب میں

لکھا ہے کہ :-

”حضور بے غیر تاثیر دل کے میسر نہیں۔ اور تاثیر دل

کی بدول دانستن معانی الفاظ کے حاصل نہیں۔

اسی واسطے جو کچھ نماز میں ہے معنی اس کے ہندی

زبان میں محاورے کے موافق کہیں کہیں کہ اکثر غریب لوگ

جو ادب معنوں سے ملحق بے خبر ہیں سمجھ کے حضور دل سے نماز گزارتے ہیں۔“

لکھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب ۱۲۳۳ھ کے قریبی زمانے میں نقل کی گئی ہے۔

”دوہرہ ربانی محمد علی شاہ مدونیش بتاریخ ۱۲۴۸ھ

۱۲۳۳ھ ہجری نظم آمدہ

پارس تیس گچن بھیا سو پارس کچا

پارس میں پارس بھیا سو پارس سچا“ (ورق ۱۷)

یہ محمد علی شاہ غالباً وہی ہیں جن کی دو کتابیں

”دین و دینک“ اور ”ایمان و دین“ ادارے میں محفوظ

ہیں اور ان کا تذکرہ اس فہرست کے مخطوطات نمبر

۱۲۱ و ۱۲۲ میں صفحات ۱۵۵ تا ۱۵۸ پر درج ہے۔

وہ اسی زمانہ میں موجود تھے اور ۱۲۴۲ھ ہجری سے

قبل کتاب ”دین و دینک“ لکھی تھی۔

اس کتاب کے نسخہ ۷۷ م کے حاشیہ پر سوامی پرشاد

کالیستھ اقتصر کا فارسی کلام بھی بعنوان ”کبت در

فارسی ترجمہ ہندی تصنیف سوامی پرشاد کالیستھ کہ

اقتصر مخلص است“ درج کیا ہے۔

آغاز :-

”شروع کرتا ہوں میں نازوں سے اس کے کہ او یک

نازوں نہیں رکھتا ہے جس نازوں سے بولائے تو سر

اوپر لیتا ہے۔ فاما عارفوں نے ہر دو قوم کے دس

نازوں نکالے ہیں“

اختتام :-

”لیکن اگر مسلمانی ہو رہندوی کتاباں کا ہو رہندوی

کا نہ کو کرتا تو عبارت دراز ہوتی۔ اس واسطے اب مختصر

بھلا ہے کہ ہر ایک کے فہم میں بیگی آوے گا“

صفحات ۲۶۵ تا ۳۷۳ پر درج ہیں۔ لیکن اس کتاب ”حقیقت الصلوٰۃ“ کا ذکر تعجب ہے کہ سید احمد شہید اور ان کے معتقدین کی تصنیفات میں کہیں نہیں آتا۔ آغاز :-

”پیچھے حمد خدا اور نعت رسول کے رباب دانش پر ظاہر ہو چوکہ مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے رب کو پہچانے اور اس کی صفات جانے اور اس کے کم معلوم کرے اور مرضی نامرعی اس کی تحقیق کرے کہ بغیر اس کے بندگی نہیں اور جو بندہ کہ بندگی بجا نہ لادے بند نہیں۔ اور بڑی بندگی نماز ہے“

اختتام :-

”وللضامین اور نہ گواہ لینے کا فرہر چند اون سے بھی کبھی کوئی حکم اللہ کی رضا مندی کا ہو جائے۔ پروا نہ کی راہ بھی ہرگز نہیں مانگتا۔ اون کے نصیب وہ رضامندی نہیں کہ جو آخرت میں فائدہ دے“

اس کے بعد ترقی کے طور پر جو عبارت تھی وہ پہلے درج کر دی گئی ہے۔ ایک صفحہ چھوڑ کر پھر اسی کتاب نے رسالہ جہاد نقل کیا ہے۔ لیکن اس کے آخر میں بھی نہ اپنا نام لکھا ہے اور نہ سزا کتابت۔ البتہ اسی کتاب نے رسالہ ”تقوینۃ الایمان“ ۱۲۴۸ھ میں نقل کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کتابیں ایک ہی ساتھ حیدر آباد میں اُس وقت نقل کی گئیں جب سید محمد علی رام پوری اور ولایت علی صاحب ”ظیم آبادی“ اپنے مرشد سید احمد صاحب کے حکم سے اپنے عقائد کی تبلیغ کے لئے حیدر آباد آئے ہوئے تھے اور خواب مبارز انرول برادر نواب ناصر الدولہ آصف جاہ راج نے ان کے ہاتھ پر

یہ کتاب اردو نثر کے ان متحدہ رسائل میں سے ایک ہے جو سید احمد شہید بریلوی کی تحریک اصلاح مسلمانوں کے سلسلہ میں لکھی گئی ہیں۔ سید احمد صاحب نے بعض کتابیں اس طرح لکھیں کہ وہ کہتے جاتے تھے اور ان کے حقیقی مولوی عبدالحی اور مولوی محمد اسماعیل شہید لکھتے جاتے تھے۔ چنانچہ کتاب ”صراط مستقیم“ کی تالیف کے سلسلہ میں وقائع احمدی کے حوالے سے مصنف ”سیرت سید احمد شہید“ نے لکھا ہے :-

”سید صاحب اپنی زبان سے فرماتے اور مولانا عبدالحی صاحب مولانا اسماعیل صاحب اس کو گنتی پر لکھ لیتے۔ پھر آپ کے سامنے پیش کرتے۔ آپ اس میں اصلاح و ترمیم کرتے، کبھی دوبارہ لکھواتے، ایسا بھی ہوا ہے کہ پانچ بار ترقی پر لکھ کر سید صاحب کو سنایا اور آپ کو پسند آیا۔ اور پانچ بار وہ عبارت دھوئی گئی۔ اس کے بعد آپ کے حسب دلخواہ ہوئی اور کتاب میں درج کرنے کا حکم دیا۔“ (ص ۹)

معلوم ہوتا ہے کہ اسی طرح یہ کتاب بھی مولوی عبدالحی صاحب سے لکھوائی گئی ہے جیسا کہ زیر نظر نسخے کے ترقی کے اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر درج کیا گیا ہے۔ مولوی عبدالحی صاحب کا تعلق شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان سے تھا۔ وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے داماد اور سید احمد شہید کے خلیفہ اور سب سے بڑے معتقد تھے اپنی کی وجہ سے محمد اسماعیل شہید بھی سید صاحب کے معتقد اور رفیق ہو گئے تھے۔ انہوں نے جہاد میں سید صاحب کا ساتھ دیا اور بمقام خیر ۱۲۴۳ھ میں وفات پائی۔ ان کے حالات ”سیرت سید احمد شہید“ کے

خود مولانا اسماعیل شہید نے جہاد پر کئی طویل خطوط لکھے تھے جو بجائے خود کتا میں ہیں۔

آغاز:-

”کہاں تک اوس ہربان رحمہ اللہ کا شکر بیان کیجے اور کس مونہ سے اوس کی بڑائی کیجئے کہ بعد ایک مدت مدید کے پھر آئیں جہاد کی تازہ کی اور خوش خبری دعوت اسلام کی عالم میں بلند فرمائی“

اختتام:-

جو مال تھوڑا ہو اور بھیجنے کے لائق امام وقت کے پاس نہ تو لاکر ایک جگہ خلفائے معتبرین کے پاس جمع کروادیں۔ پھر جب زیادہ جمع ہو دے تو بھوانے کی تدبیر کریں تا وہاں مجاہدین کے خرچ میں آوے۔ اللہ تعالیٰ اون کے ذمہ سے یہ فرض ساقط کرے۔ نکاح اور شراکت جہاد میں نصیب کرے گا۔ تمام شدہ کوئی ترقیہ نہیں ہے۔ لیکن اسی کتاب نے مسلمانوں میں ”تقویت الایمان“ نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب بھی اسی زمانہ میں نقل کی گئی تھی۔

بیعت کی اور حیدر آباد میں ہزاروں آدمی ان دونوں کے گرویدہ ہو گئے تھے۔

(۱۸۳) رسالہ جہاد (۶۷۱)

ادان ۳۰ - سلور ۱۱ -

تفصیل ۶ x ۹ خط نستعلیق - عنوان سرخی میں -

زمانہ تصنیف قریب ۱۲۳۱ھ -

سند کتابت ۱۲۴۸ھ -

یہ رسالہ مولوی سید احمد صاحب کی ایک خاص تحریک جہاد کے متعلق نہایت مدلل اور بسیط لکھا گیا ہے۔ حمد و نعت کے مضامین بھی تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ پھر سبب تالیف کے طور پر لکھا ہے کہ:-

آگے یوں عرض کرتا ہے کہ بول تو کتا میں ہر طرف کیس لوگوں میں رائج ہیں اور مضامین رنگارنگ سے ایک عالم اطلاع رکھتا ہے لیکن اس زمانے کے مناسب باتیں اور ہیں۔ کچھ اوس میں سے فقیر بیان کرتا ہے جیوں جیوں زمانہ گزرے گا ہمارے کلام کا مزہ لوگوں کو زیادہ ہووے گا۔ آخر سب اسی راہ پر آویں گے ہمارے حق میں دعائے خیر کریں گے۔ اس رسالے میں جملہ فصلیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:-

۱۔ دنیا کی ناپائیداری اور موت (۲ب) ۲۔ ترغیب جہاد (۵ب)

۳۔ مولوی اور شرک و بدعت (۱۵ب) ۴۔ ہجرت (۱۹ب)

۵۔ امام کے تابعدار (۲۱ب) ۶۔ جہاد جانی (۲۴ب)

۷۔ جہاد مالی (۲۵ب) ۸۔ زکوٰۃ (۲۷ب)

اس رسالہ کے مصنف کا نام بھی معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن یہ بھی سید احمد شہید کی لکھی یا لکھوائی ہوئی ہوگی۔

(۱۸۴) تقویۃ الایمان [۶۷۲]

اوراق - ۲۸ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۶ x ۹ - خط نستعلیق -

عنوان اور آیتیں سرخی میں -

مصنف محمد اسماعیل شہید - سنہ تصنیف ۱۲۳۵ھ -

سنہ کتابت ۱۲۴۸ھ -

اردو نثر کی یہ کتاب مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی کا مشہور رسالہ ہے جس میں انہوں نے مولوی سید احمد رضا کی تحریک کے مطابق مسلمانوں کو دین اسلام سے واقف کرایا ہے۔ اور اپنے بیانات کی تائید میں آیات قرآنی، احادیث، اور مختلف کتب دینی سے استفادہ کیا ہے۔ مولوی اسماعیل شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے پوتے تھے۔ سبب تالیف میں رسالہ ”حقیقت الصلوٰۃ“ کی طرح لکھا ہے کہ :-

”ابا بعد اوس کے سنا چاہئے کہ آدمی سارے

اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کام بندگی ہے۔

جو بندہ کہ بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں اور اصلی

بندگی ایمان کا درست کرنا ہے“

اس موقع پر ”حقیقت الصلوٰۃ“ میں لکھا ہے کہ :-

”جو بندہ کہ بندگی بجا نہ لادے بندہ نہیں۔ اور بڑی

بندگی نماز ہے“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تحریک کے جملہ مشاہیر

ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔

مصنف نے پہلے سبب تالیف کے سلسلہ میں ایک طویل

تہذیب لکھی ہے جس میں اپنے عقاید کو واضح کیا ہے جو

در اصل اس کتاب کا موضوع ہیں۔ اس کے بعد کتاب کا نام اور اس کے دو ابواب کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

”اس رسالہ کا نام ”تقویۃ الایمان“ رکھا اور

اس میں دو باب ہر اے۔ پہلے باب میں بیان

توحید کا اور برائی شرک کی۔ دوسرے باب میں

اتباع سنت کا اور برائی بدعت کی“

یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک ملبوعہ نسخہ

اس وقت پیش نظر ہے جو ۱۳۵۰ھ میں مطبع صدیقی دہلی

جس تذکرہ الاخوان اور تہذیب الاخوان کے ساتھ چھپا تھا۔

مولوی اسماعیل صاحب نے ”تقویۃ الایمان“ میں

صرف پہلا ہی باب لکھا تھا اس لئے ان کے دوسرے

باب کی تکمیل محمد سلطان نے ۱۳۵۰ھ میں کی اور اس کا

نام ”تذکرہ الاخوان“ رکھا۔ اس کے سبب تالیف میں

لکھا ہے :-

”محمد سلطان کے دل میں ارادہ اس کے ترجمہ کا ڈالا

سو اس دوسرے باب کا ترجمہ ہندی بولی میں

شروع کیا اور تذکرہ الاخوان بغیر تقویۃ الایمان

اس کا نام رکھا“

”تقویۃ الایمان“ کے باب اول (یعنی زیر نظر نسخے)

میں حسب ذیل پانچ فصلیں درج ہیں :-

۱۔ شرک سے بچنے کا بیان ۲۔ اشراک فی العلم

۳۔ اشراک فی التقرب ۴۔ اشراک فی العبادت

۵۔ اشراک فی العادات

مولوی اسماعیل شہید نے یہ کتاب لکھنے کے سفر کے

زمانہ میں لکھی جب کہ وہ اپنے مرشد سید احمد شہید

کے ساتھ معتمد الدولہ کی دعوت پر راس بریلی سے

ترمیم کی ضرورت نہیں ہے..... چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہو گئی۔ اشاعت کے بعد مولانا شہید ج کو تشریف لے گئے۔“

واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب نے ایک انقلاب پیدا کر دیا اور اس کے خلاف میں کتابیں بھی لکھی گئیں اور مولانا اسماعیل شہید پر ہر جگہ سے کفر کے فتوے دئے جانے لگے۔ چنانچہ اب تک بعض علما ان کو کافر ہی سمجھتے ہیں۔ ادارے کے کتب خانہ میں بھی اس کتاب کا ایک جواب ”رد و ہابیہ“ موجود ہے جس کا ذکر مخطوطہ نمبر ۸۵ میں درج ہے۔

آغاز :-

”الہی ہزار ہزار شکر تیری ذات پاک کو کہ ہم کو تو نے ہزاروں نعمتیں دیں اور سچا دین اپنا بنایا اور صیغی راہ پر چلایا اور اصل توحید سکھایا اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بنایا۔“

اختتام :-

اسی طرح اپنے فضل سے بدعت اور سنت کے معنی خوب سمجھا اور مجھے رسول اللہ کا مضمون خوب تعلیم کر اور بدعت کے بد رسول میں سے نکال سنی پاک مطہر سنت کر۔ آمین یا رب العالمین۔

ترقیمہ :-

”تمت تمام شد رسالہ“ ”تقویۃ الایمان“ بتاریخ ہشتم شہر ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ
کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔

کئے تھے اور اپنے مواعظ : مباحث کی وجہ سے پورے لکھنؤ میں تہلکہ ڈال دیا تھا۔ اس کتاب نے تمام ہندوستان کے علماء میں مخالفت اور موافقت کا ہنگامہ گرم کر دیا۔ اس کی تالیف کی نسبت مولف ”سیرت سید احمد شہید“ نے حسب ذیل معلومات تکلمند کی ہیں :-

”آپ نے پہلے یہ کتاب عربی میں لکھی تھی اس کے بعد اردو میں لکھی۔ لکھنے کے بعد خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب، مولانا عبدالحی صاحب، شاہ اسماعیل صاحب، مولانا یعقوب صاحب، مولوی خیر الدین صاحب مراد آبادی، مومن خاں صاحب شاعر، عبداللہ خاں صاحب علوی (استاد امام بخش مہربانی)، مولانا مملوک علی صاحب (بھی تھے اور ان کے سامنے ”تقویۃ الایمان“ پیش کی اور فرمایا کہ یہ کتاب میں نے لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے..... ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے ضرور شورش ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو آٹھ دس برس میں بند ریتج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اس لئے میں اس کام سے معذور ہو گیا..... اگر آپ حضرات کی رائے اس کی اشاعت کی جو تو اشاعت کی جائے ورنہ اسے چاک کر دیا جائے۔ اس پر ایک صاحب نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہونی چاہئے اس پر مولانا عبدالحی صاحب..... مومن خاں صاحب نے مخالفت کی..... یہ طے پایا کہ

(۱۸۵) رد و بابیہ [۶۷۴]

اقتباس یہ ہے :-

”مولوی اسماعیل صاحب نے جب سے ”تقویت الایمان“

تصنیف کی یہ خدا ہندوستان میں پھیل پڑا کہ اوس

میں باتیں خلاف عقاید اور مخالف مذہب اہل سنت

کہیں اوس مذہب (دہائی) کا ایک

رسالہ کتاب التوحید نام ہندوستان میں آگیا تھا۔

”تقویت الایمان“ گویا اوسی کی شرح ہے۔“

اس سلسلہ میں ان دونوں کتابوں کی پانچ اہم غلطیاں

واضح کی گئی ہیں۔

یہ طویل بیان سن کر مصنف نے مولانا فضل الرسول

سے اور سوالات کئے اور ان کے جواب تفصیل سے درج کئے ہیں۔

ہندستان کے مشاہیر علماء و صوفیائے مصنف نے جو راسلہ کی تھی

وہ اس کے بعد شامل کر دی گئی ہے۔

آغاز :-

بعد حمد و صلوٰۃ کے جانا چاہئے کہ اس زمانے میں

عقائد و مسائل دینیہ کا اختلاف بہت پھیلا ہے۔

حق بات کا تحقیق کرنا ضرور ہوا۔ اور جو نہیں جانتے

اون کو حکم ہے کہ جلنے والوں سے پوچھیں۔“

اختتام :-

”آپ کے موافقین ثمراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے

جواب سے سکوت بہتر تھا کیونکہ احتمال تھا کہ شاید

کچھ جواب ہو۔ اس جواب سے لاجواب ہونا اعتراضوں

کا ظاہر ہو گیا اتنا تو مجھ کو اور ہر دیکھنے والے۔“

یہ نسخہ ناقص الاخر ہے۔ آخر میں صرف ایک ورق غائب ہے۔

لیکن اس نسخے کے پہلے ورق پر جو عبارت درج ہے وہ

ترقیمہ کا کام دیتی ہے اس لئے اس کو یہاں

اور اق ۲۴ - سطور ۱۷ -

تقطیع ۱/۴ × ۱/۴ - خط نستعلیق پاکیزہ

عنوانات سرخی میں۔ قدرے کرم خوردہ

مصنف محمد ظہور علی۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۵ھ

سنہ کتابت ۱۲۷۲ھ - بمقام کربول۔

اردو نشر کا یہ رسالہ مولانا اسماعیل شہید

کی ”تقویت الایمان“ کے جواب میں لکھا گیا ہے اور

اس میں مولوی سید احمد، مولوی عبدالحی (دیکھو ہست ہذا

مخطوطہ ۱۸۲ تا ۱۸۴) اور دیگر مشاہیر علمائے اہل حدیث کی

غلطیاں بیان کی گئی ہیں۔

سبب تالیف میں مصنف لکھتا ہے کہ آج کل مغربی

مسائل میں جو اختلاف پھیلا ہوا ہے اس کی تحقیق کے

سلسلہ میں :-

”اس عاجز نے ایک شخص سے پوچھا کہ حقیقت

اس قصے و جھگڑے کی کیا ہے۔“

اس عبارت میں لفظ شخص کی وضاحت حاشیہ میں

اس طرح درج ہے :-

”از لفظ شخص را ذات بابرکات جامع معقول و

منقول حاوی فرد و اصول مولانا فضل الرسول

مذللہ الواہب باید نمید۔“

اس کے آگے کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رسالے

کے مولف محمد ظہور علی، مولانا فضل الرسول بدایونی

کے مرید تھے۔ اور انہوں نے اپنے شکوک رفع کرنے

کا غلط طریقہ مرشد سے دریافت کیا۔ اس کے بعد مولانا

فضل الرسول کا طویل جواب درج کیا ہے جس کا فروغ

(۱۸۶) حبیب المریدین [۶۸۲]

اوراق ۸۸ - کطور ۱۱ -

تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{5}{8}$ - خط نستعلیق

مصنف محمد حبیب علی رضوی -

اردو نثر کے اس رسالے میں محمد حبیب علی خلیفہ حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی نے پیری و مریدی کے فوائد بیان کئے ہیں۔

یہ کتاب مصنف نے غالباً اپنے حقیقی بھائی سید رضا علی رضوی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ کتاب کے آخر میں حافظ محمد علی شاہ خیر آبادی کے سلسلہ ہائے بیعت کے متعدد شجرہائے خلافت بھی بخط نسخ درج کئے گئے ہیں۔

اپنے موضوع کی مناسبت سے مصنف نے کئی قدیم کتابوں سے بزرگوں کے حالات اور مریدوں کے استغلاّت جمع کئے ہیں۔ اس قسم کی بعض کتابوں اور رسائل کے نام یہ ہیں۔

جامع العلوم از مخدوم جہانیاں جہاں گشت
 فوائد الفوائد از نظام الدین محبوب الہی
 کشکول از شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی
 ہدایت المسیح از شیخ محمد چشتی
 رسالہ عقبی از شیخ جمال الدین ہانسوی
 بحر الاسرار حسینہ از شیخ محمد چشتی
 حجتہ السالکین از خواجہ مودود چشتی
 حسرت نامہ از ضیاء الدین برنی
 بوامع الکلم از خواجہ بندہ نواز
 مجمع الاولیاء از خواجہ معین الدین چشتی
 رسالہ رویت از خواجہ بندہ نواز

قل کیا جاتا ہے۔

ہذا اردو ہاجیہ برائے نقل ہتھ خانے کرنول دادہ شدہ

بود چنانچہ جلد سید دہم جلد اول مستند پوری

قدسی یوم چار شنبہ از کتاب شفق عضد الدولہ

دین والہنت محمد سرفراز خان صاحب سلم اللہ تعالیٰ

نقل شدہ در آدھ - و مزد کتابت مبلغ یک روپیہ چلنی

میدرآبادی با آشنائے صادق مذکور دادہ شد۔

و کاغذ کتابت از نزد خود دادہ شدہ بود۔

”ملک سید امین الدین قادری - خستہ و عشرون اوراق“

اس عبارت سے دو باتیں اہم ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو کہ اس زمانے میں (۱۵۰) صفحات کی کتاب کی جیسی پایزہ نقل صرف ایک روپیہ چلنی میں کی جاتی تھی۔ ہمد حاضر میں اتنی کتابت کے لئے کم از کم پندرہ روپے روت ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ کرنول اس عہد میں وہابیوں کا مرکز تھا اور وہاں کا نواب اپنی عقاید کی بنا پر انگریزوں کے خلاف جہاد کرنے والا تھا کہ گرفتار کر لیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی گرفتاری کے بعد کرنول میں ”رد وہابیہ“ بیسے رسالے بہت مقبول ہو گئے تھے۔ چنانچہ اس کتاب کی نقل وہیں کرائی گئی تھی۔

اس کتاب میں مختلف مشاہیر مذہب کے (تقویۃ الایمان اور اس کے مصنف اسمعیل شہید کے متعلق) جو بیانات اور تاویلی شامی ہیں وہ تاریخی اور مذہبی دونوں لحاظ سے نہایت اہم اور ساتھ ہی دلچسپ ہیں۔

اور کوئی اوراق غائب نہیں ہیں۔ ابتدا عربی حمد و نعت سے کی گئی ہے۔

آغاز:-

”بعد حمد اور صلوٰۃ کے فقیر عسکریاں آگئیں محمد نور الدین ولد محمد اشرف غفر اللہ لا دوالہ یہ متوطن اسلام آباد عرف چانگام کا حضرت اہل دین کی خدمتوں میں عرض کرتا ہے کہ عاصی پُر معاصی علوم تحصیل کرنے کے قصد سے اول عمر میں حسب تقدیر ملک ہندوستان میں گیا تھا۔“

اختتام:-

”اگر مقتدی ایک عودت ہے تو نماز دونوں کی فاسد ہوگی اور اگر مقتدی ایک لڑکا تو اوس صورت میں بھی یہی حکم ہے۔ اور ایک روایت میں آیا ہے کہ نماز امام کی فاسد نہ ہوگی اگر عودت یا لڑکے کو خلیفہ نہ کیا ہو۔“

یہ کتاب اُس علی ذوق اور ترجموں کے شوق کو ظاہر کرتی ہے جو کلکتہ میں فورٹ ولیم کالج کے ترجموں کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ اور جس کے نتیجے کے طور پر دکن میں بھی کئی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا تھا جس کا ذکر اس فہرست کے صفحات ۱۶۰ تا ۱۶۷ پر درج ہے۔

(۱) کتاب الایمان۔ نماز کے بیان میں ایک ہی فصل ہے۔

(۲) کتاب الطہارۃ۔ فصلیں ۱۔ وضو ۲۔ وضو توڑنے والی چیزیں

۳۔ غسل ۴۔ واجبات غسل ۵۔ نجاست

۶۔ نجاست مکی سے طہارت ۷۔ نجاست

حقیقی سے طہارت ۸۔ پانی جاری و غیر جاری

۱۰۔ کنواں

(۳) کتاب الصلوٰۃ۔ فصلیں ۱۔ نماز کے اوقات ۲۔ نماز کی شرائط

۳۔ نماز کے ارکان ۴۔ واجبات نماز

۵۔ عید و سہوا و جماعت و امامت

۶۔ نماز کا طریقہ سنت ۷۔ نماز میں حدیث ہونا

۸۔ قضاء نماز ۹۔ نماز کے مقدمات و کروات

۱۰۔ بیار کی نماز ۱۱۔ مسافر کی نماز ۱۲۔ نماز جمعہ

۱۳۔ واجب نمازیں ۱۴۔ نغلیں

۱۵۔ سجدہ تلاوت

(۴) کتاب الجنائز۔ فصلیں ۱۔ شہید ۲۔ ماتم ۳۔ زیارت قبور

(۵) کتاب الزکوٰۃ۔ فصلیں ۱۔ معرف ۲۔ صدقہ فطر ۳۔ صدقہ و نفل

(۶) کتاب الصوم۔ فصلیں ۱۔ تقنا اور کفارہ ۲۔ نفل روزے ۳۔ احتکاف

(۷) کتاب الحج۔ ایک ہی فصل ہیں

(۸) کتاب التوقیٰ۔ فصلیں ۱۔ کھانے کی چیزیں ۲۔ لباس ۳۔ دلی

۴۔ کسب اور تجارت ۵۔ متفرقات اور

آداب معاشرت اور حقوق الناس

(۹) کتاب الاحسان والتقریب و خاتمہ۔ کلمات کفر اور بدعت کے

بیان میں

لیکن اس ناقص الآخر مخلوطے میں صرف تیسرے حصہ

(یعنی کتاب الصلوٰۃ) کی ساتویں فصل تک ترجمہ شامل ہے۔

اس کے بعد کاتب نے لکھتے لکھتے نامکمل چھوڑ دیا ہے۔

۱۸۸، ثنوی محرمات شرعی [۶۸۵] و ثنوی تعزیریہ

ادراق ۲ - سطور ۱۲ -

تقطیع ۳۰ x ۱۶ ۱/۲ خط نستعلیق شکستہ -

مصنف محمدی مرید امین الدین و بحر زمانہ تعینت قریب ۱۲۵۳ھ

کتابت ۱۲۷۸ھ

یہ دو چھوٹی اردو فتویاں ہیں جو دو فارسی رسائل، نثر
مفصل المذاهب اور مفتاح الشاق کے درمیان نقل کی
گئی ہیں۔

پہلی ثنوی کل ۲۶ ابیات پر مشتمل ہے اس میں حضرت امین الدین
کے مرید محمدی نے محمد اکبر کی خاطر سے ان عورتوں کی تفصیل
بیان کی ہے جن سے نکاح حرام ہے۔
آغاز:-

پیشتر محمد تو خدا کی کر نعت بعد اوس کے مصطفیٰ کی کر
کیونکہ تو ہے محمدی مشہور چاہئے تجھ کو حمد و نعت ضرور
اختتام:-

حمد پر یہ تمام کرتا ہوں قلع اپنا کلام کرتا ہوں
جو کوئی اس کو پڑھے کہ ہوشیاد کرے مجھ کو دعائے خیر سے باد
اس کے ساتھ ہی دوسری ثنوی شروع کر دی ہے جس میں
۱۳ ابیات ہیں۔ اس کے مصنف بحر ہیں جو لکھنؤ کے ایک مشہور
شاعر تھے۔ اس میں تعزیریہ داری کا مفصلہ غرض طریقہ پر اڑایا
گیا ہے۔

آغاز:-

لکھنؤ کا میں سناؤں ماجرا رافضی یکہ تعزیریہ داروں میں تھا
تھما مکلف رافضی کا ایک مکان تھے وہاں موجود سب پیر و جواں

اختتام:-

کھل گیا سارا جمل کا گلاس مفصل تقار فیضی ہر اک وہاں
تجربہ اس اب ذہبی کر قطع کلام ایسے کر اب اس حکایت کو تمام
ترقیمہ۔ ان دونوں ثنویوں کے آخر میں نو کوئی ترقیمہ نہیں ہے
لیکن ان سے قبل اسی کتاب نے مفصل المذاهب کا جو فارسی
رسالہ لکھا ہے اس کے آخر میں تاریخ کتابت اس طرح درج کی ہے:-
”مقت الرسالة المسماة بمفصل المذاهب برز و دوم صفر
۱۲۷۸ ہجری“

اس بلد کی فارسی کتابوں کا تذکرہ نہرست فارسی مخطوطات میں
درج ہوگا۔

۱۸۹، کہانی وقصہ [۶۸۷]

ادراق ۵ - سطور ۱۳ -

تقطیع ۹ x ۶ خط نستعلیق -

مصنف - مکتب زمانہ تعینت قبل ۱۲۳۶ھ -

سنہ کتابت ۱۲۳۶ھ ۱۲۳۶ھ ۱۲۳۶ھ بمقام بنارس۔

یہ تقریباً ۱۰۵ ابیات کی ایک اردو ثنوی ہے جس کے
مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا اس کو دولت رام نے ۲۴
جمادی الاول ۱۲۳۶ھ ۲۸ فروری ۱۲۳۶ھ کو بمقام بنارس
انچائیکہ دست لاد کند ہناعل کی فراہم پر ایک فارسی کتاب
”قصہ عجائب و غرائب“ کے ساتھ نقل کیا ہے۔ موصلاً ذکر کا
حال نہرست فارسی مخطوطات میں ملاحظہ ہو۔

اس ثنوی کا نام ہی ”کہانی وقصہ“ معلوم ہوتا ہے جیسا کہ

ابتدائی و آخری ابیات سے ظاہر ہوگا۔

اس ثنوی میں موسیقی اور شاعری کا اثر دکھایا گیا ہے۔ یعنی

(۱۹۰) مناقب عادل (۲۳)

اداق ۱۲ - سطور ۱۰
تعلیق ۳۷ ۷/۸ x ۲ - خط نستعلیق - حاشیہ سرخی میں
مصنف عادل

زمانہ کتابت اوائل تیرہویں صدی ہجری -

یہ ایک بیاض ہے جس میں کسی اچھے شاعر عادل کی چھ
نظموں نقل کی گئی ہیں۔ ان میں دو مسدس ہیں اور چار مخمس۔
شاعر غیر معروف ہے لیکن کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مشاق ادب
اعلیٰ پایہ کا شاعر ہوگا۔ زبان کے لحاظ سے اوائل تیرہویں
صدی کی نظموں معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:
۱۔ مسدس - ۷ بند ہیں ہر ایک بند کا تیسرا شعر قافیہ سہ ہے۔

آغاز:-

سر و گلزار بخت ملک دیں گے شہسوار داد و داد کنت کنت حضرت و لدل سوار
اے امام ہر دو عالم شافع روز شمار جانشین مصطفیٰ اتم راہ حق پر ہون شمار

منظر محل و محل اے مجمع ہشت و چہار!

خاطر مہم شاد کن اے نائب پر حکمران

اختتام:-

کو کب برج رسالت مہر چرخ آتما قوت دین محمد ہادی راہ ہدا
دو جہاں کئے تم ہو بے شک یا علی علیہ السلام عادل کتہ تمہارے نام اوپر ہے ندا
نقد جاں کردم خدا بر اسم تو بیل و ہمار
جام کو خرگن عطا دو روز محشر بار بار

۲۔ مخمس - ۷ بند ہیں۔

آغاز:-

ہے علی خیر خدا منظر سبحان بے شک گوہر بحر کرم کو کب ایمان ملک
تجہ کلاں کے اگر دیکھے کوئی بارو جھلک الحمد رائے سبھی جن و بشر و مرد ملک

ایک بادشاہ کی مصل میں ایک گلفام رقاص نے صرف تین مصرع
لکھا کہ ایک نوجوان شہزادے کو اپنے حکمران باپ کے قتل سے اور
ایک نوجوان شہزادی کو مصمت فروشی سے بچالیا۔ وہ تین مصرع
یہ ہیں:-

بہت کٹ جو گئی تھوڑی باقی رہی

گرز جاتی ہے یہ بھی اک آن میں

نہ غافل ہوا اے جانِ انسان میں

قصہ بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ مصنف بالکل شاعر
معلوم ہوتا ہے۔ آخری مصرع میں ممکن ہے تخلص مودب و نج ہو
لیکن کاتب نے ادب لکھا ہے۔ لیکن یہ لفظ اس شہزادی کی
بحر میں بھی نہیں آتا۔

آغاز:-

ہنو خواب بخت میں آدل نگار کہ بیدار ہے پاک پروردگار

کہانی وقوعہ بھی ہے "و" مگر حروف شیریں میں کچھ ہے فزغ

اختتام:-

یہ سن کر کہ سلطان والا جناب تبسم کیا اور ہوا لاجواب

آدب کیا چاہئے اختصار کہانی وقوعہ کا کیا اعتبار

ترغیم:-

"تمام شد کار من نظام شد۔ بست چہارم جادی الاول۔

۱۲۳۶ ہجری روز چہار شنبہ برائے خاطر داشت لاکنہ نواں

تحریر یافت۔ ہر کہ دعویٰ کند باطل گرد و ہر کہ بدیں نسخہ نظر بد

کند کہ رشود چشم شکم در کند۔ بخط خام دولت رام"

جاوے خوردنید کی مہمی دیکھ کر سب ہلکے چپکے

اختتام :-

دست برداری کا کہاں بھٹو قدم عادل جہدہ خوردنید کا ہر کرم عادل
لے فیر خدا میرم اے عادل ! سرور چشم پشت خاک قدم عادل
منقبضہ شاہ ولایت کا پڑھا کر تو کر دک

۳۔ محسوس :- بند ہیں۔

آغاز :-

جہاد حق و ضابطہ کوئی اپنا دم کرے محرم ہے دم سے نہ توہم کرے
سیریلے عاشقی میں مثال قلم کرے بعد از خیال دعوے ہل ستم کرے
راضی رہے رضا پر اگر کوئی ستم کرے

اختتام :-

جو نندہ نبی دہلی ہے گا عادل اب محرم دہی بہ راز رہی ہے گا عادل آ
برہان کلف دہی ہی ہے گا عادل آ خانہ زمرس و مکر بھی ہے گا عادل آ
نہ سجدہ خدا میں دو گردن کو خم کرے

۴۔ محسوس :- بند ہیں۔

آغاز :-

منظر نور خدا معنی قرآن حیدر زور بازو سے نبی دہی کے پہلو حیدر
شافع روزہ بزمعدن احسا حیدر ہے وہ خوردنید تعاسب کا گہلا حیدر
محرم ہر خفی شکل آساں حیدر

اختتام :-

سب میں جو آپ کے ہر دل و چہرہ معور اس کو راضی ہیں نبی اور وہ اللہ غفور
بہلی ہر ہزار کھئے نہ جگوں رنجور ! آپ کے گھر کا یہ عادل ہر جہاں میں شہور
اوس کے بر لاو تمام دل کے تمام اراں حیدر (ب)

۵۔ مسدس :- بند ہیں۔ ہر بند کا تیرا شعر ایک ہی ہے۔

خدا کے سجدے میں سر کو اپنے مجھو ہر دم رکھا کروں گا
وہ نعمت احمد کو لوح دل پر بہ کلمہ اپنا لکھا کروں گا

میں نام حیدر مثال سیرہ بصدق دل سے چپا کروں گا

فدائے خیر انسان و جنس ہمیشہ دل کو کیا کروں گا

بہ جب آل نبی میں دل کو سنبی اپنے ضیا کروں گا

باسم ہدی امام آخریہ نقد جان کو خدا کروں گا

اختتام :-

بفضل مولانا ح یلکس گیا جو ہم نے نگار عادل

امام ہدی ہیں تیرے اب تو وہ جلا حاجت برادر عادل

تجھے مدد ہیں امام بار اہمیشہ میل و نہار عادل

عدو میں خستہ و دوست حرم خطف و لال سوار عادل

بہ جب آل نبی میں اپنے سنبی دل کو ضیا کروں گا

باسم ہدی امام آخریہ نقد جان کو خدا کروں گا

۶۔ محسوس :- بند ہیں۔

آغاز :-

جلوہ دین نبی تا بہ حشر باقی ہے معجزہ اوس کا عیاں شوق ترقی باقی ہے
شام گر ہو چکے تجھ پر تو سحر باقی ہے عالم طبع ہوا انگے قہر باقی ہے
کن تو وہ کہہ چکا پر حرف دگر باقی ہے

اختتام :-

لطف فراہم تیرے حال پہ ہوا عادل خون محشر کا نہیں تجھ کو ہے اسلام عادل
ہے گام سیدان میں جو عودید ناجعلا عادل نفس سرکش کو زبس مار کے ڈالا عادل
ملک اشجی میں ترانہ نشر باقی ہے

ترقیمہ :-

”تمام شد۔ عنایت جنگ ۸۱۳۴۔ حیدر آباد“

یہ نثر نواب صاحب ہی کا طبع ہے۔ تمام شد کا تلب نے لکھا ہے
اور اس کے آگے نواب عنایت جنگ بہاد نے اپنے دستخط
ثبت کیئے ہیں۔

یہ سلسلہ ورق ۱۱۵ پر ختم ہو جاتا ہے۔
آغاز:-

مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ ہجراں کا
طلوع صبح محشر پاک ہے میرے گریباں کا
کسی خورشید رو کو جذب دل نے آج کھینچا ہے
کہ نور صبح صادق ہے فہار اپنے بیاباں کا (ورق ۸۲)
اختتام:-

سیر گلشنِ منت سمجھ گلگشت اے نازک حلاج
باغ و بہتاں اور ہے گنج شہیداں اور ہے
فرق ہے شاہ و گد امیں قولِ ناسخ ہے یہی
خیرِ قابیں اور ہے شیرِ نیساں اور ہے
کوئی ترقیمہ نہیں ہے۔ اس کے بعد جو متفرق ابیات فارسی
وارد درج ہیں وہ اس فارسی شعر پر ختم ہوئی ہیں۔
پیمو بسوزن کسے در عاشقی مردانہ نیست
سو غنم بر ضلعِ مردہ کار ہر پردانہ نیست
یہ نسخہ محبوب علی خاں صاحب کا علیہ ہے جو ۲۰ دے لاکھ
کو ادا دے میں داخل ہوا۔

(۱۹۲) دیوان دوم ناسخ [۱۴۲]

اوراق ۸۲ - سطور ۱۴

تقطیع ۹ x ۶ - خط نستعلیق - حاشیہ سرخی میں۔
مصنف - شیخ امام بخش ناسخ - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۹
کتابت اواخر تیرہویں صدی ہجری۔
یہ ناسخ (متوفی ۱۲۵۴) کا دوسرا دیوان ہے۔ ان کا
پہلا دیوان بھی اسی جلد میں محفوظ ہے۔ (دیکھو مخطوطہ ۱۹۱)۔

(۱۹۱) دیوان اول ناسخ [۱۴۱]

اوراق ۸۶ - سطور ۱۴

تقطیع ۹ x ۶ - خط نستعلیق شکستہ۔
مصنف - شیخ امام بخش ناسخ - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵
کتابت - اواخر تیرہویں صدی ہجری۔

شیخ امام بخش ناسخ (۱۲۵۴ تا ۱۲۵۴) لکھنؤ کے شاہیر
شعرا سے ہیں۔ اور دراصل اپنی کی کوششوں اور استادانہ شہرت
نے لکھنؤ کے ایک علمدہ دبستان کی بنا ڈالی۔ انہوں نے معانی و
مطالعہ سے زیادہ زبان اور محاورے پر زور دیا۔
اس زیر نظر مخطوطے میں تقریباً سات سو چالیس اشعار ہیں۔
اور یہ ناسخ کے دیوان دوم (دیکھو مخطوطہ ۱۹۲) کے بعد ایک ہی
جلد میں (ورق ۸۲ سے) درج ہے۔ دیوان دوم خاص اہتمام
کے ساتھ خوش خط نقل ہوا ہے۔ لیکن یہ دیوان کسی معمولی اور
کم سودا کاتب نے نقل کیا ہے جس کا خط خراب اور اظا غلط ہے۔
ساتھ ہی مسلسل اور مکمل دیوان اول کی نقل بھی نہیں معلوم
ہوتی بلکہ غالباً انتخاب ہے جس میں کاتب نے ترتیب ردیف کا بھی
خیال نہیں رکھا۔ چنانچہ ابتدا میں ۱۰ صفحات مسلسل الف کی
غزلیں لکھ کر ردیف شروع کر دی گئی ہے۔ ردیف الف
اس شعر پر ختم کی ہے:-

بن گیا خمیازہ ناسخ خندہ جام شراب جب خیال آیا کسی کی زگرہ غمور کا
اس کے بعد ر کی ردیف کی ایک غزل لکھ کر مختلف ردیفوں
میں بے ترتیب غزلیں لکھنی شروع کر دی ہیں۔ درمیان میں
کہیں کہیں ربا عیاں بھی درج ہیں۔ یہ سلسلہ ورق ۱۰۹ اب
پر ختم ہوتا ہے۔ اس کے بعد مختلف شعرا مثلاً صوفی سرمد، سودا
ناسخ وغیرہ کے فارسی، اردو اور ہندی کلام کے انتخابات لکھے ہیں۔

آج تک دکن میں کوئی ایسی مستجمع الصفات ہستی نہیں پیدا ہوئی جس میں شہر و سخن، تعصیف و تالیف، علم و فضل، تصوف و تقویٰ اور اثر و اقتدار ایک ساتھ جمع ہو گئے ہوں۔

فیض نے کئی دیوان لکھے اور ان میں سے بعض شائع بھی ہو چکے ہیں لیکن زیر نظر نسخہ ان کے اوائل عمر کے کلام کا مجموعہ ہے جو شائع نہیں ہوا۔ البتہ اس میں کی بعض غزلیں خود شاعر نے اپنے بعد کے دیوانوں میں شامل کر لی تھیں۔ دلف بے کی ایک غزل میں ایک جگہ شاعر لکھتا ہے۔

ہے شمار سال عمر اپنا برس بائیس میں
ہو سکا اب تک نہ ہم سے کچھ سرائی شباب

اس مجموعے کی تکمیل کی تاریخ خود فیض نے سرورق پر اس طرح لکھی ہے۔

ع چشمہ فیض اس کی ہے تاریخ
یہ نسخہ اس لئے ہے نہ اہم ہے کہ خد فیض کے ہاتھ کا لکھا
ہوا ہے اور اس میں جگہ جگہ حاشیہ پر شاعر نے بعض اشعار اور ان الفاظ میں تبدیلی اور اصلاح کی ہے۔ اس نسخے میں دو ہزار سات سو سے زیادہ اشعار شامل ہیں۔

فیض کے تفصیلی حالات مرقع سخن جلد اول صفحہ ۱۲۶ تا ۱۳۳ پر شائع ہو چکے ہیں۔ اور راقم الحروف نے ان کے کلام کا جو انتخاب ”فیض سخن“ ۱۳۵۶ء میں مرتب کر کے شائع کیا ہے اس کے مقدمہ میں بھی ان کے حالات مزید تحقیق اور جستجو سے شامل کئے ہیں۔ اور زیر نظر دیوان سے بھی اس مجموعہ ”فیض سخن“ کے لئے اشعار منتخب کئے ہیں۔

فیض کی دوسری فارسی وارد و کتابوں کے قلمی نسخے بھی ادارے میں محفوظ ہیں جن کا ذکر اپنی اپنی جگہ پر درج ہوگا۔

اس میں تقریباً دو ہزار دو سو پچاس اشعار ہیں۔ خوش خط اور سلسل لکھا گیا ہے۔ دیوان اول کی طرح بے ترتیب نہیں ہے۔ لیکن یہ دیوان بھی مکمل نہیں ہے بلکہ ردیف ن پر ختم ہوتا ہے۔

آغاز:-

خوب موزوں ہم سے وصف قد بالا ہو گیا
سالم بالانک اپنا بول بالا ہو گیا
باعث گریہ ہوئی فرقت میں تجھ کوئے کشتی
ساقیا اشکیں سے مے کا استغنا ہو گیا

اختتام:-
دل دھڑاتا ہے کوہِ دلدار کی طرف! جیسے نہیں ہے طاقتِ رفتارِ پاؤں
دہانہ کہتے جو ہاتھ میں رکھتے ہیں پلہم ناسخ جیسے اب کے عرصہ غارِ پاؤں
اس کے بعد ہی دیوان اول شروع کر دیا گیا ہے۔
یہ نسخہ محبوب علی خاں صاحب کا عطیہ ہے جو ۲۰ دے ۱۳۵۸ سن
کو ادارے میں داخل ہوا۔

(۱۹۳) چشمہ فیض [۱۱۴]

ارباق ۸۵ - سلور ۱۶ -
تلفظ پ م x پ م x پ م x خط نستعلیق پاکیزہ -
عنوانات اور تخلص سرفی ہیں۔ قدرے کرم خوردہ -
مصنف میر تقی میر بن محمد فیض - سنہ تعصیف ۱۲۳۸ھ -
کاتب ۔ ۔ ۔ ۔ سنہ کتابت ۱۲۳۸ تا ۱۲۸۳ھ -
حافظ میر تقی میر بن محمد فیض (۱۱۹۵ تا ۱۲۸۳ھ) آج سے
ٹھیک سو سال قبل حیدرآباد کے ملک اشعرا اور استاد گل سمجھے جاتے
تھے۔ یہ ایک اعلیٰ پایہ شاعر اور استاد سخن ہونے کے علاوہ بڑے
مصنف عالم و فاضل اور صوفی بزرگ بھی تھے۔ ان کے بعد سے

فیض کے ایک جانشین مشرف جنگ فیاض کے فرزند اور
دوسرے جانشین میر احمد علی عفر کے شاگرد ہیں۔

(۱۹۴) فیض جاری (۱۳۵)

ادان ۲۶ - سلور ۱۴ -

تقطیع ۱۲۸ - خط نستعلیق پاکیزہ -

مصنف حافظ شمس الدین محمد فیض سنہ تصنیف ۱۲۵۶ھ

کاتب محمد نقی - سنہ کتابت ۱۲۶۷ھ

یہ سات سو چوڑائی ابیات کی ایک ثنوی ہے جو ادواردی

اور اشرف باری کے طرز پر بطور عربی فارسی دارد و لغت

۱۲۵۶ھ میں لکھی گئی ہے۔ اور یہ نسخہ مصنف کی زندگی

ہی میں نقل کیا گیا ہے اس لئے اہمیت رکھتا ہے۔ فیض کے

ایک دیوان (چشمہ فیض کا مخطوطہ بھی ادارے میں محفوظ ہے

اور اس کا تذکرہ مخطوطہ نمبر ۱۹۳ میں ابھی گزر چکا ہے۔

یہ رسالہ فیض جاری غالباً نواب شمس الامرا کے در

کے طلبہ کے لئے قلمبند کیا گیا تھا چنانچہ نواب صاحب موصوف

کے سنگی چھاپہ خانے میں ۱۲۵۸ھ متقطیع پر شائع بھی

ہو چکا ہے۔ اس میں ۷۷ صفحات ہیں اور اس کے سرورق پر لکھا ہے کہ۔

رسالہ فیض جاری میرزا نواب فلک جناب جنگاں عالی حضرت آصفیہ

نظام الملک نظام الدولہ فتح جنگ میر فرخندہ علی خاں بہادر

ظہر سالہ کے شہر فرخندہ بنیاد حیدر آباد میں واسطے تعلیم طلبہ کے

سرکار شمس الامرا بہادر امیر کیر کے سنگی چھاپہ خانے کے ۱۲۵۶ھ

سنہ ہجری میں چھپا۔

راشم الحروف اپنے انتخاب ”فیض سخن“ میں اس کتاب

”فیض جاری“ سے ۹۷ ابیات بطور نمونہ شامل کی تھیں۔

اس کتاب میں مصنف نے اپنا نام بڑی خوبی سے ظاہر کیا ہے

آغاز :-

کیوں نہ ہر مصرع ہو اپنا ماہ نو کی شان کا

بیت ابروئے بناں مطلع ہے اس دیوان کا

شکوہ کس منہ سے کروں اس نیر کے پیکان کا

ہے دیان زخم میں کیا خوب بیڑیاں کا

اختتام :-

یاد کیا ہے خاک قصہ کو کہن کو مشق کا

یار شیریں کا فسانہ کوئی ہم سے یکہ جائے

سر پہ سو سوز تم تیغ ابرو سے سفاک جھیل

خون میں ہر دم ہنا کوئی ہم سے یکہ جائے

کوئی ترفیہ نہیں ہے بلکہ یہ غزل نامکمل رہ گئی ہے مکن ہے فیض

اس کو بعد میں مکمل کر دینا چاہتے ہوں اس لئے جگہ چھوڑ دی ہے

البتہ سرورق پر جہاں کتاب کا تاریخی نام درج کیا ہے اس کے

برابر مصنف کی ایک مستطیل خوش نما مہر ثبت ہے جس میں شاعر

نے اپنا نام اس مصرعہ سے واضح کیا ہے۔

”ہست حافظ شمس الدین فیض ۱۲۴۵ھ“

اس کے نیچے خود فیض نے اپنے قلم سے اپنے فرزند عماد الدین

کی صحت یابی کا ایک قطعہ تاریخ فارسی اور ایک قطعہ تاریخ

اردو لکھا ہے۔ یہ ان کے آخری کلام میں سے ہے کیونکہ اسی سال

انہوں نے وفات پائی۔ اردو قطعہ تاریخ یہ ہے۔

وہ عماد الدین محمد جو کہ ہیں بابا میاں

دُلوں کے رنج و ایذا سے ادھیں صدمہ ہوئی

سال صحت فیض صاحب سے فراتے تھے کل

میرے نورالعین نے پاکی ہے صحت آج ہی

یہ نسخہ نواب عزیز یار جنگ بہادر کا عطیہ ہے جو جنوری ۱۲۸۳ھ

میں ادارے کے کتب خانہ میں داخل ہوا۔ نواب صاحب موصوف

(۱۹۵) دیوانِ عصر [۱۰۰]

تفصیل: $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2} = \frac{1}{4}$ خط تطبیق شکستہ آئیز۔
مصنف: میرزا محمد علی قزوینی: تصنیف قبل ۱۳۱۳ھ۔

یہ دکن کے ایک مشہور شاعر اور فیضی کے شاگرد میراج علی غفر
تھیں (۱۹۵۷ء تا ۱۹۸۲ء) کی صرف رباعیات کا دیوان ہے جو خود
اپنی کامسودہ ہے۔ اس لئے بے مداحی ہے۔ اس میں غزلوں
کے دیوان کی طرح رباعیوں کو ردیف وار مرتب کیا گیا ہے
اور ہر ردیف کے بعد کئی کئی صفحات بعد کے اضافے کے لئے خالی
پہچوڑ دے گئے ہیں۔ جن صفحات پر لکھا گیا ہے صرف ان کی
تعداد ۲۸۸ ہے۔

مولوی اسید محمد صاحب ایم اے عصر کے عزیزوں میں ہیں
ادارہ کے یہاں بھی عصر کی ملوکہ بعض کتابیں محفوظ ہیں -
ادارے کے کتب خانہ میں انشاء کا جو دیوان ہے وہ بھی
عصر کا مکتوبہ ہے (دیکھو فہرست نفا نسخہ نمبر ۸۵) -

ہے دو حافظ جسے ہو قرآن یاد
 شہر ہنگامہ ہے فقاں فراہ
 کہہ بنی فاطمہ کو سید میر
 ہے مریت کا ترجمہ تعمیر
 شمس ہے آفتاب دین اسلام
 ایک معنی رکھیں درد و سلام
 فیض الہام ہے ضیا ہے نور
 ہے جو تنور جان اس کو تنور
 کتب کا نام اس بیت میں لکھا ہے :-

نبیض جاری رکھا ہے اس کا نام تاہوں سیراب اس سے تشنہ نام
تاریخ قنیف ثنوی کی آخری بیت سے ظاہر ہوگی جو اختتامی
ابیات کے سلسلہ میں نیچے درج ہے ۔

آغاز:—

ہے جو اللہ جان اس کو قید ہے ملک تیرے ساتھ الگ ہے مہدی
 نیت ہے خود ہستی بود ! عبد بندہ الہ ہے معبود
 اختتام :-

فیض جاری ہو اتر جب ! تب کہا سب نے ہے نصیب عجب
 اس کی تاریخ مجھ کو یوں بھائی فیض کا یہ رسالہ ہے بھائی
 ۱۲۵۶
 ترجمہ :-

”رسالہ فیض جاری تعینف کیا ہوا مولوی حافظ میرٹھس الدین محمد
المتخلص فیض کا پڑھنے والوں کی تربیت کے واسطے مولف
حد نام مولوی شمس الدین محمد کے چھ سو اسی^{۶۹} بیت پر
مولے دو بیت تاریخ سنہ ۱۲۵۶^{۱۲} سو چھپیں پوری میں
مرتب ہوا۔

تمام نثر ایں رسالہ در سن یک ہزار و دوصد و
 شصت و ہفت ہجری بید محمد نقی غفر اللہ لہ ووالہیہ۔
 ترقیہ کے برابر دو مستطیل ہریں ”سید جعفر حسینی بادشاہ قادی“
 اور ”جعفر علی شاہ قادی“ ثبت ہیں۔

مزا ج، سید محمد حسینی بادشاہ، مشرف جنگ، فیاض، نواب خانان،
مادم جنگ، ڈاکٹر عبداللہ خاں، حکیم غلام احمد وغیرہ کی تعریف و
توصیف لکھی ہے۔ خاص کر اپنے استاد حافظ شمس الدین محمد
(دیکھو فہرست ہذا نسخہ نمبر ۱۹۲ و ۱۹۴) کی تعریف و توصیف
میں بیسیوں رباعیاں لکھی ہیں۔

اس دیوان میں چند رباعیات فارسی بھی شامل ہیں۔
رباعیات کے اختتام پر حسب ذیل معاصرین و تلامذہ عصر
کے اردو و فارسی قطعات و رباعیات تاریخی بھی درج ہیں۔
آصف یاد الملک و وزیر۔ مشرف جنگ فیاض۔ مرزباز
(عزیز یاد جنگ) کریم، شتور، سیف، عزیز (مرزا عزیز بیگ)
نظام الدین احمد نظام۔ ساجد (عبدالرحمن خاں) نحل
(شاہ فیض اللہ سبزواری) اسد (میر مصطفیٰ علی) نام (خواجہ سمیع اللہ)
کریم (مرزا رسول بیگ)۔ قیس (خواجہ بدیع اللہ)۔
ان سب قطعات وغیرہ سے ۱۳۱۳ھ برآمد ہوتا ہے۔ جس سے
معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیوان عصر کی وفات سے ۹ سال قبل طبع
کے لئے تیار کیا جا رہا تھا۔ گرافوس ہے کہ ان کے شاگردوں
شرق اور فیاض کے ارادہ کے باوجود نہ چھپ سکا۔

آغاز:-

اے عصر بھلا رقم ہو کیا وصف خدا کو زے میں سائے کس طرح سے دیا
دم مار کے کوئی یہاں کیا مقدور فرمائے رسول جب کہ لا احصی شتا
اختتام:-

شیر کا غم نبات کی ہے چھٹی ہمہ بخش ہر وصات کی ہے چھٹی (م)
واللہ باللہ دہت اولاد رسول اے عمر مری برات کی ہے چھٹی (صفحہ ۲۷۹)
چونکہ اس کتب کے آخر کا حصہ قطعات تاریخی بنائے
خود ایک رسالہ ہے اور معاصرین عصر کا یہ کلام بھی غیر مطلوب
ہے اس لئے اس کے بھی ابتدائی و آخری اشعار درج ذیل ہیں:-

اسد، سیف، نظام، ساجد، نحل، قیس، کریم، مشرف وغیرہ مشہور ہیں۔
ان کے نعتیہ کلام کا مجموعہ ان کے مؤرخ الذکر شاگرد حاجی سید شاہ روشن علی
شون قادری شطاری نے اپنے مطبع مصنفہ اہلی راجپور میں
چھپوایا تھا۔ اس میں دیوان رباعیات بھی انہی کی فرمائش
پر عصر مرتب کر رہے تھے۔ چنانچہ ایک رباعی میں لکھتے ہیں:-
بہ پاس خاطر شتور ہم کہ میاں لکھا ہم نے رباعیوں کا دیوان
تھا وہ کہے نزانہ چارہیتی کا خیال آزادوں کو کہئے اتنی فرصت ہو کہا
ایک اور رباعی میں اپنے اس شاگرد کا ذکر اس طرح کیا ہے:-
روشن علی شرف نفس اے عصر آباد رہے مراد کا اوس کی قصر
دیوان کی ترتیب میں مصروف ہے بس اب ہم بھی رباعیاں کو کرتے ہیں عصر
اس مجموعہ میں جگہ ۱۲۸۶ رباعیات ہیں جن کی ردیف دار تفصیل

۱۔ ۱۲۷	ب۔ ۲۶	ج۔ ۵	ت۔ ۵۴
۲۔ ۱۱	ث۔ ۳	ج۔ ۱۰	چ۔ ۱
۳۔ ۳	خ۔ ۶	د۔ ۲۶	ڈ۔ ۲
۴۔ ۱	ر۔ ۱۲۳	ڑ۔ ۷	ز۔ ۱۴
۵۔ ۱۳	ش۔ ۶	ص۔ ۲	ض۔ ۵
۶۔ ۲	ظ۔ ۴	ع۔ ۱	غ۔ ۶
۷۔ ۶	ق۔ ۱۰	ک۔ ۴	گ۔ ۱۶
۸۔ ۵۶	م۔ ۷۰	ن۔ ۳۱۲	و۔ ۲۴
۹۔ ۲۰	ی۔ ۲۶۰		

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رباعیوں کی سب سے زیادہ
نعدادن، ی، و اور ر کی ردیفوں میں ہے۔

ان رباعیوں کے موضوع زیادہ تر اخلاقی ہیں۔ بزرگان
دین اور شاہ وقت (میر محبوب علی خاں) آصف جاہ سادس
کی عریہ رباعیوں کے علاوہ اپنے اکثر ہم عصروں اور تلامذہ
مثلاً آصف یاد الملک و وزیر علی پاشا و وزیر، حکیم مظفر الدین خاں

آغاز:۔

آغاز کیا تھا چنانچہ پسند اور ان مطبوعہ ملاحظہ کے لئے
گزرنا ہوں۔ مگر کاتب کے عدم دستیابی کے سبب سے
ملوث رہا۔

دیہ بھی بعض کرتا ہوں کہ یہ مجموعہ مکمل ہے۔
ایک دوسرا مجموعہ مکمل جس میں کامل رباعیات حضرت
کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں کتابوں کی الماریوں میں ہے
مجھ کو خوب معلوم ہے۔ چنانچہ خود دیکھ چکا ہوں۔

انہی عرض یہ ہے کہ اگر یہ مجموعہ وہاں طبع
ہو جاوے تو ایک جلد مرحمت فرمنا۔ مرقوم ۵ اشوال
۳۲۳ مقام راجپور

کترین روشن علی شرفؔ

اس دیوان کے ابتدائی ورق پر عقر نے ایک غزل

(۱۰ شاعر) بھی لکھی ہے جس کا مطلع و مقطع یہ ہے:۔

مطلع۔ دہل میں دوستوں کے پہرے میں چاہا والوں کو دیکھ گہرے میں
مقطع۔ مے اگر ہے حرام ہو اے عفر کس کی مستے میں یا دہرے میں

(۱۹۶) دیوان اول مزاج (۱۷۱)

اوراق ۱۲۶۔ سطور ۱۲۰

تقطیع $\frac{1}{2} \times 12$ ۔ خط نستعلیق شکستہ۔

مصنف۔ حکیم مظفر الدین خاں مزاج۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۶۱ھ

کاتب۔ غالباً مصنف۔ سنہ کتابت قبل ۱۲۹۱ھ

حکیم محمد مظفر الدین خاں مزاج (۱۲۳۱ھ۔ ۱۳۱۵ھ) استاد کل

میر شمس الدین محمد فیض (دیکھو فہرست تذکرہ محظوظات ۱۹۵ تا ۱۹۵)

کے نہایت پُرگو اور مرثیہ الحال شاگرد تھے۔ چنانچہ شاگردی میں خاں

شمس الامرا کے خاندانی طبیب تھے۔ چنانچہ ان کے فرزند

عالی جاہ نواب میر وزیر علی خاں آصفیہ اور الملک بہادر تنہا
دبیر دامتہ رئیس دکن دام اقبال۔

نظم کروہ رباعیات عجیبہ عفر علامہ شہرہ آفاق
سال ترتیب آن نوشت وزیر دل کین گائیکان بحر وفان

اختتام:۔

کرم زرا رسول بیگ صاحب منشی دفتر خزانہ حضور پُر نور دام اقبال

کرد دیوان ترانہ موزوں حضرت عفر ہر فن ممتاز

سال تالیف کرم عرض نمود دفتر دانش دانانہ راز

اس رباعی پر یہ دیوان ختم ہو جاتا ہے۔ کوئی ترتیب نہیں ہے

لیکن اس کے ابتدائی ورق پر عقر کے شاگرد شرف نے جو خط

نواب مشرف جنگ فیاض کو لکھا تھا اس کی نقل درج ذیل ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شرف نے یہ دیوان عقر کی زندگی ہی

میں برائے طبع ان سے حاصل کر لیا تھا لیکن جب چھپوانے کے

توان کی وفات کے بعد مشرف جنگ فیاض نے اس کو اپنے

یہاں منگوا لیا تھا اور اس کے بعد یہ اپنی کے کتب خانہ

میں محفوظ رکھا گیا۔ چنانچہ ان کے فرزند نواب عزیز یا جنگ بہادر

عزیز نے اس کو ادارے کے کتب خانہ میں بطور عطیہ داخل

کیا۔ شرف کا خط یہ ہے:۔

”بہالی خدمت جناب محلہ القاب محمد فیاض الدین خاں صاحب

الغالب نواب مشرف جنگ دام فیضہ۔

بعد آداب نیلمات کے عرض خدمت شریف ہے کہ

کارڈ مرسلہ گرامی شرف صدور پا کر سر فراز کیا مجموعہ رباعیات

حضرت اوتادنا عقر صاحب مرحوم و مغفور بیعت کرنی

مید عباس صاحب قادی مرسل خدمت ہے۔

سابق رباعیات موصوفہ کو کترین نے طبع کروانا

ردیف الف شروع ہوتی ہے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے ۔

”ردیف الف از دیوان اول“

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مزاج کا پہلا دیوان ہے ۔
اس میں ردیفوں کے آخر میں اضافہ کے لئے متعدد سادہ
اوراق بھی چھوڑ دیئے گئے جن میں سے بعض پر اضافہ کیا گیا ہے
اور بعض سادہ ہی رہ گئے ۔ اسی جلد میں مزاج کے اہل دو
دیوان بھی ہیں جن میں سے تیسرے دیوان کی تاریخ کتابت

۲ رجب ۱۲۹۹ھ درج ہے جس کے لحاظ سے یہ دیوان تو بہت
پہلے ہی نقل کیا گیا ہوگا ۔ اس وقت مزاج کی عمر ۶۰ سال کی
تھی اور اگر (جیسا کہ مرتع سخن میں بتایا گیا ہے) انہوں نے پندرہ
بیس سال کی عمر سے شعر کہنا شروع کیا تھا تو یہ دیوان اول ۱۲۸۲ھ
سے قبل کا کلام قرار پاتا ہے ۔

آغاز :-

جو کچھ کہا ہے روح و قلم نے بجا کہا معبود لا شریک لہ ربنا کہا
صد شکر تو نے دیں ہیں آنکھیں جاننا تیری فدائی دیکھ کے تجھ کو خدا کہا
اختتام :-

تاریخ سے ہو جاؤں شہید کی تیاری شہدا کی میں نے
دل کسی جا نہ لگا اپنا مزاج دل میں جب یار کے جا کی میں نے
یہ نسخہ نواب عزیز یار جنگ بہادر کا عطیہ ہے

نواب مرخو فیہ جاہ ان کے بڑے قدردان تھے اور اسی پایگاہ
سے مزاج کو منصب ملا تھا ۔

مزاج طیب مذاق کی حیثیت سے بہت مشہور تھے اور
ان کے علاج اکثر پیشتر کامیاب رہتے تھے ۔ انہوں نے
شاعری میں بھی طب کے برابر شہرت حاصل کی تھی ۔ اور
چار دیوان مرتب کئے تھے جن میں سے ابتدائی تین دیوان
ادارے میں محفوظ ہیں ۔

ان کا ایک دیوان تین سو صفحات پر چھپ بھی چکا تھا
مگر افسوس ہے کہ شائع نہ ہو سکا ۔ اس کے مطبوعہ اوراق
ان کے ایک عزیز نواب عزیز یار جنگ بہادر کے یہاں راقم الحوذ
کی نظر سے گزرے تھے ۔

مزاج کے صرف ایک فرزند میکم محمد منور الدین خاں علاج
تھے جنہوں نے اپنے والد ہی کی زندگی میں عنوان شباب
میں (مزاج کی وفات سے صرف ایک سال قبل) وفات پائی
اور اپنے بوڑھے باپ کی بقیہ ایک سالہ زندگی کو مایہ رنج
والم بن گئے ۔ علاج سے صرف ایک دختر یادگار تھیں جن کی
اولاد موجود ہے ۔ مگر مزاج نے بالکل ٹھیک لکھا ہے کہ بے
پڑھ کے اشعار مرے یاد کرے گی دنیا
بس رہے گا یہ مرا نام و نشان میرے بعد

مزاج کے حالات اور نمونہ کلام (درتبہ اکبر الدین صدیقی صاحب
ایم اے) تذکرہ مرتع سخن جلد دوم کے صفحات ۱۰۱ تا ۱۰۶ پر
ادارہ ادبیات اردو نے شائع کر دیئے ہیں ۔ اس لئے ذیل میں
ان کے صرف اس دیوان اول کا تذکرہ درج کیا جاتا ہے ۔
اس دیوان میں تقریباً ساڑھے تین ہزار اشعار ہیں ۔ یہ
غالباً مصنف ہی کا بیضہ ہے اور اس میں جگہ جگہ مصنف نے اپنے
قلم سے الفاظ اور مصرعوں میں اصلاح کی ہے جس ورق سے

انتقام:-

جب سے خط ان کے لب پر آیا ہے
خط کسی کو لکھا نہیں کرتے
مزد عشق سے جو واقف ہیں
در دکی وہ دوا نہیں کرتے
یہ دیوان نواب عزیز یار جنگ بہادر عتیق کا عتیق ہے۔

(۱۹۸) دیوان سوم مزاج [کب]

ادراق - ۸۰ - سطور - ۱۸ -
تقطیع - ۸ × ۱۲ - خط نستعلیق پاکیزہ -
مصنف - حکیم محمد مظفر الدین خاں مزاج - سنہ تصنیف قبل ۱۲۹۱ھ
کاتب - غالباً مصنف - سنہ کتابت ۱۲۹۱ھ -
یہ مزاج (سلسلہ تا سلسلہ) کا تیسرا دیوان ہے۔ ان کے
پہلے دو دیوانوں کا ذکر مخطوطات ۱۹۶ و ۱۹۷ میں گزر چکا ہے۔
یہ دیوان مکمل ہے۔ اور اس میں تقریباً چار ہزار اشعار ہیں۔
مزاج کے کل چار دیوان تھے (دیکھو مرقع سخن جلد دوم
صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۶)۔ لیکن چوتھا دیوان ادارے میں موجود نہیں ہے
اور نہ یہ معلوم ہو سکا کہ اب وہ کہیں محفوظ بھی ہے یا نہیں۔
یہ سلسلہ ۱۲۹۱ھ سے قبل کا کلام ہے اور اس کے بعد مزاج ۲۷
سال اور زندہ رہے۔ اس عرصہ میں ایک اور دیوان
ضرد مرتب کیا ہوگا۔ اور غالباً وہی دیوان چھاپا بھی گیا تھا
جو شائع نہ ہو سکا۔ بلکہ اس کے مطبوعہ اوراق نواب
عزیز یار جنگ بہادر عتیق کے یہاں موجود ہیں اور راقم کی
نظر سے گزرے ہیں۔

ادارے میں ان کے جو تین دیوان ہیں ان میں صرف

(۱۹۷) دیوان دوم مزاج [کب]

ادراق - ۶۹ - سطور - ۱۸ -
تقطیع - ۸ × ۱۲ - خط نستعلیق پاکیزہ -
مصنف - حکیم محمد مظفر الدین خاں مزاج - سنہ تصنیف قبل ۱۲۹۱ھ
کاتب - غالباً مصنف - سنہ کتابت قبل ۱۲۹۱ھ -
مصنف کے لئے دیکھو دیوان اول مزاج مخطوطہ نمبر ۱۹۶ -
یہ مزاج کا دوسرا دیوان ہے جس میں تقریباً ڈھائی ہزار
اشعار موجود ہیں۔ یہ دیوان ادارے کی جلد نمبر ۱۷ کے صفحات
۴۱۵ تا ۵۵۳ پر درج ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی اور آخری
ادراق غائب ہیں اس لئے معلوم نہ ہو سکا کہ اصل دیوان
کتنے بڑا تھا اور کب نقل کیا گیا ہے۔ چونکہ تیسرا دیوان درج شدہ
میں نقل کیا گیا تھا اس لئے ظاہر ہے کہ یہ اس سے قبل مرتب
اور نقل کیا گیا ہے۔ اس کا کاغذ اور خط دیوان اول کے
مقابلہ میں نہایت اعلیٰ ہے اور یہ زیادہ انتظام سے نقل کیا
گیا ہے۔ شاعر کا تخلص ہر جگہ سرخ روشنائی میں درج ہے۔
اور اس میں اضافہ کے لئے صفحات سادہ نہیں چھوڑے
گئے ہیں۔ البتہ بعض جگہ حاشیہ پر اشعار اور غزلوں کا
اضافہ کیا گیا ہے۔

آغاز:-

پھر راہ پہ لادے بتِ اعجاز منش کو
گر آہ میں اعجاز ہو موی کے عصا کا
بہر آئے جو آنکھ اور لب بند آہ رسا ہو
سامان حیاں خلق میں ہو ابرو ہوا کا

بس اس غزل پہ تیسرا دیوان تمام ہے
ترقیمہ: —

”بنوہ با تمام رسید بتاریخ دوم شہر رجب ۱۲۹۱ ہجری“
یہ دیوان نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز کا عہد ہے۔

(۱۹۹) قصہ البوشمہ [۶۱۱]

ادراق ۸ - سطور ۱۰۰ -

تقطیع $\frac{1}{4} \times 2 \times 4$ - خط نستعلیق معہلی۔

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۳۵ھ

کاتب: سید عبدالغفار۔ زمانہ کتابت قبل ۱۲۳۵ھ۔

یہ قصہ ۱۲۹۵ھ میں مثنوی کی شکل میں گوگندے کے
ایک شاعر امین نے قلمبند کیا تھا۔ اور اس کا ایک قلمی نسخہ
جو سریرنگ پٹن میں نقل کیا گیا تھا، ٹڈیا آنس کے کتب خانہ
میں محفوظ ہے۔ (فہرست بوم ہارٹ نمبر ۷۱)

مثنوی البوشمہ میں ۶۰۷ ابیات تھیں جن کا کچھ انتخاب
اور قصہ کا خلاصہ مولوی نعیر الدین صاحب ہاشمی نے کتاب
”یورپ میں دکنی محظوظات“ کے صفحات ۱۰۰ تا ۱۰۶ پر شائع
کیا ہے۔

زیر نظر محظوظہ قصیدے کا شکل میں ہے اور اس میں
جلد ۱۵۵ اشعار ہیں۔ مصنف نے اپنا نام کہیں بھی ظاہر نہیں
کیا اور نہ سنہ تصنیف ہی لکھا۔ زبان و اسلوب سے معلوم
ہوتا ہے کہ وہ تیرھویں صدی کا کوئی شاعر تھا جس نے
امین کی طویل مثنوی کا خلاصہ لکھا ہے۔ مضامین بالکل اسی
ترتیب سے لکھے ہیں جو مثنوی البوشمہ کی ہے۔ اس قصہ میں
بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک حسین و جمیل اور

غزلیں درج ہیں جن کے جملہ اشعار کی تعداد دس ہزار ہے۔ لیکن
غزلوں کے علاوہ مزاج نے رباعیاں اور قطعات وغیرہ بھی
لکھے تھے۔ چنانچہ ان کے ہم عصر شاعروں کے مجموعوں میں ان
کے قطعات تاریخی بھی نظر سے گزرتے ہیں۔ لیکن انہیں ہے کہ
ان کا کلام منتشر ہی رہا۔ اگر ان کے شاعر فرزند حکیم منور الدین کا
حلاج ان کے بعد زندہ رہتے تو شاید ان کا پورا کلیت مرتب
ہونے پاتا۔ یہ تین دیوان بھی اتفاقاً نواب عزیز یار جنگ بہادر
عزیز کی عنایت سے اور ۷۰ میں محفوظ ہو گئے ہیں۔ چونکہ مزاج
ایک اچھے شاعر تھے اس لئے ضرورت ہے کہ ان کے جملہ کلام
کا ایک عمدہ انتخاب تلاش و جستجو کے بعد مرتب کیا جائے۔
ایک ایسے انتخاب کے بعد یقیناً واضح ہو جائے گا کہ مزاج اردو
کے بلند پایہ شعرا میں سے تھے۔

اس دیوان کے حاشیہ پر بیسیوں غزلوں کا بعد میں اضافہ
کیا گیا ہے۔ اور یہ دیوان ہنگلی کلام اور اعلیٰ مضامین کی
وجہ سے پہلے دو دیوانوں میں ممتاز ہے۔

آغاز: —

مصرعہ دیوان ہے قد اس بت دلخواہ کا
جس کی ابرو میں ہے خم محراب بیت اللہ کا
ہے مجھے مطلوب جس خورشید صورت کا وصال
یہاں سے اوس کے شہر تک ہے راستہ یک ماہ کا

اختتام: —

تکمر اگر ستارہ ہے اوس جامہ زیب کا
رشک ہلال عید گریباں تمام ہے
سڑپ ہیں سڑ بزرگ گل نر درق درق
دیوان یہ کتاب گلستاں تمام ہے
(ایک مصرعہ کی جگہ غالی چھوڑ دی گئی ہے)

ترجمہ :- ”کتبہ حامی بندہ جبار سید عبدالغفار“
یہ کتاب حضرت قاضی صاحب کے کتب خانے کی ہے
اور انہی کی فرائض پر ان کے حقیقی بھانجے سید عبدالغفار نے
تسلسلہ کے قوی زمانہ میں نقل کی ہے اور اس کو راقم الحروف
نے ادارے میں بطور عطیہ داخل کیا ہے۔

(۲۰۰) روپ سنگار [۱۰۷]

ادراق ۱۹ سطور ۱۱۔

تقطیع ۸ x ۷۔ خط نستعلیق پاکیزہ۔

عنوانات سرخی میں۔

مصنف۔ محمد باقر آگاہ دیلوری۔ سنہ تصنیف ۱۲۱۵ھ۔

زمانہ کتابت۔ قبل ۱۲۹۹ھ۔

محمد باقر آگاہ دیلوری (۱۱۵۵ھ۔ ۱۲۲۲ھ) کی کئی

کتابیں (مثلاً عقائد نامہ، تحفۃ النساء، بہشت بہشت کے

آٹھوں رسائل، محبوب القلوب، ریاض الجنان، مراۃ آگاہ،

ادارے میں محفوظ ہیں اور ان کا ذکر اس فہرست کے

خطوط نمبر ۲۹ تا ۶۳ اور ۸۹ و ۹۰ میں گزر چکا ہے۔ اور

آگاہ کے تفصیلی حالات بھی انہی کے سلسلہ میں درج ہو چکے

ہیں۔ اس لئے یہاں صرف ”روپ سنگار“ کی تفصیلات

پیش کی جاتی ہیں۔

یہ ۳۷۰ ابیات کی ایک اردو مثنوی ہے جو مختلف فارسی

رسائل مثلاً ”محبت نامہ“ ”عروض سینی“ وغیرہ کے درمیان

ایک ہی جلد میں ادراق ۸۱ تا ۹۹ پر نقل کی گئی ہے۔

آگاہ نے کتاب کا نام اس بیت میں لکھا ہے۔

بنا جب حسن کا، لہذا ادوار رکھیں نام اس کا روپ سنگار

(دوق ۷۹ ب)

خوش کن فرزند ابوشمہ کو شراب پینے اور زنا کے جرم میں کوٹوں
کی سزا دی جس کے آٹھ ماہ وہ انتقال کر گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ شیو سلطان کے زمانہ میں ہوا
اور سریرنگ پٹن میں بہت مقبول تھا۔ چنانچہ انڈیا آفس
کا نسخہ وہیں نقل کیا گیا تھا۔

اور بعد کو اس قصہ کی اتنی مانگ ہوئی کہ زیر نظر خطوط
بنگلور میں شائع بھی کیا گئی جس کا حال اس نسخہ کے سرورق
پر اس طرح درج ہے۔

”مطلع احمد قلندر معکرم بنگلور میں ملج ہوا باہتمام بندہ

مدگاہ کریم ابراہیم بن نائب شیخ احمد قلندر عفی عنہ“

آغاز :-

وصف رب الحمد للہ بولتا ہوں ابتدا

شوق سوں اپنے دیکھو روشن کیا ہر دورا

نور سوں اپنے نبی نور شبی سوں دو بہاں

ساج شاہی دے کیا ہے جن کو ختم الانبیاء

اختتام :-

حور و قلمائیں سب کھڑے ہیں صف بعصف خدمت مئے

دیکھو غم کے مرانب کیوں ہے از فضل خدا

سن آتا کر ختم ضم (۱) فاتحہ پڑ دل سے

لاویں گے غم نے ہی سب دل کی تیرے دعا

اس کے بعد ایک نعتیہ غزل بھی اس خطوط میں درج ہے

جس کا مطلع و مطلع یہ ہے۔

مطلع۔ چکا جہاں میں جب مہ اقبال مصطفیٰ

۱۰ پہر ہو گیا پامال مصطفیٰ

مقطع۔ کافی ہے اپنے واسطے گر منکر و نیکر

دکھلائیں لاکے قبر میں قتال مصطفیٰ

تعریف زبان سنسکرت

زبانیں جو مروج ہیں بہ عالم کہ شہرت سے ہوئے ہیں وہ کرم
سے ہم بعض اور بعض کو دیکھے نگاہ غور سے سب کو پرکھے
ہیں کوئی ان میں ہندی کے مانند ہے جس کا نام سنسکرت اے خود مند
ہے دوست اس کی بے حد آگرمی فصاحت اور نفوذ سے ہے نامی
اس کے بعد عربی و سنسکرت کی شاہنہیں دکھائی ہیں کہ دونوں
میں جنہیں تین ہیں (یعنی مذکر، مؤنث، و جمع) اور واحد مثنیہ و

جمع کے مینے بھی دونوں میں موجود ہیں۔ اسی سلسلہ میں میر خرو
کی وہ ابیات نقل کی گئی ہیں جو انہوں نے سنسکرت کی تعریف
میں لکھی تھیں۔ یہ ابیات ان کی مثنوی ”نہ فلک“ سے منقول ہیں۔

ہندوستان اور سنسکرت کی تعریف کے بعد مصنف نے ان
خصوصیات کو تفصیل سے ظاہر کیا ہے جو سنسکرت کے ساتھ
منصوص ہیں۔ اور ہر خصوصیت ایک نئے عنوان سے شروع
کی ہے جس پر بجائے موضوع کا عنوان لکھنے کے صرف
”فائدہ“ لکھا ہے۔ ایسے فائدوں کے موضوعوں کی تفصیل
یہ ہے :-

- ۱۔ رس کی تعریف اور اس کی اقسام (۸۵) ۲۔ اسباب عشق (۸۶)
- ۳۔ مقولات عشق (۸۶) ۴۔ نایکا بھید (۸۷) ۵۔ آخری
سرخ کے تحت عورتوں کی تمام قسمیں بیان کی ہیں۔ اور ہر عورت
کے جذبات کی خصوصیات سنسکرت شاعروں نے جس طرح
قلبند کی ہیں ان کی وضاحت کے لئے آنگاہ نے خود ہی
دہرے اور کبت تصنیف کئے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک
کبت درج ذیل ہے جو دھیرا نالیکا کا ترجمان ہے۔

کبت از زبان دھیرا نالیکا

ہیں یہ کامل زحل طرح کا ہلال لب پزیرے پیارے
کیا ہے بل ہر تہہ دہن پر سیاہ بختی نے میری آ رہے

اس کے علاوہ آخر میں جو قطعہ تاریخ کتاب لکھا ہے
اس کے پہلے فقرے میں بھی یہی نام لکھا ہے۔ اس قطعے کا
بہلا اور آخری شعر یہ ہے :-

مطلع۔ ہے یہ روپ سنگار وہ ازسی کہ موہنہ اپنا دیکھے وہاں جن موشن
مطلع۔ میں جب سناں تیار چننا سروشا کہا میں عجب گل فشاں جن وحش
مثنوی کے ابتدائی حصہ میں بھی مصنف نے حسب ذیل بیت
میں سنہ تصنیف واضح کر دیا ہے :-

ہے اب ہجرت سے بار سو پہلے پنہ کہ بجز اس کا ہے جیسے کلویا
آنگاہ نے سبب تالیف میں اپنی ایک اور کتاب ”من دین“
مصنف سنہ ۱۲۸۵ کا ذکر اس بیت میں کیا ہے :-

دوہ ایما ز قراں کے ہیں بسیار میں کچھ بولاہوں من دین میں آید
(۸۲ ب)

”من دین“ کا تعلق نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے (دیکھو فہرست ہذا
نسخہ نمبر ۵۸)

اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا باقر آگاہ

عربی، فارسی اور اردو کے علاوہ سنسکرت اور برج بھاشا
کے بھی ماہر تھے۔ چنانچہ درمیان کتاب میں خود اپنے بعض
دوہے اور کبت درج کئے ہیں۔

یہ کتاب نالگہ بھید کے موضوع پر لکھی گئی ہے۔ سنسکرت
شاعری میں عورتوں کی جو قسمیں بیان کی گئی ہیں اور ان کے
جو مختلف جذبات واضح کئے گئے ہیں ان سے مصنف نے
اس کتاب میں تفصیل سے بحث کی ہے۔

اس مثنوی کے آغاز میں عربی زبان اور ادب کے کمالات
بیان کئے گئے ہیں اور اس کے بعد سنسکرت کی تعریف کی ہے۔
سنسکرت کے لئے مصنف نے ہندی کا لفظ اختیار کیا ہے۔
اس موضوع پر اس کی چند ابیات یہ ہیں :-

”مجی ڈاکٹر، رکی خدمت میں تمغہ۔ ہاشمی۔ میں نے اس کو دار
میں بطور علیہ داخل کر دیا ہے۔“

(۲۰۱) ثنوی علی (۳۵۱)

اور اق ۲ - طور ۱۷ -

تعلیق ۵ x ۹ - خط ثلث -

مصنف علی - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۱۵ھ -

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۱۵ھ -

علی تخلص کے تین اور شاعروں کی کتابوں، مناجات

[مخطوطہ نمبر ۱] پند دبند [مخطوطہ نمبر ۲] اور نامہ علی [مخطوطہ نمبر ۳]

کا تذکرہ اس فہرست میں پہلے گزر چکا ہے۔ مکن ہے کہ مخطوطات

نمبر ۲۲ کا مصنف زیر نظر ثنوی کا بھی مصنف ہو۔

یہ ایک ناقص الاول ثنوی ہے جس میں بحالت موجودہ

صرف (۳۱) بیات ہیں۔ اس کا موضوع تصوف ہے اور اس میں

ثابت کیا گیا ہے کہ عشق مجازی انسان کو عشق حقیقی تک

پہنچا دیتا ہے۔ کاتب کم سواد معلوم ہوتا ہے۔ اکثر الفاظ کا امل غلط

لکھا ہے۔ چنانچہ مجازی کو ہر جگہ ”مزازی“ لکھا ہے۔

یہ ثنوی دراصل کسی طویل قصہ کا آخری حصہ ہے اس میں

ایک درویش کی ایک شاہزادی کے ساتھ عاشقی بیان کی گئی ہے

جو دراصل عشق حقیقی کا بہانہ تھی۔ آخری اشعار میں شاعر خود

بھی ویسی ہی محبت کے لئے خدا سے دعا مانگتا ہے۔

آغاز:-

دوٹیاں شاہ ترکاں دیا آمار گیا غاس لشکر کیرا جنگ بار

ہو اجب جہاں روشن از افتاب سو اس وقت دو شاہ عالی جناب

نہیں ہوئے پہ گے شب کی لگتی سے لال ایسی نین تمہاری

وہ آری سے نگہ کے جو ہر ہوئے ہیں رنگیں خروہ بارے (۹۲)

کتاب کے آخر میں آگاہ نے اپنے ایک معاصر میر غلام علی

آزاد بلگرامی سے اختلاف کیا ہے اور ان کی غلطی بتائی ہے

آزاد نے ”سبحة المرجان“ میں لکھا تھا کہ اگرچہ عربوں نے بھی

عربوں کی قسمیں بیان کی ہیں لیکن وہ ہندیوں جیسی کثیر قسمیں

نہ بنا سکے۔ اس کے بعد آزاد کی پیش کی ہوئی تفصیل لکھی ہے۔

اور آخر میں اس کے جواب کے طور پر کہتے ہیں:-

لکھا ہے اس قدر ہی میر آزاد یہ تحریر اس کی ہے کی حیرت یگاہ

غلط ہے یہ بیاں بے شبہ واللہ تو صادق جان بے شک صرت آگاہ

پر اتفاق ہے ہندو عرب میں ہے تخصیص اون کے ضمنوں کے و شبہ

اس کے بعد اس موضوع کی اپنی طرف سے کچھ وضاحت کی ہے۔

یہ کتاب آگاہ نے بڑی محنت اور تحقیق سے لکھی ہے۔ اور

بلکہ جگہ بعض کتابوں کے حوالے دیے ہیں مثلاً

نہ نلک در سالہ عشقیہ و شہامتہ الکافوریہ فی وصف المعابد

الایلیوریہ از امیر خسرو غایتہ الاحسان از جلال الدین سیوطی وغیرہ۔

آغاز:-

پس از حمد خدا و نعت مختار سے اس مضمون کو گوش دل ہو یکبار

کہ ہے تازی زبان کی طرز تازی کرے ہے نیت نلک پر تر کتازی

اختتام:-

درودین بیچ ہرم اس پہ یارب اور اوس کے آل اور اصحاب پر رب

اور اوس کے تابعان خاص اوپر خصوص اوس پر جو محبوب اکبر

آخر میں کوئی ترقیہ نہیں ہے لیکن خدای کا تب کا ہے جس نے

آگاہ کی ایک اور کتاب ریاض الجنان لکھی تھی (دیکھو مخطوطہ نمبر ۱۶)

یہ نسخہ مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی نے راقم الحروف کو علیہ

دیا تھا اور اس کے سروقی پہ ان کے یہ دستخط ثبت ہیں:-

اختتام :-

خدا یا علی کوں تو دے صدق سوز عطا کرتوں اس وقت اوٹیک روز
ترے مدد تھے میا جو نکہ اور دیکہ دیا چو اپس کا تراخلو دیکہ !
ترقیمہ :-

”تمت ترمیم شد کار من نظام شد۔ الحقیر الفقیر شیخ عبد القادر“

یہ فتویٰ ایک منہج بیاض کے ابتدائی اوراق میں درج ہے۔ اس
بیاض میں کئی رسالے اور نظمیں شامل ہیں جن کا تذکرہ آئندہ
صفحات میں شریک ہے۔ یہ بیاض حمید اللہ حسینی صاحب کا طبع ہے۔

سب انبیاں ہو ر اویاں کر گئے ہیں دل میں آندو

پاویں دو جگ میں ہم شرف ہو ویں جو اس امت نے
اختتام :-

جنگلی جناح ہیں جتے لاگے نیا کے آچرن

توڑیا کھردل کا سہی لا صدق سر کے دل نے

نیکی عبادت تم کرو غافل نہ ہو ہشیار ہو

پینا پیلا لا موت کا دنیا جو ہے فانی نے

(۲۰۳) مناجات غفار [۳۵۳]

اوراق ۲ - سطور ۱۷

تقطیع ۵ × ۹ - خط ثلث -

مصنف - غفار - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ

قصیدے کے طور پر - ایک مصرع نظم ہے جس کے تقریباً

ہر شعر میں چار مفتی ٹکڑے لائے گئے ہیں اور ہر شعر کا آخری

حصہ وہی ہے جو پہلے شعر کے آخر میں آیا ہے - اس طرح

۲۰ شعر لکھے ہیں جن میں حضرت رسول اکرم سے ہدایت و نیک

کی التجا کی ہے - شاعر کا تخلص غفار ہے جس کا کوئی اور کلام

اب تک دستیاب نہیں ہوا ہے -

آغاز :-

ہمیشہ منجہ عامی کوں نبی جی آسرا تیرا

جہنم کے غلامی کوں نبی جی آسرا تیرا

قیامت کا کٹھن رہ ہے سوا و دن سہ پہل جی

گنہ منجہ سر پونگیں ہے نبی جی آسرا تیرا

(۲۰۲) قصہ ہرنی کا [۳۵۲]

اوراق ۲ - سطور ۱۶

تقطیع ۵ × ۹ - خط ثلث -

زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ

یہ ۱۹ اشعار کی ایک نظم ہے جو بطور قصیدہ لکھی گئی ہے -

لیکن اس میں شاعر نے (جس کا نام معلوم نہ ہو سکا) صرف

روایت کا خیال رکھا ہے قافیہ کی پروا نہیں کی -

اس نظم میں آنحضرت نبی کریم کا مشہور معجزہ قلمبند کیا گیا ہے

کہ کس طرح ایک ہرن جس کے آنحضرت ضامن ہوئے تھے،

وعدہ کے مطابق واپس آئی - مصنف کوئی صوفی شاعر ہیں -

اسی لئے شاعری کے معمولی لوازم کا بھی خیال نہیں رکھا ہے -

کاتب نے ہر مصرع کو دو ٹکڑے کر کے اس طرح لکھا ہے کہ

گویا بجائے ۱۹ کے ۳۸ شعر ہیں -

آغاز :-

پیدا کیا حق نے نبی ایسا نہ کوئی نبیوں نے

دیتا بڑائی ان کے تیں نبیاں سنی محشر نے

اختتام :-

جد ہوئے ثانی فی اللہ تب ہوئے باقی باللہ
کر ختم توں ہو آہب ہر نکتہ شہ غزل ہے
ترقیمہ :- ”تتم تمام شدہ کارن انعام شد العزیر الفقیر شیخ عبدالقادر“

ہیں امت تلامذہ ہیں غریب عاجز بچارے ہیں
تمیں صاحب ہمارے ہیں نبی جی آسرا تیرا
رکھیا عقد سریا کر محمد کے قدم اوپر

گنہ میرے سو بخشو کر نبی جی آسرا تیرا
کوئی ترقیمہ نہیں ہے ۔ یہ نظم اسی بیاض (نمبر ۶۸) کے
ادواق ۳ و ۴ پر درج ہے ۔ جس کا کاتب شیخ عبدالقادر ہے ۔

(۲۰۵) کلام شغلی [۳۵۵]

ادواق ۸ ۔ سطور ۱۷

تفعیح ۵ x ۹ ۔ خط ثلث

مصنف : شغلی بیجا پوری ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۵ھ

کاتب : شیخ عبدالقادر ۔ زمانہ کتابت قریب ۱۲۳۰ھ

شغلی بیجا پوری کے صوفی شوا میں سے تھے ۔ محمد باقر آگاہ
دیواری نے جو بیجا پوری الاصل تھے ان کا ذکر کیا ہے ۔ زیر نظر
بیاض میں ان کا جو کلام درج ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے
کہ وہ ایک اچھے شاعر تھے ۔ ”دکن میں اردو“ ص ۱۶۹ میں
ان کی ایک کتاب ”پندنامہ“ کا ذکر درج ہے ۔

چونکہ شغلی کے کسی کلام کا کوئی نمونہ اب تک منظر عام
پر نہیں آیا ہے اس لئے اس بیاض میں ان کی جو نظمیں
ہیں ان کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے ۔ کاتب نے
بہت غلط نقل کیا ہے اس لئے بعض شعر یقیناً مسخ ہو گئے ہیں ۔

۱۔ غزل ۔ ۵ شعر ہیں ۔ (ورق ۷ و ۸)

مطلع ۔ بے چوں کر بویا جگت کاڑی کے او جل پھاڑ ہے
”سبحان کوئی اب تلک کاڑی کے او جل پھاڑ ہے
مقطع ۔ شغلی (تر) ایتا دم انی انا اللہ کا حرم !
ناکول اتنا رکہ برم کاڑی کے او جل پھاڑ ہے

۲۔ غزل ۔ نہایت مرصع اور اعلیٰ پایہ کی غزل ہے جس میں
۵ شعر ہیں ۔ (ورق ۷ و ۸ ب)

(۲۰۴) کشف المعراج [۳۵۴]

ادواق ۸ ۔ سطور ۱۷

تفعیح ۵ x ۹ ۔ خط ثلث

مصنف : مواہب ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۱۱۵ھ

کاتب : شیخ عبدالقادر ۔ زمانہ کتابت قریب ۱۲۳۰ھ

یہ ۸۱ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس میں کسی صوفی
شاعر مواہب نے اپنے عقیدہ مندوں کے لئے تعویذ و
اخلاق کی مفید نصیحتیں قلمبند کی ہیں ۔ یہ ایک غیر معروف
شاعر ہے لیکن کلام سے پختہ مشقی ظاہر ہوتی ہے ۔

آخلاق :-

الحمد للہ قادر سبحان عز وجل ہے

احمد سوں نے احد لک یک نکتہ میں جل ہے

باطن میں تھا سو قدس ظاہر کیا محمد

ان کا طفیل معراج مومن پو پل میں پل ہے

اختتام :-

یک دم ہے زندگی تجو لیکن ہے نیم دم سب

اس نیم دم میں کرے پھر کر نہ آج کل ہے ۔

مطلع۔ تجر حسن کا دیکھ جسے دیکھیا سو پروانا ہوا

تیرے ادھر کا مئے جسے چاکھیا سو دیوانا ہوا

مقطع۔ انگشت نہا ہو دجلت پھر تیرا ہوں ہو تیرا جگت

پن ڈوں کہ میں یوں نہیں کہنت شغلی کہہ رہا ہوا

۳۔ غزل۔ تسون میں ۷ اشعار کی غزل ہے (درق ۸ ب و ۱۹)

مطلع۔ سنبھ لٹھ نے پیا ادا ساقی جو وحدت کا

چڑھی منجہ کیفِ قرب حق نقص چاکھیا نہایت کا

مقطع۔ جلا کر گیان کی پوٹی اندھا راتھر کیا جوتی

صفت نکتہ کیا ذاتی ے شغلی شغل حالت کا

۴۔ غزل۔ عنوان پر لکھا ہے کہ شغلی کی غزل ہے۔ لیکن اس میں

مقطع نہیں ہے۔ اس غزل میں اشعار ہیں۔ غالباً یہ شغلی ہی

کی ہوگی۔ ممکن ہے کہ اس کا لقب باقی بالند ہو۔

مطلع۔ نظر کی گود میں دیدہ دیدے میں نظر دستا

سو اوس دبدبے کے ہوئے میں سوجل باہر بھتر دستا

مقطع۔ بقی بالند پیغمبر و مرشد کی شفاعت سوں

کر کیا کی نظر میں سب رحیا کا ہنر دستا !

۵۔ نظم وحدت۔ ۷ اشعار کی ایک نظم ہے جس میں دو غزل نما

بند ہیں۔ ان میں وحدۃ الوجود کا مسئلہ مثالوں کے ساتھ واضح

کیا گیا ہے۔ ہر بند کے ابتدائی اور آخری شعر یہ ہیں۔ (درق ۱۱ ا و ب)

پہلا بند۔ لئے ذات اصل نور عشق جمالی جلال صفت

نزاع و جہاں اس نقل میں نقل میں ہوں

مقطع۔ چور میں چور میں چور میں ٹھگ میں ٹھگ میں تیاں

فن میں فریب، فریب میں، بگل میں بگل میں ہوں

دوسرا بند۔

مطلع۔ مصحف میں جڑ ہے، جڑ میں صورت میں صورت میں ہوں

تس میں حرف حرف میں ارت میں ارت میں ہوں

مقطع۔ سچ شغلی میں صنم ہے صنم میں جو ہے غم۔ غم میں

شغل میں شغل میں، پرت میں پرت میں ہوں

۶۔ نظم۔ یہ ۴ اشعار کی ایک طویل مرصع نظم ہے جو بجا ہے

خود ایک رسالہ ہے اور جس میں امام حسین علیہ السلام

کا فلسفہ شہادت بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ ایک بڑی

نظم ہے اس لئے ابتدا اور آخر کے دو دو شعر درج ذیل ہیں۔

آغاز:-

جب گنج مخفی توں انتھاب تخم تھارے یا حسین

اب او تخم سوں توں شجر ظاہر دیا رے یا حسین

جگ میں طریقہ تج نوا بولن مجے لازم ہوا

روشن ہوا منجد دل دیوا تیری عطارے یا حسین

اختتام:-

توں ذات سلطانی منیر در ماندگاں کوں دستگیر

جیوں منجہ کیا روشن ضمیر توں میں پکارے یا حسین

یا کوئی منجہ کا فرکو، یا منج پو کوئی شاکر ہو

تجہ غم شغل میں ہو جو شغلی ہوا رے یا حسین (درق ۱۱ ا و ب)

ترقیمہ:-

”تمت تمام شد۔ کار من نظام شد۔ الحقیقہ الفقیر فتح عبدالقادر

ایں خط است مم“

۷۔ قصیدہ۔ یہ ۱۳ اشعار کا ایک قصیدہ ہے جس میں صوفیانہ

مضمون لکھے گئے ہیں اور کسی کے مرید ہونے کی طرف رغبت

دلائی گئی۔

مطلع۔ شہ رگ تے رب تیرے بسے توں بھاگتا ہے کیوں بعید

گرنے سنیا تو سن او نحن اقرب الیہ جبل الوریب

مقطع۔ شغلی خدا کوں کھوے کر، خود میں خدا کوں جوے کر

یوں مل رہا ایک ہوے کر، جوں نظرہ فی البحر العقیب

مقطع۔ تس ذات کی (رے) بھرتے قابل ہو جب تے گل ہوا
تب صفت سوں مو جاں آبل تس بحر میں یک گل ہوا
مطلع۔ دیکھے سکل جب یو ہنر تب جا ہوئی تب جا خبر
سلطان جگ آیا لگر پھر دو جہاں میں غل ہوا
۲۔ یہ بھی ہ شعر کی خزن ہے جس میں تصوف کے مضامین باندھے
گئے ہیں۔

مطلع۔ دل میں تے، درگزوں، نیا کی اس، مطلق
حق کا پر مطلب توں ہو کر نراس مطلق
منقطع بن وصل حق اوجو کوئی ہیں غبت میں عمر کھوتے
سلطان کا اوٹن کوں ہے نت و صاس مطلق (ورق ۸)
۲۔ تصوف کے مضامین میں ۶ اشعار کی غزل ہے۔ (ورق ۸ ب)
مطلع۔ جب لگ نہ تھا اس کو اسم تب الگ (تھانا بدو ہو
جب جانے پایا اسم تب آسیا محمود ہو
مقطع۔ نبھ عشق کے سلطان سوں طے ہنر کس کوں نہیں
دن رین پھر اس شکل میں ہر عشق میں موجود ہو
۴۔ اس غزل میں ۶ شعر ہیں۔

مطلع۔ جدھان تے منج گیا ہے چڑھمن تے عشق بازی کا
نڈان تے نیں من بھاتا منجے قصہ درازی کا
مقطع۔ جہاں میں وصل ہو تب تے ہو سلطان نابالی
برصاں نے قرب دھوتا ہو گر بندہ نوازی کا (ورق ۹)

۵۔ ہ شعر کی اس غزل میں عارفانہ مضامین باندھے ہیں۔
مطلع۔ عاقل سوجوان سوں انسان نے پایا شرف
انسان کے مظہر سستی سبحان نے پایا شرف
مقطع۔ بد کیا برا ہے عاشقاں ہر بدلو ہر دم شکر ہے
ابلیس بیتے دین کے سلطان نے پایا شرف
۶۔ ہ شعر۔ معرفت حق کے مسائل بیان کئے ہیں۔

شغلی کا یہ تمام کلام ادارے کی بیاض نمبر ۳۳ میں مختلف
مقامات پر درج ہے یہاں سب کا تذکرہ ایک ہی جگہ کیا گیا ہے۔

۲۰۶۔ کلام سلطان (۳۵۶)

اراق ۱۰۔ سطور ۱۷۔

تقطیع ۸، ۹۔ خطائت۔

مصنف۔ سلطان۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۱۰۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ زمانہ کتابت قبل ۱۲۰۰ھ۔

یہ ایک بڑے صوفی شاعر تھے۔ ان کا ایک مکمل دیوان
راقم الحروف کی نظر سے گزرا تھا جو غالباً ڈاکٹر سید عبداللطیف صاحب
سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ کی ملک ہے۔ ممکن ہے کہ وہ کرنول
یا اس کے قرب و جوار کے رہنے والے ہوں۔

سلطان میراں شاہ معروف کے خلیفہ تھے چنانچہ فضل نے
نئی الدین نامہ میں لکھا ہے کہ :- (دیکھو مخلوطہ ۲۱۲)

میراں شاہ معروف ادو سنگیر کہ دل میرا کر پاک روشن ضمیر
دیئے دست پنجہ بھرے سات میں دئے منجھو سلطان کے ہاتھ میں
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معروف نے اپنے خلیفہ سلطان کے
سپرہ افضل کو کیا تھا۔ مرتضیٰ بھی سلطان کا مرید تھا۔ چنانچہ
وہ کہتا ہے :-

کہ سلطان مرشد ہے روشن منیر کیا عاشقاں میں سو منجھوں امیر
(دیکھو مخلوطہ نمبر ۲۱۰)

ادارے کی اس بیاض میں سلطان کی ۹ غزلیں محفوظ ہیں جن کا
تفصیلی ذکر یہ ہے :-

۱۔ یہ ہ شعر کی مرصع غزل ہے جس میں مسلسل تصوف کا مضمون
باندھا گیا ہے۔ (ورق ۷ ب)

(۲۰۷) مناظرہ عقل و عشق [۳۵۷]

اوقات ۲۔۔ سطور ۱۷۰

تقطیع ۵ x ۹۔ خط غلط۔

زمانہ تصنیف قبل مسلمانہ۔

کاتب شیخ عبدالقادر۔ کتابت قریب ۱۲۱۳ھ۔

یہ ۲۹ ابیات کی ایک مکمل مثنوی ہے جس میں کسی
دکنی شاعر نے عقل و عشق کا نہایت پر لطف اور عارفانہ
مناظرہ پیش کیا ہے۔ اس قسم کی نظمیں بعد کو بھی اردو میں
لکھی گئی ہیں لیکن یہ نظم اپنی قدامت کی وجہ سے خاص کر قابل
قدر ہے۔

آغاز۔

عقل بولی نادیدلوانے شان ۷ عشق بولیا سرکھن توں بانڈے
عقل بولی کر اندیشہ ہو در نکیر عشق بولیا کر فنا اپنا سریر
اختتام :-

عقل بولی پل مذہب کی بندگی عشق بولیا کر مذہب سوں زندگی
عقل بولی کرتوں روزہ ہو نماز عشق بولیا کر پرستی کا اواز
عقل بولی عشق کوں کر بندگی

اس کے بعد بغیر کسی ترقیہ کے شغلی کا ایک ترکیب بند شروع
کر دیا گیا ہے جس کا موضوع بھی عقل و عشق سے متعلق ہے۔
شغلی کے لئے دیکھو مخطوطہ نمبر (۲۰۵)۔

مطلع۔ بھر پاپہ ادو سب جاگا ہو اکیوں ناؤ غالی کا
سمجھ کر دیکھ عارف یو مسارین کالی کا

مقطع۔ قد پیش آتا اکبر توں ملاضی ولا یذکر

کہ اسے سلطان تازہ تر سخن توں بول عالی کا

۷۔ صرف ہر شعر میں تصوف کے مسائل بیان کئے ہیں

مطلع۔ من عرف کے آپس میں لئے میں بیاں سبج

دیتا ہوں تاج خبر دلے اس کے نشان سبج

مقطع۔ سلطان جاں ملک رہنا سو مجید پائے کر
گنج خفی کا نکل و خصوص نہاں سبج (دوق ۱۸)

۸۔ عارفانہ مضامین۔ ۱۲ اشعار کی غزل ہے۔

مطلع۔ سہاڑے بجز مٹانا خطرہ سورہ خطر کا

تب کہ نہ دور ہو سے پردہ نظر آپر کا

مقطع۔ جن گنج کے تخت کا سلطان ہو رہیا ہے

امید اس کوں کیا ہے بھی ملک و سیم و زر کا

(دوق ۲۲)

۹۔ پسند و موعظت میں ایک غزل نما نظم ہے جس میں ۱۱ اشعار ہیں۔

مطلع۔ دنیا کی سوں پرت بند گرفتار کھو ہو

نمودین کی نعمت اس آپس غار کھو ہو

مقطع۔ تیج مغز کے اسرار کے سلطان سنی مل

توں ہو غنی عاجز دلے ناچار کھو ہو (دوق ۲۳)

یہ تمام غزلیات ادارے کی بیاض نمبر ۱۹۲ میں مختلف شعرا
کے کلام کے درمیان درج ہیں۔ یہاں ان کا تذکرہ ایک جگہ
لکھ دیا گیا ہے۔ اس بیاض کا کاتب شیخ عبدالقادر ہے جس نے
اپنا نام اکثر نظموں اور غزلوں کے آخر میں لکھا ہے۔

۲۰۸ کلام اسمعیل [۳۵۸]

اوراق ۱۰۰ - سطور ۱۰۰ -

تفصیل ۵۰ x ۹۰ - خط ثلث -

مصنف شیخ اسمعیل زمانہ تعین قبل ۱۱۵۰ھ

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ

شیخ اسمعیل کوئی دکنی صوفی شاعر تھے جو شاعری سے

یادہ تصوف میں محو تھے اسی لئے ان کا کلام شاعرانہ لازم

سے معری ہے۔ اس نام کے دو بزرگ دکن میں گزرے ہیں

(۱) شیخ اسمعیل بن شمس الدین متوفی ۶۹۵ھ جن کی قبر مقبری

ہے واقع ہے۔ عماد شاہ والی برار ان کا معتقد تھا۔ عجیب

رامت تھے (محبوب ذی المنن جلد اول ص ۱۲)

(۲) خواہ اسمعیل بن سید حسن نیلوری متوفی ۸۰۰ھ جن کی

نریلوں میں ہے۔ محمد و شاہ بہمنی ان کا معتقد تھا۔ ان کی بھی

برائیاں مشہور ہیں۔ (محبوب ذی المنن جلد اول ص ۱۲)

لیکن زیر نظر کلام بعد کے زمانے کا معلوم ہوتا ہے اس لئے

اس کے مصنف ان دونوں کے بعد کے کوئی صوفی ہوں گے

ان کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ان کی حسب ذیل نظمیں ہیں۔

۱۔ تشریح کلمہ توحید - یہ ۲۲ ابیات کی ایک مثنوی ہے

اس میں قافیوں کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے۔ مصنف نے

لمہ پڑھنے والوں کو کلمہ کے مفہوم سے بہ تفصیل آگاہ کیا ہے۔

آغاز:- کلمہ جو بولتے ہیں کلمہ کو سمجھتے نہیں

کلمہ زباں سوں پڑتے دل میں سو کفر و معرے

ختم نام:-

کلمے سوں روشنی پایا دل میں کا کفر و معرے

روشن ہوا سو منج دل بولیا سو شیخ اسمعیل

۲۔ معرفت وجود باری۔ یہ اصل میں ۱۹ ابیات کی ایک

مثنوی ہے لیکن اس کو شاعر نے ترکیب بند کے طور پر لکھا ہے

یعنی ہر دو دو ابیات کے بعد پہلی بیت دہرائی گئی ہے۔

قافیہ مدین اور وزن سے شاعر بالکل بے پروا ہے۔

آغاز:-

کیتا سو دے گا ہو شیار ہو تو

تیرے دل میں موجود ہے او

اول کامل مرشد پانا آخر تجھے نجات ہونا

یو بوج برکس توں بوج بینا تیرے دل کوں ثابت کرنا

کیتا سو دے گا ہو شیار ہو تو تیرے دل میں موجود ہے او

اختتام:-

بوسے سو شیخ اسماعیل نے آیا دل میں شاہ ہونے

پایا ہوں میں محرم ہو کر بھر یا اگر موجود ہو کر

کیتا سو دے گا ہو شیار ہو تو تیرے دل میں موجود ہے او

۳۔ مثنوی مقامات - ۱۳ ابیات کی اس مثنوی میں شاعر

نے عشق حقیقی کی منزلیں اور مقامات بیان کئے ہیں۔

آغاز:-

اول شریعت میں ڈھونڈیا میں اندھا را سو دلیا منہ میں

اختتام:-

نزلوں ہور مقامات سوں بولیا ہوں شیخ اسماعیل یوں

اسے ہر کوئی سمجھے گا سو ملے گا آن دلیاں سواو

۴۔ مثنوی - تصوف کے مضامین میں ۱۲ ابیات کی مثنوی ہے

جس کی بعض بیتیں زمانہ محال کی بے قافیہ نظموں کی جھلک

دکھاتی ہیں۔

آغاز:-

سدا معشوق سوں گنا ہے چشم میں رکھ جھلانا ہے

اختتام :- بڑے شیخ اسماعیل میں ہوا قایم صفائی میں
۵۔ ثنوی۔ ۱۶ ابیات ہیں۔

تماز:- مخفی میں کن کہیا ہے کن میں سب عیاں ہے
اختتام :- بہت لمبوں و دروسوں پایا شیخ اسماعیل
۶۔ تفسیر سورہ اخلاص۔ ۲۹ ابیات کی ثنوی ہے۔

آغاز:- قل ہو اللہ اکبر اللہ احد اوستہ

اختتام :-

دب ہوں جوئے وصال بولیا شیخ اسماعیل (وق ۲۹)

۱۔ شرح تہذبات عین انقضا

۲۔ شرح مرغوب القلوب

پہلی کتاب کتب خانہ آصفیہ میں اور دوسری کتب خانہ
حکیم محمد قاسم میں دستیاب ہو چکی ہے۔ خدا نما کے لئے دیکھو

دکن میں اردو ۱۰۰۹۹ اور اردو ۱۰۰۹۹

۱۱۴۔ مخطوطات ۵۹۔ تذکرہ اولیائے دکن جلد دوم ۱۰۵۵

چونکہ یہ کتاب اب تک دستیاب نہیں ہوئی ہے اس لئے

اس کے آغاز اور اختتام سے ایک ایک پورا صفحہ یہاں

نقل کیا جاتا ہے جس سے کتاب کے حجم کا اندازہ ہوگا۔

پوری کتاب میں اسی طرح کے ۲۱ صفحات ہیں۔

آغاز:- "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایں رسالہ وجودیہ

اللہ محمد کے راز رمز کے باتاں کسی نام محمد کے انکے

نابون۔ بولیں گے سو کافر ہوں گے۔ دینیکے سو

دیوانے ہویں گے۔ اون کوں دیوانے بھی نہ کرنا۔ اچے

کافر بھی نہ ہونا۔ زبان سوں ذکر کرنا اللہ اللہ۔

جوں زبان میں کہتے ہیں تو دم آوتے جاتے اللہ

اللہ کہنا۔ سارا دن ساری رات کیا کام کرتے ہیں

سوا اللہ کی یاد سوں کرنا۔ یوں سنہاں کر برتنے تو

ذکر علی اللہ کی یاد سوں کیا۔ تس کا فائدہ کیا۔ اور

(۲۰۹) رسالہ وجودیہ - [۳۵۹]

اواق ۱۱۔ سطور ۱۴۔

تقطیع ۵ x ۵۔ خط ثلث۔

مصنف شاہ میراں جی حسینی خدا نما۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ

کاتب شیخ عبدالقادر۔ زمانہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ

اسی نام کا ایک اور اردو رسالہ ادارے میں محفوظ ہے جس کا

تذکرہ اس فہرست میں پہلے گزر چکا ہے (دیکھو مخطوطہ نمبر ۱۶۶)

لیکن وہ رسالہ بالکل مختصر ہے اور اس کی زبان بھی بعد کی

معلوم ہوتی ہے۔ قاضی نور دیا کے ایک رسالہ وجودیہ کا قلمی

نسخہ بھی کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے نور دیا کا تذکرہ

اس فہرست میں مخطوطات ۱۱۹ و ۱۲۰ میں درج ہے۔

زیر نظر رسالہ طویل ہے۔ زبان اور مطالب دونوں کے

محافظ سے یہ کسی بڑے مصنف کی کتاب ہے۔ شاہ امین الدین

اعلیٰ نے بھی ایک مختصر ثنوی اسی موضوع پر لکھی تھی اور اس کا

نام بھی رسالہ وجودیہ مشہور ہے۔ لیکن یہ فتر کی کتاب ہے اور

اگرچہ اس میں مصنف کا کہیں نام درج نہیں مگر یہ وہی

فعلوں خارج دیکھو۔ حدیث قدسی: اِنَّ جَدَّ اَدَمَ مَضْفُتٌ
 وَفِي الْمَضْفُتَةِ قَلْبٌ وَفِي الْقَلْبِ فَاوٌ وَفِي الْفَاوِ رُوحٌ
 وَفِي الرُّوحِ رُوحٌ وَفِي الرُّوحِ رُوحٌ وَفِي الرُّوحِ رُوحٌ
 میں چھ چیز لینے ایک نفس۔ ایک دل۔ ایک روح۔ ایک سر
 ایک۔ نور۔ ایک ذات۔ ان چھ چیز سو جدا جدا حساب ہے (مق ۲۸)۔
 ترجمہ: "تنت نام شدہ روح نظام شدہ"
 یہاں کاتب نے اپنا نام نہیں لکھا۔ لیکن اس بیاض کے دوسرے
 رسائل کے آخر میں اسی عبارت کے بعد "تحقیق الفیض شیخ عبدالقادر
 علیہ السلام" کے الفاظ اور اس جگہ کے دیگر خطوط میں مولوی حمید اللہ حسینی صاحبی کا نام لکھا ہے۔

(۲۱۰) وصل نامہ [۳۶۰]

اداق ۱۰ سطور ۱۷۔

تقطیع ۵ x ۹ خط غلٹ۔

مصنف۔ مرتضیٰ۔ زائد تصنیف قبل ۱۱۰۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ زائد کتابت ۱۱۲۰ھ۔

یہ ۳۱۹ ابیات کی ایک طویل ثنوی ہے جس میں وعدۃ الوجود
 کے سائنسی بیان کئے گئے ہیں۔ اھدنا یا گیا ہے کہ اگر انسان خدا میں
 گم ہونا چاہتا ہے تو اس کے لئے پہلے ضروری ہے کہ کسی کامریہ ہو کر
 اپنے مرشد میں گم ہوتا کیجے۔

کتاب کا نام شاعر نے آخری ابیات کے علاوہ درمیان میں بھی
 ظاہر کیا ہے جہاں وہ کہتا ہے کہ:-

ہوا ختم خطبہ وصل کا تمام کو آزادگی کا سو پایا مقام

اس کے بعد کی ابیات میں مصنف نے اپنا نام اور اپنی

ثنوی کی خصوصیات یوں واضح کی ہیں:-

سنو رفتی تے قیں اپ سخن بچن کے سو جگ تے لازیا رتن

اللہ کی یادوں نہ کیا ضایاں گیا۔ جوں شروع و منج
 میں کیا سو حرام ہے۔ اور درست رکھے سو حلال ہے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ کی یادوں
 فعل کیا سو حلال ہے۔ اور اللہ کی یادوں نہ کیا

حرام جیسا وہ حرام تے۔ ایسے حرام ہے البیس کی طرف
 نیچے یا دکی طرف ثابت کیا سو شاہد ہے۔ یعنی اللہ

ہمارے نزدیک ہے تن کے۔ فعل کرتے ہیں سو دیکھنا ہے
 بولتے ہیں سو سنتا ہے۔ برا خطرات لاؤنا بری بات

نہ بولنا۔ برے فعل نہ کرنا۔ یو اللہ حاضر ناظر ہے۔
 ایسے تن واجب الوجود اس کا مقام شیطان تے

راہ شریعت ذکر علی نفس۔ (ورق ۸۰ اب)

اختتام:-

"شغل پانچواں۔ حروف ت کوں تمامت میں لکھا ہے۔

دعوت اس کا مثل فی بہتر نعمتک یا اللہ۔ یعنی بار

خدا یا تمام نعمت تیری بار کر نیچے۔ شغل چھٹا حروف

ب کوں بسم اللہ میں رکھا ہے۔ دعوات اوں کا

بدناتی بختک یا اللہ۔ یا بار خدا یا برکت دے نیچے

اپنی برکتوں میں تا اون برکتوں میں برکت پاؤں۔

شغل ساتواں حروف الف کوں ذات اللہ

کی میں لکھا ہے۔ دعوت اس کا اھد نانی اھدک

یا اللہ۔ یعنی یا بار خدا یا اھد کر منج کوں تاکہ تیری

اھد ذات میں اھد ہوں۔ و اھد الوجود کا سگن زرگن

رنا سو سگن اور مر کے چو نا سو زرگن۔ چہار روح

نامیہ روح متحرکہ روح ناطقہ روح قدسی۔ چہار بدل۔

دباب الوجود ممکن متنع مارن قلب مضغ قلب منعم قلب

سلم قلبہ شہدا۔ نفس دل روح نور ایک سب یعنی شاہد

گزر چکا ہے۔

آغاز :-

اول توں، تھانج مخفی کے شیخ دیا صفت سالتوں اپس بیج کیج
کبر یوں رہا بے خودی کے اندر سمندر کی سیماں میں ہے جوں گہر
اختتام :-

سوے بیت پوری یہ تیں سو اوئیں ہو نغھے کی سو پانی کا گنج (بیس)
ہو اصل نامہ مرتب تمام بحق محمد علیہ السلام
ترقیمہ :-

”تت تمام شد کا من نظام شد۔ من الحفیۃ الفیضۃ عبد القادر خط“
یہ مثنوی بیاض کے اوراق ۲۹ ب تا ۳۸ ب پر درج ہے۔

(۲۱۱) مرثیہ مرزا (۳۶)

اوراق - ۶ - سطور ۱۷

تقطیع - ۵ x ۹ - خط ثلث -

مصنف - مرزا میرا پوری - زمانہ تصنیف قبل ۱۰۸۲ھ -

کاتب - شیخ عبد القادر - زمانہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ -

مرزا، عہد علی عادل شاہ ثانی (۱۰۶۷ تا ۱۰۸۳ھ) کا مشہور
مرثیہ گو شاعر ہے جس نے سوائے مرثیے کے کسی اور صنف سخن میں
کلام نہیں لکھا بلکہ جب باو شاہ نے مدحیہ تصدیق کی فراہم کی
تو ایک مرثیہ لکھ کر اس میں باو شاہ کا تخلص شامی داخل کر کے
پیش کیا۔ اردو شدہ پارے ۳۳ میں اس کا تذکرہ لکھا جا چکا ہے
خانی خاں نے منتخب اللباب جلد سوم ۳۵۹ میں بھی مرزا کا ذکر
لکھا ہے۔ مرثیہ خوانی میں اس کی بڑی شہرت تھی اور اس کے
مرثیے اس کے بعد بھی عرصے تک دکن میں رائج رہے اور دور
دور تک پہنچے۔ شب عاشورہ سے مجلس میں مرثیہ چڑھ کر باہر نکلتا تھا

ابھی بن کا پرویا ہوں مال رکھیں گے سو عاشق گلے اپنے گھال
دیا فہم کے بل کوں میں یہ تیز بندیا ہوں یو بیتاں سو میں آ عزیز
اسی حصہ کتاب میں کچھ اور مصنف اپنے مرشد سلطان کا ذکر اس طرح
کرنا ہے :-

کتابوں نو صنف مرشد کی کرد و چہاں کے سو ورثہ کی
کسلطان مرشد سے روشن میر کیا عاشقاں میں تو بھلوں امیر
اول سب تہذیب دیا میں تجھے دیا تحت سب معرفت کا منہ
ہر بیت کی ملک محزون تمام مجھ کے ملک کا کیا منہ ام (ورق ۱۲)
ان مذکورہ بالا بیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا نام مرتضیٰ تھا
اور وہ ایک بزرگ سلطان کے مرید اور خلیفہ تھے۔

مرتضیٰ نام کے دو بزرگ قدیم دکن میں مشہور ہیں اور دونوں
بیجا پور کے مشاہیر مونیہ ہیں۔ ان کے متعلق مختصر معلومات درج
ذیل ہیں :-

۱۔ شاہ مرتضیٰ حسینی علوی خلیفہ شاہ ہاشم حسینی (برادر زادہ
شاہ وجیہ الدین گجراتی) اپنے والد کے خلیفہ اور صوفی تھے اور
انہی کی زندگی میں ۱۰۴۰ھ میں کسی مخالف کے تیر سے شہید ہوئے۔
بیرون حصار نہرہ پور کے دروازہ میں مدفون ہوئے۔

۲۔ شاہ مرتضیٰ قادری خلیفہ سید شرف الدین قادری گجراتی جو
شاہ عبداللہ بن شاہ وجیہ الدین گجراتی کے فیض یافتہ تھے۔
بیجا پور میں قیام پذیر ہوئے اور ۱۰۲۰ھ میں فوت ہوئے اور بیرون دعا
ابراہیم پورہ مدفون ہوئے۔

دونوں کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو تذکرہ شعرائے اویسیا
دکن جلد دوم ۷۷ تا ۷۹، لیکن زیر نظر مخطوطے کے مصنف
ان دونوں کے بعد کے کوئی صوفی شاعر تھے۔ ان کے مرشد
سلطان بھی ایک بڑے صوفی اور اعلیٰ شاعر تھے۔ اور ادارے
میں ان کا منتخب کلام موجود ہے جس کا تذکرہ مخطوطہ نمبر ۳۶ میں

(۲۱۲) محی الدین نامہ (۳۶۳)

ادراق ۵ - سطور - ۱۷

تقطیع - ۵، ۶ - خط ثلث

مصنف - افضل - قریب سن ۱۱۰۰ھ

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قریب سن ۱۱۰۰ھ

یہ محی افضل قادری کی ایک مشہور شتوی ہے جو کسی زمانہ

میں بہت مقبول تھی۔ اس کے نسخے صرف یورپ کے کتب خانوں

میں موجود ہیں۔ برٹش میوزیم کانسٹی (اڈیشنل نمبر ۶۵۰۵)

۱۲ محرم ۱۱۰۰ھ کا مکتوب ہے۔ انڈیا آفس میں حوالہ ہے

اس کا ذکر بلوم ہارٹ نے اپنی فہرست کے نمبر ۱۱۰۰ پر کیا ہے۔

اس وقت تک افضل کا نام قدیم اردو ادب میں تین

مواقع پر لیا جاتا ہے۔

۱۔ مصنف یکٹ کہانی ۲۔ مصنف محی الدین نامہ

اور ۳۔ بحیثیت مرثیہ نگار

اون الذکر غالباً نارنول کے باشندے تھے اور یکٹ کہانی

(یا بارہ ماسہ) ۱۱۰۰ھ سے قبل لکھی تھی۔ اس کا ایک مخطوط

جو ۱۱۰۰ھ کا لکھا ہوا ہے ایڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانہ میں

موجود ہے۔ (دیکھو اردو شتہ پارے ۱۲۷) اس کا ذکر اردو قدیم

میں بھی ص ۶ پر درج ہے۔

ایڈنبرا یونیورسٹی کے کتب خانے میں افضل کے جو مرثیے

ہیں ان کے متعلق معلومات "اردو شتہ پارے" میں شایع

ہو چکے ہیں۔ وہ دکنی شاعر تھا اور غالباً محی الدین نامہ کا

مصنف بھی وہی ہے۔

محی الدین نامہ کا تذکرہ اردو شتہ پارے صفحات ۱۲۶۔

(۱۲۷) اور یورپ میں دکنی مخطوطات (صفحات ۱۷۵۔ ۱۷۷)

کسی دشمن نے شہید کر دیا اور اس کا جنازہ بھی شہر کے علموں اور
توزیوں کے پیچھے نکلا۔ شاہ مرتضیٰ قادری (دیکھو تذکرہ مخطوطہ نمبر ۲۱)
کے مقبرے میں مدفون ہوا۔ اور اسے کی بیاض میں مرزا کے حبیبل
مرثیے موجود ہیں :-

۱۔ سلام۔ ہر بند کے آخر میں ایک ہی مصرع "آل بنی صلو علیہ"

دہرایا ہے۔ جملہ ۱۴ بند ہیں۔ ہر بند چار مصرعوں پر مشتمل ہے۔

آغاز۔ یاراں دیکھو و تاج ہے آل بنی صلو علیہ

ہر دو جہاں کی ساج ہے آل بنی صلو علیہ

یاراں دیکھو ان کا قدر بعد از محمد نامور

امت کے ہیں غیر البشر آل بنی صلو علیہ

اختتام۔ یاراں دیکھو شتہ کا بونغم مرزا کے دل میں سبب غم
تا حشر تک ہوئے نہ کم آل بنی صلو علیہ (ورق ۲۱۰)

۲۔ مذکورہ بالا سلام دوبارہ ورق ۵۲ پر نقل کیا گیا ہے

لیکن اس میں ۱۳ بند ہیں۔

۳۔ یہ ۸ بند کا ایک مرثیہ ہے جس میں ہر بند کا آخری مصرع ہے

"شاہ سلام علیک"

آغاز۔ مومن کامل تمام ! شاہ پیغمبرو سلام

صدق سون ہر دم امام شاہ سلام علیک

اختتام۔ اے شہ دیں شیراز کرتوں کرم کی نظر

لطف موں مرزاں اوپر شاہ سلام علیک (ورق ۶۰)

کاتب چونکہ کم سواد ہے اس لئے اس عہد کے تلفظ کے مطابق

ہر جگہ مرزا کو مرزاں لکھا ہے۔

عظیمہ مولوی حمید اللہ حسین صاحب دلی۔ اے

میں درج ہے۔ خود اس کی کتاب سے یہ امر واضح ہے کہ افضل ایک دکنی شاعر تھا۔ اس نے خواجہ بندہ نواز کی محبت نکھی ہے۔ اور اپنے مرشد میراں شاہ معروف کی صفات بھی تفصیل سے پیش کی ہیں۔ خواجہ بندہ نواز نے حضرت محبوب بھانی کو خواب میں جس طرح دیکھ کر اس کی تفصیل کتاب کے ابتدائی حصہ میں بیان کی ہے۔

میراں شاہ معروف کی مدح اور ان کے خلیفہ سلطان کا ذکر آخری ابیات میں اس طرح کرتا ہے :-

مدح میراں شاہ معروف

میراں شاہ معروف اود سنگر کد دل میرا کر پاک روشن ضمیر
دیئے دست پنہ بھڑے سات ہیں دیئے منجھو سلطان کے ہات میں
کہ افضل علیاں میں معروف شاہ لیوے ناؤں اس کا توجہ گناہ
بیراں شاہ معروف اکمل بولی سو چو دان دے عبد قادر بی
میراں شاہ معروف مقبول ہے محی الدین کے باغ کا پھول ہے
محی الدین دیا اوسوئی ہے جان سچے شاہ معروف میراں سوجان
محی الدین کا لاڈلا جانیسا اودانی محی الدین ہو آئیسا
میراں شاہ کامل محی الدین صمد یو دو نین ظاہر ہے باطن احد
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افضل میراں شاہ معروف
کو محی الدین ثانی سمجھتا تھا اور ان دونوں میں اس کے
نزدیک کوئی فرق نہ تھا۔ میراں شاہ کے خلیفہ سلطان تھے
جن کو افضل کی روحانی تربیت سپرد کی گئی تھی۔ سلطان
احد ان کے مرید مرتضیٰ کا کلام ادارے میں محفوظ ہے اور

ان دونوں کا ذکر مخطوطات نمبر ۲۰۶ و ۲۱۰ میں گزر چکا ہے۔
البتہ میراں شاہ معروف کی نسبت ٹھیک طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ
وہ کون بزرگ تھے۔ اور ان کا زمانہ کیا تھا۔ دکن کے
صوفیائے کرام میں سید شاہ معروف نام کے ایک بزرگ

شہر راجپور میں مدفون ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کا
سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔ ان کے کچھ حالات تذکرہ
اولیائے راجپور میں درج ہیں کہ وہ سید شاہ قمیس بن ابی الہیات
سادھوری کے فرزند اور حضرت محبوب سبحانی کی اولاد سے
تھے۔ راجپور سے دہلی میں کے فاصلے پر موضع کاڈلہ میں
ایک چھوٹی سی پہاڑی پر مدفون ہوئے۔ ہر سال ۱۲ محرم کو
عرس ہوتا ہے۔ ان کے فرزند سید شاہ میراں قادری تھے
جن کے پوتے کا نام بھی سید شاہ معروف تھا جنہوں نے
۱۱۷۱ھ میں وفات پائی تھی۔ (ص ۱۷۷) اس لحاظ سے ان کے
۱۱۷۱ھ میں وفات پائی تھی۔ (ص ۱۷۷) اس لحاظ سے ان کے
۱۱۷۱ھ میں وفات پائی تھی۔ (ص ۱۷۷) اس لحاظ سے ان کے

لیکن یہ یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ افضل نے
جن شاہ معروف کا ذکر کیا ہے وہ یہی راجپور کے بزرگ تھے
یا ان سے قبل کے کوئی اور صوفی۔ کیونکہ افضل نے ہر جگہ
اپنے مرشد کا نام میراں شاہ معروف لکھا ہے اور راجپور کے
تذکرہ بالا بزرگ صرف سید شاہ معروف تھے البتہ ان کے
فرزند کا نام سید شاہ میراں تھا۔

افضل نے اپنی اس ثنوی میں حضرت محبوب سبحانی کی
کرامتیں تفصیل سے بیان کی ہیں۔ شیخ صنفا کا قصہ اور
اُس بڑھیا کا واقعہ جس کا مردہ بیٹا زندہ ہو گیا تھا اس ثنوی
میں بھی درج ہے۔

آغاز :-

تہیں قطب عالم محی الدین قدیر دو جگہ ہے ترے ہات توں دنگر
توں ہے چاند نجم نور دو جگہ نے توں سلطان روشن ہے رنی کنے
اقتسام۔ اگر اس بیانی ہو کوئی خلایا گنہ گار عامی ہو دوزخ میں جائے
تصفیٰ کیا چو اوس دھڑیر کیا ختم افضل شاعر بس (ص ۲۹)

یورپ میں دکنی خطوط میں لکھا ہے کہ

”اس فتویٰ کے کسی اور نسخے کا پتہ نہیں چلا“

یہ ادارے کی خوش قسمتی ہے کہ اسے اس نادر کتاب کا محفوظ بھی حاصل ہو گیا۔

۲۔ شفیع یا شفیق۔ غزل کی شکل میں ۸ شعر ہیں۔ شاعر کے متعلق یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ شفیع ہے یا شفیق کیونکہ کاتب کم سوا آج اور اس نے عام تلفظ کے مطابق مرثیہ شفی لکھا ہے۔ اگر شفیق ہے تو ممکن ہے کہ لکھی نارائن شفیق ہو۔

مطلع۔ سب جانتے امام ہمارے حسین کون کیوں نہ تمام خلق پکارے حسین کون مقلع۔ شکل گزری ہو کیوں نہ ملی کام آئیں گے ریس دن شفیع نے دل سے پکار حسین کون

۳۔ نام معلوم۔ چار چار مصرعوں کے چار بند ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ چونکہ کوئی تخلص نہیں ہے اس لئے مصنف کا پتہ نہ چل سکا۔

آغاز۔ آج آل بنی پودو کہ بجاری آج خنجر ہوا گلے کاری ہے ایسے گلے پونخو چلیا کیا ظلم کیا جفا ستم گاری اختتام۔ آج نوک تیراں گلے میں دیکھو آج بھریں ہوئے بن میں دیکھو سب شہید الہ گلے مل رہی دیکھو کیا سپہ کیا سوار کیا تلواری (۵۲) ۴۔ مشہور۔ جملہ ۱۰ بند ہیں۔ ہر بند میں چار مصرعے۔ آخری مصرع ہر ایک بند میں مشترک ہے۔ شاعر غیر معروف ہے۔ اب تک اس کا کوئی اور کلام دستیاب نہیں ہوا ہے۔ آغاز۔ اے شاہ و دل سوار توں کیوں جا بسایا کر بلا اے قاتل کفار توں کیوں جا بسایا کر بلا اختتام۔ مشہور کون اپنا کر حسین توں پیار منھ پر دھر حسین کھول عشق کا توں در حسین کیوں جا ب یا کر بلا ۵۔ نام معلوم۔ جملہ ۵ شعر ہیں۔

مطلع۔ لڑے جہاں ہوں بکتر ہواتر اے زخماں کے جہاں سوں دفتر ہواتر مقلع۔ سونا تھا سوتریں سوغم بادشاہ کا جگر پھوٹ رخی میں ماتم ہواتر (۴۲ ب)

۶۔ اشرف۔ بہ مرثیہ منج کی شکل میں ہے جس میں ۷ بند ہیں۔ ہر بند میں چار مصرعے اور ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ اشرف کے متعلق تفصیلی معلومات اردو شہ پار

(۲۱۳) بیاض مرثی

اوراق ۱۰۔ سطور ۱۷۔

تلفظ۔ ۵ x ۹۔ خط ثلث۔

مصنف۔ یتیم احمد، شفیع، مشہور، اشرف، قند، حیرت۔

برہان، اشرف، کتر، شاہی وغیرہ۔

زمانہ تصنیف۔ قریب ۱۲۰۰ھ۔

کاتب۔ شفیع عبدالقادر۔ زمانہ نگاربت قبل ۱۲۰۰ھ۔

اس بیاض میں ۵ مشہورہ غیر معروف اور ۲ نامعلوم شعرا کے ۱۰ بیٹے شامل ہیں۔ مشہور شعرا میں علی عادل شاہ ثانی شاہی اور اشرف جیسے شعرا ہیں۔ اور غیر معروف شعرا کا کلام پہلی دفعہ اردو دنیا میں روشناس ہوا ہے۔ ان بارہ مرثیوں کی تفصیل یہ ہے۔ ۱۔ یتیم احمد۔ ۱۲ بند ہیں۔ ہر بند میں چار مصرعے ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ اس برہان پوری شاعر کے سات مرثیے (جن میں ۱۶۰ شعر ہیں) ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض مرثی میں موجود ہیں۔ اس کا تذکرہ اردو شہ پارے میں تفصیل سے کیا گیا ہے (دیکھو صفحہ ۱۴۲-۱۴۳)

آغاز۔ کیوں ظالماں شہ کو مارے ہے یوں ظلم کر بے شمار ہے ہے دیوان کئے سب دیار ہے ہے رو رویتیاں پکار ہے ہے اختتام۔ یو جو اپنا شہاں پودارے یتیم احمد دو کھوں پکارے کیوں ظالماں ظلم کر کو مارے او دین کے تاجدار ہے ہے

۹۔ برہان۔ غزل کی شکل کا مثنوی ہے جس میں ۱۱ شعر ہیں۔
یہ غالباً سیدی برہان کا مثنوی ہے۔ شاہ برہان الدین جانم (دیکھو
نہرت ہذا مخطوطہ ۲) اس سے بہت پہلے کے شاعر ہیں۔ ان کا
تخلص بھی برہان تھا۔ سیدی برہان کے لئے دیکھو نہرت ہذا مخطوطہ ۲۲
مطلع۔ شاہ جب تیزیوں پہ چڑ کر ڈھایا اللہ اللہ کر
لھوا کفار پر یاداں بجایا اللہ اللہ کر
مقطع۔ نہ طوقاں کیوں ہوا برہان کہ دبتا ظلی اس غم سوں
کہ جس وقت گور میں شہ کوں چھپایا اللہ اللہ کر (۶۱)
۱۰۔ شرف۔ اس مثنوی میں ۲۵ شعر ہیں۔ شرف ایک مشہور
مثنوی گو شاعر ہے۔ ایڈنبرا کی بیاض میں بھی اس کے مثنوی
موجود ہیں۔ اردو شہ پارے میں اس مثنوی کا انتخاب شائع
ہو چکا ہے (دیکھو ضلع ۳)
مطلع۔ سیح پھولوں کی میں بناتی تھی پیارے صغر کوں تب سلاقی تھی
مقطع۔ شہر بانو کی شور کی آواز اے شرف لامکاں کوں جاتی تھی
کاتب نے بجائے شرف کے حضرت لکھا ہے جو غلط ہے۔
۱۱۔ کسرت۔ آٹھ بندوں کا ایک مثنوی ہے۔ جس کے ہر بند میں
چار مصرعے ہیں۔ آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ کسرت کا
ایک مثنوی کبرج کی بیاض میں بھی موجود ہے (دیکھو یورپ میں دکنی
مخطوطات ص ۶۴) یہ فقیر کسرت شاہ دکنی کے نام سے مشہور تھے۔
صوفی شاعر تھے۔ اکثر مرثیاتی اور مثنویاں ان کو زبانی یاد تھیں۔
حیدرآباد کے امرا اور فقرا میں بہت ہر دل عزیز تھے۔
۱۲۵ھ میں وفات پائی۔ (محبوب الزمن جلد دوم ص ۹۲)
آغاز۔ کہے فاطمہ آج نیار حسین پڑیا جگ میں غم کا انداز حسین
زمیں سوں گلن لگے صلا حسین تجھے ظلم سوں مل کے مارا حسین
اختتام۔ کیناں میں کسرت کینہ غلام ہے طالب تارا میں حضرت امام
علیک الصلوٰۃ وعلیک السلام کرم بگ پوسا رانا مارا حسین (۷۶)

صفحات ۱۲۷، ۱۲۸ میں درج ہیں۔ اس کے ۱۳ مثنوی (۱۰۴ شعر)
ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں محفوظ ہیں۔ برٹش میوزیم میں اس کی
ایک مثنوی ”جنگ نامہ“ موجود ہے۔ (دیکھو ایڈیشنل نمبر ۱۵۹)
آغاز۔ شاہ دیں جگ پہ غم تارا ہے عانداں برالم تارا ہے
لھو میں دستار نم تارا ہے درد منجہ سب جنم تارا ہے
اختتام۔ سیح نو اس ہے توں پیغمبر کا ہے تو والی یقین کوثر کا
خوب اثرن نہیں ہے محشر کا اس پہ فضل و کرم تارا ہے
۱۲۔ قلندر۔ یہ مثنوی بھی مثنوی نمبر ۶ کی شکل میں ہے۔ جلد ۱۱
بند ہیں۔ یہ ایک غیر معروف شاعر ہے جس کا کوئی اور کلام
اب تک دستیاب نہیں ہوا۔

آغاز۔ آج قاسم کی من بوہن روتی لھو بھر یا شاہ ویک تن روتی
رن میں قائم کر گلن روتی توڑ سہرا کنگن دولن روتی
اختتام۔ اے قلندر توں کر بلا کوں جا درد غم سوں گلے میں کفنی بھا
شاہ کے دوکھ سوں خاک لکھو نہ لا غلن جوگی ہو چو کدن روتی
۸۔ حیرت۔ یہ ایک طویل مثنوی ہے جس میں ۱۷ بند ہیں اور ہر بند
میں چار مصرعے اس طرح کل ۳۲ شعر ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع
پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ شاعر غیر معروف ہے۔ لیکن کلام میں
قوت اور پختگی پائی جاتی ہے۔

آغاز۔ کیوں باغ مصطفیٰ کے دیکھو یا سمن کے تیں
کاشیا علی کے دل کے ڈول چول بن کے تیں
ظالم دکھوں کے زور سوں فناؤں کے من کے تیں
تب سوں ہوا ہے غم یو ہراک مردوزن کے تیں
اختتام۔ چیتکیوں کی کرسیا ہی ملکوں کی کر ظم
قصہ لکھیا یو سوز کا بانڈیا تمام غم
حیرت غلام کسرت یو شاہ ذی کرم
روش کردو بگ میں تم اس کے بچن کے تیں (۵۹ ب)

ادارے کے اس مخطوطے میں قاعدہ کے تین مرثیے (۲۰ اشعار) محفوظ ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) رملج - سات بند ہیں - ہر بند میں چار مصرعے - ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔

آغاز - حیف چیرا حسین! دل تیرا لہو میں مظلوم تن پھیل تیرا سرگیا تن سوں شام چلی تیرا تن دھیا فاک خوں میں مل تیرا انتقام - ہے حضوری خواں تجھ قاعدہ جی سوں مبار میں سدا حاضر سزنا ہا جس کوں یوں غلط جس کوں خدمت ہو مور پھیل تیرا (۵)

(۲) غزل نما مرثیہ ہے جس میں ۱۵ شعر ہیں۔

مطلع - ہیں خدا کے برگزیدے شہ سولہاں لہو میں لال

فاطرہ کے نور دیدے قندیلوں میں لال

مقطع - ہے زخم ہر تار غم کا سزنا تا قاعدہ

دل پکاری کمرگ ہے جس کی دھڑاں لہو میں لال (۱)

(۳) غزل نما مرثیہ ہے جس میں ۱۱ شعر ہیں۔

مطلع - فاطرہ کے جو کاتوں گوشوارا یا حسین

احمد مختار کاتوں ہے پیارا یا حسین

مقطع - پھر سینے میں قاعدہ کے سوز کے شعلے اٹھے

تو زباں یوں بولتی ہے غم شہزاد یا حسین (۵۶-ب)

یہ تمام مرثیے بیاض ۳۶۱ میں دوسرے کلام کے درمیان درج ہیں

یہاں ان کا تذکرہ ادراق کی وضاحت کے ساتھ ایک سلسلہ میں

درج کر دیا گیا ہے۔

۱۲- شامی - یہ علی عادل شاہ ثانی شامی (متوفی ۱۲۸۳ھ تا ۱۳۰۳ھ)

کا مرثیہ ہے۔ اس کا دیوان دفتر دیوانی و مال و ملک میں محفوظ ہے۔

اور اس کا تذکرہ اردو شہ پارے (صفحات ۵۲، ۵۱) میں درج

ہو چکا ہے۔ ۱۳ اشعار کا مرثیہ ہے جس کے سب شعر مصرع ہیں۔

مطلع - دہل دن کروں زاری یوں یک دم سوں رو رو یا امام

اب کن ہوے انجواں مرے تجھ غم سوں رو رو یا امام

مقطع - عادل علی شاہ راجناں ملک ملک تم سا جنان

تجھ دیکھ غم جیوں بھاگناں تجھ غم سو رو رو یا امام (۵۳)

نوٹ - اس مرثیہ کا ہر شعر چار مصرعوں کا ایسا بند بھی بن سکتا ہے

جس کا آخری مصرع ہر بند میں مشترک ہے۔ مثلاً

تزو کہ (۱) یو غم کئے سب حشر کوں برہم کئے

شاہی کے تیرے برہم کئے تجھ غم سوں رو رو یا امام

(۳۱۴) مرثیہ قادری [۳۶۴]

ادراق ۳ - سلور ۱۷

تقطع ۵ x ۹ - خط ثلث -

مصنف - قاعدہ - زمانہ تصنیف قریب ۱۱۴۳ھ -

کاتب - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قبل ۱۲۳۰ھ -

یہ دکن کا ایک مشہور مرثیہ گو ہے جو مرزا بیجا پوری کے بعد

سب سے زیادہ مشہور ہوا - ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں

۱۷۱ کے ۱۷ مرثیے (۳۰۰ اشعار) موجود ہیں۔ اس کا تفصیلی

تذکرہ اردو شہ پارے (ط ۱) میں درج ہے۔ اس نے اداسی

بارہویں صدی میں وفات پائی - ہاشم علی نے اپنے مرثیوں

میں اس کا بار بار ذکر کیا ہے اور وہ قادر کو دکن کا استاد

مرثیہ گو سمجھتا تھا (دیکھو اردو شہ پارے ص ۵۵ تا ۱۷۱) -

(۲۱۵) دکنی منظومات [۳۶۵]

اوراق ۱۲ - سطور ۱۷ -

تقطیع ۵ × ۹ خط ثلث

مصنف - عبداللہ قطب شاہ - معجز - محی الدین وغیرہ -

نمائہ تصنیف - قبل - ۱۱۵ھ -

کاتب - شیخ عبد القادر - سنہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ -

اس بیاض میں تین شور شعرا عبداللہ قطب شاہ معجز، اور محی الدین کے کلام کے علاوہ ۴ ایسی نظمیں بھی موجود ہیں جن کے مصنفوں کا پتہ نہ چل سکا - ان سب نظموں کی تفصیل یہ ہے -

۱ - ترکیب بند - ہر بند میں چار مصرعے ہیں اور ہر بند کا آخری مصرع ایک ہی ہے - اس نظم میں حروف تہجی کی تشریح کی گئی ہے جو زیادہ تر اسمائے باری پر منطبق ہوتی ہے مصنف کا پتہ نہ چل سکا کوئی صوفی بزرگ ہیں -

آغاز - الف اللہ ظاہر نور دے بے باطن ہو کر آپ بسے
تے تے بن نہیں کوئی کسے دیک دہی دیک دہی دہی
اختتام - لا رب سوں لٹ پٹ رہے دوسب میں ساکن رہے
ی ی یقین جانوسب پر رہے دیک دہی دیک دہی دہی
۲ - ترکیب بند - اکثر بندوں میں چار مصرعے ہیں اور ہر بند کا آخری مصرع "شاہد اللہ واحد اللہ" ہے - اس نظم میں -

صفات الہیہ بیان کی گئی ہیں مگر ہے شاعر کا تخلص یا لقب "من عرف" ہو -

آغاز - اول اللہ کوں سرانا دہی ہے پاک نورانا

جسد ہو جسم ناکہنا اسے ہر دم سہرانا

دہی دانا دہی مینا دہی پروردگار

اختتام - افلا تبصروں جب سوں نیامن عرف ہونتب سوں
دوی چھوڑا پوسبتوں شاہد اللہ واحد اللہ (ورق ۴۴)

۳ - غزل - ۱۸ شعر ہیں - شاعر شاق اور نازک خیال معلوم ہوتا ہے - غالباً ناقص الآخر ہے - کوئی تخلص نہیں ہے -

آغاز - آج محبت کی رات سچی گشت پیمتیاں ہیں دو ہلال انکھیاں
نیاز کا ناچ ناچتیاں پلپلے تال پلکوں سے نور بھی (ڈال) انکھیاں

بے دیکھتیاں اونچ دیکھتیاں کیا کوں کیوں رکھوں سبھ حال انکھیاں
اختتام - دل چلیا ہے دیکھ لیا دیکھ چلنا ہی دل کی نال انکھیاں
پھر کیا از رو جانے میں سرخ رو منجھ کیا ایٹال انکھیاں

۴ - غزل محی الدین - پند و معطی میں ایک غزل نما نظم ہے -
مقطع میں محی الدین تخلص درج ہے - اسی نام کے ایک شاعر کی

شہنوی "قصہ ابراہیم اوہم" اندیا آفس کے کتب خانے میں محفوظ ہے -
(دیکھو نمبر ۷۱) - اس شہنوی میں (۲۴) اوراق اور تقریباً پانچ سو (۵۱۰)

ایات ہیں - مصنف نے اپنا تخلص ان ایات میں استعمال کیا ہے :-

حکایت محی الدین کر خضر ادب سات یاراں سنوکان دھر (۱۶۸)

کعرخان کوں توں اپس ساکر ایتا توں محی الدین مناجات کر (۷۸)

یہ شاعر ظہیر الدین اولیا کا مرید تھا اور اس نے ان کی مدح شیخ عبد القادر جیلانی کے بعد ہی لکھی ہے - سید ظہیر الدین (۱۱۵۸ھ تا ۱۲۱۵ھ) بالاپور (برار) میں ایک بزرگ گزرے ہیں جن کا تذکرہ

عبد الجبار خاں نے محبوب ذی المنن جلد اول کے صفحات ۴۸۰ تا ۴۸۸ میں تفصیل سے لکھا ہے - لیکن یہ محی الدین جن بزرگ کے مرید تھے وہ غالباً اس عہد سے قبل کے کوئی صوفی ہوں گے -

اداسے کی نظم کا مطلع و مقطع یہ ہے :-

مطلع - سب میں غلیظ ہیں ہوں منہ سوں غلیظ کوئی نہیں
غفلت میں عمر کھویا اس سوں غلیظ کوئی نہیں

مقطع۔ میم کی نشان اشد کی ہے گی نشان اللہ کی

محی الدین کو کوئی نہ بدلنے اس سون غیلہ کوئی نئی (۶۳)

۵۔ معروفیت باری۔ یہ ۷ شعری ایک غزل نما نظم ہے جس میں

مطلع کا پہلا مصرع موجود نہیں ہے۔ مارتانہ مضامین درج ہیں۔

مصنف کا پتہ نہ چل سکا۔

ابتدا۔ صوت بسایانین کی پھر خواب کوں جاگا کہاں

شعلہ سخن کے نور کا دیکت کسی کوں تاب نہیں

افتاب جا بے تاب ہو جہتاب کوں جاگا کہاں

اختتام۔ اس عشق کے بازار میں میاں کوئی کیا کر سکے

پسکے بدل چو جائے کہ پھر لاپ کوں جاگا کہاں (۶۴)

۶۔ ریختی معجز۔ ان کا ایک مرثیہ ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض

مراثی میں شریک ہے۔ اس بیاض کا تفصیلی ذکر اردو شہ پارے

۱۵۱ اور یورپ میں دکنی محظوظات ۱۶۱ میں درج ہے۔

محبوب الزمن میں معجز (۱۲۹ تا ۱۳۰) کا

تذکرہ جلد دوم ۱۸۹ میں شامل ہے۔ ان کا نام غلام محی الدین

تھا۔ اردو مولوی باقر آگاہ (دیکھو فہرست ہذا محظوظات

۱۳۰ ۵۱) کے شاگرد اور عظیم الدولہ (نواب اڑکھا) کے استاد تھے۔

نہایت سنجیدہ اور عالم و فاضل بزرگ تھے۔ تعجب ہے کہ انھوں نے ریختی

میں بھی کلام لکھا تھا۔

اس زیر نظر ریختی میں مقطع سے پہلے تین ابیات ثنوی کی بھی شامل

میں جن کا نظم سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ اس لئے یہاں درج کی جاتی ہیں۔

تغایہ کیا کر بیٹے میرے سنگات کر گئے۔ باتاں میٹھیاں لگا کر کٹی دھاتوں کر گئے

انتقام۔ منجہ برہنی کا برہا لکھتے وقت سخن کو۔ یہ بیچھٹیا قلم کا جل راخ ہو چھ گئے

ثنوی۔ آخر حکومت یاراں کی سب گئے اللہ کر۔ تربت میں جا رہنا ہے ہو کفن پر لکر

غفلت کی راہ میاں گمانے بہوت بھروسے میں رکھنا قدم سمجھ کر خطرے بہت بڑے ہیں

جب تک تراز رزق ہے ملے ملک پھرے گا۔ جب تک تیری جیا ہو تب تک او سرگ

معجز کوں کوئی کہو جیاو درد دو کہ سمجھتا

دے داغ دل کے اوپر باتاں دوون کی گئے (۶۴)

۷۔ غزل عبد اللہ قطب شاہ۔ اشتر میں۔ اس بادشاہ (۱۳۳۵ تا

۱۳۵۵ء) کا دیوان مجلس کئی محظوظات کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ اور اس کی

موتی کی نگینیں نواب نعیم الدین خاں ناظم دیوانی دمال کے کتب خانے میں

محفوظ ہیں۔ اس کا تذکرہ اردو شہ پارے (۱۳۱) میں درج ہو چکا ہے۔

اس بیاض میں عبد اللہ کی غزل کی شرکت ظاہر کرتی ہے کہ اس کو بعد کے زمانہ

میں بھی ایک اچھا شاعر سمجھا جاتا تھا۔

مطلع۔ اغیار نا پائے اوسے عاشق نہ اپنے یار کا جو جنت ہور دین کوں تجھ ملا ہے دیدار

مقطع۔ الحمد للہ شکر ہی لو لا نہیں غافل ہو کر عبد اللہ اگر سی سنجی ذکر کے اذکار کا (۶۵)

(آخری مصرع میں اذکار کی جگہ کاتب نے مذکور لکھا ہے)

(۲۱۶) وصایاے نبی [۳۶۶]

اوراق م۔ سطور ۱۷۔

تقطیع ۹ x ۵۔ خط ثلث۔

زمانہ تصنیف قریب ۱۱۰۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبد القادر۔ زمانہ کتابت قبل ۱۲۰۰ھ۔

یہ اردو نثر کا ایک رسالہ ہے جس میں حضرت رسالت پناہ

کی وہ نصیحتیں درج ہیں جو موقع موقع حضرت علیؑ کو کی گئی تھیں۔

مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا ہے۔ لیکن زبان و اسلوب بیان

کے لحاظ سے قلم شاہی عہد اور اس کے قریبی زمانے کے کوئی

صوفی معلوم ہوتے ہیں۔ یہ رسالہ آٹھ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کی ضخامت کے اندازہ کے لئے اس کی ابتدا اور اختتام

سے نصف نصف صفحہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

آغاز :-

”حضرت رسالت پناہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۲۱۷) حکمت سلیمان پیغمبر [۳۶۷]

اداق ۲۔ سطور ۱۷۔

تقطع ۵ x ۹۔ خط ثلث۔

زمانہ تصنیف۔ قبل ۱۱۵۰ھ

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ زمانہ کتابت قریب ۱۲۳۰ھ
یہ تقریباً ۵۰ سطور میں اردو نثر کا ایک رسالہ ہے
جس کے مصنف کا پتہ نہ چل سکا۔ ممکن ہے کہ اس کا مصنف
بھی دی ہو جو ”وصایائے نبی“ کا ہے۔ اس رسالے میں کچھ
نہ ہونے والی عورتوں کی سات بیاریاں اور ان کے علاج بیان
کئے گئے ہیں۔ مصنف نے تشخیص کے بہت اچھے طریقے بیان
کئے ہیں۔ ماہرین طب کے لئے اس کی مندرجہ معلومات بہت
مفید ہیں۔
آغاز:-

”یہ حکمت سلیمان پیغمبر سوں ہے۔ ایک روز پانچ عورتاں
جمع ہو کر سلیمان کے آکر فریاد کیاں کہ ہمارے مرداں ہمنا
فرزنداں میں ہوتے کر کر دُمری عورتاں کرنے منگتے ہیں۔
ہماری مراد تمیں دیو۔“

اختتام:-

”ہو اگر کوئی جاگائیں دکتا ہے تو سمجھنا کہ دیو ہو پری
کا دھکا ہے۔ او سے اے تو یزیدے کر دینا۔ ایک گلے
کوں بندنا ہو ایک بازو کوں بندنا۔ ہو ایک دھو کر پانا۔
خدا کے حکم سوں فرزند ہووے گا۔“
اس کے بعد تین توہید درج کئے گئے ہیں۔

ہوے کہ یا علی جکوئی نچر کا نماز کر کے بیٹھے خدا نے تعالیٰ کے
ذکر میں آفتاب اوپر آوے تلک تو خدا نے تعالیٰ اوس بندے
کی گندہ درخ کی آگ نچھ غلام کرے گا۔ یا علی جکوئی
جمو کا غسل کرے گا تو دُمرے جمو تک نکلائے جائے گا۔
ہو اور غسل فور ہے سلت طبق زمین آسمان میں۔ اپنے
مال پر خوش حال ہو کہ خدا نے تعالیٰ کا دوست نہیں
جو کہ مال پر خوش حال ہوتے ہیں۔ یا علی جکوئی سواک
بھوت کرے (تو) بیت و چہار خصلت نیکہ بخت کے
زیادہ ہوتا ہے۔ یا علی جکوئی سوتے وقت ہو راشتے
وقت و السماء و الطارق پڑے گا تو.....“

اختتام:-

”یا علی کھنا کھا دی گے تو اول نمک چاکو دُمری علت
کوں قائدہ دیتا ہے۔ یا علی نوے کپڑے سینکے تو جونی کپڑے
دویشاں کوں دیو۔ یا علی راضی اپنے ماں باپ سوں خدا نے
تعالیٰ کا راضی بنا ہے۔ ہو رخصہ ما باپ کا سو خدا نے تعالیٰ
کا غصہ ہے۔ یا علی عورت کی رائے (یا دانی) کوں گھر میں
نکو آن دیو برا ہے۔ یا علی دتا دکوں ہو رادشاہ کے
فرزنداں کوں بھوت پیار کرو کہ دو جہاں میں خوبی ہے۔
یا علی ہو سامنے ہو کا پانی نکو سٹو۔ نصیحت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر المؤمنین کوں فرمائے ہیں۔
برضو ہے (م)۔

ترقیمہ:- ”وقت تمام شد کار من نظام شد“

اس کے ساتھ ہی ایک اور رسالہ نثر ”حکمت سلیمان پیغمبر“
شروع کر دیا گیا ہے۔ اس کا ذکر خط نمبر ۲۱۷ میں درج ہے
اس رسالہ کا نام ”وصایائے نبی“ راقم الحروف نے اپنی طرف
سے لکھا ہے خود رسالہ میں کوئی نام درج نہیں۔

اور اس کا تذکرہ مخطوطہ نمبر ۷۰۱ میں گزر چکا ہے۔ اور اس کے
کاتب نے اس کو خواجہ بندہ نواز سے منسوب کیا ہے۔ ان
دونوں رسالوں میں عبارت اردو زبان میں جو فرق ہے وہ
ذہنی کی عبارتوں سے بھی واضح ہو سکتا ہے۔
آغاز :-

”کننت کنزاً مخفیاً فاجبت ان عون فخلق الخلق
یعنی اس سلطان اپنی ذات کے دنیا میں چھپا کر گنج
رکھیا تھا۔ بقا کے موتیاں سوں بھر کر جو کہ اس حال
میں پاک یک اس گنج طرف نظر کیا ہو اور اس موتیاں
کا اوجالا دیک کر عاشق ہوا ہو مصیبت تجویز میں آیا جو
ایسے راز کے موتی چھپا کر رکھنا خوب نہیں بلکہ عشق کے
بازار میں ظاہر کرنا بھلا ہے“

اختتام :-

”یعنی اس کا معنا اس آیت کا معارفہا۔ ایتال
تو اگر منگتا ہے۔ توں پوچھے تو صاحب حال سوں
پوچھے لے۔ سا تو اں دے۔ اے ہے۔ ذلہ تعالیٰ۔ ہو تو
قبلا انت موتو۔ یعنی خدا کہا مرنے کے دنگے مرنا۔ ہو
بعضہ محققاں کہتے“

عبارت ختم کئے بغیر کاتب نے یہ رسالہ نامعلوم چھوڑ دیا ہے اور
اس کے آخر میں کوئی ترقیمہ بھی نہیں لکھا۔

یہ مخطوطہ اور اس کے علاوہ مخطوطات نمبر ۲۰ تا ۲۱۹ مولوی حبیب اللہ
حسینی بی اے کاء طبع ہیں۔ یہ سب ایک ضخیم جلد میں شامل ہیں۔

(۲۱۸) درالاسرار (۳۶۸)

ادماق ۶۔ سطور ۱۷۔

تقطیع ۵۹۶۔ خط ثلث۔

مصنف۔ مرید سلطان۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۱۱۰ھ۔

کاتب۔ شیخ عبدالقادر۔ سنہ کتابت قریب ۱۲۰۰ھ۔

یہ اردو نثر کا ایک رسالہ ہے جس کا مصنف مشہور صوفی
شاعر سلطان (دیکھو مخطوطہ ۲۰۶) کا مرید تھا۔ اس نے
سبب تالیف میں اپنے مرشد کا ذکر اس طرح کیا ہے :-

”بعد از اے بھائی حق کی توفیق سوں ہو اور اس ہادی

شاہ سلطان کی مدد سوں سالکان ہو و طالبان کے

واسطے اس بقا کے موتیاں چن کر لیا یا ہوں ہو و راز

کے معنی کے تاگے میں پرویا ہوں۔ تب اس رسالے کا

ناؤں درالاسرار کر رکھیا ہوں۔ اس رسالے نے ما اگا

کوں باٹ ویسے گی۔ ہو و طالبان کوں طلب زیادہ ہو و گا۔

ہو و عاشقاں کوں عشق پیدا ہو و گے گا۔ ہو و کوئی پڑنے

والے ہو و سننے والے خدا کی طلب میں آویں گے۔ ہو و

جو کوئی درالاسرار کوں پڑنے منگے“

اس عبارت میں مصنف نے اپنی کتاب کا نام دو جگہ ظاہر کر دیا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ خود اپنا نام کہیں نہیں لکھا۔

کتاب کا آغاز حمد و نعت کے مضامین سے کیا گیا ہے۔

اور پوری کتاب مسلسل بغیر کسی ذیلی سرخی کے لکھی گئی ہے۔ جگہ جگہ

آیات قرآنی کے ذریعے سے وعدۃ الوجود اور تحقیق کائنات کے

اسرار واضح کئے گئے ہیں۔ اور مصنف سالکوں سے ہر جگہ

”اے بھائی“ کے الفاظ سے مخاطب ہے۔ اسی رسالہ کا

ایک اور نسخہ ادارے میں ”درالاسرار“ کے نام سے موجود ہے

آغاز:-

الہی دے توفیق انسان کوں جو بندگی کرے نیری دل جان سوں
توں پیدا کیا محض بندگی کرتے ہیں کہ اوچھوڑ پکڑے ہیں گندگی کے تیں

اختتام:-

اہیں سات سنت سو یو در قیام بھی ہیں سات دسرے رکوع میں تمام
سو ترے میں سجدے منے سات یو چہارم ہے قعدے منے سات او
در بیان سنتہائے قیام گوید
اس کے بعد اس بیاض میں اوراق غائب ہیں۔

(۲۲۰) بیاض قدیم (۳۷۰)

اوراق ۳۱ - سطور ۱۲ - کہیں ۱۰ -

تقطیع ۱/۲ x ۸ - خط ثلث -

مصنف - مرزا شاہی شاہ راجہ راجی خوشنود، وغیرہ -

زمانہ تعینف - قبل ۱۱۱۰ھ -

زمانہ کتابت قبل ۱۱۱۶ھ -

اس بیاض میں متعدد معروف و غیر معروف شراٹے دکن

کی ۳۰ سے زیادہ نظمیں ہیں۔ جن میں سے بعض نہایت اہم ہیں

کیونکہ پہلی دفعہ اردو دنیا ان سے واقف ہو رہی ہے۔ مرزا بیجا پوری
کے مرثیے ایک اور بیاض میں بھی ادارے میں موجود ہیں (دیکھو خطوط ۲۱۱)

لیکن اس بیاض میں اس کے مزید دس مرثیے اور سلام ہیں۔

اور ممکن ہے کہ بعض دیگر مرثیے جو ناقص الآخر ہیں اور جن کے مقطعے
محفوظ نہیں ہیں وہ بھی مرزا ہی کے ہوں۔

سیہ شاہ راجہ حسینی (مرشد ابوالحسن قطب شاہ) اور ملک خوشنود

کے مرثیے اس سے قبل کہیں دستیاب نہیں ہوئے تھے اور نہ یہ

معلوم تھا کہ وہ مرثیے بھی لکھتے تھے۔ صرف اس بیاض کی

(۲۱۹) مرات المصلی (۳۶۹)

اوراق ۷ - سطور ۱۱ -

تقطیع ۵/۸ x ۹ - خط ثلث -

زمانہ تعینف قریب ۱۱۷۵ھ -

کاتبہ - شیخ عبدالقادر - زمانہ کتابت قبل ۱۱۷۵ھ -

یہ ایک ناقص الآخر ثنوی ہے جس میں حسب ذیل

سرخیاں ہیں:-

حمد، نعمت، صفت اصحاب، اسباب کتاب، ایمان، ارکان

ایمان، احکام ایمان، شرائط ایمان، بیان مفصل ایمان

فرائض شریعت، واجبات شریعت، مستہائے شریعت، حکمائے

شریعت، فرائض وضو، مستہائے وضو، مستحبات وضو، شکندہ وضو

فرائض تیمم، فرائض غسل، واجب غسل، مستحب غسل، فرائض غسل،

سنتہائے غسل، مسح موزہ، شکندہ مسح موزہ، مسکام حقیق و نفاس

حکمائے نفاس حقیق، فرائض ہائے نماز، واجبات نماز، محمدانہ نماز

سنتہائے نماز، سنتہائے قیام -

آخری عنوان کے بعد اوراق غائب ہیں۔ بحالت موجودہ اس

ثنوی میں ۲۳۵ آیات ہیں۔ مصنف نے ابتداء کتاب میں

اپنی زبان اور وطن کی اس طرح وضاحت کی ہے:-

یو مسلیاں کو کھنی کیا اس سبب فہم کر کے دل میں کریں یاد سب (۱۱۲)

سکت تے بی گزیر یاز تانا سبھی کتاہوں یو مسلیاں کو کھنی سبھی (۱۱۳)

لیکن مصنف نے اپنا نام باوجود کتاب کی باضابطہ ترتیب کے کہیں

نہیں لکھا۔ زبان ۱۱۷۵ھ کے قریب زمانے کی ہے۔ کتاب کے اوپر

اس کا نام اس طرح لکھا ہے:-

”ایں کتاب مرات المصلی است“

وجہ سے ان کے اس کلام کاظم حاصل ہوا۔

علی عادل شاہی کا بھی ایک مرثیہ اس میں محفوظ ہے جو بہت

اہم ہے۔ بعض مرثیہ گو مثلاً 'عبت' مراد وغیرہ

پہلی بار اردو دنیا میں اس بیاض کی وجہ سے روشناس ہو رہے ہیں۔

افسوس ہے کہ یہ بیاض نہایت ناقص حالت میں ادارے میں

داخل ہوئی اور اس کا بہت سا کلام تلف ہو گیا۔

اب اس کی جملہ نظموں کی تفصیلی ترتیب بیاض کے مطابق

درج کی جاتی ہے :-

۱۔ مرثیہ مرزا۔ چار شعر ہیں۔ آخری شعر پڑھا نہیں گیا۔

مقطع۔ اے عزیزاں سب جنم ناری کرو اس غم میں

حیف اور سو رہا مظلوم اس عالم میں

کاغذ کی بوسیدگی کی وجہ سے مقطع تلف ہو گیا ہے بحالت موجودہ یہ شعر

آخری ہے :-

مقطع کی آل گئی اس جگہ میں ہو مظلوم حیف

ہے یہی حسرت جنم بھرا ہل قرانی میں

۲۔ سلام مراد۔ ۱۲ شعر ہیں یہ ایک غیر معروف شاعر ہے۔

آغاز۔ نبی کا کرم قرضی..... اٹھائے تم پر سلام علیک

اختتام۔ خدا جیو اپس کا کیا جزاؤں تمارے چرن پر سلام علیک (۱۳)

۳۔ غزل سراج۔ چار شعر ہیں جن میں سے ابتدائی پڑھے نہیں

جاتے۔ مقطع یہ ہے :-

ہے شاد اپنے پھول سے اے بلبل سراج

وہ یار نو بہار ہمارا کب آوے گنا (۳ ب)

۴۔ مرثیہ۔ ۱۰ شعر ہیں۔ شاعر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ ممکن ہے کہ

یہ مرزا کا مرثیہ ہو۔

آغاز۔ اے عزیزاں دسیا ہے چاند عاشور

سب دلاں میں ہوا ہے بوجہ یور

اختتام۔ ہے سدا غم پو دل میں.....

سر خود ہے توں مصطفیٰ.....

۵۔ مرثیہ شاہ راجو۔ ۲۲ شعر ہیں۔ سید شاہ راجو ابوالحسن

قطب شاہ کے مرشد تھے۔ اور انہی کی چشمتیں گوئی کے مطابق

ابوالحسن کو بادشاہت ملی تھی۔ اس دور کے بعض شاعروں مثلاً

مفتی نے اپنے کلام میں ان کی مدح لکھی ہے۔ لیکن اب تک یہ

معلوم نہ ہوا تھا کہ خود شاہ راجو بھی اردو میں شاعری کرتے تھے۔ انہوں

نے زوال گوئلندہ سے قبل غالباً ۱۹۱۷ء میں وفات پائی۔ (اوپر دیکھئے)

دکن جلد اول۔ صفحہ ۳۱۷۔

آغاز۔ سینا کے ماتم سوں آل حرم پر ہوا ہی قیامت سویا رب سرا

جھپو دوں اٹھائی کہ برج کا بنی کے درج کا سواہ لعل گوہر

اختتام۔ شفاعت دے منج شاہ اپنی بقا کا ہمیشہ لگا منج ترا منج اکبر

جم شاہ راجو حسینی پر اپنا تری چھاؤں میں کھ شہنشاہ

۶۔ مرثیہ قربان علی۔ ۷ شعر۔ ایڈنبرا یونیورسٹی کی بیاض میں

بھی ان کے مرثیے موجود ہیں۔ یورپ میں کئی محظوظات میں ان

کے ایک مرثیہ کا انتخاب شائع ہو چکا ہے (دیکھو صفحہ ۶۷)

آغاز۔ کہو محب علی ہو رہو نہ شہر عرب ہو رعم کہاں ہے

او نور اعظم صیب عالم اوصابر درو غم کہاں ہے

اختتام۔ ہمیشہ لیل و نہار دایم کھیا سو قرباں علی عیوایوں

کہو محب علی ہو رہو امیر ملک بقا کہاں ہے (۶)

۷۔ مرثیہ شہنشاہی۔ علی عادل شاہ ثانی۔ ۸ شعر۔ اس بادشاہ

کا ایک اور مرثیہ ادارے کی ایک دوسری بیاض میں بھی موجود ہے

(دیکھو محظوظہ ۲۱۳)

آغاز۔ دیکھو چند بھی بھری..... بگت کوں دس دن درد لگایا

جداں تے بھیں پر ہوا کھڑو تہاں تے ماتم کے سر ہلایا

- ۱۱۔ مرثیہ - ۱۲ شعر - مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔
 مطلع - اس جگہ میں بنا جب تھے کہ عاشور ہوا ہے
 ہر شے کا دیکھو تب سوں بگر چور ہوا ہے
 مقطع - مقبول قیادت کوں بنی پاس اچھے او
 سوں بگڑ ہوا ہے (۱۱۰)
- ۱۲۔ مرثیہ - ناقص الاول - ۶ شعر مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔
 ابتدا - فانی جہاں شہ پہ چڑ کر دار البقا کر گئے سفر
 بہت غم ہوا عالم اوپر تابوت جب لے کر چلے
 اختتام - تابوت اٹھائے جس وقت اندکار ہوا سارا جگت
 رونے لگیا عالم سگٹ تابوت جب لے کر چلے (۱۰۱)
- ۱۳۔ مرثیہ مرزا - ۱۱ شعر ہیں - نوا کے منطق دیکھو خطوط نمبر ۲۱۱۔
 مطلع - حسین کے غم سوں یاراں ہیکلیجا ہو کا دھارا
 کہ یونظلمات ماتم کا کیا ہر جگہ میں اندکار
 مقطع - کہ مرزا سوز سرور کوں رکھیا ہے جو کہے جو ہر کوں
 اچھے گارو ز محشر کوں حسین سرور کئے پیارا (۱۱۱)
- ۱۴۔ مرثیہ صادق - ۳۱ شعر - یہ کوئی غیر معروف شاعر ہیں
 اس سے قبل ان کا کوئی کلام دستیاب نہیں ہوا۔
 مطلع - حسن ہو حسین دو گہرا ہائے ستارے دو فتمس و قمر ہائے ہائے
 مقطع - یو صادق ترا ہے امام نہا کھیا روے یو سر بسر ہائے ہائے
 ۱۵۔ مرثیہ مرزا - ۱۱ شعر - دیکھو خطوط نمبر ۲۱۱۔ (۱۲)
- مطلع - آیا عاشور جگہ میں سب جگہ ہوا ہے
 زاری کردو محباں غم کا نوا ہوا ہے
 مقطع - جل بھی ہوا انگٹھی سینہ اسی فراقوں
 مرزاں کے دل میں شہ کا یو داغ گھر ہوا ہے (۱۳)
- ۱۶۔ سلام فصیح الدین - ۳ بند - یہ بھی کوئی غیر معروف شاعر ہیں۔
 پہلی بار یہ نام اردو ادب میں آیا ہے۔

اختتام - نبی کے گھر کا اتحاد یک یو۔ بدی کا بار لگا بھیا
 فراق دل میں لگا کے شاعری اسبج غم سوں انجھو ہوا (۱۶)

۸۔ مرثیہ خوشنود - ۱۱ شعر - ملک خوشنود گو لکندہ کا شاعر تھا
 جو غدیہ سلطان شہر بانو بیگم کے حبز میں بیجا پور روانہ کیا گیا تھا۔
 وہاں اس نے شاعر کی حیثیت سے عروج حاصل کیا اور ۵۹۰ھ میں
 ایک شہنشاہی ہشت بہشت کھی - اس کا تذکرہ اردو شہ پارے صفحہ ۴۶۹
 میں درج ہے۔

آئندہ - زاری کردو عزیز غم کا نہ ہوا ہے اس درد کا... کاتب.....
 جم درد کا اگن سوں جلتا دل بنی جو تھا خوشی علی کا ملک علم ہوا ہے
 اختتام - سدا ہیا رکت ہو سب تن جلیا درد کوں تم حسین کا جم قتل کوں غم ہوا ہے
 اللہ مصطفیٰ کا خوشنود نے کیا ہے تم حسین کا جم قس پر کم ہوا ہے
 ۹۔ مرثیہ روحی - ۷ شعر - یہ حیدر آباد کے پیر زادے اور
 مشہور مرثیہ گو ہیں - ایڈنبراک کی بیاض میں پانچ اور کیمبرج کی بیاض
 میں ایک مرثیہ موجود ہے۔ ان کا تذکرہ اردو شہ پارے صفحہ ۱۵۷-۱۵۸
 میں درج ہو چکا ہے۔

مقطع - محرم کا چند پھر کھن ایسا..... ہوا پیدا
 محباں کے دلال میں سب شہاں کا غم ہوا پیدا
 مطلع - جلی قلبی میں غم بتا سو روحی میں عیاں دستا
 یو ہو میرے سوں دالبنتہ خفی جانم ہوا پیدا (۸)

۱۰۔ مرثیہ حسنی - ۱۱ شعر - یہ ایک غیر معروف مرثیہ گو ہے۔
 آئندہ پھر جانہ کمن پر غم ہوا..... عالم یہ کیسا غم ہوا اے شہ تیرے تیاگ کو
 تن لاکر اپنا چند سکا بنو کے بند کو رقا پھرے اسان پر شہ تیرے تیاگ کو
 اختتام - نس دیں غم کا ہاٹ ہے دو کھردو دانا داٹ ہے
 سب عیش باراباٹ ہے اے شہ تیرے تیاگ سوں
 حسنی سو شہ کا داس ہے اے شہ تری منجہ آس ہے
 غم اس کوں باراباٹ ہے اے شہ تیرے تیاگ سوں (۱۰)

آغاز۔ مجاہد جہاں کرواہل رسول کرسن ذکر میں ہونے خاطر دل

مجتہدوں کرسنا سادہ حصول سوا آچمن پرسلام علیکم
اختتام۔ فصیح مدین تہذیب پرشاکارم لکھیں گے تری وہ جہاں میں نرم

دح میں اماموں کے ہو مگر کم کیا پنجتن پر سلام علیکم (۱۵)

۱۔ مرثیہ مرزا۔ ناقص الاول ہے۔ اس میں ۲۰ بند ہیں۔

آغاز۔ اوس جہاں میں جب غم ہووے بگڑاں غم تے چور

ہر شے دے ہے سکھوں اور زاری کرو اے مومنوں

غم سوں طائفہ تملے! سب عوش کرسی کھیلے

سوچ دو کھوں نس دن بے زاری کرو اے مومنوں

اختتام۔ اس غم سوں مرزا کا بگر جتا اپنے ساری عمر

کاری زخم ہے دل اوپر زاری کرو اے مومنوں

۱۸۔ مرثیہ مرزا۔ ۴ اشعار۔

مطلع۔ محرم چاند ماتم کا جہاں میں جب یو آتا ہے

..... جگ کوں جھاتا ہے

مقطع۔ مجاہد غم یو کاری ہے کہ ہر ماہ محرم میں

سدا مرزا اور وغیر ہزاراں داغ کھاتا ہے (۱۸)

۱۹۔ مثنوی۔ مناظرہ عقل و عشق۔ از معظم۔ ۸ اشعار۔

شاعر شاہ امین الدین اعلیٰ کا مستفاد اور قادی کا شاگرد تھا۔ اس کا

ایک کتاب گنج حنفی ادارے میں محفوظ ہے اور اس کا تذکرہ اس

فہرست کے مخطوط نمبر ۱۱۲ میں گزر چکا ہے۔ اس نظم کے آخری مصرع

میں اپنے استاد قادی کا ذکر کیا ہے۔ قادی کے زراقی بھی ادارے میں

محفوظ ہیں۔ دیکھو مخطوط نمبر ۲۱۴۔

آغاز۔ عقل کہتی علم پڑنا لکھنا سیکھ

عشق کہتا درس کا توں مانگ بھیک

عقل کہتی علم سوں تو یار ہو

عشق کہتا علم سوں بے زار ہو

اختتام۔ عقل کہتی سیکھ کچھ کیا کری

عشق کہتا چھوڑ کر بازی گری

عقل کہتی۔ ۱۰۰ نظم نام کر

عشق کہتا قادر سوں آرام کر (۱۸)

۲۰۔ مرثیہ مرزا۔ ۲ اشعار۔

مطلع۔ یاراں یو غم کے چاک کر دل سینہ غم ناک میں

چرتا ہے ہر شام و سحر ہر رنگ ہر چاک میں

مقطع۔ دن غم سوں مرزا کا بنے جوں فصیح و رونت گلے

پلکھاں سوں دھداں یوں چلے جوں ہی قمری خانگہ

۲۱۔ رباعی گوہری۔ یہ بھی کوئی غیر معروف شاعر ہے لیکن غلط

قدیم اساتذہ دکن کی طرح کا ہے۔

کر صاف تیرے دن کے توں آئینہ کاموں

تس مویشی بھٹا دیک اپس پی کوں توں

بعد از تو اوس کوں پوچھ تیرا راز ہو نیاز

..... دو جس راز کا سوں (۲۰)

۲۲۔ سلام۔ ۸ بند ہیں۔ ناقص الآخر ہے اس لئے شاعر کا

تخلص سلوم نہ ہو سکا۔

آغاز۔ بنائے نین پر سلام علیکم علی کے رتن پر سلام علیکم

سوخاؤں کے سن پر سلام علیکم شہ پاک تن پر سلام علیکم

اختتام۔ ہزاراں کوں یک تن محمد کی آل نہایت کو جدوں کریں او خوشحال

شعاعت سوں کرنے اتنے پائال ہر ایک سورن پر سلام علیکم (۲۱)

۲۳۔ مرثیہ مرزا۔ ۱۲ اشعار۔

آغاز۔ آغوزاں جگ میں یو تم ہنوز حشر لگ تانا ہے شہ کا غم ہنوز

شہ کا غم سوں جگ پریشان ہنوز زخم یو ہر دل میں پہنایا ہے ہنوز

مقطع۔ غن زراں کوں کہیں گے خشن تو صین سرور پہ قرباں ہے ہنوز

(۲۲)

۲۴۔ مرثیہ مرزا - ۱۵ اشعار ہیں۔

کابل اکمل ولی شاہ سلام علیک

انتقام۔ اسے شہید شیراز دھرتوں کرم کی نظر

لطف سوں مرزا اور شاہ سلام علیک (۲۷)

۲۸۔ مرثیہ محبت - ۱۲ اشعار۔ یہ بھی کوئی معروف شاعر ہے۔

مطلع۔ یہ غم نوکمن اوپر مل عرش ہو رمنبر پڑیا

کیوں ناہودے جگ تل اوپر او حیدر صفدر پڑیا

مقطع۔ حجت بندالن دن روتا ہے کفنی بھاگلے

نگلیں ہوا دوجاں غم کا ہریک اچھر پڑیا (۲۷ ب)

۲۹۔ مرثیہ مرزا - ۱۲ اشعار۔

مطلع۔ شہید حسین سرور کہے پا یو غم عزیزاں

دھرت یو داغ دل پر کر غم خیم عزیزاں

مقطع۔ شہ کر بلا پہ مرزاں دل و جاں خدا کیا ہے

گر اس شرف سوں بھٹے منجے حشر کو اوسجاں (۲۸ ب)

۳۰۔ مرثیہ - ۱۲ اشعار۔ ناقص الاثر ہے اس لئے مصنف کا پتہ

نہ مل سکا۔

مطلع۔ یو محرم چاند ماتم کا تارا یا علی

بھج یوں غم سوں ہوا باریکسار یا علی

مقطع۔ تو یو غم کرنا ہمن پر فرض ہے نت شاہ کا

ہے ہمارے دین کا روشن ستارا یا علی (۳۰)

اس کے بعد چند اوراق نصف سے زیادہ پھٹے ہوئے ہیں

اور دو دو تین شعر مختلف مرثیوں کے ان میں پڑھے جاتے ہیں۔

لیکن نہ تو ابتدا ہے نہ انتہا اس لئے ان کا تذکرہ بے کار ہے۔

یہ بیاض السلام سے قبل نقل کی گئی ہے۔ چنانچہ ورق ۱۴

کی پیشانی پر ایک بیضوی ہرقت ہے جس میں لکھا ہے:-

”اللہ محمد علی ﷺ“

کاتب کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

آغاز۔ توں شہیدی قت میں چاہے جلوہ اے شاہ قاسم

کاتب نے یہ جگہ نابا ہے جلوہ کو جلوہ لکھا ہے

بن رسول کے رخت بیٹھا ہے جلوہ اے شاہ قاسم

بہ بیوں سنگار سارے بییاں مل تھے سوارے

ہو بول آہ مارے ہے جلوہ اے شاہ قاسم

انتقام۔ منہر کا آیا یو جلوہ مرزا آدے ہوگا دے زہرا

میں بجا چند سوچ کا ہے جلوہ اے شاہ قاسم (۲۴)

۳۵۔ مرثیہ - ۱۲ اشعار۔ مقطع کا ابتدائی مصرع تلف ہو گیا ہے

اس لئے تخلص محفوظ نہیں رہا۔ غالباً مرزا کا مرثیہ ہے۔

مطلع۔ لایا ہے چاند بگ منے ماتم حسین کا

ہراک۔ میں نے آگ بھریا غم حسین کا

مقطع۔ سوں اچو شاہ اولیا

یک دم سوں مازتا ہے سدا دم حسین کا (۲۵)

۳۶۔ مرثیہ شرف - ۱۲ ابندیہ ایک مشہور مرثیہ گو ہے۔ اس کا

اوکلام خطوط نمبر ۱۱۳ میں بھی محفوظ ہے۔ اور شرف کے حالات بھی

اسی کے تذکرے میں درج ہیں۔

آغاز۔ السلام اے شاہ سرور اسلام اے شاہ سرور

ہر دم اس روح صفا پر اسلام اے شاہ سرور

شاہ تخت کر بلا توں صابر درو بلا توں

نوحیم مصطفیٰ توں اسلام اے شاہ سرور

انتقام۔ صفت نصف سوں رو در کر بلا شرف سوں

..... نصف سوں اسلام اے شاہ سرور (۲۶)

۳۷۔ سلام مرزا - ناقص الاول ۱۲ بند

آغاز۔ صدق سوں ہر دم مدام شاہ سلام علیک

ہے توں حسین علی شاہ سلام علیک

(۲۲۱) ابراہیم نامہ [۱۸۱]

اوراق - ۶۳ - سطور - ۱۲ -

تقطیع - ۳ ۱/۲ - خط متعلیق -

مصنف - عبدال بیجا پوری - سنہ تصنیف ۱۰۱۲ھ

کاتب - سید محی الدین قادری زور - سنہ کتابت ۱۳۵۵ھ

یہ تقریباً سات سو پچاس ابیات کی قدیم و کئی ثنوی ہے جس میں بیجا پور کے ایک شاعر عبدال نے ابراہیم عادل شاہ ثانی جگت کرو کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ یہ ایک نادر ثنوی ہے اور اس کا ایک نسخہ کتب خانہ راجہ ادتھ میں محفوظ ہے اور ایک نسخہ نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ میں اور موزا لکرنے ہی سے راقم الحروف نے یہ مخطوط بغرض اشاعت نقل کیا تھا لیکن اب تک یہ کتاب شائع نہ ہو سکی اس لئے اس کی نسبت ذیل میں تفصیلی وضاحت درج ہے -

اس نسخے میں شکل اور غیر معروف الفاظ کے نیچے ان کے معانی درج کئے گئے ہیں اور اس کو بغرض لماعت مرتب کیا گیا، یہ نقل صفحہ بہ صفحہ بلکہ سطر بہ سطر کی گئی ہے تاکہ اصل مخطوط کی ترتیب اور اوراق کا حوالہ محفوظ رہے -

یہ ثنوی حمد نعت مدح یا ربان رسول، تعریف مرشد

سید محمد گیسو دراز، اور تعریف حضرت استاد شاہ عالم پناہ ابراہیم عادل کے عنوانات سے شروع کی گئی ہے۔ اس کے بعد سبب تالیف کے طور پر ابراہیم عادل شاہ کی نصیحت یہ عنوان ”پند فرمودن حضرت استاد در باب شعر“

لکھی ہے اور اس سے قبل کی ابیات میں لکھا ہے کہ میرے استاد بادشاہ نے مجھ کو بلا بصیحا اور حکم دیا کہ نئے مضمون کی ایک ایسی کتاب لکھ کہ جس کا جواب کسی سے نہ بن پڑے۔ دنیا میں شعر کے

سوانحی کوئی اور یا دیگر باقی نہ رہے گی۔ چنانچہ اسی لئے خود بادشاہ نے بھی بطور یادگار جو کام (غالباً نوری نامہ کی طرف اشارہ ہے) قلمبند کیا ہے اس کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ یہ حکم سن کر شاعر نے ”شاہ تاد“

جگت گرو سے پوچھا کہ اس زبان میں کہوں کیونکہ میں سوائے زبان ہندوی اور دہلوی کے کوئی اور زبان مثلاً عرب یا عجم کی زبان نہیں جانتا۔ اس استفسار پر بادشاہ نے جواب دیا کہ جس زبان میں چاہے کہہ۔ نثر شعر کی خوبیاں اور عشق کے امر اور نوحہ زبان میں یکساں طوئار بنتے ہیں۔ اور پرکھنے والے جو ہر کو خواہ وہ کسی رنگ یا رنگ پر ہیں ہو پرکھ ہی بیٹے ہیں۔

کمال خواہ کسی زبان میں ہو اپنی قدر ضرور کرالیتا ہے۔ اس حصہ کتاب سے چند منتخب شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں :-

ادبہنی شاہ استاد کرو نظر بلایا جو عبدال کوں سر بانہ دھو
نوی بات مضمون کر اک کتاب نہ کوئی فکر گوندہیا ہے تس کا جواب
نہ باقی رہے کچھ تو عالم نشان اگر کچھ ہے تو بچن شعر جان
سویں بچن سن شاہ استاد کاں پوچھیا جگت گرو شعر کہہ کس زبان
زبان ہندوی مجھ بول بوردہلوی نہ جانوں عرب ہو عجم ثنوی
کہیا شاہ استاد عبدال سویوں توں ہر آن زبان کر شہر بات کوں
فن شعر ب لکھیں ایک دھات عشق ایک پرگٹ چھیں روپ ات
اسی طرح متعدد ابیات لکھ کر دو اور عنوانات ۱۱ - در تعریف سخن و
۱۲ - الفاظ شعر گفتن ۲ - در تعریف قلم کاغذ و حرفاں (قائم کئے گئے
ہیں جن کے بعد اصل ثنوی اس طرح شروع ہوتی ہے :-

ابتداء کتاب ابراہیم نامہ درج حضرت شاہ عالم پناہ
کردن ابتدا شاہ ابراہیم نام کہ جس صفت عالم بھریا ہے تمام
ترگ عزت پاتال ہر یکہ دھرا رھیا روپ سرور ہو عالم بھرا (۱۳)
اس طرح ۵۵ ابیات لکھی ہیں جن کے بعد دوسرا عنوان شروع ہوا

کی مدح لکھی ہے اور خود کو کئی بار بادشاہ کا خاص شاگرد بیان کیا ہے۔ تاریخ تصنیف کتاب کی آخری ایسات میں درج ہے۔

آغاز۔ اپنی زبان گنج توں کھول فوج اسولک پہا کر جھکویہ بول منجہ
کہوں بام اول تو اللہ لائے گئے موکھ کھلے جیب پکڑے اولائے
اختتام۔ پچن پھول گوئیو برہم نام کیا سہس پڑ پڑس بارہ تمام
خدا یا تو قبل پچن پھول کر۔ بخور عارفان چیت سو مقبول کر
ترقیمہ :-

”۳۵۵ میں ذواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کے
مخطوطے سے یہ کتاب نقل کی گئی۔ سید محی الدین قادری نقذ۔
رمضان ۱۳۵۵ھ“

راقم نے اس کو ادارے میں بطور عطیہ محفوظ کر دیا ہے۔

(۲۲۲) کلیا محمد قلی قطب شاہ [۱۸۲]

اوراق۔ ۲۰۶۔ سطور کہیں ۳۵ اور کہیں ۱۷۔

تقطیع۔ ۸ x ۱۳۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ محمد قلی قطب شاہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۲ھ

کاتب۔ سید محی الدین قادری زور۔ سنہ کتابت ۱۳۵۳ھ۔

یہ سلطان محمد قلی قطب شاہ (۱۱۸۸ھ تا ۱۲۰۲ھ) بانی حیدرآباد

کا کلیات ہے جو ذواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کے تین مختلف نسخوں کو ملا کر ایک جگہ مرتب کیا گیا ہے۔ یہ تینوں نسخے خود محمد قلی قطب شاہ اور اس کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ کے عہد کے مکتوبہ ہیں۔

اس کلیات کے نسخے کسی اور کتب خانہ میں موجود نہیں ہیں۔ اور

یہ مسودہ راقم الحروف نے بغرض اشاعت مرتب کیا تھا۔ چنانچہ

یہ کلیات ۱۳۵۵ھ میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ اور اس بادشاہ

س کتاب میں حسب ذیل عنوانات پر شاعر نے معلومات فراہم کئے ہیں۔

۱۔ تعریف سخاوت بادشاہ (۱۸) ۲۔ شہر بیجا پور (۲۰)

۳۔ غرابہ و حصار و محل (۲۰) ۴۔ صفت ماہان رقص و موسیقی (۲۲)

۵۔ تعریف دیار بادشاہ (۲۶) ۶۔ نورس محل بادشاہ (۲۸)

۷۔ مجلس شاہ عالم پناہ (۳۱) اس کے تحت کئی ذیلی سرخیاں ہیں۔

۸۔ شکاہ ہیبت لشکر (۳۶) ۹۔ تعریف فیضان بادشاہ (۳۸)

۱۰۔ تعریف اسپان بادشاہ (۴۰) ۱۱۔ سلحداران بادشاہ (۴۲)

۱۲۔ مجلس باغ جہاں پناہ (۴۴) ۱۳۔ ہنگام بہار (۴۵) اس کے

مت بھی کئی سرخیاں ہیں۔ ۱۴۔ میزبانی سالگرہ (۵۶) اس کے تحت بھی

۱۵۔ تواریخ ختم کتاب۔

اس شہنوی کی تاریخی اہمیت اس کی ادبی اور لسانی

اہمیت سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں شاعر نے دکن کے

یہ جلیل القدر حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کی خانگی زندگی کو

ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ وہ خدمت ہے جو مورخوں کے

بس کی بات نہ تھی۔

اس کتاب کے مصنف کی نسبت زیادہ معلومات حاصل

نہیں ہو سکیں۔ اس کا تخلص قبل تھا جو کتاب میں کئی جگہ استعمال

ہوا ہے۔ اور ایک جگہ اس نے اپنا پورا نام عبدالکلیتی لکھا ہے جو

شاہد عبدالغنی ہو۔ یہ نام آخری عنوان کی پہلی ہی بیت میں اس طرح

درج ہے :-

عبدالکلیتی صفت کرشہ بیاں رہے ہے سو بھر کر زمین آسماں

تبدل خواجہ بندہ نواز کے خاندان میں مرید تھا۔ اور خلفاء راشدین

کی مدح کے بعد خواجہ صاحب کی خاص طور پر تعریف لکھی ہے

بس کے آخر میں دعا کرتا ہے کہ میرے اشعار میں خوبی پیدا کر

وران کو شرف قبولیت عطا ہو۔

مرشد کی مدح کے بعد اپنے استاد یعنی جگت گرو لور شاہ

ترقیہ ہے۔

”۳۵۵۳ میں نواب سالار جنگ بہادر کے کتب خانہ کے مختلف

قلمی نسخوں سے نقل کیا۔ سید فی الدین قادری دور“

یہ کلیات اقم المرحون نے بعد نقل ادوارے کے کتب خانہ میں بطور عطیہ داخل کر دیا ہے۔

کے سوانح حیات بھی ایک علیحدہ کتاب (”حیات محمد علی قطب شاہ“) میں اقم المرحون نے قلمبند کر کے شائع کر دئے ہیں اس لئے یہاں زیر نظر مخطوط کی تفصیری وضاحت درج ہے۔

اس نسخے میں ابتدائی ۱۸۵ اوراق میں بادشاہ کا دیوان غزلیات درج ہے۔ اور اس کے بعد اس کی حسب ذیل موضوعوں کی نظمیں شامل ہیں۔

(۲۲۳) پھولین [۱۸۰]

اوراق - ۱۶۲ - سطور کہیں ۱۲ اور کہیں ۱۴۔

تقطیع - $\frac{1}{8} \times \frac{11}{8}$ خط نستعلیق۔

مصنف - ابن نثاطی - سن تصنیف - ۱۰۷۶ھ۔

کاتب - عبدالقادر سردی - سنہ کتابت ۱۳۵۵ھ۔

ابن نثاطی کی اس مثنوی کا ایک اور نسخہ ادارے میں محفوظ ہے۔ اور اس کا تذکرہ اس فہرست کے صفحہ ۴۹ پر (نسخہ نمبر ۲) گزر چکا ہے۔ یہ نسخہ اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ اس میں کاتب نے جملہ شکل

اور نامانوس الفاظ کے معنی لکھ دئے ہیں اور اس کو حسب ذیل پانچ نسخوں کے مقابلہ کے بعد خاص طور پر بفرض اشاعت مرتب کیا:

۱) نسخہ کتب خانہ تصفیہ مورخہ ۱۱۹۳ھ - نسخہ کتب خانہ آغا حیدر حسن صاحب
۲) نسخہ نواب سالار جنگ بہادر مورخہ ۱۳۵۵ھ - نسخہ دوم موسم نواب سالار جنگ بہادر
۳) نسخہ سردی کا مرتبہ یہ نسخہ ۱۳۵۵ھ میں شائع ہو کر منظر عام پر آچکا ہے۔

اس نسخے کے ابتدائی ۹ اوراق سردی صاحب کے مقدمہ کے

مسودے پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ورق ۱۰ سے اصل مثنوی شروع

ہوتی ہے۔ اصل مثنوی کا آغاز و اختتام یہ ہے۔

آغاز :-

اول میں حمد ب العالمیں کا دل و جاسوں کہوں جاں آفریں کا
خداوند اتنے ہے جہ خدائی ہمیشہ بگوں ساجے کہہ ریا کی !

۱۔ حمد (۱۸۶) ۲۔ نعت (۱۸۹) ۳۔ منقبت (۱۹۳)

۴۔ مع حضرت خاظمہ (۱۹۷) ۵۔ شاعر کا ذہب (۱۹۸) ۶۔ میلاد نبی (۴۹۹)

۷۔ بعثت نبی (۲۰۴) ۸۔ شبہ حراج (۲۰۹) ۹۔ عید سوری (۲۱۰)

۱۰۔ عید ولود علی (۲۱۵) ۱۱۔ عید غدیر (۲۲۰) ۱۲۔ شبہ برات (۲۲۹)

۱۳۔ عید رضا (۲۳۳) ۱۴۔ بقر عید (۲۴۱) ۱۵۔ عید نوروز (۲۴۹)

۱۶۔ بسنت (۲۵۱) ۱۷۔ دوسری عیدیں (۲۵۴) ۱۸۔ سالگرہ (۲۵۷)

۱۹۔ جلوہ انداز گریز (۲۶۵) ۲۰۔ لوازشا شای (۲۶۷) ۲۱۔ کھیل (۲۷۹)

۲۲۔ برشاہد کی بہاریں (۲۸۱) ۲۳۔ مٹلا شای (۲۹۱) ۲۴۔ بارہ پیاریا (۲۹۶)

۲۵۔ دوسری پیاریا (۳۰۳) ۲۶۔ مختلف نظمیں (۳۲۳) ۲۷۔ قصائد (۳۸۶)

۲۸۔ رباعیات (۳۹۵) ۲۹۔ رباعی (۴۰۵)

اس نسخے میں جملہ شکل اور غیر مانوس الفاظ کے نیچے معنی لکھ دئے

گئے ہیں اور ہر غزل یا نظم کے بعد اس نسخہ کا حوالہ درج ہے جس سے وہ نقل کی گئی ہے۔

آغاز :-

ولامنگ خدا کن کہ خدا کام دیوے گا

تس من کے مرادوں کے بھرے جام دیوے گا

خواجه کی اگن قبر کے پانی سوں بوجھا گا

برہیم من مجھ کوں سکھ آرام دیوے گا

اقتتام :-
موسر بھر نہ رکھ سار دوتی کا ہت کہ چوری چوری تم سوں بولی ہو چاڑی

نبی بوج سوں قلب پیاری ملی کلم ہم کوں کیا بوجھتی او گنہری

اختتام :-

کریں گے جو راہ پھولن سیر کہو یکبارگی کر عاقبت خیر
کیا میں ختم خاتم کے کرم ہوں محمد مصطفیٰ مولیٰ العجموں
ترقیمہ :-

”ختم مقابلہ از نسخہ ۱۰ (جدیدتر) از کتب خانہ نواب لالہ جگدیاہ

بالقابہ مورخہ ۲۵ فروردی ۱۳۴۲ھ“

پروفیسر سردی نے یہ نسخہ ادارے کے کتب خانہ میں بعد تکمیل بطور عطیہ
داخل کیا ہے۔

دیئے ہوئے ہیں اس لئے اس میں چند بیانات مترادف ہیں۔ کتب
کے نام یا مولف کا پتہ نہیں چلا۔ یہ معلوم ہوا کہ کہاں لکھی گئی۔
لیکن زبان شمالی ہے دکنی نہیں۔ بعض جگہ حاشیہ پر مصوی
سنہ بھی درج ہے جسے خود محرر نے ہجری سنہ کی غفلت میں
لکھ دیا ہے۔“

اس خطوط کا آغاز اس عنوان سے ہوتا ہے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم
کے اوپر پہلے ورق کی پیشانی پر سرخ روشنائی میں درج ہے۔

”ذکر امیر تیمور گورکان صاحبقران“

تیمور کے بعد اس کے فرزندوں اور اولاد کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے
جو ورق ۱۰ کے ختم تک جاری ہے۔

یہاں سے شیرشاہ افغان کا ذکر شروع کیا ہے جو نہایت تفصیل
سے گیارہ صفحات میں لکھا ہے۔ ورق ۱۵ اب سے ہایوں کی کامیاب
والسی اور رعلت کا بیان شروع ہوتا ہے۔ اور اس سلسلہ میں
اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں، اورنگ زیب اور بہادر شاہ کے حالات
صفحہ ۳۴ تک لکھے ہیں۔

شاہ عالم بہادر شاہ کے جانشینوں اور سیاسی ہنگامہ آرائوں
کا تذکرہ ورق ۴۳ تک درج ہے جہاں سے سکھوں اور ان کے
سرگروہ کا حال شروع کیا ہے جو ورق ۴۸ پر ختم ہوتا ہے۔
دکن اور عظیم آباد کے حالات لکھنے کے بعد مولف نے بادشاہ فرخسیر
اور سادات بارہہ کی کشمکش کا ذکر ورق ۵۲ سے شروع کیا ہے۔
اس کے بعد دہلی کی طوائف الملوکی اور مہٹوں کے عروج اور پھر
نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں کا تفصیلی بیان ہے۔

ورق ۹۳ سے احمد شاہ بادشاہ کا ذکر درج ہے جس کے
سلسلہ میں بعض امراء سلطنت مثلاً امیر خاں عمدة الملک، قمر الدین خاں
اور نظام الملک آصف جاہ کے خاندانی وابستہ ای حالات (ورق ۹۷
تک) قلمبند کئے ہیں۔

(۲۲۴) تاریخ ہندستان [۶۵]

اوراق ۱۸۰۰ - سطور ۱۵ -

قطع ۵ × ۹ - خط - نستعلیق - عنوانات سرخی میں -

زمانہ تصنیف قبل ۱۱۹۶ھ -

زمانہ کتابت ” ” -

یہ اردو نثر میں ایک ضخیم ۲۶۰ صفحات کی تاریخ ہے جس کے
مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ لیکن کتاب کے مختلف اختتامی حصوں سے
سنہ تالیف کا اندازہ ہو سکتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ مولف نے ۱۱۹۵ھ
کے بعد، اس کی تالیف ختم کر دی۔ راقم نے پروفیسر ہارون خاں صاحب
ثروانی صدر شعبہ تاریخ جامعہ عثمانیہ کو یہ کتاب بغرض تحقیق مال دکھائی
اور انہوں نے اس کے متعلق جو رائے تحریر فرمائی ہے (اور جو اس کتاب
میں چسپاں کر دی گئی ہے) اس کا اقتباس یہ ہے۔

”یہ دراصل فارسی کتاب لمض التواریخ سے ماخوذ ہے جسے فرزند

علی المہینی ساکن نوگیر نے ۱۲۵۲ھ میں تالیف کیا تھا۔ بعض

نصیب تو لمض التواریخ کا جوہر ترجمہ ہیں اور اکثر عنوانات تقریباً

وہی ہیں زیر نثر تاریخ میں ۱۲۶۲ھ تک کے واقعات

”گورنر بہادر نے ۱۱۹۵ھ ہجری میں رجب کے مہینے کلکتے سے کوچ کیا“

یہی عبارت اور چند سطروں تک جاری رکھ کر ۲۳ رجب تک کا حال لکھ کر ختم کر دیا ہے اور نئی سرخی ”نواب نواز الدولہ کا حال“ قائم کی ہے۔ (۳) احمد شاہ ابدالی کے حوٹوں اور سکھوں کے حالات بھی ۱۱۹۵ھ

تک ہی لکھے ہیں اور یہ بیان درق ۱۲۹ ب پر اس طرح ختم کیا ہے۔ ”۱۱۹۵ھ ہجری میں مرزا نجف خاں امیر الالہا کی فوج ناہور

کے قریب تک پہنچی اور بہت سی لڑائیاں ہو کر غالب ہوئی“

اس کے بعد ہی نئی سرخی مرہٹوں سے متعلق قائم کی ہے جو یہ ہے:-

”مرہٹے کا حال اور ان کی اصل بنیاد کا ذکر اور ان

کے اقتدار کے اسباب کا مجمل بیان“

(۴) انگریزوں اور حیدر علی والی میسور کی لڑائیوں کا حال بھی رمضان ۱۱۹۴ھ

تک لکھا ہے۔ چنانچہ درق ۱۶۸ پر لکھا ہے:-

”جرنیل کوٹ تین چار میٹن ے کر رمضان کے مہینے

۱۱۹۴ھ ہجری میں جہاز پر سوار ہو کے مندراج کو

روانہ ہوا“

یہ بیان اس واقعہ پر ختم کیا ہے:-

”حیدر نائک ہی کی فوج غالب ہوئی۔ غرض کہ وہ

مندراج کے قلعے سے باہر سارے صوبہ ارکات پر

غالب ہو گیا“ (۱۶۸ ب)

آغاز:-

”تیمور پادشاہ جس کے خاندان کی سلطنت ہندوستان

میں چار سو برس کے قریب رہی اس کا حال یوں بیان کرتے ہیں:-

اختتام:-

”نادر شاہ کی طرف کے قزلباش مصمصام الدولہ اور امیر الالہا

پر دو ہزار نوٹ مار کرنے لگے۔ پانچ چھ گھڑی کے عرصے میں“

درق ۱۵۰ تک آصف جاہ اور ان کے فرزند ناصر جنگ اور

نواسے مظفر جنگ کی خانہ جنگیاں بیان کی گئی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ

اس وقت کے بعد ہی اس نسخے میں کئی اوراق غائب ہیں۔ چنانچہ درق

۱۰۶ پر بنگال اور سراج الدولہ کے واقعات درج ہیں۔ اور یہ سلسلہ

درق ۱۱۰ ب تک جاری ہے۔

اس تاریخ کے آخری حصہ میں سکھوں، مرہٹوں، حیدر آباد،

میسور، گھنوں، بنگالہ، اور دہلی کے وہ حالات درج ہیں جو انگریزوں

کے اثر و اقتدار کو ہندستان میں بڑھانے کا باعث ہوئے۔ مورخ

ہر ملک و قوم کے حالات نہایت بے تقصیری سے لکھتا ہے۔ لیکن افسوس

ہے کہ بعض اوراق درمیان سے غائب ہیں اور بعض جملہ بندی کے

وقت بے ترتیب آگے پیچھے ہو گئے ہیں۔

اس کتاب کے مصنف نے اورنگ زیب کے جانشین

بہادر شاہ کے مذہب، سادات بارہہ کے واقعات اور محمد امین خان

وزیر کا ذکر جس اسلوب سے کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ

شیخی المذہب تھا۔

یہ کتاب ۱۱۹۶ھ میں تالیف ہوئی ہے۔ اس کے ثبوت

اس طرح فراہم ہونے ہیں کہ مختلف مقامات اور گروہوں کے جو

واقعات اس میں درج ہیں وہ ۱۱۹۵ھ تک بیان کر کے سلسلہ

کو ختم کر دیا گیا اور نیا بیان شروع کیا گیا ہے مثلاً

(۱) درق ۶۱ ب سے بعنوان ”ایک نئے مذہب کا پھیلنا“ فریادوں

اور نمودوں کی جس مذہبی تحریک کی تاریخ بیان کی ہے اس کو

(۲) درق ۶۳ ب پر اس عبارت پر ختم کرتا ہے:-

”صرف ایک شخص نماز و بار اپنی پورتوں سمیت ۱۱۹۵ھ

میں مرشد آباد میں موجود تھا اور وہاں کے امیروں کی مدد سے

اپنی اوقات بسر کرتا تھا“

(۳) درق ۱۱۰ پر سراج الدولہ کے خاتمہ کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:-

کے فوائد بیان کئے ہیں۔ وہ اس سلسلہ میں لکھتا ہے :-
 دانایانِ روزگار اور عاقلانِ تجربہ کار پر پوشیدہ نہیں
 کہ جس قوم میں زبانِ مروج سے جو فنِ تحریر و ترقیم پاتا ہے
 صاحبِ زبانِ نہایت آسانی کے ساتھ اس فن کا فائدہ
 اٹھاتا ہے بلکہ بہ نسبت دوسری زبان کے مدتِ قلیل میں
 حاصل اور کمال ہوتا ہے۔ کیونکہ جودت وہاں معرفتِ الفاظ
 میں جاتی ہے یہاں وہ تحصیلِ معانی میں کام آتی ہے۔

اس کے بعد نواب شمس الامرا کے مسامیٰ کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے
 کس طرح ذاتی تجربے سے فنونِ ریاضی اور علومِ طبیعی کو یوروپین
 زبانوں سے اردو و فارسی میں منتقل کیا۔ اور اس سلسلہ میں
 رغبت دلائی ہے کہ ہمیں بھی ان کے اس فیض کو عام کرنے کی
 کوشش کرنی چاہئے۔ نواب شمس الامرا نے اس قسم کی جو کتابیں
 چھپوائی ہیں ان میں سے حسب ذیل اولے میں موجود ہیں۔

- (۱) اصول علم حساب۔ مطبوعہ ۱۲۵۲ھ۔ صفحات ۸۸ + ۱۰۴
- (۲) علم برقیل (ستہ شمیہ جلد اول) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۲۸۸ + ۴
- ترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۳ھ۔
- (۳) مقب البحر (درنا) مطبوعہ ۱۲۵۴ھ۔ صفحات ۲۱۳ + ۱۳
- مولفہ رتن محل و لکھنچند محل مولفہ ۱۲۵۳ھ۔
- (۴) علم آب (ستہ شمیہ جلد دوم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۲۱۲ + ۱۰
- ترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۲ھ
- (۵) علم ہوا (ستہ شمیہ جلد چہارم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۳۳۵ + ۸
- ترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۴ھ۔
- (۶) علم مناظر (ستہ شمیہ جلد پنجم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۲۷۸ + ۸
- ترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۵ھ۔
- (۷) علم برقک (ستہ شمیہ جلد ششم) مطبوعہ ۱۲۵۶ھ۔ صفحات ۲۳۴ + ۸
- ترجمہ میرامن علی و غلام محی الدین مولفہ ۱۲۵۵ھ۔

لیکن یہ انتہائی عبارت دراصل کسی درمیانی دقت کی
 معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں خود نادر شاہ کی وفات اور
 احمد شاہ ابدالی کے جملہ حملوں کا ذکر آچکا ہے۔ یہ اس میں دقت ۸ء
 کی کر عبارت ہے۔ یہ پتہ نہ چل سکا کہ اصل کتاب کس عبارت پر
 ختم ہوتی ہے۔
 کوئی ترقیم نہیں ہے اور نہ کاتب و مقام کتابت کا پتہ
 چل سکا۔

(۲۲۵) ترجمہ شرح چغنی [۱۵۴]

ادراک ۱۸۹- سطور ۱۰-

تعلیق - ۸ ۱/۲ - خط نستعلیق - عنوانات سرخی میں۔
 متعدد رنگین نقشے بھی شامل ہیں۔

مولف - شاہ علی متوطن ادھونی۔ سنہ تصنیف قریب ۱۲۵۰ھ۔
 کاتب - غالباً مصنف۔ سنہ کتابت - " " (م)
 علم ہیئت کی مشہور فارسی کتاب شرح چغنی کا یہ ایک آزاد
 اردو ترجمہ ہے جس کو شاہ علی متوطن ادھونی نے نواب شمس الامرا
 کی سرپرستی میں ۱۲۵۰ھ کے قریبی زمانہ میں مرتب کیا۔ مترجم نے
 اپنا اور کتاب کا نام دیباچہ میں اس طرح لکھا ہے :-

”اس ذرۂ بے مقدار شاہ علی متوطن ادھونی نے مشہور
 شرح چغنی کو کہ جس کی عبارت کی دقت اور معانی کی نزاکت
 بایک مینانِ نازک خیال پر ظاہر و با سر ہے زبانِ ہندی
 میں بہ عبارتِ سلیس و صاف ترجمہ کر کے اس ہر منیر
 (شمس الامرا) کی رائے روشن سے مسائلِ اصل میں تقدیم و
 تاخیر کی اور مثلاً ضعیف کی قوی سے تبدیل“

اس سے قبل مصنف نے مادی زبان میں تعلیم و تہذیب

حاشیہ پر اصلاحیں، تشریحیں، اضافے درج ہیں۔ تعجب ہے کہ
آخر میں کوئی ترقیم نہیں ہے۔

یہ کتاب بالکل اسی اندر سی طرز پر لکھی گئی ہے جو شمس الامرا کی
دوسری مطبوعات کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی شاگرد کے سوانح
اور استاد کے جوابات۔ درمیان میں نہایت اچھے رنگین نقشے بھی
مضامین کی وضاحت کے لئے اتارے گئے ہیں۔

آغاز :-

”سبحان اللہ کہ جس کی قدرت کا ذکر اسانمودہ یہ ہے کہ اجرام مکیہ
اور اجسام سفیدیہ کو ہم سے وجود میں لایا اور ان کے فعل و انفعالات
سے انواع اورقسام کے مصنوع ایک سے ایک بہتر سطح پر بنایا
اختتام :-

”اون کے نزدیک سال قریۃ اصطلاحیہ اور شمسیہ تقنیہ میں تفاوت
دس یوم گیارہ ساعت بارہ دقیقہ ہے اور موافق ثنائی دس یوم
گیارہ ساعت کسر ہے کم یعنی ایک دقیقہ تین خمس دقائق ساعت
سے اور موافق بطلمیوس دس یوم گیارہ ساعت تین خمس ساعت
اس کے بعد حسب ذیل سرخیاں قائم کر کے فارسی عبارتیں لکھی گئی ہیں۔

۱۔ ”ترکیب برآوردن روز ماہ نو“

۲۔ ”حساب دانستن قمر کہ در کدام برج است“

۳۔ ”حساب قمر در عقرب“

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ سرورق پران کے دستخط
”عنایت جنگ ۱۳۴۲ھ“ ثبت ہیں۔

نوٹ۔ اس ایڈیشن کا ایک رسالہ علم ہیئت (سہ شمسیہ جلد دوم)
ادارے میں موجود نہیں ہے۔

(۸) رسالہ علم داغال کرے کے بیان میں۔ مطبوعہ ۱۲۵۷ھ۔ صفحات ۳۶۸۔

مترجمہ رتن لال د مشر جوزہ سنہ تالیف ۱۲۵۵ھ۔

(۹) تعلیم البصیان۔ مطبوعہ ۱۲۷۲ھ۔ صفحات ۲۲۹۔

مرتب کا نام درج نہیں۔ سنہ تالیف قبل ۱۲۶۳ھ۔

(۱۰) فوائد البصیان۔ مطبوعہ ۱۲۷۳ھ۔ صفحات ۱۸۴۔

مرتب کا نام درج نہیں۔ سنہ تالیف ۱۲۷۳ھ۔

نوٹ اوپر کے جلد رسائل شمس الامرا کے سنگی چھاپہ خانے کے
مطبوعہ ہیں۔ ذیل کے رسائل جو دراصل سہ شمسیہ کی چھ جلدیں ہیں ذرا
بڑی تقطیع (رائل) پر مطبع اسلامیہ مدراس میں ۱۲۷۳ھ و ۱۲۷۴ھ
میں چھپے ہیں۔

(۱۱) علم جریقیں ۹۸ صفحات (۱۲) علم ہیئت ۱۳۳ صفحات

(۱۳) علم آب ۱۱۲ ” (۱۴) علم ہوا ۱۱۷ ”

(۱۵) علم انظار ۱۰۰ ” (۱۶) علم رنگ ۱۲۴ ”

شمس الامرا کے حسب ذیل فارسی مطبوعہ رسائل بھی ادارے
میں موجود ہیں۔

(۱۷) شمس البندہ (مطبع شمس الامرا) مطبوعہ ۱۲۵۱ھ۔ صفحات ۲۵۵۔

مولفہ نواب فتح الدین خاں سنہ تصنیف ۱۲۴۱ھ۔

(۱۸) رفیع الصنعت (مطبع جامع الاخبار مدراس) مطبوعہ ۱۲۶۹ھ۔ صفحات ۱۳۴+۳۵۱۔

مولفہ نواب رفیع الدین خاں سنہ تصنیف ۱۲۶۹ھ۔

یہ سب مطبوعات اب نایاب ہیں اور ان کے علاوہ بھی متعدد کتابیں
مثلاً فیض جاری وغیرہ نواب شمس الامرا نے چھپوائی تھیں لیکن یہ معلوم
نہ ہو سکا کہ ادارے کا زیر نسخہ ”شرح جغنی“ زیور مطبع سے آراستہ
ہوا تھا یا نہیں۔

یہ نسخہ غالباً خود مصنف کا مکتوبہ ہے کیونکہ اس میں جگہ جگہ

(۲۲۶) تفسیر سورہ اذاجاء [۳۷۱]

اوراق ۲۴ - سطور ۱۳ -

تقطیع - ۱/۴ x ۸ خط منطبق شکستہ -

عنوانات - سرخی میں - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۵۰ھ -

کاتب - امین الدین - سبکدات - ۱۲۰۶ھ -

یہ بظاہر سورہ نصر (اذاجاء) کی قدیم اردو نثر میں ایک تفسیر ہے

لیکن دراصل مصنف کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور رسالت پناہ کے حالات و وفات قلمبند کئے جائیں - کتاب کے سرورق کی پیشانی پر سرخی میں لکھا ہے :-

”سورۃ النصر مدینۃ وھی ثلاث آیتۃ“

اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ قرآن شریف کی کسی مکمل تفسیر کا حصہ ہے - لیکن رسالہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بجائے خود ایک کتاب ہے - اور اس کا مصنف کوئی دکنی عالم ہے جس نے قرآن اور حدیث کا گہرا مطالعہ کیا ہے - اور جس کو لکھنے کی بھی اچھی مہارت حاصل ہے - مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا - لیکن یہ رسالہ دکنی کتابوں میں خاص اہمیت رکھتا ہے - اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ دکنی مفسروں نے قرآن شریف کی تفسیریں کس شرح و بسط کے ساتھ لکھی ہیں -

۱۹۳۷ء میں سٹی کالج میں یوم ولی کی تقریب میں دکنی مخطوطات کی جو نمائش کی گئی تھی اس میں ضخیم دکنی تفسیریں بھی شامل تھیں - کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں کامل شاہ دکنی کی ایک تفسیر ہندی کا قلمی نسخہ موجود ہے جو ۱۲۵۰ھ کا مکتوبہ ہے -

ادارے کا زیر نسخہ سنہ کتابت کے لحاظ سے قدیم ہے اور

زبان و اسلوب بیان کے لحاظ سے اوائل بارہویں صدی ہجری کی تالیف معلوم ہوتا ہے -

اس کتاب میں ابتدائی ۲ صفحات میں سورہ اذاجاء کی

تفسیر لکھی ہے جو اس عبارت پر ختم ہوتی ہے :-

”ہے تو یہ کرنے ہمارا مغفرت چاہنے والوں سے“

اس کے ساتھ ہی اس آیت کا محل وقوع اور آنحضرت کی

وفات کے واقعات کا تذکرہ شروع کر دیا ہے جس کے پہلے جملے یہ ہیں :-

”جس وقت کہ یہ سورہ نازل ہوا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ

سن کر روئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم پوچھے کہ

اے عباس تم کس واسطے روئے ہو - حضرت عباس عرض کئے

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم اس کے نازل

ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے متین دنیا سے سفر کرنے کا

مکمل ہوا ہے“

اس کے بعد مختلف احادیث اور روایات کی شہادتوں سے آنحضرت

کے آخری زمانے کی مصروفیات اور وصیتیں تفصیل سے بیان کی ہیں -

یہ سلسلہ ۲۲ صفحات تک جاری رہتا ہے - اور ورق ۱۶ ب کے

آخر میں ایک نیا عنوان ”اعمال قرب وصال“ قائم کر کے

آنحضرت کی وفات کے حالات بھی نہایت شرح و بسط سے لکھے ہیں -

آخر کتاب میں تفسیر درج الدرر اور تفسیر بیضاوی سے

سورہ اذاجاء کے فوائد اور اس کے پڑھنے کے ثواب بیان کئے گئے ہیں -

آغاز :-

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے بھیجے میں خدا تعالیٰ

کی یہ حکمت تھی کہ مکالم اخلاق کو تمام کرنا اور بناء کلمہ توحید

کی مضبوط کرنا - اور دین اسلام کو ظاہر کرنا اور غلابی کو ہدایت

کرنا جس وقت کہ یہ امور بوجہ احسن تمام ہوئے تو خدا تعالیٰ

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت نازل کیا :-

اختتام :-

”اور جو شخص کہ سورت کے تین خواب میں پڑھا تو خدا تعالیٰ

اوس کو دشمنوں پر فتح دے گا اور تمام مشکلات اوس کے

مل ہوئیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ خواب دلالت کرتا ہے
موت کے نزدیک ہونے پر فقط۔“

ترقیمہ :-

تمام شد تفسیر سورۃ اذا جاء، بخط بے ربط بندہ سراقندہ
عاصی خاکسار کترین امین الدین بتاریخ بست ہنم ذی الحجہ
۱۲۲۶ھ۔ یہ پاس خاٹ حافظ منصب علی صاحب تحریر یافت
یہ نسخہ مولوی مرزا ضامن علی صاحب غازی صفوی رفیق
ادارہ کا عطیہ ہے۔ اس جلد میں میر حسن کی مثنوی سحرالبیان
(مکتوبہ ۱۲۳۹ھ) شیخ سعدی کی گلستان (مکتوبہ ۱۲۶۱ھ)
انشائے تسکین (جس کو غفور علی تسکین نے تعلقہ اڈور سرکار
گلشن آباد سید میں ۱۲۲۸ھ میں مرتب کیا) اور دعائے شریانی
(عربی و فارسی) کے قلمی نسخے بھی محفوظ ہیں۔

=====

(۲۲۷) سحرالبیان [۳۷۳]

ادراق - ۸۶ - سطور ۱۳۔

تقطیع - ۸ x ۵ ۱/۲ - خط نستعلیق پاکیزہ - عنوانات سرخی میں۔

مصنف - میر حسن - سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ =

سنہ کثابت - ۱۲۳۹ھ -

میر حسن کی مثنوی ”بے نظیر و بدرغیر“ کا یہ پاکیزہ نسخہ
کتاب کی تصنیف سے صرف ۴۰ سال بعد نقل کیا گیا ہے۔
اس کتاب کے ادبچار قلمی نسخے (دیکھو نمبر ۶ تا ۷ و ۹۹)
ادارے میں محفوظ ہیں جن میں سے ایک نسخہ ۱۲۲۳ھ کا بھی
مکتوبہ ہے۔ مصنف اور کتاب کی تفصیلات مذکورہ نسخوں
کے بیان میں درج ہو چکی ہیں۔
زیر نظر نسخے میں تقریباً دو ہزار دو سو ابیات ہیں۔

آغاز :-

کرد پہلے توحید رزداں رقم بھکا جس کے سجدے میں اول قلم
سروج پہ رکھ بیاض جن جیس کہا دوسرا کہ فی ایسا نہیں !
اختتام :-

سنی جب کہ ماہرنے یہ مثنوی تہ محظوظ ہو فکر تاریخ کی
یہ صرع پڑا وہی ہو کر فرح ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح
ترقیمہ :-

”منت تمام شد کتاب مثنوی میر حسن بتاریخ پانزدہم

شہر ذیحجہ ۱۲۳۹ھ بوقت نماز پیشین بروز چہار شنبہ

تحریر یافت۔“

یہ نسخہ مولوی میرزا ضامن علی صاحب غازی صفوی کا عطیہ ہے۔

اور ”تفسیر سورۃ اذا جاء“ (دیکھو محظوظہ ۲۲۶) کے ساتھ ایک ہی

جلد میں شامل ہے۔

(۲۲۸) کتاب ادویات [۳۴۹]

ادراق - ۴۴ - سطور ۱۵۔

تقطیع ۴ x ۵ - خط نستعلیق شکستہ۔

زمانہ تصنیف - قبل ۱۲۴۹ھ۔

کاتب - الف خاں - سنہ کثابت ۱۲۴۹ھ۔

اودو نثر میں یہ رسالہ مغربی طب کی کسی انگریزی کتاب کا

ترجمہ ہے اور اسی طرح کے حسب ذیل دو مطبوعہ ترجموں کے
ساتھ ایک ہی جلد میں شریک ہے۔

(۱) تپ اور اسہال کا رسالہ از جیمس جینسن مطبوعہ اگست ۱۸۳۱ء
کلکتہ - ۳۲ صفحات۔

(۲) بیان سانپ کے بچہ کا مترجم مصنف نامعلوم مطبوعہ اگست ۱۸۳۱ء
کلکتہ - ۷۳ + ۸ صفحات۔

کتاب ادویات-آغاز:-

”باب پہلا تپ کے علاج میں جو کہ سردی سے ہوتی ہے۔ فیور
..... جی یعنی تپ و دھم کا علاج رکھتی ہے۔ ایک سردی سے
جسے انگریزی میں ایکو ایڈیو اور فارسی میں تپ لرزہ اور
عربی میں حمی ناقص کہتے ہیں“

اختتام:-

”پوڈر مار کے درخت کا کہ اٹھائی ہاتھ سے زیادہ ہووے
جز پیر سے سوکھا کے کھنی اس کی پانچ گرین سے پندرہ تک
کھلائے سے بہت فائدہ کرتا۔ تمام شد“
دوائی متفرقات

آغاز:-

”نسخہ جاری شدن حبض۔ سلفٹ او ایرن ایک اسکرپل
اکسٹریکٹ سکونا آدھ ڈرام معری کے شیرے کے ساتھ میں
پل بناوے ایک صبح اور ایک شام کھلاوے“

اختتام:-

”پس پیچھے وہی پھلنے ہوئے پانی کو لے کے پکاوے کہ اسپرٹ
کم کے مانند گاڑھا جاوے بعد اس کے پوڈر اور کھنی کو لے
کے ایک ساتھ کے اس (ج) چیز کے برابر ہووے ملا کے
چلاوے۔ فقط تمام شد“

اس کے ختم پر کوئی ترقیمہ نہیں ہے بلکہ اسی کاتب نے دوسری کتاب میں
”بیان الکرٹھی“ و ”بیان رحم“ شروع کر دی ہیں۔

اور سب کے آخر میں یہ ترقیمہ ہے جس کے چند لفظ پڑھے نہیں جاتے۔

دو کتاب نسخہ جات متفرقات ترکیب انگریزی.....

برائے خاطر شفیق شفیق براہم کشی مولسی غلطی محرم راز

خفی دہلی واقف اسرار لم یزی برادرم شیخ محمد علی ڈاکٹر.....

تلمہ کالج راجی فداک۔ خط فام..... افہام فقیر حقیر برتقیر

یہ دونوں کتابیں نستعلیق لیتھو میں چھپی ہیں اور
اردو کی قدیم ترین پتھر پر چھپی ہوئی کتابوں میں سے ہیں۔ ان
میں اعواب اور رسم الخط کے لئے جو اشارے استعمال کئے گئے ہیں
وہ اردو کے محققین کے لئے خاص کر قابل توجہ ہیں۔

زیر نظر قلبی نسخہ ان مبلومات سے دو ایک سال قبل

ہی تالیف اور نعل کیا گیا ہے۔ اور اردو میں مغربی طب کی

ایک نہایت قدیم کتاب ہونے کی حیثیت سے خاص طور پر اہم ہے۔

لیکن اس کتاب کا نام مکتوم ہو سکا اور نہ مصنف ہی کا پہلے

درج کی پیشانی پر لکھا ہے ”کتاب ادویات است“ اور

اس کے بعد ہی پہلا باب شروع کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب میں جملہ ۵ باب ہیں۔ ہر باب کسی خاص

مرض اور اس کے علاج کے لئے وقف ہے۔ نمونہ کے طور پر

ابتدائی پانچ ابواب کی سرخیاں یہاں درج ہیں:-

(۱) تپ کے علاج میں جو کہ سردی سے ہوتی ہے (۷ صفحات)

(۲) ہیضہ کے علاج میں (درج ۴)

(۳) اردغ ترش کے علاج میں (درج ۵)

(۴) قے کے علاج میں (درج ۶)

(۵) ذات الحیم کے علاج میں (۶ ب)

ہر مرض اور دوا کے اردو نام کے ساتھ انگریزی نام

بھی اردو رسم الخط ہی میں لکھے گئے ہیں۔ کچھ تر ابواب کی تکمیل

کے بعد ”دوائی متفرقات“ کے عنوان سے مختلف نسخے درج کئے

گئے ہیں جو ۲۰ صفحات پر مادی ہیں۔ مکن ہے کہ یہ آخری حصہ

کوئی جدا گانہ کتاب ہو اس لئے پہلے ”کتاب ادویات“ کی

آغازی و اختتامی عبارتیں نقل کر کے پھر ”دوائی متفرقات“

کی عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔

ہوتی تو نہ ٹوٹتی۔ اس واسطے کہ اس میں ہوا گومتی رہتی ہے
اور چوبلی میں ہوا گوم نہیں ملتی ہے۔
ترقیمہ کے لئے دیکھو نسخہ نمبر ۲۲۸۔

بندہ الف خاں..... جرنٹ تحریر یافت۔ تحریر بتاریخ
برست خیم ماہ ذیقعدہ ۱۲۴۹ ہجری مطابق ماہ مئی ۱۸۳۲ء
لغایت چنخی میاں کہ۔

[۳۲۷] (۲۳۰) بیان رحم کا

اوراق ۱۹۔ سطور ۱۵۔
تقطیع ۹x۶۔ خط نستعلیق شکستہ۔
زمانہ تصنیف قبل ۱۲۴۹ھ۔

کاتب۔ الف خاں۔ سند کتابت ۱۲۴۹ھ۔

اس رسالے کا مصنف بھی دہلی ہو گا جو خطوط نمبر ۲۲۸ و ۲۲۹
کا ہے۔ اس میں رحم اس کی نشوونما، یام حیف، عل، زبلی
وغیرہ سے متعلق تفصیلی معلومات طبی نقطہ نظر سے قلمبند کی گئی ہیں۔
اس موضوع پر اردو میں یہ ایک نہایت تدریجی کتاب ہے اس لئے اہم ہے۔
آغاز:-

”جانا چاہئے کہ یوٹرس ایک لاش لفظ ہے کہ جس کو انگریزی
زبان میں اوین اور عربی میں رحم اور فارسی میں زہدان
اور ہندی میں دھڑن اور کوہٹی اور سنسکرت میں گرہہ استھان
کہتے ہیں۔“

اختتام:-

”مگر آرٹری یعنی شرایین کہیں زیادہ اور کہیں کم ہیں۔ اونہوں
کے باندھنے کا خیال ہر ایک جگہ رکھنا ضرور ہے۔ اس واسطے
ان سب کی تفصیل اور نام جدا جدا لکھا جاتا ہے باندھ کے دو
آرٹریز باندھے جاتے ہیں۔ (اس کے بعد انگریزی نام لکھے ہیں)
ترقیمہ:- یہاں جو ترقیمہ درج ہے وہ مخطوطہ نمبر ۲۲۸ کے آخر میں لکھا
جا چکا ہے۔ ترقیمہ کے بعد اساک اور قوت باہ کے متقد نسخے لکھے گئے ہیں۔

[۳۲۸] (۲۲۹) مسائل طبیی

اوراق ۱۹۔ سطور ۱۵۔
تقطیع ۹x۶۔ خط نستعلیق شکستہ۔
زمانہ تصنیف قبل ۱۲۴۹ھ۔

کاتب۔ الف خاں۔ سند کتابت ۱۲۴۹ھ۔

اس رسالہ میں مختلف سائنسی موضوعات کو اردو و سرائیکی
بجھایا گیا ہے۔ اور یہ غالباً اس موضوع پر اردو کی تدریج ترین
کتاب میں سے ہے۔ اس رسالہ کی ذیلی سرخیاں یہ ہیں۔
(۱) الکڑیسیٹی (۲) مائتا (۳) ابر (۴) تشریح شجر (۵) مضم غذا
(۶) جریان ہوا (۷) بالائی ہوا کا دباؤ (۸) کالیم (۹) گیس۔
مولف نے اردو میں بے دھڑک انگریزی اصطلاحیں
استعمال کی ہیں۔ کتاب اور مصنف کے نام کا پتہ نہ چل سکا۔ اور
جو نام لکھا گیا ہے وہ راقم الحروف نے موضوع کی مناسبت سے
قرار دے لیا ہے۔

آغاز:-

”علم الیکڑیسیٹی کا مانند اور علوں کے پہلے توڑا تھا مگر
رفتہ رفتہ اب بہت ہوا ہے۔ چنانچہ آگے یہ جانا تھا کہ عنبر
اور لاک کو جہاں ہاتھ سے یا اور کسی چیز سے مل کے ملکی چیزوں
کے پاس لے گئے دہی ہلکی چیزیں اس کی طرف کھینچ جاتی ہیں۔“

اختتام:-

”ہوا کے پھیلنے سے ریزہ ریزہ ہونے لگتی اور اگر گول شیشی

(۲۳۱) مطبوعہ صبا (۷۰۱)

۱۱۱۱ - ۲۷ - سفور ۸ -

تقطیع - ۱/۴ x ۹ - خط نستعلیق -

عنوانات - سرخی میں -

مصنف - صفی - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ -

یہ ایک نثری ہے جس میں مشہور درسی کتاب "خانی باری" میں تصنیف کے ذریعہ سے تنبیہ اضافہ کئے گئے۔ خانی باری امیر خسرو سے منسوب ہے اور فارسی و اردو لغت کی ایک قدیم کتاب ہے جو کچھ عرصہ قبل تک ہندوستان کی مقبول و مستند درسی کتاب بھی جاتی تھی۔

اس رسالہ کو ۲۸ ابیات کے ایک فارسی دیباچہ سے

شروع کیا گیا ہے جس میں مصنف نے حمد و نعت کے بعد سبب تالیف بیان کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے -

میرے ایک شاگرد گویند رام نے ترغیب دلائی کہ امیر خسرو کی خانی باری کو تنظیم و ترمیم کے ذریعے سے زیادہ واضح اور مفید بنائوں کیونکہ اس کی ابیات میں فن عروض و قافی کے لحاظ سے وضاحت درج نہیں ہے۔ غرض میں نے دوستی کی خاطر یہ کام شروع کیا اور ہر بحر کی ابیات کو بحر کے نام اور ارکان کی وضاحت کے ساتھ الگ الگ مرتب کیا۔ امیر خسرو نے جملہ ایک سو ستر ابیات کچھ حصے جن میں اضافہ کر کے اب اس کتاب کو تین سو پچیس (۳۵۵) ابیات پر مشتمل کر دیا گیا ہے۔

اس فارسی دیباچہ کی چند ابیات یہ ہیں جن سے کتاب اور

مصنف کا نام واضح ہو گا۔

جو بیت کہند و نورانی گنج شونہ سی صد در گریجاہ و ہم پنج

صفی را گرچہ این رغبت نہ بودہ برائے خاطر یاراں نمودہ
چو ہر کو د کاں گردید بنیاد مسعی یافتہ "مطبوعہ صبا"
اس کے مصنف صفی کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں
اور نہ سنہ تصنیف ہی کا پتہ چل سکا۔ یہ نسخہ ناقص آتا ہے۔
اس لئے کاتب بسنہ کتابت کا بھی علم نہ ہو سکا۔ البتہ کاغذ اور
پنج کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۰۰ھ سے قبل کا نسخہ ہے۔
خانی باری کو صفی نے جن حصوں میں تقسیم کیا ہے ان میں سے
ابتدائی دس عنوان اور ہر عنوان کی پہلی بیت درج ذیل ہے
تاکہ زبان اور پنج ترتیب کا اندازہ ہو سکے۔

۱۔ بحر متدارک - ۱۷ ابیات -

اول حمد خدا کا یار جس سوں ہے دو جگ اظہار

۲۔ بحر مدیں رمل مقصور ۳۸ ابیات -

ہے مرے سر پر وہی رب غفور مجھ گناہاں کوں کرے گا دوچہ دور

۳۔ بحر مقصور رمل - ۳۰ ابیات -

جب سوں دیکھا ہوں ترے مکہ کا قراں ورد لسم اللہ کا پایا ابرواں

۴۔ بحر رمل المحذوف - ۱۱۲ ابیات

اے سجن تجہن جلا میرا جگر وصل کے پانی سستی کر سر دتر

۵۔ بحر رمل مثنیٰ مقصوری - ۲۴ ابیات

اے سجن تجہ سناہ دیکھا دائما اندر جہاں

یاد تیرے لطف کا مجھ کو ہوا ہے درد جاں

۶۔ بحر مضارع احزاب مکفوف - ۱۹ ابیات

تن میں مرے فراق سوں تیرے رہا نہ پاس

دکھلا سجن اپس کا درس تاپھیکے ہوا لاس

۷۔ بحر مضارع مثنیٰ محذوف - ۷ ابیات

منتاق تجہ وصال کا دن رات اے سجن

دسں دکھا کے مجھ سوں مٹھے بول دلو پچن

یار منے یو سر جن میرا خصم منے توں در جن میرا

1. NAME _____
 2. ADDRESS _____
 3. CITY _____
 4. STATE _____
 5. ZIP _____
 6. PHONE _____
 7. DATE _____
 8. SIGNATURE _____
 9. PRINT NAME _____
 10. PRINT ADDRESS _____
 11. PRINT CITY _____
 12. PRINT STATE _____
 13. PRINT ZIP _____
 14. PRINT PHONE _____
 15. PRINT DATE _____
 16. PRINT SIGNATURE _____
 17. PRINT NAME _____
 18. PRINT ADDRESS _____
 19. PRINT CITY _____
 20. PRINT STATE _____
 21. PRINT ZIP _____
 22. PRINT PHONE _____
 23. PRINT DATE _____
 24. PRINT SIGNATURE _____
 25. PRINT NAME _____
 26. PRINT ADDRESS _____
 27. PRINT CITY _____
 28. PRINT STATE _____
 29. PRINT ZIP _____
 30. PRINT PHONE _____
 31. PRINT DATE _____
 32. PRINT SIGNATURE _____
 33. PRINT NAME _____
 34. PRINT ADDRESS _____
 35. PRINT CITY _____
 36. PRINT STATE _____
 37. PRINT ZIP _____
 38. PRINT PHONE _____
 39. PRINT DATE _____
 40. PRINT SIGNATURE _____
 41. PRINT NAME _____
 42. PRINT ADDRESS _____
 43. PRINT CITY _____
 44. PRINT STATE _____
 45. PRINT ZIP _____
 46. PRINT PHONE _____
 47. PRINT DATE _____
 48. PRINT SIGNATURE _____
 49. PRINT NAME _____
 50. PRINT ADDRESS _____
 51. PRINT CITY _____
 52. PRINT STATE _____
 53. PRINT ZIP _____
 54. PRINT PHONE _____
 55. PRINT DATE _____
 56. PRINT SIGNATURE _____
 57. PRINT NAME _____
 58. PRINT ADDRESS _____
 59. PRINT CITY _____
 60. PRINT STATE _____
 61. PRINT ZIP _____
 62. PRINT PHONE _____
 63. PRINT DATE _____
 64. PRINT SIGNATURE _____
 65. PRINT NAME _____
 66. PRINT ADDRESS _____
 67. PRINT CITY _____
 68. PRINT STATE _____
 69. PRINT ZIP _____
 70. PRINT PHONE _____
 71. PRINT DATE _____
 72. PRINT SIGNATURE _____
 73. PRINT NAME _____
 74. PRINT ADDRESS _____
 75. PRINT CITY _____
 76. PRINT STATE _____
 77. PRINT ZIP _____
 78. PRINT PHONE _____
 79. PRINT DATE _____
 80. PRINT SIGNATURE _____
 81. PRINT NAME _____
 82. PRINT ADDRESS _____
 83. PRINT CITY _____
 84. PRINT STATE _____
 85. PRINT ZIP _____
 86. PRINT PHONE _____
 87. PRINT DATE _____
 88. PRINT SIGNATURE _____
 89. PRINT NAME _____
 90. PRINT ADDRESS _____
 91. PRINT CITY _____
 92. PRINT STATE _____
 93. PRINT ZIP _____
 94. PRINT PHONE _____
 95. PRINT DATE _____
 96. PRINT SIGNATURE _____
 97. PRINT NAME _____
 98. PRINT ADDRESS _____
 99. PRINT CITY _____
 100. PRINT STATE _____
 101. PRINT ZIP _____
 102. PRINT PHONE _____
 103. PRINT DATE _____
 104. PRINT SIGNATURE _____
 105. PRINT NAME _____
 106. PRINT ADDRESS _____
 107. PRINT CITY _____
 108. PRINT STATE _____
 109. PRINT ZIP _____
 110. PRINT PHONE _____
 111. PRINT DATE _____
 112. PRINT SIGNATURE _____
 113. PRINT NAME _____
 114. PRINT ADDRESS _____
 115. PRINT CITY _____
 116. PRINT STATE _____
 117. PRINT ZIP _____
 118. PRINT PHONE _____
 119. PRINT DATE _____
 120. PRINT SIGNATURE _____
 121. PRINT NAME _____
 122. PRINT ADDRESS _____
 123. PRINT CITY _____
 124. PRINT STATE _____
 125. PRINT ZIP _____
 126. PRINT PHONE _____
 127. PRINT DATE _____
 128. PRINT SIGNATURE _____
 129. PRINT NAME _____
 130. PRINT ADDRESS _____
 131. PRINT CITY _____
 132. PRINT STATE _____
 133. PRINT ZIP _____
 134. PRINT PHONE _____
 135. PRINT DATE _____
 136. PRINT SIGNATURE _____
 137. PRINT NAME _____
 138. PRINT ADDRESS _____
 139. PRINT CITY _____
 140. PRINT STATE _____
 141. PRINT ZIP _____
 142. PRINT PHONE _____
 143. PRINT DATE _____
 144. PRINT SIGNATURE _____
 145. PRINT NAME _____
 146. PRINT ADDRESS _____
 147. PRINT CITY _____
 148. PRINT STATE _____
 149. PRINT ZIP _____
 150. PRINT PHONE _____
 151. PRINT DATE _____
 152. PRINT SIGNATURE _____
 153. PRINT NAME _____
 154. PRINT ADDRESS _____
 155. PRINT CITY _____
 156. PRINT STATE _____
 157. PRINT ZIP _____
 158. PRINT PHONE _____
 159. PRINT DATE _____
 160. PRINT SIGNATURE _____
 161. PRINT NAME _____
 162. PRINT ADDRESS _____
 163. PRINT CITY _____
 164. PRINT STATE _____
 165. PRINT ZIP _____
 166. PRINT PHONE _____
 167. PRINT DATE _____
 168. PRINT SIGNATURE _____
 169. PRINT NAME _____
 170. PRINT ADDRESS _____
 171. PRINT CITY _____
 172. PRINT STATE _____
 173. PRINT ZIP _____
 174. PRINT PHONE _____
 175. PRINT DATE _____
 176. PRINT SIGNATURE _____
 177. PRINT NAME _____
 178. PRINT ADDRESS _____
 179. PRINT CITY _____
 180. PRINT STATE _____
 181. PRINT ZIP _____
 182. PRINT PHONE _____
 183. PRINT DATE _____
 184. PRINT SIGNATURE _____
 185. PRINT NAME _____
 186. PRINT ADDRESS _____
 187. PRINT CITY _____
 188. PRINT STATE _____
 189. PRINT ZIP _____
 190. PRINT PHONE _____
 191. PRINT DATE _____
 192. PRINT SIGNATURE _____
 193. PRINT NAME _____
 194. PRINT ADDRESS _____
 195. PRINT CITY _____
 196. PRINT STATE _____
 197. PRINT ZIP _____
 198. PRINT PHONE _____
 199. PRINT DATE _____
 200. PRINT SIGNATURE _____
 201. PRINT NAME _____
 202. PRINT ADDRESS _____
 203. PRINT CITY _____
 204. PRINT STATE _____
 205. PRINT ZIP _____
 206. PRINT PHONE _____
 207. PRINT DATE _____
 208. PRINT SIGNATURE _____
 209. PRINT NAME _____
 210. PRINT ADDRESS _____
 211. PRINT CITY _____
 212. PRINT STATE _____
 213. PRINT ZIP _____
 214. PRINT PHONE _____
 215. PRINT DATE _____
 216. PRINT SIGNATURE _____
 217. PRINT NAME _____
 218. PRINT ADDRESS _____
 219. PRINT CITY _____
 220. PRINT STATE _____

(۲۳۲) ترجمہ کریما [۷۰۲] (۱۹۱)

اوراق ۳۰ - سطور ۱۱ -

لخ سوں تیرے روشنی پایا ہے نہ

تقلیع $\frac{1}{4} \times 9$ - خط نستعلیق معمولی -

زمانہ ترجمہ قبل ۱۲۵۰ھ۔

ادھر کا دے پیالہ پی کے چہوں میں

اسی طرح بحر بحر کی جملہ ابیات یک جا لکھی گئی ہیں اور جس بیت سے نئی بحر شروع ہوتی ہے اسی کے ہم قافیہ صغی نے دو دو شعر اور لکھ کر نیا عنوان شروع کیا ہے۔ گویا ہر بحر کے آغاز میں تین تین شعر کے قطعہ کے بعد اصل مثنوی کی ابیات درج کی ہیں۔

اس کتاب کے فارسی دیباچہ کا آغاز و اختتام یہ ہے۔

آغاز بحمد اللہ کہ از فضل و عنایت ہدایت را رساند او نہایت
انتقام بحق خواجہ عالم گناہم کنی عفو و نمائی نیک را ہم
اصل کتاب کا آغاز و انتقام یہ ہے :-

آغاز۔ اول حمد خدا کا پیار جس سوں ہے دو جگ اظہار

فعلن فعلن فعلن ہے شقارب کا بستار

فالق باری سرچن ہار داعد ایک بڑا کرتار

افیتام۔ راجا بادشاہ ہے سلطان ہے گنوار دہقانی جان

فلک حیرخ اسماں اہل طالع گروہ برج ہے راس

چونکہ یہ فتویٰ ناقص الآخر ہے اس لئے آخری عنوان کے ابتدائی

اشعار بھی درج کروائے جاتے ہیں :-

بحر مشقارب -

جب سونیرھو سا جن کیرا ہر دے مانہہ جو کیتا ڈیرا

فعلن فعلن فاع ہے متقارب کا یہ پھیرا

زمانہ ترجمہ قبل ۱۲۵۰ھ۔

زمانہ کتابت - ۱۲۶۶ھ -

شیخ سعدی کی 'کرمیا' خالق باری (نسخہ ۲۳۱) کی طرح

یہ فارسی کی ایک قدیم درسی اور مشہور اخلاقی کتاب ہے جو اب تک مقبول عام ہے۔ کسی غیر معروف مصنف نے اس کا اردو میں ترجمہ کر دیا ہے جو اس نسخے میں شامل ہے۔

زیر نظر نسخے میں ہر فارسی بیت کے نیچے ہی اردو بیت میں ترجمہ لکھا گیا ہے۔ ترجمہ کریمیا کا یہ نسخہ جلد بندی کے وقت

غفلت سے دو جہدوں میں آدھا آدھا شریک ہو گیا ہے۔

چنانچہ جلد نمبر ۷۰۲ میں اس کے ابتدائی ۱۰ اوراق ہیں اور

جلد نمبر ۱۹۱ میں بقیہ ۱۰ ادرق - دونوں جلدوں کی جملہ آیات

کی تعداد ۲۱۰ اردو اور ۲۱۰ فارسی ہے۔ پہلی جلد اس

بیت پر ختم ہوتی ہے۔

..... ہے زندگی سے پھر اے کہ رعایت سے دولت کو لاریب پاؤے

دوسری جلد اس بیت سے شروع ہوتی ہے :-

سعادت ہولاعت سے حاصل مدام ہوں نور طاعت سے روشن تمام

مترجم نے سعدی کے سہل فصیح کلام کا بہت کامیاب ترجمہ کیا ہے

اور کہاں یہ ہے کہ ہر فارسی بیت کا ترجمہ ایک ہی اردو بیت میں

کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر یہاں چند اصل فارسی ابیات اور

اور اُن کا اردو ترجمہ دج کیا جاتا ہے :-

(۲۳۳) ترجمہ چہل حدیث [۳۴۸]

اوراق م - سطور ۲۰ -

تقطع ۶ x ۱۰ - خط نستعلیق و نسخ -

زمانہ ترجمہ قبل ۱۳۴۲ھ

کاتب - میر فتح الدین - سنہ کتابت ۱۳۴۲ھ -

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو چالیس حدیثیں راوی

ثقاتہ کے نسل سے ایک جگہ جمع کی تھیں ان کا اردو ترجمہ اس نسخے میں اصل احادیث کے نیچے لکھا گیا ہے۔ یہ نسخہ غالباً مترجم

کافلی ہے کیونکہ اس میں عائشہ پر مترجم نے اپنے ترجمہ کی نہایت تفصیل کے ساتھ جگہ جگہ وضاحت کی ہے۔ ترجمہ چہل حدیث کے بعد اسی کاتب نے فارسی میں حفظ قرآن کا طریقہ (جو انحضرت نے

حضرت علیؑ کو سمجھایا تھا) بیان کیا ہے۔ یہ ترجمہ اوائل تیرہویں

صدی میں کیا گیا ہے۔ انوس ہے کہ مترجم نے اپنا نام نہیں

لکھا۔ غالباً اس کے کاتب میر فتح الدین ہی اس کے مترجم ہیں۔

آغاز:-

”بعد تقریر خدا کے اور درود مصطفیٰ کے یہ چالیس حدیثیں

منتہ ہیں صحیح سنہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ ان کے

بول توڑے ہیں اور مقصد بہت ہیں کہ پڑھے ان کو بھلی بات

چاہئے والا واسطے امیدواری اس کے کہ بیٹھے عالموں کے

جتنے ہیں۔ بوجہ فرمانے نبی کے (اود پرورد اور ثنا)

جو یاد رکھ میری امت کے واسطے نفع کے چالیس حدیثیں

دین کے مقدمے میں۔ اوٹھا دے گا قیامت میں اللہ تعالیٰ

اوس کو نفعیہ اور میں ہوں گا اوس کا قیامت کو سفارشی

اور گواہ کہتا ہے فقیر ولی اللہ معاف ہو بھول چوک اوس

کی کہ.....

اردو

فارسی

شرف پاوے ہے علم سے آدمی

نہ مال و حشم و بہاد مال و مال

تو پڑھنے میں جو شمع تن کو گلا

کہ بے علم ہوتا ہے کب تو خدا

سیانا طلبکار ہے علم کا

سدا گرم بازار ہے علم کا

ازل میں جو کوئی ہوا بخور

وہ کوشش سے سیکھے ہے علم و ہنر

بہی آدم از علم یا بد کمال

نہ از حشمت و بہاد مال و مال

چو شمع از پے علم باید گذاشت

کہ بے علم ہوتا ہے خدا شناخت

خردمند باشد طلبکار علم

کہ گرم است پیوستہ بازار علم

کسے را کہ شد در ازل بخور یا

طلب کردن علم کرد اعتبار

اس کتاب کا آخری حصہ نسخہ تنبیہ النساء (دیکھو تذکرہ لہذا

سیرۃ النبۃ ص ۱۳۸) کی تہ مجلد ہے اور یہ پوری کتاب بھی اسی کے ساتھ ۱۳۶۶ھ

میں نقل کی گئی ہے۔

آغاز:-

کرم سے ہیں اپنے بخشاے خدا کہ ہیں ہم گرفتار حرص و ہوا

نہیں ہے ہمیں داد رس خیر ہوا تو ہی بخش دے عاصیوں کی غلا

اختتام:-

نہ ایسا رخت اس چمن میں آگاہ کہ ضرب تہدار سے وہ بچا

نہ رکھ انس دنیا نے فانی سے یار یہی بات رکھ یاد سعدی سے یار

ترقیمہ:- چونکہ یہ نسخہ تنبیہ النساء کے ساتھ لکھا گیا ہے اس لئے

کاتب نے موخر الذکر کتاب کے آخر میں ترقیمہ لکھا ہے جو اس کے

بیان میں تذکرہ لہذا کے صفحہ ۷۳ پر درج ہو چکا ہے۔

اختتام :-

گتا ہے کہ کھانجی کفر ہو جائے ! سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے
بھلیں امانت داری کے ساتھ ہوتی ہیں سب سے بہتر تو شہر پر بیگاری

نہ جاویں ہذا ماہ ذی الحجہ ۱۲۵۵ ہجری میں خطوط نواب
بدر عالم صاحبہ کو زیور ترتیب عطا کیا اور تحریرات ہر سطر
کو مقدمہ اور ہر ماہ کو فصل قرار دیا۔ اور تاریخ بدر
نام رکھا۔

(۲۳۴) تاریخ بدر [۱۴۵]

اوراق ۲۲ - سطور ۱۱ -

تقلید - ۱۳۴۰ - خط نستعلیق پاکیزہ -

حاشیہ، عنوانات اور اسما، سرخی میں -

مصنف - واجد علی شاہ - سنہ تصنیف ۱۲۷۶ھ -

کاتب - حبیب الدین احمد - سنہ کتابت ۱۲۷۶ھ -

واجد علی شاہ آخری بادشاہ اودھ کی ایک بیگم
نواب بدر عالم نے بادشاہ کی کلکتہ میں جلا وطنی کے بعد جو خط
ان کے نام ۱۲۷۶ھ اور ۱۲۷۷ھ کے درمیانی زمانے میں
لکھنؤ سے لکھے تھے ان کو خود واجد علی شاہ نے تاریخ وار
مرتب کیا ہے - اور ابتدا میں (پانچ صفحات کا) اردو نثر
میں ایک دیباچہ لکھا ہے جس میں حمد و ثناء کے بعد سبب تالیف
بیان کیا ہے - وہ لکھتے ہیں :-

”ابا بعد راقم الحروف ابو المنصور ناصر الدین سکندرجاہ

بادشاہ عادل فیروز ماں سلطان عالم محمد واجد علی شاہ

بادشاہ اودھ جلال صفحہ (۲) بیان کرتا ہے کہ جب سپہر

بوقلوں نے نیانگ دکھلایا اور سفر کلکتہ کا اتفاق ہوا -

بعض محلات سلطانی کہ جلباب دوری اور پردہ چھوری

میں رہیں اکثر خطوط تو دو آمیز بھجواتی تھیں اور اشتیاق

اور محبت کو یاد دلاتی تھیں - پاس مراسم الفت کے

مطیع نظر ہوا کہ وہ قراطیس حسن تالیف پادیں تکرار لگاں

اس طرح خود بادشاہ نے مجموعہ کا نام اور تاریخ ترتیب بھی درج
کردی ہے۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے جن کی تفصیل یہ ہے :-

۱۔ باب اول - ۱۲۷۳ھ - ایک فصل (یعنی ایک خط)

۲۔ باب دوم - ۱۲۷۵ھ - آٹھ فصلیں (یعنی آٹھ خط)

۳۔ باب سوم - ۱۲۷۶ھ - دو فصلیں (یعنی دو خط)

اس طرح جلد ۱۱ خط ہیں جن میں سے ہر ایک پر تاریخ کتابت

درج ہے - یہ نسخہ خود واجد علی شاہ کا بیضہ ہے اور اس

کے سرورق پر بادشاہ کی مہر سے نام واجد علی سلطان عالم

بر کتابت و پر نور بادا تا فروغ آفتاب ۱۲۸۵ھ

ثبت ہے - اس مستطیل مہر میں دو مچھلیاں اور ان کی دھڑوں

پر شاہی تاج بھی شامل ہے - شاہان اودھ کے کتب خانہ

کی اور کتابیں بھی ادارے میں محفوظ ہیں جن پر شاہی مہریں

ثبت ہیں - چونکہ وہ فارسی ہیں اس لئے فہرست فارسی

خطوط میں ان کا ذکر درج ہو گا - یہ نسخہ خاص اہتمام

سے لکھوایا گیا ہے - خط نہایت جلی، حاشیہ سرخ و سبز اور

تمام نام سرخی میں ہیں -

ان خطوط میں نواب بدر عالم نے اپنے بادشاہ شوہر

کے فراق کی مصیبتیں نہایت درد انگیز پیرائے میں بیان کی ہیں -

زبان و اسلوب نہایت شاعرانہ اور پُر تکلف ہے - اور ان

میں واجد علی شاہ کی خانگی زندگی مختلف بیگمات کی

خصوصیات، امراء شاہی کے حالات اور دیگر تاریخی

اور بھی محفوظ ہو گئے ہیں -

اور مظلوم ہندوستانی عورت کی دل کی پکار ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں کہ واجد علی شاہ کی جلا وطنی کے بعد ان کے متعلقین پر کیا گزری۔ اور ان کے دلوں میں معزول بادشاہ کی کیسی گہری محبت اور عقیدت موجزن تھی اور خود بادشاہ اپنے وابستہ کے حالات اور پریشانیوں سے کتنے متاثر رہتے تھے۔

اس کتاب کو واجد علی شاہ نے اس طرح شروع کیا ہے:

آغاز:-

”اللہ اکبر کیا شان کربائی ہے۔ ہر شے میں اعجاز نمائی ہے
کہیں گل ہے، کہیں خار اور کہیں جنگل ہے، کہیں گلزار
کبھی نشا ہے کبھی صیف پُر اصرار، کہیں کفر ہے کہیں ایمان
کبھی وصل ہے کبھی ہجر“

اس مجموعہ کا پہلا خط یوں شروع ہوتا ہے:-

”وہر تشار‘ یوسف جال‘ داؤد الحان‘ سلیمان زمان‘
جان عالم ملکہ اللہ ملکہ‘ وسلطنتہ‘ ستم دیدہ ہجرت‘
آفت رسیدہ مفارقت بدر عالم بعد عالم ارادت و
نیاز و جہاں جہاں تمنائے دولت موصلت مسرت
آغاز‘ کی تمس یہ ہے کہ“

مجموعہ خطوط کی آخری عبارت یہ ہے:-

”میں سنتی ہوں کہ جب یہاں سے محبت نامہ جاتا ہے
تو اس کا خلاصہ ہو کر تہارے مشاہدے میں آتا ہے۔
کیفیت ہماری تم کو کیونکر معلوم ہو۔ حقیقت حال کس طرح
معلوم ہو۔ خدا کے لئے ایسی بے اعتنائی نہ کیا کرو۔

خط تو تمام و کمال پڑھ لیا کرو۔ زیادہ اشتیاق۔

محرومہ غرہ صفر ۱۲۵۱ ہجری قدسی“

خطوں کے اختتام پر کتاب نے عربی میں ایک خاتمہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ نسخہ واجد علی شاہ اور بدر عالم کی

واجد علی شاہ نے اپنی شاہی کے زمانے میں اور بعد کو میٹا برج کلکتہ کے قیام کے عرصہ میں بھی متعدد کتابیں لکھیں اور لکھوائی تھیں۔ انڈیا آفس (نندت) کے کتب خانہ میں ان میں سے اکثر محفوظ ہیں اور ہجوم ہاٹ نے اپنی فہرست اردو محظومات میں ان کی تفصیل درج کی ہے۔ ان میں سے بعض کتابیں شائع بھی ہو چکی ہیں۔

زیر نظر مجموعہ خطوط بھی غالباً چھپ چکا ہے لیکن یہ

نسخہ چونکہ خود بادشاہ کا بیض ہے اور ان کے کتب خانہ کا ہے اس لئے فاس اہمیت رکھتا ہے۔

اس کتاب کے سرورق پر شاہی ہر کے نیچے یہ عبارت

کسی صاحب نے لکھی ہے جس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید یہ

مجموعہ چھپ بھی چکا ہے:-

”یہ کتاب انجن ترقی علوم قدیمہ نے ۱۳۲۳ء میں طبع کرادی ہے۔

طبع قاسم پریس محلہ چنیل گڑھ حیدرآباد دکن میں طبع ہوئی ہے۔

اور انجن کے دفتر واقع کوٹہ اکبر جاہ سے قیمت ہر دستیاب

ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ رسالہ دفتر زمانہ کانپور سے بھی

مل سکتی ہے۔ فقط، ربیع الاول ۱۳۲۴ھ (دستخط پڑھے

نہیں جلتے) مستند انجن ترقی علوم قدیمہ“

اس عبارت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ حیدرآباد

میں آج سے چالیس سال قبل ایک انجن بنام ”انجن ترقی علوم

قدیمہ“ قائم تھی۔ لیکن یہ کب تک قائم رہی اور اس نے

کیا کام انجام دئے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

کتاب ”تاریخ بر“ میں جگہ جگہ اردو اشعار، قطعات اور

غزلیں بھی شامل ہیں جو نواب بدر عالم نے اپنے خطوط کے دوسرا

اپنی محبت اور اشتیاق کے اظہار کے لئے شامل کی ہیں اور

بعض خط تو مستظوم ہی ہیں۔ یہ سب خطوط ایک وقت زدہ دیوی

زندگی میں ترتیب و تالیف کے صرف چھ ماہ بعد خاص اہتمام سے نقل کرایا گیا ہے۔

خاتمہ۔

”الحمد للہ الذی نور العالم بنور الشمس والبدیع علی الدنیا

وایضہا بضرہ البیضا والقر۔ والصلوٰۃ علی رسولہ

معدن الحب ومحزن الادب وعلی آلہ واہل بیتہ

جمع الشرف ومنج النسب صلوة اللہ وسلام علیہم اجمعین

علی اتمام مکاتیب مودت ورسالب نواب بدر عالم

ابقا اللہ لثانی تحت ظل عاتبات حضرت سلطان علی

ادام اللہ بقا وہ و مسک الی بقاء العالم۔ سید الکاتب

الداعی بقاء سلطنتہ ظل سبحانی حبیب الدین احمد برد علی

فقط۔ وقد وثق الفراغ ۱۶ جمادی الآخرۃ ۱۲۷۶ھ

من الهجرة القدسیۃ الباہرہ۔“

یہ نسخہ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے چنانچہ ترقیمہ کے

نیچے ان کی بیضوی جہر ”مصور الطاف و عنایت حسین ۳۳۶ھ“

اور پہلے ورق کے عاشریہ پر ان کے دستخط ”عنایت حسین

۳۳۶ھ حیدر آباد“ ثبت ہیں۔

(۲۳۵) حکمت بزرگ جہر [۳۴۶]

امراق ۵۔ سطور ۱۴۔

تقطیع۔ ۱۶ x ۸۔ خط نستعلیق ثلث آمیز۔

زمانہ تصنیف۔ قبل ۱۰۵۰ھ۔

یہ تقریباً ۹۰ ابیات کی ایک قدیم و کئی مثنوی ہے جس کے آگے مصنف نے فارسی خمریں دیباچہ لکھ کر موضوع کی وضاحت کی ہے۔ اس دیباچہ میں حمد و نعت کے بعد مصنف لکھتا ہے کہ

نوشیروان کے فرزند کے لئے خواجہ بزرگ جہر نے بہ حکمت عجائب
قلب بند کئے تھے تاکہ غیرویان جہوش مجلس آرائی کے وقت
کوئی چیز ہاتھ میں پھیا میں تو اس چیز کی ماہریت بتا کر ان کو
ایسا گرویدہ بنالیا جائے۔

یہ نسخہ بہت قدیم ہے۔ اس کا کاغذ اور سیاہی پانی اور
نی سے رنگ اور بوسیدہ ہو گیا ہے۔ اور اتفاق سے جلد بند
میں عاشریہ اتنا زیادہ کئے گئے کہ عبارتیں سمجھ نہ سکتی ہیں
اس کے مصنف کا پتہ نہ مل سکا اور نہ سند کتابت ہی معلوم
ہو سکا لیکن ہسزان میں یہ مثنوی لکھی گئی ہے وہ سنہ ۱۱۵۰ھ
سے پہلے کی معلوم ہو رہی ہے۔ کیا تعجب کہ یہ کتاب محمد قلی شاہ
کی فرمائش پر مرتب کی گئی ہو کیونکہ اس بادشاہ کو ایسے امور کا
خاص شوق تھا۔

فارسی دیباچہ کا آغاز اس طرح کیا گیا ہے :-

”و شکر و پاس بے قباس مر بادشاہ را کہ ذات انسانی

را منج معلوم موضوعات گرداید۔ و صلوات و کتاب

بروح منظر صدر صفہ صفائی و بدر خطہ وفائی محمد مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم و آرا مان۔ بدانکہ اس حکمت عجائب دافر“

آغاز :-

عجب کیا جو عاشق کوں ہوئے گدگلی

دیکھت دھن کے رخ پر بدن کی نکلی

ہے تجھ موں پہ نیکی کے موتی کا آب

بدی کا کساہت تے سٹ دے شباب

اختتام۔ روکھی کچھوڑی کھانے سوں کھانہ بھلا

لحسن ہم تین رکھ چپکے کرتا گلا

ہر یال ب ہوا ہے یکنر جنگل

چھپاتا ہے بیزی تجھے کیا ہے بیل

کوئی ترقیہ نہیں۔ بلکہ ختم ثنوی کے بعد امیر خسرو کی فارسی
ابیات لکھی گئی ہیں جن میں پہلی اور آخری یہ ہے :-
گر کھے پرسدائے خرد انسرود کہ چہ رفتہ و چہ ماندہ است ثبت روز
بیک باید ترا وقت تمام تا گر چاشت را گنوئی شام

اختتام :-
جان جائے راجانی بچ جائے وہ مرا یوسف ثانی بچ جائے
گمراہ سے لے کے سلامت جاؤ آمنہ کی میں امانت پاؤں

(۲۳۷) واحد باری (۱۲۹)

اوراق ۲۷ - سطور ۱۵ -

تقطیع - $\frac{3}{4} \times \frac{10}{10}$ - خط نستعلیق پاکیزہ -

مصنف - اشرف - زمانہ تصنیف قریب ۱۲۹۰ھ -

سنہ کتابت - ۱۲۳۰ھ - بمقام حیدر آباد -

یہ ثنوی زبان و اسلوب کے لحاظ سے بھی اسی اشرف
کی تصنیف ہے جس کی ایک اور ثنوی ”نوسر ہار“ (۱۲۹۰ھ)
ادارے کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور جس کا بیان اس
تذکرے کے مخطوط نمبر (صفحہ ۱۷) میں گزر چکا ہے۔ اشرف
کے حالات بھی اسی جگہ درج ہیں۔

نوسر ہار اور ”واحد باری“ دونوں ثنویاں ایک ہی
بحر میں لکھی گئی ہیں اور شاعر نے اپنا تخلص بھی دونوں میں
ایک ہی طرح لکھا ہے۔ مثال کے طور پر دونوں کی متعلقہ
ابیات درج ذیل ہیں :-

واحد باری	نوسر ہار
ہجرت نبی نو سو نو	واحد باری ہوئی تمام
کہا اشرف نوسر (۱۲۱)	دنیا میں رہے اشرف کا نام (۱۲۲)
لکھیا اشرف یہ بکھان	اشرف دین سے یہ ہے جان
توحید حق کے موزوں آن (۱۲۳)	اوس سا نہیں کوئی... (کریم خوردہ) (۱۲۴)

دونوں کتابوں میں مصنف نے اپنے نام کے ساتھ
ایک ہی بیت میں اپنی کتاب کا نام بھی لکھ دیا ہے۔ لیکن

(۲۳۶) قصہ دانی حلیمہ (۲۰۰)

اوراق ۴ - سطور ۱۲ -

تقطیع - $\frac{1}{4} \times \frac{5}{8}$ - خط نستعلیق -

زمانہ تصنیف و کتابت قبل ۱۲۵۰ھ -

یہ ناقص الطبع ثنوی آنحضرت سرور کائنات کی
ابتدائی زندگی کے حالات پر مشتمل ہے اور اس میں دانی حلیمہ
کی آنحضرت سے غیر معمولی محبت، آنحضرت کا اپنے رضاعی
بھائی سے سلوک، اور آپ کی دو تین سال کی عمر کی زندگی
خوبی سے بیان کی گئی ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ ثنوی
کتنی طویل تھی۔ بحالت موجودہ اس میں پہلا ایک ورق
یعنے ابتدائی ۱۵ ابیات غائب ہیں۔ جس کے بعد ۷۹
ابیات محفوظ ہیں۔ اس آخری حصہ میں آنحضرت کے
معجزہ شق صدر تک حال بیان کیا گیا ہے۔

مصنف اور سنہ تصنیف کا علم نہ ہو سکا۔ کاغذ
اور کتابت کے لحاظ سے ۱۲۵۰ھ سے قبل کا نسخہ معلوم ہوتا ہے
جو حضرت قادر بی بی کے کتب خانہ سے دستیاب ہوا
اور اراقم الحروف نے ادارے میں بطور عطیہ داخل کیا۔
آغاز :-

گرد پھرتی تھی کبھی سو سو ہار جیسے ہوشمع پہ پروانہ نثار
کبھی کر بیٹھتی بے ساختہ شور چاند کو دیکھ کے جس طرح چکرو

یکہزاراں بیت آمد در شمار درگناہم روز و شب اینست کار
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مثنوی میں ایک ہزار بیتیں ہیں
لیکن زیر نظر نسخے میں تقریباً آٹھ سو ابیات ہی ہیں۔

اس فارسی بیت سے قبل کی ابیات میں مصنف نے
موضوع کتاب کے اظہار کے طور پر لکھا ہے کہ علم لغت بہت
وسیع ہے اس لئے اس بحر اظہار میں سے جتنے بھی قطرے
ہاتھ لگیں غنیمت ہے۔ اس کی ابیات ہیں :-

علم لغت دریا ہے نگوشت شناور خلق نہ پایا انت
دانش علم لغت اصوات جویوے سو قطرہ ہات
آغاز :-

وامد باری ایک خداے فعلن فعلن فاع
نبی رسول پیغمبر جان صعب اصحاب پاویں مان
اختتام :-

وامد باری ہوئی تمام دنیا میں رہے اشرف نام
چار حروف جو فرس کئے اون حرفوں کے رقعہ بنائے
ترقیمہ :-

”تت تمام شد کار من نظام شد۔ بتاریخ دو اذہم
شہر جمادی الثانی سنہ ۱۲۳۱ ہجری درجہ حیدر آباد
ترقیم یافت“

”وامد باری“ میں سنہ تعینف نہیں لکھا۔ البتہ اس
کتاب سے مصنف کے پورے نام کا پتہ چلتا ہے جو اشرف الدین
نصا۔ ”نوسرہار“ کے ترقیمہ میں ”از گفتار شیخ اشرف“
درج ہے۔ غالباً مصنف کا پورا نام شیخ اشرف الدین ہے۔
یہ مثنوی امیر خسرو کی ”خانی باری“ (دیکھو مخطوطہ ۲۳۱) کی
تقلید میں لکھی گئی ہے۔ لیکن اس کی بحر و غلات خانی باری
کے شروع سے آخر تک ایک ہی ہے۔ یہ نہ صرف عربی فارسی
اور دو کی ایک لغت ہے بلکہ اس میں عروض و قافیہ، موسیقی
اور نجوم کی اصطلاحوں اور مطالب کو بھی سمجھایا گیا ہے۔
مثلاً عروض کی نسبت لکھا ہے :-

بھر ہے دریا آپ فراخ کلام وزوں ہے ڈالی شاخ
حروف قافیہ نہہ جو آئے نوزدہ بحر ہیں تجھے بتانے
ردیف قید تاسیس روی دخیل نائرہ مصحف لوی
خروج مزید وصل پہچان حرکات قافیہ شنس ہیں جان
وافر طویل بسیط مدید سربہ قریب خفیف مدید
محبت متدارک اور مشکال مقتضب مضاعج اور کامل
منسرج ہرج ہے جان رجز منتقارب رمل ناٹاں عجز
نیم بیت کو مصرع بول دو مصرع کی بیت ہے کھول
رباعی کیا چو مصرع جان خمس کیا پنج مصرع خواں
چند بیت کو قطعہ تو جان از شعرو غزل سے کاٹ کے آن
کم از پنج بیت نہ آئے غزل ہو ذکر فراق محبت مثل
قصیدہ غزل کا اول مطلع تخلص آخر بیت کا مقطع
مدلیف بعد از قافیہ آر ایک گھوڑے پر دو سوار

انی آخرہ (وقف ۹ و ۱۰)

اس نسخے کی آخری دو ابیات سے قبل ایک فارسی بیت

(دوسرا بحر میں) میں لکھی گئی ہے کہ :-

معلوم ہو سکا اور نہ سنہ کتابت۔ بحالت موجودہ اس میں ۱۹۲ بند ہیں۔ ہر بند میں ابتداً تین مصرعے اردو ہیں جن کے آخر میں قصیدہ عطار کا ایک ایک شعر درج ہے۔ اس طرح یہ نظم قصیدہ عطار کی ایک مکمل تصنیف ہے۔ بعض بند پورے کے پورے فارسی ہیں۔ چونکہ مصنف خود ایک صوفی ہیں اس لئے عطار کے عارفانہ اشعار کی بہت کاسیاب تصنیف کی ہے اور تصوف و موعظت کے مضامین میں اچھے اچھے مصرعے فراہم کئے ہیں۔

مصنف کے حالات معلوم نہ ہو سکے اسی نام کے ایک بزرگ سید امام الدین (۱۱۱۰ھ تا ۱۱۶۵ھ) بالا پور برار میں گزرے ہیں جن کے خوارق عادات مشہور ہیں اور عبد الجبار خاں ملکاپوری نے ان کے حالات تذکرہ اولیادکن جلد اول صفحہ ۶۵ پر تفصیل سے لکھے ہیں لیکن ان کا تخلص لکھا اور نہ تصنیفات کا ذکر کیا اس لئے یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ وہی اس نظم کے مصنف ہیں۔

اس نظم کی زبان اور طرز کتابت و کاغذ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ۱۱۵۰ھ سے قبل نقل کی گئی ہے۔

آغاز :-

ذات حق جلوہ گر ہے پیل و ہند اوس کو ہر سمت دیکھ لے اے بیار
خواہ گھر میں و خواہ در بازار چشم بکشا کہ جلوہ دیدار
منجلی است از در و دیوار

بقیہ نطق ہے یہ بلند و پست یہ سبھی نیست ہیں وہی ہے ہست
اوس کو تو ڈھونڈ آپ میں ہست سخن اقرب الیہ آمدہ است
دور افتادہ تو از پندار

اختتام :-

سم کہ کعبہ کی کینچ بچ و محن گو بظاہر گیا تو چھوڑ وطن

(۲۳۸) گنج عرفان [۷۰۳]

اوراق - ۲۸ - سطور - ۱۲ -

تقطیع - ۴ × ۹ - خط نستعلیق -

مصنف - امام الدین حسین عارف - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۵۰ھ (۲)

یہ مجلس کی شکل میں ایک طویل عارفانہ نظم ہے جس کا دیباچہ فارسی نثر میں لکھا گیا ہے۔ یہ دیباچہ سات صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مصنف نے سبب تالیف نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ پہلے حمد و ثناء لکھی ہے پھر اصل مطلب یوں ظاہر کیا ہے :-

”اے نقیبہ سرا! تفسیر خوش چین ارباب یقین و ذلہ ربائے
ایہدہ اسوایہ دین امام الدین حسینی التخلص بعارف
غفر اللہ ذلہ و ستر اللہ عیوہ اکثر بطلانہ قصیدہ
کرامت و ثبوت تعینت زبدۃ المومنین و قدوة المحققین
عالم علوم ائمن واقعہ رموز کان و کن کعبہ صوفیان
صفت ہنار قلم و مداد و ہمت و نزاد شہید تخیل کفار
حضرت فرید الدین عطار نیشاپوری قدس سرہ العزیز
اشتغال فغانہ“

اس سلسلہ میں آگے چل کر لکھا ہے کہ یہ قصیدہ اتنا پسند آیا کہ میں نے صاحبان عرفان کی خاطر اس کا ہندوستانی ترجمہ کرنا ضروری سمجھا۔ اس موفح پر وہ لکھتا ہے :-

اے مجلہ نشینان محل عربی و پردہ گزینان برفح فارسی
راہنما و کرشمۃ الفاظ ہندی آشنا گرداند

مصنف نامی کبھی اچھا ادب معلوم ہوتا ہے اور انشا پرانی کے جملہ لازم و تکلفات سے اس نے اپنے دیباچہ میں کام لیا ہے۔ اصل اردو نظم ناقصہ، آثار ہے، اس لئے نہ تصنیف

فارسی و اردو ادارے میں موجود ہے (دیکھو تذکرہ ہذا مخطوطہ نمبر ۱۰۰) مطلع - دم رہا جب تک کہ دم میں دم رہا دم کے جانے کا نہایت غم رہا مقطع - صبح گزری شام ہوئے آئی میر تو نہ چیتا دن نہایت کم رہا ۱۱ - غزل میر - ۳ شعر - یہ میر کی مشہور غزل ہے -

مطلع - جو اس شور سے تیرے مقابلہ کا تھمسایہ کا ہے کو سوتا رہے گا ۱۲ - غزل شاد آں - ۶ شعر - یہ چند دلال شاداں نہیں بلکہ ان سے قبل کے کوئی شمالی ہند کے شاعر ہیں - میر رب علی شاداں

کا ذکر تذکرہ جات قاسم و سرور میں درج ہے اور لالہ بساوان دلال شاداں عظیم آبادی کا ذکر تذکرہ شورش میں ملتا ہے - ممکن ہے کہ ان دونوں میں سے کسی کی غزل ہو -

مطلع - معشوق کے آنے کی شامی خبر آؤے اللہ کرے دل کی یہ امید برآؤے مقطع - شاداں تو خوشی اپنی تو مطلع ثانی معشوق جو خوشی میں تیرے اگر آؤے ۱۳ - غزل نامکمل - پانچ خوبیوں بعد کا ورق غائب ہے اس لئے مقطع محفوظ نہ رہا -

مطلع - جبریل امین جس کی سدا کا کہم لے کر تھا مجھ کو کھل بھر عرش پہ دم لے ۱۴ - غزل رونق - ۴ شعر - عارف الدین خاں رونق (متولد ۱۲۹۷ھ)

برہانپور کے ایک فارسی شاعر تھے وہاں سے مدراس گئے اور محمد باقر آگاہ کے شاگرد ہوئے - مشاعرہ اعظم میں شرکت کی حیدرآباد میں وفات پائی - (محبوب الزمن ص ۶۷) میر غلام حیدر رونق عظیم آبادی کا ذکر تذکرہ جات سرور و عشقی میں موجود ہے - معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غزل کس رونق کی ہے -

مطلع - تاجکے ضبط فغان آج مجھے تباہی ناصحا صبر کی واللہ مجھے تاب نہیں مقطع - غم جوں سے ہوئی رونق بیدار کو آگے غمخواری کی یا شاہ مجھے تباہی نہیں ۱۵ - غزل مستان - ۴ شعر - قبل کا ورق غائب ہونے کی

وجہ سے مطلع محفوظ نہ رہا - مستان علی صدیقی نے ۱۲۴۲ھ میں ایک شہنشاہی غزل لکھی تھی کہ - ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ -

محمد صیف شمس جری کی تالیف ہے جس میں ۵۵۰۰ ربیات ہیں مرثیے بھی لکھا کرتا تھا (دکن میں اردو ص ۸۶) لیکن یہ غزل زبان کے لحاظ سے قطب شاہی شاعر کی نہیں معلوم ہوتی - بلکہ ایک میسوری شاعر سید سیف الدین عبداللطیف کی ہوگی جن کا دیوان ۱۲۸۲ھ میں مرتب ہوا اور ۱۲۹۹ھ میں مطلع فردوسی مدراس میں شائع ہوا تھا - دیکھو مدراس میں اردو ص ۹ اور میسور میں اردو ص ۲۳)

مطلع - نام ہیں دلبر کا ہم سہن بنایا تھا ہیں اور غیاروں سے اسکاں اٹھایا تھا ہیں مقطع - عاشق و معشوق میں پردہ نہ تھا ہر لطیف اہم کلاموں میں چلون لگایا تھا ہیں ۸ - غزل رضا - ۵ شعر یہ غزل ورق ۴ پر شروع ہوتی ہے اور ۵ پر ختم ہوتی ہے - درمیانی دو اور اق جلد ساز کی غلطی سے آگے پیچھے ہو گئے ہیں - رضا دکن کا ایک مرثیہ گو تھا (دیکھو اردو شہ پارے صفحات ۱۵۳ - ۱۵۴) اس تخلص کے ۳ اشعار کا تذکرہ اسپرنگرنے کیا ہے (دیکھو یادگار شعرا ص ۹) لیکن یہ غزل غالباً محمد رضا خاں رضا کی ہوگی جو چندا صاحب کی اولاد میں سے تھے اور مرزا دبیر کے شاگرد (مدراس میں اردو ص ۵۷)

مطلع - خواہ نزدیک کھو خواہ رکھو دور ہیں دیکھنا ایک نظر تم کو ہے منظور ہیں مقطع - اب تپنے کی بھی طاقت نہ رہی ہو تو اس قدر آہ کیا عشق نے تجھ میں ۹ - غزل حسن - ۴ شعر - میر حسن کا تخلص بھی حسن تھا - مصنف سحر البیان (دیکھو تذکرہ ہذا مخطوطات ۶۸ و ۲۲۷) اس تخلص کے ایک شاعر محمد حسن خاں مدراس میں سرکار کپنی کے مدرس تھے جنہوں نے ۱۲۵۷ھ میں وفات پائی (مدراس میں اردو ص ۱۳)

غالباً یہ غزل انہی حسن کی ہے -

مطلع - کروں شکوہ تو ہے وہاں میں کچھ نہ نہ کا ہو دھڑکا میرے دل میں گرا کر ریت جا کا مقطع - حسن تو میری سے حال لکھتا ہے کہ کون جہنم بنا ہوگا انہیں کچھ میں پانے کا ۱۰ - ۱۱ - ۱۲ - ۱۳ - ۱۴ - ۱۵ - ۱۶ -

میں محفوظ ہے ممکن ہے کہ یہ غزل اپنی کی ہو۔
 افغاند آفریں ہوئے سے قدیر چادرن کے دلا عاشقوں کے دل یہ کیا کیا گل کھلایا اپنے
 مقطع۔ ہاتھ میں دھوا نکلے یہ منہ سے بار بار اس قدر شوق کا دل جتا جلیا آپنے
 ۱۶۔ غزل رونق۔ ہ شعر۔ اس شاعر کی ایک اور غزل

اس مخطوطے میں موجود ہے۔ دیکھو غزل نمبر ۱۲۔

۱۷۔ مطلع۔ وہ کہا جیتے رہے جو بے وفائی کر گئے مر گئے آخر کس سے آشنائی کر گئے
 مقطع۔ رہ گیا اور متاثر رہی آخرش دوڑ گئے جو بھلائی کر گئے اور جو برائی کر گئے
 ۱۔ غزل آبرو۔ ۳ شعر ابتدائی حصہ غائب ہے۔ نجم الدین بلخی

شاہ مبارک آبرو دہلی کے پہلے اردو شعرا میں سے تھے۔ آرزو کے
 شاگرد اور عزیز تھے۔ ان کا ذکر اردو کے جملہ تذکروں میں
 درج ہے۔ دیوان کم یاب ہے۔

مقطع۔ بہت بید کرو مت آبرو کو مسافر ہے شکار ہے گدا سے
 ۱۸۔ غزل نامعلوم۔ ۵ شعر۔

مطلع۔ مرثا ہوا ترے عشق میں شہزاد بنو ملک میرے لیا زار کی آیار بنو
 مقطع۔ بنائیں جو ناز اٹھائے ترے دل پر پوچھیں گے بھی کو پہ و باز خبر لے
 ۱۹۔ غزل یقین۔ ۵ شعر۔ یقین کے دیوان بھی ادارے میں

موجود ہیں۔ (دیکھو خطوط نمبر ۵۷ و ۸۳)۔

مطلع۔ کرنے میں اپنے بال دکھا بتلا مجھے اس پنجے سے بتوں کے کھائے خدا مجھے
 مقطع۔ میں گر رہا ہوں یار کے پاؤں اور تیری آئی نہ رامت سایہ گل کی ہوا مجھے
 ۲۰۔ غزل نامعلوم۔ ۵ شعر۔

مطلع۔ تجھے تو تم پر وہ نہیں غائبش کوں ہو دل تھا پرے کام کا دل کی کین کوں ہو
 مقطع۔ جسے دیکھا تھا تر نام گیس کے پور خون ہوتا ہے یہ دل ہم دو گین کوں ہو
 ۲۱۔ غزل نامعلوم۔ ۵ شعر۔ اس کے بعد کے اوراق غائب ہیں

مطلع۔ ہزار بار جو ہم مجھ سے ملاتے تھے تو کس غم سے تم ایک مارتے تھے
 یہ بیاض ناقص الآخر ہے اور اس غزل کے اس شعر میں پر ختم
 ہوتی ہے

بِ شکر وہ عجب دن تھے بولتے ہی نہیں
 تہد ۷ منہ سے جو ہم گایاں بھی کھانے تھے
 اگرچہ روٹھ کے جاتے تھے پھر بھی ہم تم کو
 گئے سے

۲۲۰۔ اسرار غوثیہ [۷۳]

۱۔ اوراق۔ ۳۲۔ سطور۔ ۱۶۔

تقطیع ۱/۶ x ۱/۶ x ۱/۶ خط نستعلیق عنوان سرفی میں۔

۱۱۰۰ تہذیب قبل ۱۲۶۰ ھ

کاتب۔ سید شاہ بلخی الدین۔ سنہ کتابت ۱۲۶۴۔

بمقام۔ قندھار شریف۔

حضرت محبوب سبحانی غوث اعظم کے حالات زندگی اور مناقب
 میں یہ ایک دکنی رسالہ ہے جس کے دو مین ابتدائی اوراق غائب ہیں
 اس میں غوث اعظم کی کرامتوں اور خرقی عادات سے متعلق نہایت
 تفصیلی معلومات درج ہیں۔ اس مخطوطے کی ابتدا اچھے مناقب کی
 آخری ۱۳ سطروں سے ہوتی ہے۔ ہر عنوان سرخ روشنائی سے
 شروع کیا گیا ہے۔ اس طرح بلکہ ۹۰ مناقب یا عنوانات ہیں۔
 انتقام سے قبل کے ایک ورق کا پندرہ حصہ غائب ہے۔
 آغاز یہ۔

”و اقرار کئے اسے پروردگار جب تک نہ اپنے ہاتھ سے
 مجھے کھانا نہیں کھلائے گا جب تک میں نہیں کھانے کا۔
 اس طور سے ایک برس گزرا جب حکم ہوا حضرت سلطان
 ابوسعید مہدک غفرلہ قدس اللہ سرہ العزیز کو کہ تم جاؤ
 میرے محبوب کو کھانا کھلاؤ اور کہو اسے محبوب میرے
 یہ ہاتھ خدا کا ہے۔“

اختتام :-

سیوم ہفتہ مکتوت اعلیٰ کی جان پھر آئے مقامات عالی عیان
جب اس نور سے ارجیں ہوتا م عجب غائب نظر آئیں کام
ترقیمہ :-

”ایں کتاب اسراغوشیہ بروز پنجشنبہ بوقت چہارگھڑی روز

برآمد بتاریخ بیت دویم شہر شوال ۱۲۱۶ھ جری و قصبہ

قندھار در مکان حضرت قبلہ سید شاہ برہان اللہ حسینی

مذللہ - کاتب المحررف فقیر خیر نیاز انکس سید شاہ بدیع الدین“

اس نسخہ کے کاتب سید شاہ بدیع الدین رفاعی (۱۲۲۲ھ -

۱۲۳۹ھ) موت فہرست ہذا کے پردادانئے وہ قندھار شریف کے

مقدس بزرگ حضرت سید علی ساگر لڑے سلطان شکل آسان (متوفی

۱۲۸۶ھ) کی اولاد میں مشہور صاحب علم گزرے ہیں چنانچہ مولانا

انوار اللہ خاں فضیلت جنگ رجوم استاد حضرت سلطان العلوم

آصف جاہ سالیج و معین المہام اور مذہبی سرکار عالی انہی کے شاگرد

تھے۔ سید شاہ بدیع الدین کا سلسلہ نسب حضرت سید علی ساگر لڑے سلطان

تک اس طرح پہنچتا ہے۔

شاہ بدیع الدین خلف سید شاہ محمد خلف سید شاہ بلال الدین

رفاعی خاں خلف سید شاہ سالار ثانی 'خلف سید شاہ احمد ثانی خلف

سید شاہ سالار خلف سید شاہ میراں جی 'خلف سید معین الدین

خلف سید احمد شہید چلہ دار خلف سید علی ساگر لڑے سلطان۔

سید شاہ بدیع الدین کے حالات تاریخ قندھار دکن مولفہ ایر حمزہ

(۱۲۵۶ھ) اور مشاہیر قندھار دکن مولفہ اکبر صدیقی ایم اے (۱۲۵۰-۱۲۵۶ھ)

میں شائع ہو چکے ہیں۔ اور خود شاہ صاحب کے فرزند سید شاہ

عنایت اللہ حسینی (۱۲۴۳ھ - ۱۳۲۶ھ) کی سوانح عمری ”روضہ شہید“

مولفہ شمس الدین ایر حمزہ میں بھی تفصیل سے درج ہیں جو ۱۳۲۵ھ

میں شائع ہوئی تھی۔ حاجی شاہ عنایت اللہ حسینی سہیل

راقم المحروف کے حقیقی دادا تھے۔

سید شاہ بدیع الدین اپنے خاندانی سلسلہ میں اپنے ہم جد

سید شاہ برہان اللہ حسینی تہذیبی سجادہ درگاہ ساگر لڑے سلطان

کے مرید اور خلیفہ تھے۔ چنانچہ یہ نسخہ اپنے مرشد ہی کے

مکان میں ان کی وفات سے چھ سال قبل نقل کیا ہے۔

شاہ برہان اللہ حسینی (متوفی ۱۲۴۸ھ) قندھار کے ایک اور

بزرگ مولانا شاہ رفیع الدین (دیکھو فہرست ہذا صفحہ ۱۶۰)

کے دادا تھے۔ اور جب ان کے فرزند شاہ رحمت اللہ حسینی

۱۲۴۸ھ میں درگاہ حضرت ساگر لڑے سلطان کے سجادہ مقرر

ہوئے تو اس نسخہ کے کاتب شاہ بدیع الدین ہی سے

خرقہ خلافت و اجازت حاصل کی۔ کیونکہ اس خاندان میں

وہی سب سے زیادہ بزرگ اور مقدس سمجھے جاتے تھے۔

(دیکھو روضہ شہید ص ۲۲ اور مشاہیر قندھار دکن ص ۵۴)

شاہ بدیع الدین نے اور کئی کتابیں نقل کی تھیں اور خود بھی

تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے تھے لیکن ان کا سارا تحریری

اثاثہ ۱۳۲۶ھ کی لٹیفانی رود موتی میں ان کے فرزند شاہ سید

عنایت اللہ حسینی کے مکان کے ساتھ بہ گیا جو چار محل کے گڑھے پر

واقع تھا۔

اس نسخہ کے آخر میں شاہ بدیع الدین نے فارسی میں ان

پانچ ایام کے روزوں کی تفصیل بیان کی ہے جن کا ثواب

معمولی روزوں سے ہزار گونا زیادہ ہے۔ اور آخری ورق پر

اپنی جاگیر موپہ کی اس سالانہ آمدنی کا ذکر لکھا ہے جو ۱۲۵۶ھ

اور ۱۲۵۷ھ کے درمیان زمانہ میں ان کو وصول ہوئی تھی۔

یہ نسخہ راقم المحروف کے والد حافظ سید غلام محمد شاہ قادی و اعلا

کے کتب خانہ کا ہے جس کو موصوف کی دوسری قلمی کتابوں کے ساتھ ادارے

میں بطور عطیہ داخل کر دیا گیا ہے۔

(۲۴۱) نظم شادی [۷]

اوراق ۵ - سطور ۱۲ -

تقطیع - $\frac{1}{2} \times \frac{1}{2}$ - خط نستعلیق - حاشیہ سرخی میں -

مصنف - عظیم الدین شاد قادیان - زمانہ تصنیف - قبل ۱۲۰۰ھ -

زمانہ کتابت - اوائل تیرھویں صدی ہجری -

عظیم الدین کوئی صوفی شاعر ہیں۔ غالباً دکن یا گجرات کے

رہنے والے تھے۔ اس کا کچھ کلام کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ایک

بیاض ”گلدستہ گلشن معانی“ (۷ ز ۱۵) مکتوبہ ۱۲۰۰ھ میں محفوظ

ہے۔ پرو فیسر سرمدی نے فہرست اردو محمولات ص ۱۲۱ اس کا

ذکر کیا ہے۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔ زیر نظر نظم کے سروق

پر کتابت نے لکھا ہے :-

”غزل من عظیم الدین شاہ صاحب قادری قدس سرہ“

مالا کہ یہ نظم ہے اور سندس کی شکل میں جملہ ۴۱ بند ہیں۔ ہر

بند کا آخری مصرعہ ایک ہی ہے۔ اس میں معرفت کے

مضامین بیان کئے گئے ہیں۔ اور دنیا بیہ زاری کی

تلقین کی گئی ہے۔ اس کا نام آخری بند میں خود مصنف

نے ظاہر کر دیا ہے۔

آغاز :-

بیاسن توں دل شامیرے سخن کوں صریحاً جو بھاکڑے خوب من کوں

ہیں سرسبز چھوڑ اپنے وطن کوں تماشاے کوں نظا میں سرچن کوں

ہیں کیا کریں کہ اس مال دھن کوں

اٹھو جی چلو جائیں اپنے وطن کوں

اختتام :-

عظما نے کیا خوب شادی گنایا لے ناسوت کے شو کوں لاٹھو لایا

جا گنج غنی کے مندرے ملایا ملائکہ وحدت کی شاہی دلایا

دلا خوش کیا سرسبز اپنے من کوں

اٹھو جی چلو جائیں اپنے وطن کوں

اس نظم کے خاتمہ پر ایک غزل بعنوان ”ریختہ“ لکھی ہے

جو غالباً عظیم الدین کی ہوگی۔ اس کا مطلع و مقطع یہ ہے۔

مطلع - سندار میں جس مرد کوں سروم نہ اکا دمیان ہے

تحقیق کربانو سہی بگ میں وہی ان بن ہے

مقطع - مرشد سے سن یہ بات یوں نام نہ سات یوں

چو گان وحدت بات لیو یہ گوے یہ چو گان ہے

اس کے بعد آخری صفحہ پر ایک منقذ فارسی مثنوی ہے

عس کا عنوان ہے۔ ”قاعدہ شائقین وقت از حضرت امیر خسرو“

یہ نظم شادی ایک فارسی رسالہ تصوف ”دبیان روح“ مولفہ

عبدالرحمن کے ساتھ ایک ہی جلد میں شامل ہے۔ رسالہ بیان

روح کا تذکرہ فارسی محمولات کے تذکرے میں درج رہے گا۔

(۲۴۲) وفات نامہ زہرا [۳۲۵]

اوراق ۱ - اشعار فی صفحہ -

تقطیع - $\frac{3}{4} \times \frac{1}{2}$ - خط نستعلیق -

مصنف - کثیر - زمانہ تصنیف - قریب ۱۲۰۰ھ

یہ تقریباً ۱۱۵ ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں آنحضرت

پیغمبر اسلام کی وفات کے بعد حضرت فاطمہؑ کی زندگی جس رخ و الم

میں گزری اس کو بیان کیا گیا ہے آخر میں ان کی وفات کے

وقت ان کی وصیتیں اور درخشا کی پریشانی اور رنج و طال کا

تذکرہ بھی درج ہے۔

غالباً یہ نسخہ ناقص آخر ہے۔ ابتدائی صفحہ پر اس کا

عنوان ”قصیدہ کثیر“ درج ہے۔ کثیر تخلص کے کسی شاعر کا

ابتدا۔ یا فخر جہاں منزل اول سے وہاں تک
بدلے نہ کوئی قافلہ سالار ہمارا
اختتام:-

از بس یہ تمنا ہے کہ اے خواجہ کوئین

فراؤ یہ ہے بندہ بیکار ہمارا

۲۔ نعت ادب۔ شعر۔ غلام محمد شریف ادب بنگلور کے
ایک شاعر تھے۔ (دیکھو مدراس میں اردو ۱۸۷۵ء ممکن ہے کہ
یہ غزل انہی کی ہو۔

مطلع۔ منہ دکھاؤ مجھے رسول اللہ تم جلاؤ مجھے رسول اللہ
مقطع۔ اہ وزاری سے ہے آدب جہ۔ تم ہنساؤ مجھے رسول اللہ
۳۔ منقبت غوث اعظم۔ از شکوہ۔ یہ نظم ایک ترکیب بند
ہے جس کے ہر بند میں چار چار مصرع ہیں۔ اس طرح جملہ ۱۳
بند ہیں۔ اس بند کا آخری مصرع ہم قافیہ ہے۔ شکوہ تخلص
کے دو شاعروں کا پتہ چلتا ہے۔

۱۱۔ محمد رضا شکوہ لکھنؤی جو مرزا قیصل کے دوست تھے (مذکرہ
معصوفی وقاسم)

۱۲۔ سید شکوہ علی شکوہ ساکن سراہہ جنھوں نے ۱۲۳۵ھ سے قبل
وفات پائی (مذکرہ سرور)
لیکن اس منقبت کا مصنف کوئی کہنی شاعر ہے جیسا کہ زبان
سے ظاہر ہوتا ہے۔

آغاز:-

یا غوث الاعظم مظہر سماں دونوں جہاں کے تم ہو سلیماں
نور چراغ روشنہ روضیاں رونق روئے ماہ درخشاں
اختتام:-

۱۔ شکوہ تم ہو غوث کے طالب غوث تمہارے دیں گے مطالب
غوث کا طالب سب سے ہے غالب غوث پہ ہر دم دل سے ہو قرباں

حال معلوم نہ ہو سکا۔ زبان کے لحاظ سے یہ فتویٰ ۱۲۵۵ھ
۱۸۷۵ء کے درمیانی زمانہ کی تصنیف ہے اس موضوع
پر کہنی اور کہتا میں بھی لکھی گئی تھیں جن میں سے بعض ادارے
میں بھی موجود ہیں۔ دیکھو تذکرہ ہذا مخطوطات نمبر ۱۴۱۱ و ۱۴۱۲۔
آغاز:-

آنکھوں سے کر خون جگر کارواں عاشق شیدا کی سنو داستاں
ہو گئی۔ وقت و فاقہ نبی فاطمہ زہرا کو ہوئی بے کلی
اختتام:-

سوئے ہو گیا اس گھڑی ہو بیخبر ماں سے لوتا کے فدا بلند تر
انی سے سراہو یہ پائے ہم چونکہ کے اب عیند سے یا انیم
نواب عنایت جنگ بہادر کا علیہ ہے۔ آخری بیت کے
نیچے ان کے "تخلص" عنایت حسین ۳۶ م" درج ہیں۔

(۲۲۳) بیاض اشعار [۳۲۲]

اوراق ۷۔ شعر فی صفحہ۔

تقلید ۳۶ م $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ خط نستعلیق

مصنف ادب شکوہ امیر لطف۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۲۷۵ھ۔

اس بیاض میں نعت و منقبت میں ۵ نظمیں درج ہیں۔ یہ

ناقص الاول ہے۔ اور غالباً کسی بڑی بیاض کا حصہ ہے۔

اس کے آخر میں ایک مکمل نظم "وفات نامہ زہرا" شامل ہے

جس کا تذکرہ مخطوط نمبر ۲۲۲ میں ملکہ کیا جا چکا ہے۔ اس کی

مختلف نظموں کی تفصیل یہ ہے:-

۱۔ نعت۔ ۴ شعر ہیں۔ شاعر کا تخلص ممکن ہے "بیکار" ہو جیسا
کہ آخری شعر سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ یہ نعت ناقص الاول ہے۔

کی۔ جس کے فوجیہ شاعر رکن میں اور کون ہے۔ لیکن اس خود ستائی کے باوجود یہ شاعر اب تک غیر معروف ہے۔ پہلی بار اس محظوظ کے ذریعہ سے وہ روشناس ہو رہا ہے۔

اس محظوظ نے اس کی چار مستزادیں زبان میں سے برائیں۔ یعنی ان ”عشق“ لکھی گئی ہیں۔ اگر یہ نعت نگاروں نے اس صحت سخن کا نام ”عشق“ قرار دیا ہے۔ آخر سب ایک طویل مثنوی ہے جو بجا ہے۔ ایک طویل رسالہ ہے غالباً اس شاعر کا ایک رشتہ محظوظ نمبر ۲۱۲ میں بھی درج ہے جس کا ذکر ۲۵۶ پر کر رہا ہے۔

۱۔ مستزاد۔ ۵ شعر۔ معرکہ کربلا میں حضرت عباسؑ کے حملہ کا نقشہ آغاز۔ جس وقت سوار نے چوٹا کھنجر یا میہ ان میں آیا نشانہ کیا فوج میں تب اور دوبارہ داغ تیغ جلیا اختتام۔ کیا خوف ہے خشر میں تجھے سید بریا بس عشق ہے کافی ۲۔ مستزاد۔ ۵ شعر۔ شہادت امیر کا واقعہ بیان کیا ہے۔ آغاز۔ اصغر کو آکے تیر لگا جب دہن کے پیش چشموں سے آشکار سرور تھا امتوں کی دعا سے سخن کے پیچ امت کا ہے گاکار اختتام۔ صدمہ تیر ہے سیدی برہان آپ کو کبسا لکھے ہو عشق شاعر کہاں ہے ایسا یہ ملک دکھن کے پیچ سادات نامدار اوق ۳۔

۳۔ مستزاد۔ ۵ شعر۔ حضرت اکبر کی شہادت بیان کی گئی ہے۔ آغاز۔ فارغ ہوا جو حضرت اکبر نماز سے دروشت کر بلا کوئی کہے کہ اٹھے پیہر نماز سے دروشت کر بلا اختتام۔ ملک دکن میں سیدی برہان کے عشق کا مسنیہ اور جگ (۹) خدا کو کون سی شے ہے بہتر نماز سے اے میرے شیوا (اوق ۵) ۴۔ مستزاد۔ ۵ شعر۔ معرکہ کربلا کے واقعات بیان کئے ہیں۔ آغاز۔ فرمائے حکم صیدی سے ہاں کیجئے ڈانکا معلوم کئے ساروں نے اب ہو چکا۔۔۔ شبیہ کے گھر کا

۱۔ رشتہ اصغر۔ از امیر۔ ۱۱ شعر۔ کوئی دکنی شاعر ہیں۔ علام عبد القادر امیر میور کے ایک شاعر تھے جو ترکیزہ میں لکھنؤ کھنجر تھے۔ (میور میں اردو ۵۱)۔ معلوم نہ ہو سکا کہ رشتہ انہی کا ہے یا ان سے قبل کے کسی دکنی شاعر کا۔ آغاز۔

ہی تھی رو کے بی بی سیکینہ تم اٹھو جی میرے بھائی اصغر
ہے تم نے چھیدا ہے سیکینہ تم اٹھو جی میرے بھائی اصغر
انتقام۔

مفسر کر بھائی عزا کو یاد رکھو یہ امیر گواہ کو !
دم بدم بولتی تھی یہ بی بی سیکینہ تم اٹھو جی میرے بھائی اصغر
۵۔ غزل نعتیہ از لطف۔ ۷ شعر۔ مرزا علی لطف مولف
نذر وہ گلشن ہند کے علاوہ ایک اور شاعر میر لطف علی نماں
لطف برار کے رہنے والے تھے۔ ۱۲ شعر میں وفات
انی محبوب الزمن جلد دوم ۱۹۷۴ء ممکن ہے یہ انہی کی غزل ہو۔
طبع۔ محبوب خداؤں پر پانچا شب معراج کیا کھل گئی امت کا فیہ بن معراج
فلسفہ۔ اے لطف جو معبود نے چاہا وہی پایا باقی۔ با ایک تننا شب معراج
بیاض نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔

(۲۴۴) کلام برہان [۷۰۵]

اوراق ۱۰۔ سطور مختلف تعداد میں۔
تقطیع ۱/۴ x ۵ خط نستعلیق۔
مصنف۔ سیدی برہان دکنی۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۸۵۷ء۔
سیدی برہان کوئی دکنی شاعر ہے جس نے زیادہ تر
حب اہل بیت نبیؐ میں نظمیں لکھی ہیں۔ شاعر نے اپنے وطن
رضن کا کئی جگہ مقطعوں میں ذکر کیا ہے۔ اور خود ستائی بھی

بیاض ”فاضل بیگ“ کے لئے لکھی گئی تھی۔ کاتب نے نہ اپنا نام لکھا اور نہ سنہ کتابت۔ کاغذ اور ہنچ تحریر سے سنہ ۱۲۵۵ھ سے قبل کی مکتوبہ بیاض معلوم ہوتی ہے۔ اور نواب حناہ بیگ کی عطیہ ہے۔ اس بیاض کے متعلق دیکھو مخطوطات ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳۔

(۲۲۵) کلام میرن [۷-۶]

اوراق ۵۔ سطور مختلف تعداد میں۔

تقطیع ۱۶ × ۱۲۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ میرن بزداری۔ سنہ تصنیف قبل ۱۱۹۰ھ

میاں میرن بزداری دلی کے شاعر ہیں۔ وہاں کسی نے

زنجی کر دیا تھا۔ آخر عمر میں لکھنؤ چلے گئے تھے۔ اور وہیں مکان

کی چھت سے گر کر فوت ہوئے۔ چاند کی ہر کیسویں تک پانچ

منقبت لکھ لیا کرتے تھے۔ اور زیادہ تر منقبت ہی لکھا کرتے

تذکرہ قاسم میں صحیح لکھا ہے کہ ”کلام میں غلط و صحیح اور ربط

یا بس بہت ہوتا تھا“ کیونکہ ادارے میں ان کا جو کلام

محفوظ ہے اس سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ان کا حال

تذکرہ شورش (مولفہ قریب ۱۱۹۲ھ) اور اسپرنگر کی ”فہرست

کتب خانجات شاہان اودھ“ میں درج ہے۔

ادارے میں ان کی تین نظمیں ایک طویل بیاض میں

درج ہیں۔ ایک نظم کے آخری حصہ میں انہوں نے اپنے وطن

بزداد کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس بیاض میں امیر خسرو

اور شاہ بلو علی قلندر کی فارسی غزلیں بھی شامل ہیں۔

میرن کی نظموں کی تفصیل یہ ہے :-

۱۔ منقبت ۱۔ اس نظم میں ۸ بند ہیں۔ ہر بند میں چھ

مصرعے۔ گویا یہ ایک مسدس ہے۔

اختتام۔ برہاں کو چرن آپ کی برداری نہیں بخش کچھ کیجئے یا نہ

ہر وقت سنا رہوں یہ دین کا ڈنکا عباس کے گھر کا

۵۔ مثنوی۔ ۱۳۴ ابیات۔ یہ طویل مثنوی بیاضے خود ایک علمدہ کتاب ہے۔

اس میں انحضرت سرور کائنات کی وفات سے قبل کا ایک واقعہ بیان

کیا گیا ہے کہ کس طرح ایک شخص نے جہنوت چومنے کی غرض سے ایک

ڈھونگ رچایا اور اس نے دعویٰ کیا کہ حضرت نے ایک وقت میری

پیٹھ پر کوڑے مارے تھے اب اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔

بی بی فاطمہ اور حسین کو اس خبر سے بڑی تشویش ہوئی اور مورخ الذکر

دونوں نواسوں نے کہا کہ حضرت کی جگہ ہم سے بدلہ لے لے۔ مگر

اس شخص نے نہ مانا۔ جب آخر کار حضرت نے اپنی پیٹھ پر سے کھیل

ہٹائی تو اس شخص نے بھپٹ کر جہنوت کا بوسہ لیا اور کہا کہ

میں نے اسی غرض سے یہ حرکت کی ہے۔

اسی موضوع پر ادارے میں ایک اور مخطوطہ موجود ہے

لیکن اس میں اصحاب نبی کے پیش کش کا بھی

ذکر ہے۔ سیدی برہان نے یہ ذکر حذف کر دیا ہے۔ لیکن وہ

اپنی نظم کے آخر میں اصحاب کا ذکر اس طرح کرتا ہے۔

پہلے حضرت ابا بکر صدیقؓ ہیں خلیفہ رسولؐ کے تحقیق

بعد ان کے عمر ہیں پھر عثمانؓ چارویں خاص ہے خیر مرداں (بیت نمبر ۱۱)

یہ مثنوی حب قاعدہ حمد و نعت سے نہیں بلکہ اصل واقعہ سے

شروع کر دی گئی ہے۔

آغاز دل کو اسے مومنو کرتے کچھ لول یہ بیاں ہے گا از وفات رسول

یوں روایت کئے ہیں حضرت انسؓ کئے خدمت نبیؐ کی دن وہ برس

اختتام۔ اول کا خادم ہے سیدی برہاں دو جہاں میں ہے امن اور آمان

ہے رسول خدا کا سبھاں گفت صلوات سیدی برہاں

سیدی برہان کا یہ سب کلام ایک ضخیم بیاض میں شامل ہے

جس میں اردو و فارسی نثر و نظم کے کئی رسالے شامل ہیں۔ اور یہ

نوابانیت جنگ بہادر کی علیہ ہے اور اس کے لئے دیکھو محظوظات
نمبر ۲۲۶ و ۲۲۷۔

(۲۲۶) بیاض نظم و نثر [۷۰۷]

اورق ۲۶۔ سطور مختلفہ۔

تقطیع۔ $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ ۔ خط نستعلیق و نسخ۔

مصنف جیدر۔ دقار۔ وزیر بہار۔ ناسخ۔ نثار۔

سکندر۔ بیہر۔ مولائی۔ علانی۔ گوہر۔ رسا۔

لطیف وغیرہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۰۰ھ۔

یہ ایک ضخیم بیاض ہے جس کو ایک کم سوا کاتب نے
فاضل بیگ کے لئے غالباً ۱۲۵۰ھ سے قبل نقل کیا۔ اس میں
زیادہ تر کلام ۱۲۵۰ھ سے قبل کا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا
ہے کہ بعد کو درمیان کی خالی جگہ میں کسی اور کاتب یا
الک بیاض نے دوسرے شعرائے مابعد مثلاً ناسخ، وزیر، و فیض
وغیرہ کا کلام بھی شامل کر دیا ہے کیونکہ بعد کے کاتب کا خط
بہت بہتر ہے۔

اس بیاض میں سیدی برہان و کئی اور مہیاں بیرن
دہلوی کی کئی نظمیں بھی شریک ہیں۔ اس لئے ان دونوں کی
نظموں کو علیحدہ عنوانات کے تحت (محظوظات ۲۲۴ و ۲۲۵)
لکھا گیا ہے کیونکہ دو کلام اتنا زیادہ ہے کہ بجائے خود
بداگنا نہ محظوظ ہے۔

بقیہ شعرا میں بعض شمال کے ہیں اور بعض دکن کے اور
ان میں سے اکثر غیر معروف ہیں۔ اس بیاض کی ۱۶۰ نظموں
اور دو نثری رسائل کی تفصیل یہاں درج کی جاتی ہے۔

اس میں جملہ حروف تہجی کے متغیرانہ مطالب ظاہر کئے گئے ہیں۔
اور ہر بند کا آخری مصرع مشترک ہے۔

آغاز نام مولانا پورچھنکایا ہوں اس کے قدروں سے سر لگایا ہوں
نام پر اس کے میں بیکایا ہوں ڈھونڈ مضمون یہ لے آیا ہوں
نام مرشد کو دل میں لایا ہوں

الف اللہ میں بھید پایا ہوں

انتہام۔ لام الف ہے مجب و صل میرن ذکر ہمزہ تو ہے بدل میرن
ی سے یاد علی اول میرن و داحمر ہے اب صل میرن

فدوی اس شاہ کا کہایا ہوں

الف اللہ میں بھید پایا ہوں (اورق ۲۶ ب)

۲۔ ہر تہیہ - ۲ بند۔ یہ ایک محس ہے جس کے ہر بند کا
آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔

آغاز۔ ہم حسین سے سب کو رولاؤں تو مٹی ایک دم دل سے خوشی بکھول دو مٹی
آہ کر مین میں غوغا چاؤں تو مٹی جو شوق چشم فلک سے خوں بہاؤ تو مٹی
عرش سے کرسی حقیقت یہ لیجاؤں تو مٹی

انتہام۔ اور تو شعرا ہیں میرن میں کچھ شاغوبی کیا کروں آئیں تھیں دل مرا حاضر ہیں
مج کے کہنے میں ہے یہ زبان قاضی تیرے کہنے میں ہیں تو اب باہر نہیں (م)
عالم بالا سے مضمون ڈھونڈ لاؤں تو مٹی (اورق ۲۲ و ۲۳ ب)

۳۔ مناجات - یہ ۱۲ اشعار کی ایک قصیدہ نما نظم ہے جس میں
حضرت امام حسینؑ کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں۔ آخری شعر میں
شاعر نے اپنے وطن سبزوار کا ذکر کیا ہے۔

آغاز۔ جو بیس ایک روز کیا باغ ام میں گزار دیکھو نو کیا تو ہے سبز گل و بہار
مختار۔ تم میرے حضرت حسینؑ میں تو پلیر غیب سبز ہے حشرک میرا وطن سبزوار
اس نظم کے نیچے کاتب نے ترقیمہ لکھا ہے کہ:-

”پاس فاضل بیگ نوشتہ“

۴۔ سہ کتبت لکھا ہے اودن اپنا نام۔ یہ بیاض

چھپ چکے ہیں۔

مطلع۔ کہوں جو مجری دقت فنا حسین سدا۲۲ سو نکلے صد حسین حسین
مقطع۔ پڑا ہے ڈھینچ گور کو گن کو محتاج مرا امام مرا مقتدا حسین حسین

۴۔ مناقب بہار۔ یہ ایک مسدس ہے جس میں ۱۱ بند ہیں۔
اگرچہ عنوان پر مناقب لکھا ہے لیکن یہ اصل میں ایک مرثیہ ہے۔
شاعر کی نسبت معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔

آغاز۔ راوی نے یوں لکھا دیو حسین کی ہو جس ممبر و شکر سخاوت حسین کی
نکلی سواری جب کہ بیاد حسین کی کرتے تھے خضر و فوخ لغابت حسین کی
تھا شور کون دیوے شرارت حسین کی

ہے سچ کر بلا میں غنہا دت حسین کی

۵۔ غزل ناسخ۔ ۸ شعر ہیں۔ امام بخش ناسخ کے دو قلمی دیوان
بھی ادارے میں محفوظ ہیں۔ دیکھو محظوظات نمبر ۱۹۱ و ۱۹۲۔ اس
بیاض میں یہ غزل بعد کا اضافہ ہے۔

مطلع چٹم جانا اور چٹم غزالا اور وضع الہ اور ہی ترکیب جیواں اور ہے
مقطع۔ فرق ہے شاہ گد امیں قیل تاخ و میخ شیر قایل اور ہی شیر نیتاں اور ہے
۶۔ نظم بوڑھا پایا۔ از نظیر اکبر آبادی۔ یہ ایک مشہور و مقبول
مسدس ہے جس میں ۲۰ بند ہیں۔ ہر بند کا آخری شعر مشترک ہے۔
یہ نظم بعد کو کسی اور کتاب نے بیاض میں شامل کی ہے۔

آغاز۔ کیا تہ ہے یار وجہ آجا بوڑھا پایا اور عیش جوانی کے سنس کھائے بوڑھا پایا
مشرق کو طافاں میں غم لگا بوڑھا پایا ہر کام کو ہر بات کو ترسائے بوڑھا پایا

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بوڑھا پایا

عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بوڑھا پایا

انتقام۔ گر ہوتی جوانی کو بڑی آج کو نئی تو کا ہے کہ سنتے یہ سنی اون کے کو سنی
جڑا بیٹھے چھاتی کے اُپر اس کے کٹی لے ڈالتے ایک دم میں ہر یک خند کے کٹی

سب چیز کو ہوتا ہے برا ہائے بوڑھا پایا

عاشق کو تو اللہ نہ دکھلائے بوڑھا پایا

۱۔ مناجات حیدر۔ ۱۵ بند ہیں ایک خمس کی شکل میں

جس کے ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔ اس
طویل نظم میں حضرت علی مشکل کشا کی منقبت لکھی گئی ہے۔ اور
ان سے مدد چاہی گئی ہے۔ فقیر اللہ شاہ حیدر کی تین کتابیں
(تنباہی (۱۲۳۵ھ) نظم انوار (۱۲۳۵ھ) چارکری) ادارے میں محفوظ ہیں۔

دیکھو محظوظات نمبر ۱۲۵، ۱۲۶ و ۱۵۸۔ حیدر تخلص کے ایک

اور دکنی شاعر کی ایک غزل ادارے کے محظوظہ نمبر ۲۳۹ میں بھی

درج ہے۔ لیکن یہ غالباً اور الذکر کی نظم ہے کیونکہ انہوں نے
اپنی دوسری نظموں میں بھی اس امر کا ذکر کیا ہے کہ ان کا نام پہلے
حیدر تھا بعد کو فقیر اللہ شاہ مشہور ہوئے۔

آغاز۔ سب طرف خواب تو ہوں چار شکل کش۔ یکسی میں کوئی نہیں باری شکل کش
غیر سے کہنے کا ہے انکار یا مشکل کشا درویر اتم سے بوڑھا یا مشکل کشا
منہ کر وہ طلب کو میر۔ باری شکل کشا

انتقام۔ یا علی روز ازل سو ہوں تہا میں ظلم ظاہر نبی سے میر حیدر آزاد و نام
تم سو اس کے کہوں میں پنا دو کہ میر امام صدق سے کہتا ہوں تم پر امرے سرور
ہر گھڑی ہر پل میں سو سو باری شکل کشا

۲۔ حجاز۔ یہ وقار کا ایک قصیدہ ہے جس میں محرک کر بلا
کا تذکرہ اور حضرت امام حسینؑ کی مدح و منقبت بطور سلام درج ہے
وقار کوئی غیر معروف شاعر ہے۔ ممکن ہے کہ کاتب نے غلط تخلص
درج کر دیا ہو۔

آغاز۔ جلوہ ہے جو غبار در بو تراب میں۔ اے مجری وہ ذر کہاں آفتاب میں
بڑھو مجری سلام وہ شہ کی جناب میں جس کو گھیں فرشتہ بیاض ثواب میں
انتقام۔ دن میں جلا کش کے خیام فلک شکوہ تاب شعاع صرت تھے جن کے طباب میں
ہے وقت گریہ آہ زہر باز کرد وقار۔ تابندہ برق ہوتی ہو اکثر سحاب میں

۳۔ سلام۔ یہ ذبیحہ کا ایک سلام ہے جس میں ۷ شعر ہیں۔ مرزا سلامت علی
ذبیحہ (متوفی ۱۲۶۲ھ) لکھنؤ کے مشہور مرثیہ گو ہیں جن کے حالات

۱۰۔ ہجو کینز۔ ۱۱ ایات کی ایک شہنوی ہے جس میں ایک فاحشہ کینز کا حال بیان کیا گیا ہے۔ بعض بیتیں فحش ہیں۔ مصنف کا پتہ نہ چل سکا۔

آغاز کیا بال جاپہ یار و زوید بلہ ہے کھڑا..... مثال بادشاہ اختتام۔ بی بی گرو پھ کھانا کھا ہے محل بولہ بولہ میرے میاں کا ہے محل ۱۱۔ مسدس ہجو یہ۔ پانچ بندوں کا ایک مسدس ہے جس میں مولویوں اور مشائخوں کی ہجو کی گئی ہے۔ ہر بند کا آخری شعر ہم قافیہ ہے۔ شاعر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔

آغاز۔ دل ہے دیوانہ زلف کی لٹ کا کہہ تو شمع سے دیوے مت بجھکا جسے عشق لکھا گیا ہے گھونگٹ کا گھونرے کا لگا ہے کیا چمکا اب سرائے تیری چو کھٹ کا کیوں تو کرتا ہے آسرا پٹ کا اختتام تیری آمد بھلاوے آسقا بن ہی جاتے ہیں احوال و نا قی دور بینک نشہ میں تریاتی بے خودی میں رہے نہ کچھ باقی ان اے عالم تری چھپر کھٹ کا کیا مزا تھا ہر ایک کروٹ کا

۱۲۔ مناقب امیر۔ ۷ بندوں کا ایک مسدس ہے جس میں عارفانہ مضامین لکھے گئے ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع مشترک ہے۔ ۱۰۔ ہجو کینز کے ۸ شعر کا تذکرہ اسپرنگ نے لکھا ہے۔ دیکھو یادگار شعرا صفحات ۳۱۔ ۳۲۔ لیکن معلوم نہ ہو سکا کہ یہ کون سے امیر ہیں۔

آغاز۔ دیکھو ہم خوش میں جام جم کے سات شہ کو غلط ہے اس صنم کے سات دید کا سید ہے حرم کے سات دیدہ ہستی میں ہو عدم کے سات تم پھر و جاؤ جی حشم کے سات ہم بھی حاضر میں دم قدم کے سات

اختتام عشق۔ ہمیں جس کا ہو چکا ہو آیر خاک کا بستر اچھا ہے امیر کیوں تو اپنے میں گم ہوا ہو آیر پنجن کا لے آسرا ہے امیر

۷۔ مناقب شہنشاہ۔ ۱۳ شعر بطور غزل کے لکھے ہیں۔ اس تخلص کے ۸ شعر کا تذکرہ اسپرنگ نے اپنی فہرست میں کیا ہے (دیکھو یادگار شعرا صفحات ۲۰۲ و ۲۰۵) لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ کس شہنشاہ کی غزل ہے۔ آغاز۔ اے دل خوب پاک کہانا علی علی ہر شوق دل کے پیچ سنا علی علی اختتام۔ بس ختم کرتا رہا پڑھنا اب یاسی کلام یک رنگ حب پاک ٹھکانا علی علی ۸۔ محسن عشقیہ۔ شاعر کا نام معلوم نہ ہو سکا۔ کل پانچ بند ہیں۔ ہر بند کا آخری مصرع پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔

آغاز۔ شوق تو تیرا ہی اب مجھ کو صنم باقی جو آفت عشق ہے اردو۔ دوالم باقی ہے ایک جفا کر کے دوسرا یہ تم باقی ہے تیغ بسمل کو مرے اوروں سے خم باقی ہے روز و صلت میں ترے ہجر تم باقی ہے

اختتام۔ نشہ حسن میں ہوش نہ جاتا مغرور سچ کہو آپ کا کیا ہو ٹیکا بھلا یہ سوز تم کو ہر طرح کی سوز کھانا منظور اچھو تم پر میں فدا جاؤ اور ایماں مسرور سب قسم کھا چکے یک حق کی قسم باقی ہے

۹۔ مناقب سکندر۔ ۷۔ یہ پانچ بندوں کا ایک محسن ہے۔

سوائے پہلے بند کے باقی کے چار بندوں کا آخری مصرع ہم قافیہ ہے۔ اور قافیہ یہ ہیں۔ بہادر۔ دلاور۔ مقرر۔ سکندر غالباً دی خلیفہ محمد علی پنجابی ہیں جن کا ذکر سودا نے اپنی ہجو میں کیا ہے۔ یہ آخر عمر میں حیدر آباد چلے آئے تھے اور یہیں وفات پائی۔ ان کا حال جملہ تذکروں میں درج ہے۔

آغاز۔ اب لکھا آگئے تری ایسی شہادت یا علی عرش پر چاہتے ہیں مجھے ی یا علی اور کی پر لکھی تری ولایت یا علی عرش پر کہتے ہیں سب جو رولیا یا علی ثانی یہ تیرے نہیں کس میں کرامت یا علی

اختتام۔ بس مناقب کو لکھا تو نے غریبان غریب پنجن کے سائیں کہتا غویا غریب دین میں پایہ تیرا ہے کا غریبان غریب سب صبح کی پہر میں کھا غویا غریب ملک اس دکن میں آس (۱) سکندر یا علی

شافع حشر میں اہم کے سات

ہم بھی حاضر ہے دم قدم کے سات

۱۳۔ محسن - ۱۸ بندوں کا ایک محسن ہے جس میں ہر بند کا آخری مصرع ہم قافیہ ہے۔ اس نظم میں کسی غیر معروف شاعر نے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول کی جو لکھی ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد ایک مسافر مدینے میں آیا اور خلیفہ کو ڈھونڈ کر چند سوالات کئے۔ خلیفہ نے اس کے قتل کا حکم دیا کیونکہ وہ سوالات سمجھ میں نہ آتے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان سوالات کا جواب دیا جس کی بنا پر شاعر نے حضرت علیؓ کو خلافت کا مستحق اور حضرت ابوبکرؓ کے طرفداروں کو فارجی قرار دیا ہے۔

آغاز - روایت ہے یاروں کے بعد انبشیر جواں ایک آیا مدینہ کے اندر لگا پوچھنے سب سے ہو کر سنخور کہ اس نہر کاں گدا تو نگر

خلیفہ اسے کون ہے بعد سرور

اقتسام - بس ہمارا جو قوم کہتا ہو تم سے میں واقع نہیں ہو کسی نام سے جب ایسے بندے غم بکھرے کا دم والا علی ہیں گے صدمہ او کی غم سے

جو ساقی ہے میرا وہ ساقی کوثر

۱۴۔ غزل مولائی - ۵ شعر۔ اس شخص کے ایک مرثیہ گو بھی گزرے ہیں ممکن ہے یہ غزل انہی کی ہو۔

مطلع - کل سے گلو مجھے دینے کا تیر میں گل یہ نیا اور کھلا آج کی نظر میں گل مطلع - رو رو دل میں ہے یہ مولائی کے بلا مولا نت چرایا کروں میں روئے شیر میں گل

۱۵۔ مناجات غلامی - یہ ایک محسن ہے جس میں ۷ بند ہیں۔

ہر بند کا آخری شعر مشترک ہے۔ غلامی عہد ابوالحسن قطب شاہ کا ایک شاعر تھا جس نے کتاب ”پدا مات“ دکنی نظم میں لکھی تھی (اردو شہ پار)

لیکن یہ مناجات شاہ غلام محمد غلامی کی ہوگی جو شاہ عاتم کے دوست اور درویش منش شاعر تھے اور ان کی طرح کلیہ شاہ تسلیم میں بیٹھے تھے دیکھو تذکرہ سرور مصنفی۔

آغاز - مجھے یا شاہ شاداں کب کرو گے تفضل مجھ پہ ارزاں کب کرو گے

یہ عذاب ساں کب کرو گے میرے دشمن خراساں کب کرو گے

کرم یا شاہ مرداں کب کرو گے

مری شکل کو آساں کب کرو گے

اقتسام - غلامی کے تین ہوشا عاصی یہ دولت جب تلک تیری غلامی

تو رہا دہلیز کا گل ہوں دہلی تڑپے ہوں اتانے کا سلامی

کرم یا شاہ مرداں کب کرو گے

مری شکل کو آساں کب کرو گے (ورق ۲)

۱۶۔ غزل گو تہر - ۷ شعر۔ شاعر کی نسبت کوئی معلوم نہ ہو سکا۔

مطلع - دل کہ ہے منظر اپنے صنم کا جو کے جھگڑا پاویں گے

دیکھو مرکز صاف وہ صاحب یہاں سے کہاں تم جاویں گے

مقطع - رکھو بغل میں اپنے پریرہ (تو ہمیشہ اسے گو تہر

دیکھ منور جن پریرہ ہاتھ ہاں سر کاویں گے (۲ ب)

۱۷۔ غزل رسا - ۴ شعر۔ اس شخص کے تین شاعروں (علیم اللہ

رسا - مرزا بلخی رسا اور مرزا تقی رسا کا ذکر ذکا اور سرور کے تذکروں

میں ملتا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ غزل کس رسا کی ہے۔

مطلع - مرے تو وصل سے گلو کی آرزو گئی بہار گو کہ گئی پر وہ جستجو نہ گئی

مقطع - ہزار طرح سے سمجھایا میں تج کو رستا یہ خٹے بد زری آماہ رو کھو نہ گئی

۱۸۔ غزل فیض - ۵ شعر۔ مقطع نہیں ہے۔ البتہ مطلع میں لفظ

فیض دج ہے اور غزل پر بھی غزل فیض لکھا ہے۔ اس شخص کے

۵ شاعر معروف ہیں۔ دیکھو یادگار شاعر (۱۵۹)۔ یہ غزل غالباً

شمس الدین فیض دیکھو مخلوط نمبر ۱۹۴ کی ہوگی۔

مطلع - ہم تو سنتے تھے کوئی فیض سا ہوشیا نہیں آج دیکھا تو محنت کا سزا نہیں

۱۹۔ غزل نامعلوم - ۶ شعر۔

مطلع - کیوں کہتے ہو پاس اپنے بلانے کے نہیں ہم

اور اپنی جھلک تم کو دکھانے کے نہیں ہم

قبول کئے گئے میرے۔ برخیزد خود را بجنباں۔ اٹھو اپنے تئیں حرکت دو۔
”اقدت مارا مشاہدہ نمائی۔ یوں نور من خود را بجنباںید۔ کہ جب
قدت میری غور سے دیکھنا کرے جب نور میرا اپنے پروبال کو حرکت دیا۔“
اصل فارسی عبارت ان جملوں پر ختم ہوتی ہے:-

”باز رسید۔ ہمہ گروہ پیشتر در پشت کہ توام۔ دواہ۔ گفت گروہ
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اول در پشت در آئید۔ باز رسید کہ
جاؤ اراں ندا آفریدہ است۔“

یہ بیاض نواب عنایت جنگ جادو کا عطیہ ہے۔ اس کے
آغاز و اختتام پر ان کی جیٹھوی جہاز۔ تحت ”عنایت ام م
حیدر آباد“ ثبت ہیں۔

۲۴۷ دیوان شرف [۸۰۰]

ادراک۔ ۳۲۔ سطور ۱۵۔

تقطیع ۲۸ ۱/۲۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ شرف النساء بیگم۔ زمانہ تصنیف قریب ۱۳۳۵ھ۔
کاتبہ زیادہ تر مصنفہ۔ زمانہ کتابت قریب ۱۳۲۵ھ۔
شرف النساء بیگم زوجہ سید غلام دستگیر قادری، شیخو سلطان
کے مشہور سپہ سالار میر میراں سید اترن کی پوتی تھیں۔
بعد زوال سلطنت ان کے دادا کو لارڈ ولزلی نے سند
اور ماہوار عطا کی تھی۔ یہ ۱۳۲۵ھ کے قریب پیدا ہوئیں
اور ۸۶ سال کی عمر میں ۱۳۳۳ھ سے قبل وفات پائی۔

ان کے فرزند مولوی سید احمد قادری مرحوم رنائب صدر
محاسب سرکار آصفیہ (اپنے تدین، جاہت اور وضعاری
کی وجہ سے مشہور تھے اور پوتے مولوی رحمت اللہ
بیرسٹراٹ لاناظم محکمہ رجسٹریشن سرکار عالی ایک نیک دل اور

۲۰۔ غزل لطیف۔ یہ ۷ اشعار کی غزل ہے جس کے زیادہ تر
اشعار افغانی ہیں۔ لطیف کی ایک غزل کا مکمل اور حالات مختصر مضمون
۳۳۹ کے بیان میں درج ہیں۔

مطلع۔ ترے باغ حرم کے صنم نہ تو گل مانہ ترولا۔ ”ایک شاخ بدلی کا جولا سونا جگر کا
تعلق۔ کبھی دپہ دیر کہ جاہا کبھی جی حرم سر گلہا۔ یہ ہے دل کے لطیف کو کہیں رانا نہیں گھبرا

۲۱۔ جواب سوال ہندوستانی۔ اس عنوان کے تحت فارسی جملے اور
ان کا اردو ترجمہ مسلسل کھا گیا ہے۔ یہ ایک مربوط عبارت ہے جس میں
تقریباً ۶۰ سطریں ہیں۔ نئے کے طور پر ابتدا اور آخر کی دو دوسو سطریں
درج ذیل ہیں۔ مولف کے نام کا پتہ نہ چل سکا۔

ابتدا ”کے آنجا است کوئی وہاں ہے۔

نہ صاحب نہیں صاحب۔

نوکراں آمدہ اند نوکراں آئے ہیں۔

میں ہمہ نیامہ اند سب نہیں آئے ہیں۔

کدام نیامہ کون نہیں آیا۔“

اختتام۔ من می خواہم کہ سفر دیا کنم میں چہتا ہوں کہ دریا کا سفر کروں
سفر خکی بسیار خوب است خکی کا سفر بہت اچھا ہے۔
ترقبہ ”تمام شد بخاطر فاضل بیگ نوشتہ است“

۲۲۔ نور نامہ۔ یہ فارسی نثریں نور محمدی سے متعلق ایک رسالہ ہے جس کے
ایک ایک جملے کا اردو ترجمہ ساتھ ہی ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ اس میں
جلد ۱۰۰ سطریں ہیں۔ لیکن اردو ترجمہ صرف ابتدائی ۲۵ سطروں
ہی کے ساتھ درج ہے۔ بعد میں صرف فارسی لکھی گئی ہے۔ اردو ترجمہ
کا آغاز و اختتام یہ ہے۔

آغاز نقل است۔ نقل ہے۔ کہ چون۔ کہ جب۔ حضرت رسالت پناہ
صلی اللہ علیہ وسلم را آفریدہ است۔ اللہ تعالیٰ جب رسول خدا
کو پیدا کیا۔ در حدیث آمدہ است۔ بیچ حدیث کے آیا ہے۔
اختتام ”اے حبیب من واٹے برگزیدہ من۔ اے دوست میرے دے

بعض اصل مصرعے اور ان کی اصلاح شدہ شکلیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :-

اصل مصرع

اے رسول خدا ہوں میں بے قرار ترے ہجرتے دل ہے زار و تزار
اصلاح شدہ مصرع

محبوب خدا اے شاہِ اہم ترے ہجرتے دل ہے خانہٴ غم
اصلاح شدہ مصرع

دکھلا کے قہم اپنے شرف دے تجھے شتا | دکھلا کے اپنا جلوہ شرف دے تجھے شتا
پائی ہے شرف دیکھ تجھے تیری پرستار | پائی ہے تجھے دیکھ شرف تیری پرستار
بس کافی ہے اک نظرِ کرم میری شفا کو | بس کافی ہے اک ترچھی نظر میری شفا کو
تیرے رضی عشق کو دریاں نہیں درکار | تیرے رضی عشق کو دریاں نہیں درکار

اس مجموعے میں تقریباً ایک ہزار شعر ہیں جو زیادہ تر غزلوں کی اور کچھ مختصر نعتیہ قصیدوں اور مسزادوں کی شکل میں ہیں۔ اس مجموعہ کی وجہ سے دکن کی ایک اچھی شاعرہ اردو دنیا سے روشناس ہو رہی ہیں۔ اردو کی بہت کم خواتین ایسی ہیں جن کے کلام کا اتنا مکمل مجموعہ محفوظ ہے۔ اس وقت تک دکن میں صرف ماہِ لقا بانی چنڈا کو

صاحبِ دیوان کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے۔ اور وہ بھی چونکہ طبقہ طوائف سے تعلق رکھتی تھی اس لئے اس کا کلام نسوانی ذہنیت کا مکمل نمونہ نہیں سمجھا جاسکتا اس لئے موجودہ معلومات کی حد تک شرفِ دکن کی پہلی خاتون ہیں جنہوں نے ایک مکمل دیوان مرتب کیا جو اب تک محفوظ ہے اور جس پر جگہ جگہ مصنف نے خود اپنے قلم سے اضافے کئے ہیں یہ محفوظہ غالباً مصنفہ ہی کی اولاد کے یہاں محفوظ

رہا۔ چنانچہ اس پر سید محمد قادری کے دستخط ہیں۔ اور اداسے کو ممکنہ حد سے ۱۳۵۹ھ میں بطور عطیہ حاصل ہوا۔

قابلِ عہدہ دار ہیں جنہوں نے نائبِ معتمد امور عامہ اور پروفیسر جاگیردار کالج کی حیثیت سے اپنی علمی و انتظامی قابلیتوں کی بناء پر شہرت حاصل کی ہے۔ اور ان کی زوہ محترمہ سکینہ بیگم صاحبہ ادارہ ادبیاتِ اردو کی محاسن رفیق اور اس کے شعبہٴ نسوان کی روح رواں اور سرگرم معتمد ہیں۔ شرف النساء بیگم قدیم لہز کی تعلیم یافتہ قانون نویس۔ شعر و سخن سے ذوق تھا لیکن قدیم زمانہ کے معزز خانہ دلوں کی خواتین کی طرح مذہبی کتب کا زیادہ مطالعہ کیا تھا اور اپنے کلام میں بھی صرف عشقِ حقیقی اور نعتیہ مضامین پر اکتفا کیا ہے۔ یہ محفوظہ غالباً ان کا مکمل مجموعہٴ کلام اور خود ان کا بیضہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ طباعت کے لئے اس کو مرتب کر رہی تھیں اور تکمیل کی خاطر کسی استاد سے اس مجموعہ پر اصلاح لی تھی۔ چنانچہ جگہ جگہ حاشیہ پر اصلاحی الفاظ اور مصرعے درج ہیں اور بعض مقامات پر استاد نے ہدایتیں بھی لکھ دی ہیں۔ ان ہدایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ استادِ عربی فارسی کے بھی عالم تھے۔ بعض ہدایتیں نمونے کے طور پر درج ذیل ہیں :-

(۱) چونکہ یہ بحرِ اردو میں مستعمل نہیں اس لئے ہر شعر غیر موزوں نظر آتا ہے اس لئے بجائے ہمارا امرِ دلین ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ بحرِ اردو میں بالکل ناجائز ہے۔ ہاں عربی قصیدہ ہوتا تو مضائقہ نہ تھا۔ (درج ۱۳)

(۲) محبوب خدا خاص لقبِ آنحضرت صلعم کا ہے اور حضرت محبوب سبحانی کا لقب ہے حضرت غوثِ پاکؒ کا۔ (درج ۱۴)

(۳) مناسب ہوگا کہ اسی ردیف میں دوسری غزل قافیہ درست کر کے لکھی جائے۔ وہ صحیح کر دی جائے گی (درج ۱۵)
استاد کی اصلاحوں کی وضاحت کے لئے اب شرف کے

آغاز :-

منظہر کسریا نہیں ملتا سرور انبیا نہیں ملتا
جان لب پر ہے بحر میں جس کے وہ میحاً مرا نہیں ملتا
شبِ وقت کی تیرگی کب تک نہ بدرالجبی نہیں ملتا
جان و دل اپنائیں کروں قریباً مجھ کو خیر اوری نہیں ملتا

اختتام :-

سیر کی افلاک کی اک آن میں ایسی برتر شان والا کون ہے
نور سے تیرے ہوا پیدا جہاں تو ہی نور رب ہے تجھ سا کون ہے
رب سے جو الگا دی تجھ سے ظا اور ایسا حق کا پیار اکون ہے
جان دے آخر نبی کے عشق میں جز شرفِ مشتاق ایسا کون ہے
اس کے بعد پانچ چھ اوراق اور شامل ہیں جن
میں مختلف غزلیں زیادہ تر مصنفہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی
درج ہیں۔ درمیان میں ایک صفحہ پر خضاب کا نسخہ اور
طریقہ استعمال بھی اردو نثر میں لکھا ہوا ہے۔

(۲۴۸) بہارِ گلشن [۷۸]

ادراق ۲۹ - سطور ۱۷ (۳۲ ابیات فی صفحہ)

تفکیح ۷ x ۱۱ - خط نستعلیق -

مصنف - شوق - زمانہ تصنیف قریب ۱۲۵۰ھ -

سنہ کتابت - ۱۲۹۵ھ -

مولوی قدرت اللہ شوق رامپوری کا بیان اس تذکرہ
محظوظات صفحہ ۱۸۸ - ۱۹۰ میں گزر چکا ہے۔ انہوں نے
اردو شعر کا ایک تذکرہ گلشن پر غار لکھا تھا۔ غالباً یہ مثنوی
”بہارِ گلشن“ بھی نام کی مناسبت کی وجہ سے انہی کی تصنیف ہے۔
ایک اور شوق (محمد علی) کی کتاب ”چہار درویش“ منظوم کا

تذکرہ محظوظہ نمبر ۱۰۱ کے بیان میں گزر چکا ہے۔ اس عہد کے ایک

اور شوق (نواب مرزا حکیم تصدق حسین خاں لکھنوی) مشہور
مثنوی گوئے لیکن ان کی مثنویوں (زہرِ عشق، بہارِ عشق، قریبِ عشق،
لذتِ عشق اور خیرِ عشق) کی فہرست میں ”بہارِ گلشن“ نام کی
مثنوی شامل نہیں ہے۔ البتہ ”بہارِ عشق“ ایک مثنوی ہے
جو زیرِ نظر مثنوی ”بہارِ گلشن“ سے بالکل جدا اور وہ صرف بحر میں ہے۔

یہ مثنوی تقریباً دو ہزار ابیات پر مشتمل ہے اور اس میں
حمد و نعت و مناجات کے بعد اصل داستان شروع کی گئی ہے
جو شاہِ غم کے فرزندِ عالم اور غمخیزِ آدمی یا سمن کے معاشقہ
پر مشتمل ہے۔ مصنف نے قدیم مثنویوں کی طرح فوقِ فطری
عناصر سے پلاٹ کی تکمیل میں مدد لی ہے۔ ادقہ کا آغاز واضح
بھی بالکل روایتی ہے۔ نیچے شہزادے کی پیدائش تعلیم و تربیت
اور ایک تاجر کے یہاں یا سمن کی تصویر دیکھ کر اس پر عاشق
ہونا اور پھر اس کی تلاش میں لگنا۔ راستہ میں طرح طرح کی
پریشانیوں میں مبتلا ہو کر آخر منزل مقصود کو پہنچنا۔ شادی۔
وطن کو واپسی اور جشن و خوشی۔

شاعر نے مثنوی کے درمیان میں جو غزلیں لکھی ہیں ان کے
مقطع سے بھی مصنف کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ ایک غزل کا
مقطع یہ ہے :-

ہاتھ آئے گی کامل ایک دن شوق باقی جو نفس کا سلسلہ ہے (وق ۱۶)
آغاز داستان سے قبل ”عجز و خاکساری بدرگاہ جناب باری“
کی سرخی کے تحت جو ابیات لکھی ہیں اس کے آخر میں مصنف
نے اپنا تخلص اور مثنوی کا نام اس طرح درج کیا ہے۔
اس نسخہ کو کیسیا پہ فوقی یہ گل ہو بہارِ گلشن شوق
آغاز - اللہ کی حمد و زبان پر ہے آج داغ آسماں پر
وصف اویسے لکھیں جو لکھنے کا کوئین کے دو ورق ہوں کالے

اختتام :-

اشتر کے محل میں زہرہ آئی ظاہر کی فقط تھی یہ جدائی
یک دل رہے آشکار ہے سب ہدم رہے ہم نوار ہے سب
ترقیمہ :-

”شہنوی بہ ابحال شاہزادہ ماہ عالم و شاہزادی یاسمن
حب فرمایش جناب فیض ماب محمد اجد علی خاں صاحبہم
پرچہ اخبار تحریر کرد ۱۳۹۲ھ“

یہ محظوظ نواب عنایت جنگ بہادر کا عطیہ ہے۔ پہلے ورق کی
پیشانی پر ان کی بیضوی ہر ”مصدقہ الطاف و عنایت حسین
۱۳۳۶ھ“ ثبت ہے۔

آغاز :-

کون کر سکتا ہے اس غلاقِ اکبر کی ثنا
نارسا ہے شان میں جس کی پیمبر کی ثنا
سرو اس منہ سے ہو سکتی ہے کب نعتِ رسول
یا ابابکر و عمر عثمان و حیدر کی ثنا
اختتام :-

مسافر نو کے آئے میں یہاں میں تب سے وحشت میں
قیامت ہے اگر ہم اس خرابے میں وطن کرتے
کوئی فرما دجیے بے زباں کو قتل کرتا ہے
یقین ہم وہاں اگر ہونے تو ایک دو دوچن کرتے

ترقیمہ :-

تمت تمام شد دیوان یقین بتیاج شاہزادہ جم جہادی الاول

روز پنجشنبہ بوقت یک پاس روزہ برآمدہ۔ در فرخندہ میناد

حیدر آباد برائے پاس خاطر حضرت برحق اد شاد کمال

منج فضائل ہادی شاگرداں حکم کراہ منزل محسن میاں

المخاطب بہ محسن ساکن بودن و خطیب قصبہ مذکور بدست

احقر العباد بندہ بنگٹ پر شاد التخلّص بہ عاشق (یا عیاش) دب۔

کاتب نے اپنے جن استاد محسن کا ذکر کیا ہے وہ بھی ایک

بڑے عالم و فاضل اور ادیب و شاعر تھے۔ ان کی ایک

فارسی کتاب ”گلستہ محسنی“ ادارے کے فارسی محظوظات

کے ذخیرے میں محفوظ ہے اور اس کا ذکر ”تذکرہ محظوظات فارسی“

میں شائع ہو گا۔ یہ کتاب علامہ میں نواب شمس الامرا کی

فرمایش پر لکھی گئی ہے۔ اور اس میں بودھن کی تاریخ بھی

ایک عمدہ باب میں درج ہے۔ بودھن کو شکر کے کارخانے کی

وجہ سے زمانہ حال میں خاص اہمیت حاصل ہو گئی ہے۔ محمد حسن

محسن بودھن ہی کے متوطن اور خلیفہ تھے۔ نواب شمس الامرا چاکر

(۲۴۹) دیوان یقین [۷۰۸]

ادراق - ۳۳ - سلور ۱۶ -

تقطع ۵ x ۸ - خط نستعلیق - عنوان اور تخلص سرخی میں۔

مصنف - انعام اللہ خاں یقین - زمانہ تصنیف قبل ۱۳۲۵ھ

کاتب - بنگٹ پر شاد - سنہ کتابت ۱۳۲۵ھ

یقین کے اور دیوان ادارے میں محفوظ ہیں۔ (دیکھو تذکرہ

ہذا محظوظات ۷۱، ۷۵، ۸۳) یہ دیوان بالکل مکمل ہے

اور اچھے اہتمام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ہر مقطع میں تخلص سرخ

روشنائی میں درج کیا گیا ہے۔ اس میں تقریباً ایک ہزار

شعر ہیں۔ یہ اس لئے اہم ہے کہ اس میں ادارے کے پہلے

تین دوادین کے مقابلہ میں زیادہ اشعار ہیں اور مکمل دیوان

ہے نیز اس کا کاتب خود ایک شاعر ہے اور ایک بڑے شاعر

اور ادیب کا شاگرد۔

خود مقامی باشندوں نیز اس زمانہ کے صاحبان علم و فضل اور مؤرخین سے مواد جمع کیا تھا۔ اسی زمانہ میں دکن کے ایک مشہور مورخ منشی محمد شمس الدین امیر حمزہ تلخیص قند ہار کن مرتب کر رہے تھے (جو ۱۱۵۱ھ میں تکمیل کو پہنچی) ان سے بھی مولف نے تاریخی امور میں مشورہ کیا چنانچہ اس کتاب کے دیباچہ میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے:-

”یہ کمی یوں پوری ہوئی کہ کرمی جناب منشی محمد امیر حمزہ صاحب نائب سرشتہ دار ناظم ٹیپ خانہ جات سرکار عالی دہلی کے بتقریب دورہ خلد آباد آئے۔ چونکہ تلخیص قند ہار دکن ان کے زیر تالیف تھی جس کی وجہ سے بہت سارے باہ ادون کے پاس موجود تھا۔ لہذا حسب ضرورت دو ایک نسخے انہوں نے مرحمت فرمائے۔“ (صفحہ ۱۵)

اس تاریخ کے مرتب رونق علی بھٹولی ضلع بارہ بنکی کے باشندے تھے لیکن مدرسہ خلد آباد عرف روضہ کے صدر مدرس تھے اس لئے وہاں عرصہ تک قیام کا موقع ملا اور اس طرح یہ تاریخ مرتب ہو سکی۔ چونکہ یہ کتاب بعد کو چھپی تھی اس لئے اس کی مزید وضاحت غیر ضروری ہے۔

آغاز:-

ناظرین کے سامنے تالیف کے یہ چند اجزاء پیش کرنے کے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے اسباب تالیف بھی تھوڑے سے بیان کر دیں۔ اگرچہ اس کے تحریر کرنے میں نہ کوئی خوبی ہے اور نہ کسی قسم کی دلچسپی۔ لیکن اس قدر ضرور ہے کہ بزرگوں کے نام نامی کے ساتھ ان سرپرست احباب کے نام بھی یادگار رہ جائیں گے جو کتاب کے مسبب ہیں۔“

علم و فضلا کے تدردان تھے اس لئے انہوں نے مالک محروسہ کے اضلاع دیہات کے اکثر ادیبوں اور شاعروں کو اپنے یہاں بارہ سوخ کیا تھا جن میں ادھونی کے شاہ علی اور بودھن کے محمد حسن بھی شامل تھے۔ حسن راقم الحروف کے پرانا تھا۔ ان کے فرزند اور راقم الحروف کے حقیقی نانا منشی وقار الدین حضرت قادری بی (دیکھو محظوظات ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲) کے داماد اور مولوی الوار اللہ طاں فضیلت جنگ کے بہنوئی تھے۔ وہ بھی پایہ گاہ آسمانجاہی کے منصبدار تھے اور وہیں تعلقداری کے درجہ تک پہنچے ان کو بھی سلم و فضل اور انشا پردازی کا خاص ذوق تھا چنانچہ راقم الحروف کے کتب خانہ میں ان کی نقل کی ہوئی کئی قلمی کتابیں محفوظ ہیں جن میں سے اکثر ادارے میں بطور تحفہ داخل کر دی گئی ہیں۔ اور ان کا ذکر اس تذکرے میں بعد کو درج ہوگا۔

ان کے فرزند مولوی ریاض الدین خلیب بودھن اب اپنے دادا محمد حسن کے موروثی معاش و الغامی اراضی پر قابض ہیں۔

(۲۵۰) روضۃ الاقطاب [۷۰۹]

اوراق ۸۸ - سطور کہیں ۲۰ اور کہیں ۱۶ -

نقطہ - ۸ x ۱۳ - خط نستعلیق -

مصنف رونق علی - سنہ تصنیف قریب ۱۳۱۹ھ -

کاتب - وقار الدین - سنہ کتابت ۱۳۳۲ھ -

یہ ضخیم کتاب روضہ خلد آباد اور اس کے اطراف و اکناف کی درگاہوں اور قدیم آثار کی مفید تاریخ ہے جس کی ترتیب میں مصنف نے بڑی محنت اور کاوش سے قدیم کتابوں اور

(۲۵۱) چار گلزار [۷۱۰]

اوراق ۳۴ - سطور ۱۶ -

تقطیع ۸ x ۱۳ - خط نستعلیق -

مصنف - فضل الرحمان - سنہ تصنیف ۱۳۸۰ھ -

کاتب منشی محمد وقار الدین - سہ کتابت قریب ۱۳۲۵ھ -

یہ غلافے راشدین کی ایک تاریخ ہے جس کو منشی فضل الرحمن

منصف عدالت سرکار عالی نے شاہیہ میں بمقام حیدر آباد مرتب کیا۔ یہ نسخہ ناقص الاول ہے۔ ابتدا کے صرف ۲ ورق غائب ہیں۔

مصنف نے ہر باب کو کتاب کے نام کی مناسبت سے ایک

گلزار قرار دیا ہے۔ اور ہر گلزار میں چار چین یعنی ذیلی ابواب لکھے ہیں۔ اور ہر چین کو پیر ذیلی سرخیوں میں تقسیم کیا ہے۔ اس کتاب کے جملہ ابواب کی تفصیل یہ ہے :-

گلزار پہلا - حالات حضرت ابوبکر صدیقؓ (صفحات ۵ تا ۱۹)

چین پہلا - کیفیت اسلام (ناقص الاول)

”دوسرا - فضائل حضرت ابوبکرؓ (ص ۶)

”تیسرا - وفات ” (ص ۱۴)

”چوتھا - کرامات ” (ص ۱۵)

گلزار دوسرا - حالات حضرت عمر فاروقؓ (صفحات ۱۹ تا ۳۵)

چین پہلا - کیفیت اسلام عمر فاروقؓ (ص ۱۹)

”دوسرا - فضائل ” (ص ۲۲)

”تیسرا - شہادت ” (ص ۲۷)

”چوتھا - کرامات ” (ص ۳۲)

گلزار تیسرا - حالات حضرت عثمان غنیؓ (صفحات ۳۵ تا ۵۱)

چین پہلا - کیفیت اسلام عثمانؓ (ص ۳۵)

اختتام :-

”صاحب کے گنبد کے علاوہ کاغذی پورے اور اس کے

معدو میں اور بھی بڑے گواہوں کے مرادات ہیں اور وہ سب

برہان الدین صاحب غریب کے اصحاب مشہور ہیں۔ فہرست

ذیل سے ان کے اسمائے گرامی کا علم ہو جائے گا۔“

اس کے بعد ۱۲ اصحاب کی فہرست مع تاریخ عرس و وفات

دفن درج ہے :-

یہ نسخہ ناقص الآخر ہے۔ اور کاتب کا کوئی ترقیم نہیں ہے لیکن کتاب کے شروع کی پیشانی پر رقم تذکرہ ہذا کے والد مرحوم حضرت حافظ سید غلام محمد شاہ قادری الرفاعی المتخلص بزعم نے یہ عبارت لکھی ہے :-

”در حالات بزرگان قصبہ خدا آباد شریف ضلع اورنگ آباد

کہ مولوی رفیق علی صاحب صدر مدرس مدرسہ اورنگ آباد

تحریر فرمود کہ خسرین محمد وقار الدین صاحب مرحوم قبل از

وفات خود در ۱۳۳۳ھ بدست خود تحریر فرمود۔“

یہ محمد وقار الدین وہی خلیف بودھن ہیں جن کے والد

محمد حسن محسن کا ذکر اس تذکرہ کے مخطوط نمبر ۲۶۱ میں گزر

چکا ہے۔ منشی وقار الدین خود بھی ایک ادیب اور فاضل تھے

اور پائے گاہ آسمانجاہی میں تعلقداری کی خدمت پر فائز تھے۔

یہ کتاب میں نے ادارے کے کتب خانہ میں بطور عطیہ داخل کی ہے۔

کتاب خانہ جامعہ اسلامیہ
پاکستان

چمن دوسرا۔ فضائل عثمان (۳۵)

” تیسرا۔ شہادت “ (۳۹)

” چوتھا۔ کرامات “ (۴۵)

گلزار چوتھا۔ حالات حضرت علی مرتضیٰ (صفحات ۵۱ تا ۶۸۳)

چمن پہلا کیفیت اسلام علی (۵۱)

” دوسرا۔ فضائل علی “ (۵۱)

” تیسرا۔ شہادت “ (۵۱)

” چوتھا۔ کرامات “ (۵۱)

کتاب کے آخر میں مشاہیر شعرائے معاصرین مثلاً حافظ میر تقی میر، فیض، شیخ خواجہ غلام احمد، احمد علی عمر، منشی عبدالصمد، اور قادیان نعت وغیرہ کے قطعات تاریخی، فارسی و اردو درج ہیں۔ اس تاریخ کے مصنف فیض کی جو تعظیم کرتے تھے اس کا اندازہ ان القاب سے ہو سکتا ہے جو ان کے قطعہ تاریخ کے اندراج سے قبل لکھے گئے ہیں یعنی :-

” قطعہ تاریخ شہنشاہ کٹور شاعری دسریر آرائے

شہرستان سخنوری جناب مولوی حافظ میر تقی میر

فیض، ظلہ العالی“

یہ فیض کا آخری زمانہ تھا اور اس کتاب کا قطعہ تاریخ ان کا قریباً آخری کلام ہے۔ فیض کا ایک غیر مطبوعہ اردو دیوان اور مثنوی ”فیض جاری“ ادارے میں موجود ہے۔ لکھنؤ تذکرہ ہذا مخطوطات نمبر ۱۹۳، ۱۹۴

تقریباً اس کتاب کا سنہ تصنیف اس مصرع سے نکالا ہے

چار گلزار نسخہ اصحاب

۱۲۸۰ھ

آغاز :-

” کہ جب حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرق خلافت کے واسطے تبلیغ احکام کے مبعوث کیا

اور مبعوث آپ سے ظاہر ہونے شروع ہوئے“

اختتام :-

” ایک روز وہ بدبخت اپنے خستہ کتاپہ سے دروازہ

کے بندھ کر مسجد نبوی میں اندر مجلس کے آکر بیٹھا۔

وہ شتر بعد تھوڑی دیر کے مسجد میں آکر اپنے مولا کو

منہ میں پکڑ کر اٹھا اپنے سینے کے نیچے لے کر مل ڈالا“

اختتام حصہ قطعات تاریخی۔

نسخہ در حال اصحاب بنی تصنیف کرد تا مفصل حال بردہا ئے ماگرد پدید
سال اتمامش میں تحریر کرد احمد شہ عجب ایکا د ناجی چار گلزار شہید
کوئی ترجمہ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد رسالہ حسن جلد دوم نمبر ۱۲ کے
۲۴ صفحات نقل کئے گئے ہیں۔

اس نسخے کے کاتب راقم الحروف کے حقیقی نانا منشی وقار الدین

خطیب بودہن ہیں جن کا ذکر مخطوطات نمبر ۲۴۹ و ۲۵۰ میں

درج ہے۔ یہ کتاب میرے والد مرحوم حضرت حافظ سید غلام محمد شاہ

قادری کے کتب خانے کی ہے جس کو میں نے ادارے میں

بطور تحفہ داخل کیا ہے۔

(۲۵۲) منتخب دیوان ناظم [۳۲۲]

اوراق ۳۹۔ سطور ۱۵۔

تعلیق ۵ ۱/۴ x ۹ ۱/۴۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ سید یوسف علی خاں۔ سنہ تصنیف قبل ۱۲۸۱ھ

کاتب۔ سورج بہان میکش تھانوی۔ سنہ کتابت ۱۳۰۶ھ۔

بمقام حیدرآباد۔

یہ نواب سید یوسف علی خاں فردوس مکاں متونی ۱۲۸۱ھ

کا منتخب دیوان ہے جس کو اردو کے ایک مشہور شاعر اور مثنوی

مبداء فیاض سے دونوں ہیں ناظم بہرہ یاب
میں بھی ہوں استاد کے حسن طبیعت کا شریک (ورق ۸ اب)
اس میں غالب کے اس شہور شعر کی طرف اشارہ ہے
انچہ در مبداء فیاض بود آن من است
گل جدا ناشدہ از شاخ بدامان من است
اپنے استاد کے انداز پر میرا ہے کلام

مجھ کو ناظم ہوس پیروی میر نہیں (ورق ۱۲۳)
بعض لوگوں نے نواب یوسف علی خاں کو اسیر لکھنؤ کا بھی
شاگرد لکھا ہے لیکن یہ غلط ہے۔ کیونکہ وہ اپنی وفات تک
مسلل غالب کو کلام دکھاتے رہے۔ نواب کی شاعری اور
علم دوستی کے تفصیلی حالات مکاتیب غالب (مطبوعہ مطبعہ
قیمتہ بھئی) کے دیباچہ میں مولوی امتیاز علی صاحب عرشی
نے قلمبند کئے ہیں۔

یہ محظوظ دو وجوہات سے اہم ہے پہلی یہ کہ ایک
حکمران شاعر کا غیر مطبوعہ کلام ہے اور دوسری وجہ یہ کہ ایک
ایسے بلند پایہ صوفی شاعر نے انتخاب کیا ہے جس کی تبدیلی مذہب
کی تاریخ اس کے ترقیہ سے متعین ہوتی ہے۔ جس کا ذکر
آگے درج ہے۔

اس میں تقریباً ۲۳۰ غزلوں کے ایک ہزار شعر
درج ہیں۔ کلام میں جگہ جگہ غالب کا رنگ جھلکتا ہے اور متعدد
غزلیں انہی زمینوں میں ہیں جن میں غالب کی غزلیں مشہور ہیں
آغاز :-

محتاج نہیں قافلہ آواز دسا کا سیدی ہے رہے تکتہ احسان خدا کا
نوشوادی معشوق ہے نجوی علیش بے دروہے وہ خستہ کے نام دہاکا
احتشام :- عدو کے دل کا نہیں ٹھکانا نگہ تم اس پر نہ آزمانا
ہدف نہ ہو جنبہ جگہ ناظم تو کیوں نہ ناوک خطا کریں گے

سورج بھان میکش نے (جو بعد کو مسلمان ہو کر شمس الحق سبحانی
صوفی کے نام سے مشہور ہوئے) منتخب اور نقل کیا ہے۔
نواب یوسف علی خاں غالب کے شاگرد اور سرپرست تھے۔
بچپن میں قیام دہلی کے زمانہ میں غالب سے فارسی پڑھی تھی
اصوالی رام پور ہونے کے دو سال بعد مولانا فضل حق خیر آبادی
کے ایما سے غالب سے مشورہ سخن کرنے لگے تھے۔ چنانچہ ناظم
تخلص غالب ہی کا عطیہ ہے۔ انہی کی دعوت پر ششہ میں
غالب نے رام پور کا سفر کیا اور نواب نے بڑی قدر و منزلت کی تھی۔
ناظم نے شاعری کا آغاز ششہ امرہ ہی سے کیا اور اس
کے بعد آٹھ سال زندہ رہے۔ اس عرصہ میں ایک دیوان
مرتب ہو چکا تھا جس میں غزلوں کے علاوہ سلام بھی شامل تھے
چنانچہ غالب ان کے جانشین نواب سید کلب علی خاں کو
خط میں لکھتے ہیں :-

حضرت فردوس مکاں سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم
سے دو تین ہینے پہلے سلام پانچ سات لکھتے تھے اور
فردا فردا میرے پاس بھیجا کرتے تھے۔ جب وہ فراہم ہو چکے
تو محرم سے دو چار دن پہلے میں اصلاح کر کے بھیج دیا
کرتا تھا۔ اب کی برس ایک ہی سلام بھیجنے پائے.....
بھیجتا ہوں کہ وہ..... حضرت کے دیوان میں شامل ہو جا“

(مکاتیب غالب ۱۵)

ناظم نے اپنے اکثر مقطعوں میں بھی اپنی شاگردی کی طرف
اشارہ کیا ہے چنانچہ اس منتخب دیوان کے بعض ایسے قطعے یہ ہیں :-
کیوں نہ غالب کے ہوں اشراق کا قائل ناظم
دور سے جس نے سکھایا مجھے ایسا کہنا (ورق ۳۱)

استاد نے راہیں مجھے بتلائی ہیں ناظم
اب اور ہی انداز کے اشعار کہوں گا (ورق ۷۱)

کیوں خضر سکندر کو گیا راہ بتانے بیچارہ کو گمراہ کیا راہ ہٹانے
تحت تمام شد

اس کے بعد دوسرے صفحے سے میکش نے شاعری اور
میر کے کلام کے منتخبات نقل کئے ہیں جن کا ذکر آئندہ ایک
جلدہ عنان کے تحت درج ہے۔ انتخاب دیوان میر کے بعد
یہ ترقیم لکھا ہے :-

وہ بقلم ناقص راقم بندہ سورج بھان سکند خانہ بھون

حال وارد حیدر آباد دکن حسب فرمایش جناب خاں صاحب

محمد صدیق خاں سلمہ اللہ تعالیٰ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

دیوان ناظم کے پہلے صفحے کے ناصیب پر ایک چھوٹی سی ہنست پہلو

ہر شت ہے جس پر محمد صدیق خاں ولد علی بخش درج ہے۔

اس کتاب کے کاتب پنڈت سورج بھان گوڑتوم

کے برہمن اور تھانہ بھون ضلع مظفرنگر کے رہنے والے تھے۔

اوائل شباب ہی سے درویشی کا شوق تھا۔ چنانچہ یوگیوں

کے شغل و مشغال میں مصروف ہو گئے۔ اتفاق سے ان کے

ایک ہم وطن صوفی منشی میر امدا علی حیدر آباد سے اپنے وطن

کو گئے تو وہاں سورج بھان ان کے معتقد ہو گئے اور

قدیم تذکروں میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ وہیں مسلمان بھی ہوئے۔

لیکن اس مخطوطے کے ترقیم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیدر آباد

آنے سے قبل مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ غرض امدا علی علوی

کے فرام میں ۲۷ صفر ۱۳۰۵ھ کو حیدر آباد پہنچے اور چونکہ

بے روزگار تھے غالباً کتابت پہلے ذریعہ معاش تھی بعد کو

حکماء صغائی میں بھی کچھ دن ملازمت کی یہ نسخہ ان کی آمد

حیدر آباد کے ٹھیک ایک سال ایک ماہ بعد نقل کیا گیا ہے

اور اس وقت تک تو وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے ورنہ اپنے

ہندو نام کی جگہ مسلمان نام لکھتے۔ اس طرح امدا حیدر آباد

سے قبل کے جو حالات تزک محبوبہ جلد دوم دفتر سوم کے صفحات
۵۴۳ ۵۴۲ میں لکھے گئے ہیں غلط ثابت ہوتے ہیں۔

امدا علی علوی کے علاوہ حیدر آباد کے ایک اور بزرگ

حضرت سردار بیگ بھی میکش کے مال پر مہربان تھے اور دراصل

انہی بزرگوں کے فیض صحبت اور باطنی توجہ نے میکش کو

شمس الحق بنادیا۔ ان کو حیدر آباد میں ایک اعلیٰ پایہ صوفی

اور شاعر مانا جاتا تھا چنانچہ ان کی وفات (۱۳۲۶ھ) کے بعد

ان کے شاگرد مولوی حبیب الدین صغیر ہر سال ان کی یاد میں

مشاعر منعقد کیا کرتے اور اس مشاعرے کی غزلوں کا مجموعہ

”ہزم اداس“ کے نام سے چھاپا کرتے تھے۔ میکش کی تصویر اور ایک

کے مرتبہ ”ترغیہ سخن“ جلد دوم ۳۲۷ پر شالچ کی جا چکی ہے۔

تزک محبوبہ جس وقت لکھی گئی اس وقت میکش صرف ۱۲

سال کے تھے اور اس وجہ کہ پہنچ چکے تھے کہ مولف نے شعرا

کے علاوہ اویاد اللہ اور صوفیائے کرام کے سلسلہ میں بھی

ان کے تفصیلی حالات اور فضائل درج کئے اور ان کا نام

ان القاب کے ساتھ زیب عنوان کیا :-

”منفرد دریائے توحید، مستہلک بحر تغیر، فواسط جہا

سردی، غواظ قلم، بحر، عارف ربانی، میکش خٹمانہ

معانی، حضرت شمس الحق سجاد علی صاحب میکش خٹمانہ (۱۳۲۵ھ)

میکش نہایت پُرگو شاعر تھے اور ان کے چھ دیوان (یہ خانہ عشق)

غناء، خمار، خرابات میکش، جوش میکش، شراب انصالحین اور

پیمانہ میکش) ۱۳۲۵ھ تک شالچ ہو چکے تھے۔

یہ نسخہ مولوی مرزا ضامن علی صاحب غازی کا عطیہ ہے۔

اس کے بعد جو ترقیہ درج ہے وہ خطوط نمبر ۲۵۲ کے ختم پر درج کیا جا چکا ہے۔

(۲۵۳) انتخاب میر و شاہی [۳۴۳]

اداق ۱۹۔ سطور ۱۵۔

قطع۔ ۱۵ x ۱۰ ۱/۲۔ خط تعلیق۔

مصنف۔ شاہی۔ میر۔ آذرہ وغیرہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ۔

کاتب۔ سورج بھان میکش۔ سنہ کتبت ۱۳۰۶ھ۔

یرقنی تیر کے منتخب کلام کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

جن میں سے ایک مولوی عبدالحق منہا انجن ترقی اردو کا مرتبہ

ہے اور دوسرا جامنہ ملیہ نے مرتب کرا کے شائع کیا ہے۔

زیر نظر منتخب کلام تیسرا اس لئے اہمیت رکھتا ہے کہ آج سے ۵۶

سال قبل مرتب ہوا ہے اور اردو کے ایک اچھے اور صاحب ذوق

شاعر میکش تھانوی نے اس کو مرتب کیا ہے۔

یہ مجموعہ غالباً ناقص الاول ہے تاہم اس میں میکش

کے منتخب کئے ہوئے ۳۷۵ اشعار شامل ہیں۔

تیر کا ایک اہم دیوان جو ان کی زندگی میں دلی میں

نقل ہوا ہے ادارے کے کتب خانہ میں محفوظ ہے (دیکھو تذکرہ

ہذا صفحہ ۱۰۸)۔ اس منتخب کلام کا آغاز و اختتام ان

اشعار پر ہوتا ہے۔

آغاز :-

اے قیامت نہ آئیو جب تک وہ مری گور پر نہ ہو جائے

رنگ دشمن کا فائدہ معلوم مفت جی کا ضرر نہ ہو جائے (دوق ۱۷)

اختتام :-

جدائی سے تیری اے صندلی رنگ مجھے یہ زندگانی درد سر ہے

نہیں ہے غیر کے قصے کی کچھ ہم کو خبر یوسف

زبان پر رات دن اس یار کا افسانہ رکھتے ہیں

(دوق ۱۶)

— ۲ —

شاہی تخلص کے دو شاعر (علی عادل شاہ شاہی اور

شاہ قلی غاں شاہی حیدر آبادی) بہت مشہور ہیں۔ یہ شاہی

بعد کے زمانہ کے شاعر ہیں۔ حالات معلوم نہ ہو سکے۔ کلام

بہت اچھا ہے۔ میکش نے اس مجموعے میں ان کی غزلیں

(تقریباً ۶۰ اشعار) منتخب کر کے نقل کی ہیں جن کا آغاز و

اختتام یہ ہے۔

آغاز :-

غصہ میں جو ہولال تو رنگ اس کا نکھر جائے

یہ دوسری غزلی ہے کہ بگڑے تو سنور جائے

کیا وصل کا ہوا قصہ کہ نازک ہے وہ اتنا

گرد و حیان پہ چڑھ جائے تو وہ نہ اس کا اتر جائے

اختتام :-

توہم ہے دونوں کو گمیرے ہوئے وہ پہلو میں ہیں اور غلوں نہیں

تہیں ہو نزلے کہ بیزار ہو کسے درنہ شاہی کی پاہت نہیں

شاہی کی ان غزلوں اور دیوان ناقلم کے درمیان کاتب نے

آذرہ کی ایک اور معین کی ایک غزل نقل کی ہے۔

آذرہ (مفتی صدر الدین غاں دہلوی) غالب کے دوست

اور دہلی کے صدر الصدور تھے۔ عالم و فاضل تھے اور شعر و سخن

کامی اچھا ذوق تھا۔ ان کی غزل کا مطلع و قطع یہ ہے :-

مطلع۔ آنکھ اٹھائی نہیں وہ سامنے سو بار ہوے

ہجر میں ایسے فرا مشگر دیدار ہوئے

مقطع۔ یہ ہیں آذرہ جو کہتے ہوئے شیا للشد

آج دیوڑہ گر خانہ خار ہوئے

حیات ہو۔ اس خطوط کے اختتامی اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے باب میں ”سلوک“ کے موضوع پر معلومات فراہم کی گئی تھیں۔ مصنف علم دین سے واقف اور علوم متداولہ کا فاضل ہے۔ زبان و انداز سے پتہ چلتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی کے اوائل میں تصنیف ہوئی ہے۔ کتاب کا نام آخری ابیات اور ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے۔

آغاز :-

حرف حق کے بعد ہے نعت نبی دے ہدایت مومنوں کو یار نبی
باب اول ہے نصیحت کا صیغہ باخبر ہو موت آئے عنقریب
(اختتام :-)

باب اول ہو گیا یہاں ہو چکا مصطفیٰ پر ہو دروداں اور صلوٰۃ
باب دوم سر پہ پہنچ ہے ذکر سلوک سالکان کو نہیں خدا بن پیاں بھوک
ترتیب :-

”دعوت نزام شد رسالہ آپ حیات باب اول غلام حسین
ولد لطیف صاحب پھنسنے بند مقام شاہ پور پیت (د)
عادل پور دوازدہم ماہ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ“
یہ نسخہ مولوی مرزا ضامن علی صاحب غازی کا عطیہ ہے۔

(۲۵۵) کلام میرن و سید [۷۱۱]

اوراق ۶ - سطور ۱۹ -
تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ ۸ خط نستعلیق شکستہ آمیز -
مصنف - میرن و سید - زمانہ تصنیف قبل ۱۱۰۰ھ -
کاتب - غلام حسین - سنہ کتابت ۱۲۹۲ھ -
میاں میرن بزداری دلی کے شاعر تھے - زیادہ تر منقبت
کہتے اور ہر ہجری چھینے کی ۲۱ تاریخ تک ۵ منقبت تیار کر لیتے تھے۔

معتین کی غزل کا مطلع مطلع یہ ہے :-
مطلع - شب غم مریا میں دیکھ کر اپنی تباہی کو
قضا آئی مری بیت الحزن میں عذوق ہی کو
مطلع - معتین اللہ سے گری گدا کے داغ حسرت کی
ہمانے اپنے سایہ میں پھپھایا بادشاہی کو
اس خطوط کے آخر میں بالکل فارسی شعرا کی دس
بارہ غزلیں بھی شریک ہیں جن کا ذکر مذکورہ محظوظات فارسی
میں درج رہے گا۔ یہ مجموعہ منتخبات دیوان ناطق کے ساتھ
ایک ہی جلد میں شریک ہے اور اس کو سورج بھان (نسفی
سجاد علی میکش دیکھو محظوظ ۲۵۲) نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ
منتخب غزلیات میر کے آخر میں لکھتے ہیں۔

”بقلم ناقد رقم بندہ سورج بھان سکنتہ تھانہ بھون
حال دارد حیدر آباد دکن - حسب فرمایش جناب غاں مٹا
محمد صدیق غاں سلمہ اللہ تعالیٰ ۳۰ ربیع الاول ۱۲۹۳ھ“
یہ خطوط مولوی ضامن علی صاحب غازی رفیق (دورہ کا عطیہ ہے۔

(۲۵۴) آب حیات [۷۱۲]

اوراق ۸ - سطور ۱۳ -
تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ ۸ خط نستعلیق -
مصنف - حیات (د) زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۰ھ -
کاتب - غلام حسین - سنہ کتابت ۱۲۹۲ھ -
یہ ایک دکنی مثنوی کا پہلا باب ہے جس میں دنیائے فانی
سے بے تعلقی اور خود آگاہی و عشق حقیقی کی طرف مختلف ذیلی عنوانوں
کے تحت توجہ دلائی گئی ہے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ پوری مثنوی کتنے
ابواب پر مشتمل تھی اور مصنف کون تھا۔ ممکن ہے کہ اس کا تخلص

اس نمانے نے کیا ہے جھکو گردش سوں خفیر
تجو سر کیا سر پہ میرے ہے وسیلہ بے نظیر
جلد میری کر دیا غوث اعظم و شگیر
اختتام :-
سید اکے دل سیتی اے شاہ دیں تو میں ہے دور
صدق دل سوں ہر گھڑی رہتا ہے دتیرے حضور
تیرے قدموں کی برکت سو سوار ہے اوس پونور
یونہی تیکو پکارا اب اوس کو ہے وقت ضرور
جلد میری کر دیا غوث اعظم و شگیر
اس کے بعد دو صفحے سادہ چھوڑ کر کتاب ”آپ حیات“ نقل
کی گئی ہے جس کا ذکر مخطوطہ ۲۵۴ میں گزر چکا ہے۔ اور اس
کاتب کا ترقیمہ بھی اسی میں درج ہے۔
کلام میرن و سید سے قبل اس مخطوطے میں غالباً پشتو
زبان کی کئی نظمیں بھی دست ہیں جن کا ذکر اس تذکرہ مخطوطات
کی کسی اور جلد میں درج کیا جائے گا۔

(۲۵۶) کلیات کاظم (۳۴۱)

اوراق ۳۶ - سطور ۱۳
تقطیع ۳/۵ x ۸ - خط نستعلیق -
عنوانات اور حاشیہ سرخی میں -
مصنف کاظم علی - سنہ تصنیف ۱۱۹۹ھ -
کاتب - - - سنہ کتابت - -

کاظم علی حیدر آباد کے ایک مرہفہ الحال اور صاحب ذوق
امیر زادے، حضرت ادب لاشاہ کے مرید، کنک گیری کے نواب
برہننگ کے داماد اور فطرتی شاعر تھے۔ ان کے کلام کا یہ

کسی شخص نے مجروح کر دیا تھا۔ بعد کو لکھنؤ چلے گئے اور وہیں
مکان کی چھت سے گر کر فوت ہوئے۔ تذکرہ شورش و تذکرہ
قاسم میں ان کا ذکر درج ہے۔ اور ادارے میں بھی ان کا اور
کلام موجود ہے جس کا بیان اس تذکرہ کے مخطوطہ نمبر ۲۴ میں گزر
چکا ہے۔ بقول قاسم ان کے کلام میں غلطی صیح اور طب و یالس
بہت ہے۔

میرن سبزاری کی جو منقبت اس مجموعہ میں شامل ہے
وہ ناقص الاول ہے۔ یعنی ابتدا کے ۳ بند موجود نہیں ہیں۔
اس میں جملہ ۱۳ بند (ہر بند میں ۴ ہم قافیہ مصرعے) تھے۔ اس
مخطوطہ میں صرف آخری ۱۰ بند ہیں۔

آغاز :-

طوفانِ آبِ غار الہی جو تاب آ کشتی بتائے نوح اوس پر ہے گانا خدا
اگر کہا جبریل نے اے نور خوش نقا کچھ پیر اگر یہ یاد ہوئی الفور اے پڑا
اختتام :-

میرن ہے سبزو ار غلامِ امام دین کرتا ہے عرض تم سے اللہ عالمیں
منکر نیک پوچھیں خبر میں یہ سوال دیں میں اون کوں یہی جواب دوں گا۔ دوزخیں
(یہ شعر غلط ہے۔ پہلا مصرع غالباً یوں ہو گا۔ منکر نیک قبریں پوچھیں ال دیں)
وصفِ بنی و آل بنی بر زبان ما گویا زباں برائے ہیں درد بان ما

سید تخلص کے کئی شاعر اردو میں گزرے ہیں۔ (دیکھو یادگار
شعر صفحات ۱۱۲ و ۱۱۳) لیکن اس مجموعے میں جس شاعر کی طویل
مناجات درج ہے وہ کوئی قدیم دکنی شاعر تھے۔ یہ مناجات دراصل
محبوب سبحانی غوث اعظم کی مدح و منقبت میں ایک بخش ہے جس
میں ۱۷ بند ہیں۔

آغاز :- مل کر دھنکل مرے یا حضرت پیران پیر
ہے مرا حوال روشن تم کو اے روشن ضمیر

ناقص الاول لیکن نادرجہ مختلف اصناف سخن کے دلچسپ نوزوں پر مشتمل ہے۔ عام دواؤں کی ترتیب کے خلاف اس میں زمانہ تصنیف کی ترتیب سے نظمیں، غزلیں، مرثیے، مثنویاں وغیرہ درج ہیں۔ اس نے ردیف دار ترتیب ہے اور نہ صنف دار معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ خود مصنف نے نقل کیا ہے۔ اور بعد میں جگہ جگہ مصلح اور الفاظ میں خود ہی تبدیلی اور اصلاح کی ہے۔ اس کا کوئی دوسرا نسخہ کسی اور کتب خانہ میں ہمدست نہ ہوا۔

یہ اپنی نوعیت کا پہلا مجموعہ کلام ہے کہ اس میں زمانہ تصنیف کے لحاظ سے نظمیں درج ہیں اور اس لئے بھی اہم ہے کہ مصنف نے رسمی شاعری نہیں کی بلکہ اس کی تمام تر نظمیں خود شاعر کی آپ بیتی ہیں۔ کلام میں آورد اور تصنیف کا کہیں پتہ نہیں۔ آمد ہی آمد ہے اور اس لئے بعض شعر شاعرانہ محاسن سے محرا ہیں۔ چونکہ یہ ایک نادرجہ مجموعہ ہے ہم اس کی خاص خاص نظموں کی تفصیل خطوط کی ترتیب کے مطابق درج ذیل کرتے ہیں۔ اس مجموعے میں پہلی نظم ایک غنص ہے جس میں حضرت علیؑ

کی منقبت لکھی گئی ہے۔ یہ ناقص الاول ہے اس میں آخری ۱۳ بند موجود ہیں۔ آخری بند درج ذیل ہے۔ اس میں مصنف نے اپنے مرشد کا نام بھی لکھ دیا ہے۔

اب غم سے دل تاریک ہے یا صاحب حاجت روا

مرشد اوجالاشاہ ہے یا حضرت مشکل کشا

تم سا وسیلہ چھوڑ کر جاؤں کہ ہر ہو کر گدا

غراب ہے فکروں سنی ہر وقت نالایق ترا

کاظم کا اب کرنا بعلیا حضرت مولاعلی

اس کے بعد مسدس کی شکل میں ایک مرثیہ ہے جس میں ۱۵

بند ہیں ہر بند کا آخری شعر دوسری بحر میں ہے۔ اس کا

آخری بند یہ ہے:-

کاظم کے تیں کو مولا جلدی سے ہوئے عنایت

خدمت چرن کی لینے رکھتا ہے دو ارادت

مختو چرن کی خدمت اور شاہ دیں غمہادت

بندے کو اپنے صاحب رتبہ دے غادماں کا

کاظم گنہ سے مت ڈر مرشد ہیں اوجالاشاہ

جد ہر ہیں شاہ کر بلا چرن بھی ہیں ہمراہ

اس کے بعد ایک غزل نما نظم شامل ہے جس کی ردیف

سجود ہے۔ اور ساتھ ہی شاعر نے مرشد اوجالاشاہ کی

مدح میں ۹ بندوں کا ایک غنص لکھا ہے۔ اوجالاشاہ اس

عہد کے ایک مشہور بزرگ اور صوفی ہیں۔ ان کا مزار سرورنگر

کے راستہ میں سید آباد (حال سعید آباد) کے قریب واقع ہے۔

حیدر آباد کے عوام اب بھی ان کے بے حد معتقد ہیں اور اپنی

منت مرادوں میں کامیابی کے بعد وہاں جا کر نیاز کرتے ہیں۔

اس نیاز میں مرغ فرد کاٹے جاتے ہیں کیونکہ مشہور ہے۔

اوجالاشاہ سات دن میں صرف ایک بار مرغ کے گوشت کے

ساتھ روٹی کھاتے تھے۔ کاظم کی مدح اوجالاشاہ کے چند منتخب

بند درج ذیل ہیں:-

مدح مرشد کامل ہادی آگاہ دل حضرت اوجالاشاہ

شہج و حامی روز جزا اوجالاشاہ ولی ودالی ہر دوسرا اوجالاشاہ

خدا کی راہ کے میں پیٹوا اوجالاشاہ حبیب و عاشق حق بے ریا اوجالاشاہ

صحبت مرشد من بے ریا اوجالاشاہ

امین دین ہیں پانچوں کے پرپر کامل

صفائیں پاک ہیں فاضل ہیں حق سنی شاعری

مراشاہ۔ گدا ہیں گی اون سنی حاصل

عجب دو شاہ قناعت ہے رب سنی واصل

صحبت مرشد من با خدا اوجالاشاہ

عالم میں اس کو نوید ملی کہ ۱۱۹۹ھ ختم ہو کر بارہویں صدی
پوری ہو جائے تو شادی ہو جائے گی۔
مثنوی احوال عشق :-

یہ ۱۲۷ ابیات کی مثنوی ہے جس میں فراق محبوب کا
عالم بیان کیا ہے۔ آخری حصہ میں اپنا نام اس طرح لکھا ہے :-
کرب ختم قصے کو کاظم علی کرسی عشق میں تجھ کو عازم علی
اسی سلسلہ میں مرشد کا بھی ذکر ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ
اس وقت تک زندہ تھے ۔
ترسے ہیر کا تجھ پہ سایہ رہے دو عالم کا تجھ پاس مایہ رہے
مثنوی روزگار :-

یہ مثنوی بہت اہم ہے۔ اس میں شاعر نے اپنے زمانہ
کی معاشرت اور اخلاق و عادات کا نقشہ کھینچا ہے۔ اس میں
۴۷ ابیات ہیں۔ یہ نواب نظام علی خاں آصف جاہ ثانی کا
زمانہ تھا اور اسلو جاہ مدار انہام تھے۔ اول الذکر ضعیف
ہو چکے تھے اس لئے طبیعت میں نرمی اور درگزر کا مادہ بڑھ
گیا تھا اور دربار میں شریر النفس لوگ حاوی تھے۔ اور کسی کو بادشاہ
کے یہاں باریاب نہ ہونے دیتے تھے۔ چنانچہ ان امور کی طرف
اشارہ کرتا ہے :-

ظلم بیدادی ہمیشہ گرم ہے بادشاہ ملکیت کیا نرم ہے
ایسے ظالم چوں طرف پھیلے ہیں یار اون کے یہاں جانے کسی کو نہیں ہر بار
ہاں گر پاجی غلاماں پیش ہیں مال دوز سے سب طرح دو پیش ہیں
جگہ و دولہ ہو گئے پاجی بھی اون کے باباموش نامارے کبھی
نواب اسلو جاہ کی مطلق العنانی اور سخت مزاجی کی طرف
یوں اشارہ کرتا ہے :-

خلق عالم اوس کے ہاتھوں سے ہوا نائب دجال خریدہ ہوا
بارہویں صدی کے سب آثار ہیں سید و اثران سارے خواہیں

مجھے بلانے لائے تھے دشت میں یا شاہ
گرا تھا چاہ میں جا کر پینسا تھا اسپ ہراہ
تہارے نام کے لیتے ہی آگئے دو چاہ
لکائے غار سے مجھ کو دیئے ہو اپنی پناہ
صحیح مرشد من با خدا او جالا شاہ
تہارے پاس جو آئے ہے التجائے کر کئے علاج ہو ہر درد کا دغا دے کر
روا کئے ہو اس حاجت کو دغا دے کر ماسو مردہ اوٹھا ہے گا دودغا کر
صحیح مرشد من با خدا او جالا شاہ
تہارے فیض کے لایت ہے یہ اگر کاظم تو اس کی شرم رکھو دو جہاں میں کاظم
تہارے پاس دو آنے کو رہتا ہے عازم نہیں بھی رکھنا شفقت ہے اس پر لازم
صحیح مرشد من با خدا او جالا شاہ
مثنوی سوز و ساز عشق :-

یہ ۲۲۱ ابیات کی ایک طویل مثنوی ہے جس میں کاظم
نے اپنے عنفوان شباب کی آپ بیتی بیان کی ہے۔ اس کی
تصنیف کے وقت وہ جوان تھا چنانچہ کہتا ہے :-
اگر زندگی ہے ضعیفی تک ضعیفی اپنی سے دیا کیوں فلک
چند ابیات کے بعد پھر کہتا ہے کہ -

جو معلوم ہوتا جوانی میں دکھ نہیں ہے گاقمت میں میرے دیکھ
تو میں کس سے ہرگز نہ ملتا خدا عبث مل کے ناحق نہ جلتا سدا
اصل واقعہ یہ ہے کہ او جالا شاہ کی اس تلقین کی
بنیاد پر کہ عشق حقیقی کے لئے عشق مجازی لازم ہے شاعر نے
اپنے عزیزوں میں ایک لڑکی سے محبت شروع کی اور اس
محبت میں جو مصیبتیں اٹھانی پڑیں اس کی کئی نظموں میں بہت
اچھی تفصیل لکھی ہے آخر کار ۱۸ سال کی عمر میں اس کی آرزو
پوری ہوئی اور غالباً اسی محبوب کا تقرب نصیب ہوا جس کے
بعد پھر جدائی کے صدمے اٹھانے پڑے۔ اسی مایوسی کے

ہینگے تم دونوں جہاں کے آفتاب محویت
ذرہ کا قلم کہیں اب داخل شاہاں کرو
کوئی رقیعہ نہیں ہے۔ یہ نسخہ مودی مرزا فاضل علی غازی یعنی
رفیق ادارہ ادبیات اردو کا عطیہ ہے۔

(۲۵۷) گلزار السالکین [۸۰۱]

ادائی ۱۳۔ سطور ۱۱۔

تقطیع ۵۴ x ۷۲۔ خط نستعلیق۔

مصنف۔ عابد شاہ۔ زمانہ تصنیف قبل ۱۲۹۰ھ۔

زمانہ کتابت قبل ۱۲۷۵ھ۔

یہ قدیم اردو نثر میں ایک رسالہ ہے جس میں سالکوں
کے لئے تصوف و عرفان کے مضامین بیان کئے گئے ہیں مصنف
نے حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد کا مدح اس طرح شروع کی ہے۔

منقبت حضرت پیر بشیر مظہر انور زانی عرم اسرار سبحانی

کعبۂ دین دایماں حضرت شاہ یوسف روحانی العرف

حضرت پیر بشیر شاہ راجو حسینی الحسنی طال اللہ عرفہ

راہ پر مجرتن کوں بتلا دیا اسی تین احمد کوں دیکھلا دیا

اوی نور کوں لے پیر اتن نے یو پایا خدا تن کے گلشن سے

اہلی بحق شفیع الامم ! یوں رکھ شاہ راجو پو اپنا کرم

اہلی بحق دمعی مصطفیٰ توں رکھ تندرت اس کے تین تابا

اہلی بحق حسین و حسن توں رکھ ان کوں آفات سے نہ چین

اہلی مہر پیکوں دے مان اتاہت کرتا ہوں مطلب پو آن

اس کے بعد کتاب کا اودھ پنا نام اس طرح لکھا ہے :-

”ایں کتاب گلزار السالکین از تصنیف فقیر حقیر عابد شاہ

از فقیران کترین خاکہ حضرت شاہ راجو حسینی الحسنی طال اللہ عرفہ“

اسی سلسلے میں عام حیدر آبادیوں کے اخلاق و عادات
کی جو خرابیاں بیان کی ہیں تعجب ہے کہ ان میں سے اکثر ابھی
(یعنی چوبیسویں صدی میں) موجود ہیں۔ حالانکہ شاعر کو یہ توقع تھی کہ
بارہویں صدی کے خاتمہ کے ساتھ یہ خرابیاں بھی ختم ہو جائیں گی۔
وہ کہتا ہے :-

بارہویں صدی بھی اب آخر ہے یار جس کا تم نے سب سارا پرکار
پھر تو پاچی مدد اپنی آر ہیں سید و اشراق اپنی بار ہیں
اس مثنوی کے خانے پر ۲۰ غزلیں درج ہیں جو مختلف روایوں میں
لکھی گئی ہیں۔ اور جن میں سے اکثر مسلسل کسی کسی موضوع پر لکھی
گئی ہیں۔ پھر ایک محسن شروع ہوتا ہے جس میں راجہ ہیں اس طرح
کئی مثنویاں اور غزلیں یکے بعد دیگرے لکھی گئی ہیں اس سلسلے میں
وہ مثنوی بھی شریک ہے جس میں شاعر نے اپنی بیوی کی تعریف قلمبند
کی ہے اور جس میں اپنے خسر اور خوشدامن کی خوبیاں بھی بیان
کر دی ہیں۔ یہ مثنوی بہت دلچسپ ہے اور اس لئے ایک نادر نظم ہے
کہ محمد قلی قطب شاہ کے بعد شاید ہی کسی شاعر نے اپنی بیوی کی ایسی
تفصیلی مدح لکھی ہو۔ اس کی چند آخری ابیات یہ ہیں :-

قیامت تک ہے میر ساتھ پیارا عجب ہے با وفا دلبر ہمارا
خدا اوس کو رکھے نت آبرو سے حیا و خوش دل اور سرخرو سے
ہے کاظم جان و دل سراسر عاشق وہ پیاری کامی تعاقب لایق
یہ دلچسپ مجموعہ حنا اشعار پر شروع اور ختم ہوتا ہے وہ درج ذیل ہے :-
آغاز :-

برزخ تمہارے نام کی سب پر دے پانچت

پانچوں کا سارا نور ہے جو کچھ دے پانچت

تم سب میں ہو نور الہدی یا حضرت مولانا علی

اعتقاد :- میں نے پایا ہوں خدا تم سے بتلا نور کا

مجھ کو لایق کہ جہاں میں عرم سبحاں کرو

یہ تمام شے پر اس کی ذات بالا تر ہے۔“

اختتام :-

”اگر کوئی پوچھا کہ اے الگ تیرے وجود کیسے ہیں اور راہ

اور منزل لاں اور نفس اور شہادت اور مقام اور حال اور

روح اور تجید اور لطر اور بادل اور زبان اور درجہ اور

عناصر اور رنگ اور مزہ اور بھلا اور مثال اور خاندان

یہ سب چیزیں آپس میں کیسے ہیں۔ جواب دے۔ اس واسطے

اس کی پچھانت کوں تحمل (م) بنایا ہوں“

کوئی ترقیم نہیں ہے۔ کاتب کم سوا ہے اور اس نے جگہ جگہ

اپنے زمانہ کی زبان اور اظہار داخل کر دیا ہے۔ اس کتاب کے

بعد اسی کاتب نے حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے معالجات اور نسخے

نقل کئے ہیں۔ چونکہ وہ بجائے خود ایک علمدار کاتب ہے۔

اس لئے اس کا ذکر علمدار درج ہے۔

یہ کتاب محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک مخدوم شعبہ نسوان

ادارہ ابیات اردو کا عطیہ ہے۔

(۳۵۸) معالجات خواجہ بندہ نوازؒ [۸۰۲]

اوراق ۸ - سطور ۱۱ -

تعلیق ۱۵ x ۱۱ - خط نستعلیق -

مصنف - عابد شاہ (م) زمانہ تصنیف قبل ۹۲۰ھ

یہ قدیم اردو نثر میں ایک طبی رسالہ ہے جو عابد شاہ کی ”گلزار السان“

کے ساتھ ایک ہی جلد میں شامل ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں تقسیم ہے۔

پہلے مختلف بیماریوں کے علاج بیان کئے گئے ہیں اور اس کے بعد

نسوان گھوڑا جری (یا گھوڑا جیری) اور اس کے ۶۳ فوائد درج ہیں۔

پہلا حصہ ناقص الاول ہے اس کا آغاز و اختتام یہ ہے :-

مصنف نے دو ہزار مقامات پر شاہ راجو کا ذکر جس طرح کیا ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کتاب کی تصنیف کے وقت

زندہ تھے۔ اور چونکہ انھوں نے ۹۲۰ھ میں وفات پائی اس لئے

یہ کتاب اس سے قبل لکھی گئی ہے۔ شاہ راجو ابوالحسن قطب شاہ

کے مشفق اور اس کی تخت نشینی میں اپنی کا بہت بڑا حصہ ہے۔

عبداللہ قطب شاہ بھی ان کا معتقد تھا چنانچہ ابوالحسن کو

دامادی کے لئے معقب کرنے میں اسی اعتقاد نے کام کیا ہے۔

شاہ راجو نے اپنے دوسرے مریدوں کی طرح ابوالحسن کو ناما شاہ

کا لقب عطا کیا تھا اور یہ بادشاہ اسی لقب سے اب تک مشہور ہے۔

شاہ راجو کی زندگی ہی میں حیدر آباد کے ایک اور شاعر

ملہتی نے بھی (اپنی مثنوی ”بہرام و گل اندام“ کے دیباچہ میں)

ان کی طرح لکھی تھی۔ دیکھو اردو شاعر پارے ۱۱ - شاہ راجو

کے حالات تذکرہ اولیائے دکن جلد اول کے صفحہ ۲۲ تا ۲۳ پر درج

ہیں۔ اور ان کا کچھ اردو کلام ۱۱۱ء میں بھی محفوظ ہے۔ دیکھو تذکرہ

پڑا صفحہ ۲۶۳ -

اس کتاب کا کوئی اور نسخہ کسی اور کتب خانہ میں نظر سے

نہ گزرا اور نہ ہی اس کے مصنف عابد شاہ کی نسبت کچھ معلومات

حاصل ہو سکیں۔ مصنف اپنی زبان کو دکھنی کہتا ہے۔ اس کی

مناجات کا آخری شعر ہے :-

شروع جو کیا ہوں یہ دکھنی کتاب یو اتنام جلدی سوں ہوئے شباب

آغاز :-

وہ اول ثنا صفت کرنا اللہ تعالیٰ کا کہ اوقات ہے۔ تمام چیز

اور قدرت رکھتا ہے اور ہر شے میں حاضر اور ناظر ہے۔ جیسا کہ

شکر بیٹھائی اور بچوں میں باس اسی طرح سب میں منت گری

لکھتا ہے :-

دیکھ توں آدم میں کیا صفت دھریا اس کا صالح ہے خدا کبریا

(۲۵۹) کسب عروج [۸۰۳]

اوراق - ۹ - سلور ۱۱ -

تقطیع ۳۴ × ۸ - خط نستعلیق شکستہ آمیز۔

مصنف شاہ صدرالدین - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۵۶ھ

کاتب - پایا اصل - سنہ کتبت ۱۲۹۷ھ -

شاہ صدرالدین کے ایک اور منظوم رسالے کسب محویت کا

ذکر اس تذکرے کے خطوط نمبر ۱۱۱۱ میں گزر چکا ہے۔ یہ بھی

اپنی شاہ صدرالدین کا رسالہ ہے۔ زبان و انداز و بیان بھی وہی ہے۔

شاہ محمد صدرالدین ولد شاہ میز حسن متوطن نونگل

سلطان حیدر علی خاں کے عہد حکومت میں علاقہ میسور میں گزرے

ہیں۔ ان کا تذکرہ میسور میں اردو مکتبہ پر درج ہے جہاں

لکھا ہے کہ ان کی تین کتابیں (من گلن - مرآۃ الاذکار - اور

مصباح النور) علی خط میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ لیکن ان کا

ایک ہی شعر بطور نمونہ دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ دیوان کا بھی پتہ

چلتا ہے۔ ممکن ہے کہ ادارے میں شاہ صدرالدین کی جو دو

کتابیں (کسب محویت اور کسب عروج) محفوظ ہیں وہ اپنی میسوری

بزرگ کی ہوں لیکن ان دونوں نظموں کی زبان و انداز بیان

بہت قدیم ہے۔ اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ زمانہ

حیدر علی کے شاہ صدرالدین کی تصنیفات ہیں۔

زیر نظر شہنوی میں ۱۴۹ ابیات ہیں اور خود مصنف نے تعداد

ابیات اس آخری بیت میں ظاہر کی ہے :-

اثنا عشر ابیات سکل یو یاد رکھو اے دوست

یہ جب دیکھ کرے گا پیدا او سے تجھے ہمہ دوست

اس کتاب کا موضوع عرفان باری تعالیٰ ہے اور اس میں

دھیان اور گین کے متعلق تفصیل سے وضاحت کی گئی ہے۔

آغاز :-

”جو طالب کچھ آزار پایا تو ایسا علاج اپنے تن میں کرنا باہر کی چیز

کچھ لینا درکار نہیں ہے۔ چور آدھوہ ہے سہی علاج“

اختتام :-

”یہ کمال تو اس جگہ کوں کا کہ کر کان کا میل لگانا چور اس

جگہ کوں موں کی بھاپ سے سیکنا۔

دوسرے حصے کا آغاز و اختتام یہ ہے :-

آغاز :-

”مختصر دس سے قلب الاقطاب کے حضرت خواجہ صدرالدین بندہ

مقدم صبی یعنی گیسو دراز رحمت اللہ علیہ کو کہہ رہا تھا۔ باب

میں تجربات ہر مرض کے مفعول تحقیق مجرب ہے“

اختتام :-

”خواجہ بندہ نواز کے نام سے فاتحہ دے کر بعد از دعا دینا۔

اور تمام سات سو مرفوض کو فائدہ ہے۔ اور گویاں بتاتے

وقت پر یہ آیت پڑھا“ قالو آمنا باللہ علی رسولہ تملو“

وقت شروع کرنے کے یہ نسخہ دو رکعت نماز پڑ کر ہر رکعت سورہ

فاتحہ داغلاں یک بار پڑنا۔ نسخہ پینے کے وقت وضو سے

رہنا۔ نسخہ گھوڑا جری تحت تمام“

اس کتاب کے مصنف کا نام یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ چونکہ

عابد شاہ حضرت خواجہ بندہ نواز کے سریر شاہ راجہ کے مدد تھے

اور اپنی کتاب گزراں السالکین کے ساتھ یہ کتاب معالجات بھی نقل

کی گئی ہے اور اس کی زبان بھی وہی ہی ہے اس لئے قیاس

غالب یہی ہے کہ عابد شاہ ہی نے خواجہ بندہ نواز کی فارسی

تحریروں سے اس کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ یہ نسخہ بھی محترمہ

بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر کا عطیہ ہے۔

ترقیہ کے بعد آخری ورق پر جب ذیل شعر لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مصنف شکرت اور ہندومت سے بخوبی واقف تھا۔

درو، ادپاسن، ہری بجن، اور کار منی بھوگ

پیر خواہش ذکر صحبت ورت

ظاہر باطن دیکھے ہی تینوں روگ

اس نسخے کے کاتب نے اگرچہ اپنا نام نہیں لکھا لیکن کتاب کے پہلے اور آخری اوراق پر ایک مستطیل ہر (جس کے گوشے کٹے ہوئے ہیں) ثبت ہے جس پر ”پاپا لعل ۱۲۹۳ھ“ کندہ ہے۔ یہ غالباً کاتب ہی کی ہر ہے جس نے اپنے فرزند چوٹے لعل کے لئے یہ نسخہ نقل کیا تھا۔

یہ مخطوط محترمہ بشیر النساء و حکیم صاحبہ بشیر تریک متحدہ شجرہ نسوان ادارہ ادبیات اردو کا عطیہ ہے۔

زبان میں برج بھاشا کا اثر غالب ہے۔ اس مثنوی کی کئی آیات میں مصنف نے اپنا نام صدر الدین شامل کیا ہے۔

ادارے کے اس نسخے میں اگرچہ ۴۹ آیات کے بعد اصل مثنوی ختم ہو گئی ہے لیکن پھر دوسرے صفحہ پر مزید ۵ آیات اسی بحر میں درج ہیں اور ان میں اصل کتاب کے موضوع اور ۸ آیات کی طرف دوبارہ اشارہ کیا گیا ہے۔ اور ترقیمہ بھی انہی کے آخر میں لکھا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اصل کتاب کا ایک حصہ ہیں۔ اصل کتاب کا آغاز و اختتام یہ ہے:۔

اول نام اللہ کا لے کر بعد سے رسول

کاسب کے تئیں کسب دیکھا یا صدر الدین انول

کسب مینا سب ابوح ہے ابوح نہ ابوحے سوج

سوج ابوح کی توج ابوحا وے او ہے ابوح سوج

اختتام:-

عروجیت کا کسب جو تھا سو ہے اے اظہار

شاہ صدر الدین بول نکو کچھ پھر پھر کیا مکرار

اٹائیں آیات سکل یو یاد رکھو اے دوست

یہ جب دیکھ کرے گا پیدا او سے تجھے ہمہ دوست

بعد کے صفحے پر جو مزید آیات ہیں ان کی پہلی اور آخری بیت

یہ ہے۔

ابتدا۔ دیکھ ابوح میں جو ہو قائم او سے طے یواہ

ذکر شغل جو کرے برادر ہوئے ادھی تباہ

اختتام:- جس پر ہوئے فضل کرم سو پاوے دیکھ اور ابوح

دیکھ ابوح کوں جو کوئی پاوے ادھی صا سوج

ترقیمہ:-

”برائے مطالعہ برادر داچوٹے لعل طو لمرہ۔ مرقوم، ۲۷ شعبان ۱۲۹۶ھ“

(۲۶۰) طلسم اعظم [۳۴۰]

اوراق ۴۰۔ سطور ۱۵ متن میں اور ۲۸ حاشیہ پر

تقطیع ۱۰ x ۱۰۔ خط نستعلیق۔ عنوانات سرخی میں

مصنف فضل حسین لکھنوی۔ سنہ تصنیف ۱۲۶۳ھ

کاتب غالباً مصنف۔

یہ ۲۲۵۰ آیات کی ایک طویل مثنوی ہے جس میں ایلی الجؤن

کے قصے کو منظوم کیا گیا ہے۔ مصنف فضل حسین ہیں جنہوں نے اپنا

نام اور وطن سبب تالیف کے عنوان میں اس طرح ظاہر کیا ہے۔

ہے فضل حسین نام میرا ہے لکھنؤ میں مقام میرا

کتاب کے آخری حصے میں مصنف نے اپنا سلسلہ نسب بھی بیان

کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

فضل حسین ولد شاہ ابوالعالی ولد شاہ محمد اسلم ولد شاہ ناصر الدین

ولد شاہ خوب اللہ ولد شیخ محمد افضل۔

مصنف کا تخلص فضل تھا وہ شیخ امام بخش ناسخ (۱۱۷۰-۱۲۵۲) کے شاگرد تھے۔ ناسخ ان کے والد شاہ ابو المعالی کے دوست تھے اور جب وہ لکھنؤ سے سیاسی انقلاب اور مخالفت کی باعث دوبارہ نکلے تو الہ آباد میں انہی کے یہاں آکر دائرے میں پناہ لی تھی۔ اسی زمانے میں فضل نے شاعری کا ذوق حاصل کیا اور ناسخ سے مشورہ سخن کرنے لگے۔ چنانچہ اس واقعہ کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:-

استاد کی میں نے جستجو کی اس فنِ عجب کی آرزو کی
طالع جو غمخوارِ جہند میرے مطلب فوراً گری پر آئے
اک شیخ امام بخش ناسخ جن کا ہے کلام سب کا ناسخ
سر دفتر شاعرانِ عالم استاد (ج) ماہرانِ عالم
لائے تشریف دائرے میں تشریف تشریف دائرے میں
میرے ہی مکاں میں آئے ان کی جی سے ملازمت جو اون سے
آخردخواست میں نے یہ کی شاگردی ہو قبول میری
کی عرض انہوں نے میری منظور تعلیم ہوئی پھر ایسی منظور
نھوڑے ہی دنوں میں بڑھ گئی طبع لائی خبر آسمان کی طبع

اسی سلسلہ میں ختم کتاب سے قریب مصنف نے جو مناجات لکھی ہے اس سے بھی ان کے کچھ خانگی حالات کا پتہ چلتا ہے جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اس مثنوی کی تصنیف کے وقت بہت مقررہ تھے۔ اور بہت بگ ان سے حسد کرتے تھے۔ ان کو اولادِ زینہ کی آرزو تھی کیونکہ اس وقت تک ان کے سات اولادیں ہوئی تھیں جن میں سے صرف ایک لڑکی بقید حیات تھی۔

سبب تالیف کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ کڑے کی سرانے میں ایک تاجر آیا اور قصہ کہانیوں کی بہت سی کتابیں اپنے ساتھ لایا۔ دوست احباب نے دلچسپی اور وقت گزردی کی خاطر اس کے یہاں سے

کتے میں لانے کی ٹھانی چنانچہ اس طرح ایک قصہ لیلیٰ مجنوں ہاتھ لگا جو ہوس کی تصنیف تھا۔ دوستوں نے اس کو پسند کیا اور فضل حسین کو مجبور کیا کہ اس کو نظم میں لکھ دیں۔ چنانچہ دوستوں کے اصرار پر یہ مثنوی تلمیذ کی گئی ہے۔

مصنف نے جس ہوس کا ذکر کیا ہے وہ مرزا تقی ہوس ابن مرزا علی خاں لکھنوی تھے جو نواب آصف الدولہ اور سالار جنگ کے ایک ذی علم رشتہ دار تھے۔ ہوس نے

معتفی سے مشورہ سخن کیا اور قصہ ”مجنوں و لیلیٰ“ تالیف کیا (دیکھو تذکرہ عشقی اور طبقات سخن اور اسپرنگر کی فہرست کتب غانہ جات شاہان اودہ)

کتاب کی ابتدا حمد و ثناء و معراج کے طویل حصوں سے کی گئی ہے جس کے بعد سبب تالیف لکھ کر داستان کا آغاز کیا ہے۔ مثنوی کا نام آخر کتاب میں اس طرح درج ہے:-

نام اس کا رکھ طلسمِ عظم اور آگے بول بند کر دم
اسی طرح آخری ایات میں تاریخ تصنیف بھی لکھ دی گئی ہے۔

آغاز:-

کیا خامہ ہے صرف حمد باری کی جس نے ہزار نقش کاری
پیدا کئے خاک سے گل تر عاشق کیا بلبلوں کو اوس پر
انتقام:-

ہاں ہوتا یخ کی جو خواہش کچھ کرے یہیں ضرور کاوش
کہنا سر آہ جو ہو سائل شور ننگ جرات دل
ترقیمہ:-

”الحمد للہ علی احسانہ کہ یہ مثنوی مسمیٰ بلسمِ عظم چودہ گھنٹے میں آغاز ہو کر انجام کو پہنچی۔ اس مثنوی کے ناظرین سے یہ امید ہے کہ جب اس مثنوی کو پڑھیں تو مصنف کو دعا لے خیر سے یاد فرمائیں“

اختتام:-

”والا اتافرق نہ ہونا۔ جس کو مفصل اس کا دریافت کرنا
ہو وہ اصل کتاب کے آخر کو شاہ جہاں نامے کے اس
مقام کو جہاں وہ احوال ہے ملاحظہ کرے۔“
ترقیمہ:-

یہ کتاب ترجمہ بکاؤلی مذہب عشق نام ہفتے کے روز تین پیر
کے وقت اُمیتسویں ہادی الاول کی ۱۲۵۵ھ ہجری مطابق
نیاہویں جولائی کی ۱۸۴۲ء عیسوی میں عاصی مکتبہ خاکیا نے
نشیان قدیم و جدید منشی محمد عروہ عبدالرحمن دہس دیوٹی
کے ہاتھ سے شہر بمبلی بندر کے درمیان انگریز پالم کے بیچ تحریر
پائی۔“

اس نسخے کے ابتدائی اور آخری اوراق پر ایک بیضوی ہرشت ہے
جس پر ”منور علی ۱۲۵۸ھ“ کندہ ہے۔ اور سرورق پر ایک انگریز
”جورج فلب منرو“ نے اردو میں سرخ روشنائی میں دستخط کئے
ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اس کی ملک تھا اور غالباً اسی
کی تعلیم کی خاطر نقل کیا گیا ہے۔

سرورق پر جو عبارت درج کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ
یہ کتاب ۱۸۰۲ء مطابق ۱۲۱۵ھ میں کلکتہ کے ہندوستانی چھاپے خانے
میں چھاپی گئی تھی۔
یہ نسخہ محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک معتمد شعبہ نسواں
ادارہ کا عطیہ ہے۔

اس ترقیہ کے انداز تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نسخہ غالباً
مصنف ہی کا مکتوبہ ہے۔ اس کا مصنف شاعر کی حیثیت سے مشہور ہیں
اور یہ شادی طبع ہوئی ہے یا نہیں کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ یہ نسخہ محترمہ
بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر کا عطیہ ہے۔

(۲۶۱) مذہب عشق [۷۱۳]

اوراق ۹۲۔ سطور ۱۸۔
تقطیع $9\frac{1}{4} \times 10\frac{1}{4}$ ۔ خط نستعلیق۔
مصنف۔ نہال چند لاہوری۔ سنہ تصنیف ۱۲۱۷ھ۔
کاتب۔ محمد عمر۔ سنہ کتابت ۱۲۵۸ھ۔
بمقام بمبلی بندر۔

یہ نہال چند لاہوری کے ترجمہ گل بکاؤلی کا ایک مکمل نسخہ ہے
اُردو نثر کی یہ کتاب فورٹ ولیم کالج میں لکھوائی گئی تھی اور اس کے
دو اور نسخے (مکتوبہ ۱۲۵۸ھ و ۱۲۷۴ھ) ادارے میں محفوظ ہیں۔
جن کا ذکر اس تذکرے کے صفحات ۱۱۵ و ۱۱۶ پر درج ہو چکا ہے
اس لئے مزید تفصیل یہاں غیر ضروری ہے۔ اس نسخے کے ترقیہ
سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تصنیف سے چالیس پچاس سال
بعد بھی اس کتاب کو انگریزوں کی تعلیم کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔
آغاز:-

”الہی کر سن میرے کو وہ پھول

کہو ہر ایک کے دل کا وہ مقبول

گلستاں حمد و ثنا کی ہمیشہ بہار کا باغباں حقیقی کو سزاوار ہے
کہ اس طرذ بوستان جہاں نے آب و رنگ تازہ اور لطافت و
طراوت بے اندازہ اُس کے روضہٴ رنواں سے پائی۔“

(۲۶۲) مجموعہ مناجات (۸۰۴)

اوراق ۱۰ - ۲۰ اشعار فی صفحہ -

تقطیع ۱/۵ x ۹ خط نستعلیق -

مصنف - فقیر و ناقص - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۷۵ھ

کاتب محمد اسد علی - سنہ کتبت ۱۳۵۵ھ -

اس مجموعہ میں ۵ مناجاتیں ہیں جن کو دکن کے شریف خاندانوں کی خواتین محض میلا دیں خاص اعتقاد سے پڑھا کرتی تھیں -

ہر مناجات کسی خاص تقریب یا موقع پر پڑھی جاتی تھی - ان کی تفصیل یہ ہے -

مناجات اول - از فقیر شنوی کی شکل میں نسبتہ نظم ہے -

جس میں جملہ ۲۵ آیات ہیں - اس کے مصنف غالباً میرٹھس الدین فقیر تھے جنہوں نے دکن میں بھی قیام کیا تھا اور حج سے واپس ہوتے وقت ۱۱۸۵ھ میں جہاز کی تباہی کے باعث غرقاب ہو گئے -

(تفصیل کے لئے دیکھو یادگار شعرا ص ۱۵۸)

آغاز:-

رسول اللہ جدائی سے تنہا رہی ہوئی ہے بیکسوں پر بے قراری
حبیب حق شفیع المذنبین ہو مقرر رحمت للعالمین ہو

اختتام:-

وہاں تب امتی کہتے ہو آؤ گناہوں کو گنہ گاروں سے بخشاؤ
فقیر بے سروں ماں کو لالہ وہاں سے بے جلو قدموں کے ہمراہ
مناجات دوم - ۲۱ اشعار کا ایک نعتیہ قصیدہ ہے جس کے مصنف کا نام معلوم نہ ہو سکا - ممکن ہے کہ یہ بھی فقیر کا کلام ہو -

آغاز:-

ہو تم شفیع محشر یا مصطفیٰ محمد جن و بشر کے سرور یا مصطفیٰ محمد
تم ساند کوئی ہو اے اور شریک ہو گا دونوں جہاں کے اوپر یا مصطفیٰ محمد

اختتام:-

جو بندگی کریں گے ان کی خوشی سے گزرے

ہم عاصیوں کی کیونکر یا مصطفیٰ محمد

ابر کرم سے تیرے ایک قطرہ ہے کفایت

دھوئیں گے سب کے دفتر یا مصطفیٰ محمد

مناجات سوم - از ناقص - یہ ۱۷ اشعار کا قصیدہ ہے جس میں خدائے تعالیٰ سے اعمال نیک کی ہدایت چاہی گئی ہے -

خواجہ محمد ناقص ولد خواجہ مظفر ملک پوری (۱۲۱۸ھ - ۱۲۹۳ھ)

ملکا پور (برار) کے قاضی تھے - فارسی و اردو دونوں میں شعر لکھتے تھے - (تفصیل کے لئے دیکھو محبوب الزمن جلد دوم ص ۱۵۶)

ص ۱۱ - ممکن ہے یہ نظم ناقص ملک پوری ہی کی ہو کیونکہ یہ

بیاض جن خاتون کے لئے مرتب کی گئی تھی وہ براری میں بیایا گئی تھیں -

آغاز:-

اے مومنو یہ دنیا دُؤ دن کی زندگانی

یا کھیل یا تماشا یا خواب یا کہا نی

اختتام:-

ناقص خوش ہو جا کب تک یہ شور و غوغا

رکھ دل میں یاد مولا بس کر یہ قصہ خوانی

مناجات چہارم - از ناقص - یہ ایک طویل مسدس ہے جس میں ۷ ابند ہیں اور جس کے ہر بند کا آخری شعر وہی ہے جو

پہلے بند کے آخر میں درج ہے - اس مسدس میں رمضان کی برکتوں کو بیان کیا گیا ہے - اس کا مصنف بھی وہی ہے جس کا ذکر

مناجات سوم کے بیان میں کیا گیا ہے -

آغاز - بزرگی سے اس ماہ رمضان کے کھلا باب احسان رحمان کے

ہوئے قافلے قید شیطان کے کئے ستر سجدہ سے ملک آن کے

جملہ کتابوں کی طرح راقم الحروف نے یہ مخلوط بھی ادارے میں
بلور تحفہ داخل کیا ہے۔

[۲۶۳] مجموعہ مولود شریف [۸۰۵]

اوراق ۵-۸ اشرفی صفحہ -

تقلیع ۱/۵ × ۹- خط نستعلیق -

مصنف - ہندو، مسعود، دستگیر، مسکین - زمانہ تصنیف قبل
کاتب - محمد صدرا الدین خطیب - سنہ کتابت ۱۳۱۶ھ -

اس مجموعے میں ۷ قصائد، منقبت اور نعتیہ غزلیں محفوظ
ہیں جن کو نصف صدی قبل دکن کی خواتین محفل میلاد میں پڑھا
کرتی تھیں اور بعض خاندانوں میں یہ رواج اب بھی باقی ہے -

ان سب نظموں کی تفصیل یہ ہے -

۱- قصیدہ ہند - یہ ایک دکنی شاعر کا ۱۵ اشعار کا قصیدہ ہے
جس میں نعتیہ مضامین درج ہیں - ہندو دکنی کا ذکر خوب پسند دیتا
دہلوی نے اپنے تذکرہ عیار الشعراء (۱۲۰۸ھ - ۱۲۲۷ھ) میں لکھا ہے -

مطلع - یارو مدینہ پاک کو اب جائیں گے چلو

روضے کو ہاں رسول کے جائیں گے چلو

مقطع - راضی نہیں ہوں ہند کی مٹی سے انے ہند

یہ شرب میں رہ کے بس وہیں مرجائیں گے چلو

۲- غزل مستود - یہ ۹ اشعار کی ایک غزل ہے جس میں محفل میلاد
کی برکتوں کو واضح کیا گیا ہے - مستود کوئی دکنی شاعر ہیں حالات

معلوم نہ ہو سکے -

مطلع - نور خدا محفل میلاد ہے صل علی محفل میلاد ہے

مقطع - اس غزل نعت کو مستود پھر پڑھ کر محفل میلاد ہے

۳- غزل حبیبیہ - یہ ۶ اشعار کی ایک غزل ہے جس میں حافظانہ

الہی تو برکت سے قرآن کے گنہ بخش سب اہل ایمان کے
اختتام :-

جو ناقص گنہ گار ہے بلہ نوا نہیں آسرا اس کو تیرے سوا
گنہ بخش سب اس کے اے کبریا دو عالم کی آفت سے اس کو بچا
الہی تو برکت سے قرآن کے

گنہ بخش سب اہل ایمان کے

مناجات پنجم - از ناقص (۱) یہ بھی ایک ممدس ہے جس میں ۶
بند ہیں - ہر بند میں مناجات نہریم کی طرح آخری مصرع مشہور ہے -
مصنف کا تخلص درج نہیں غالباً یہ بھی ناقص ہی کی تصنیف ہے -
اس نظم میں تراویح کے فوائد درج ہیں اور غالباً رمضان کی آخری
رات "ختم" کے وقت پڑھنے کے لئے لکھی گئی ہے -
آغاز :-

تراویح موج ہے دیادلوں کی تراویح فوج ہے سب مومنوں کی
تراویح مل ہے مارے مشکلوں کی تراویح شب (۱) ہے سب غافلوں کی
ہوا آخر یہ تمام تراویح

پلے راحت لے ایم تراویح

اختتام :-

برکت سے تراویح کے الہی دفع کراہل ایماں کی تباہی
دلوں سے دھو گناہوں کی سیاہی دے رحمت دین دنیا کی کماٹی
ہوا آخر یہ تمام تراویح

پلے راحت لے ایم تراویح

ترقیمہ :-

"فقط المرقوم ۱۲ اشوال مستود - اس مناجات برائے

حضرت پیمبر صاحبہ قبلہ ہفتہ دادہ شد - کترین محمد سعد علی"

اس نسخے کے کاتب محمد سعد علی محمد..... ولد عبد السلام کہ فرزند تھے
اور حضرت قادری بی صاحبہ کے حقیقی بھتیجے - موصوفہ کے کتب خانہ کی

مضامین میں درج ہیں غالباً غزل حبیب شاہ کی جن کی کتاب میں بلایا گیا دیکھو ۲۱
 مطلع - قاصد لے چل مجھے بنی تک
 قطع - پیر بن دعا نہیں ملتا خضر بن راستہ نہیں ملتا
 میں خود اپنے کو ڈھونڈتا ہوں حبیب
 قطع - بدمعاش خواجہ جدا نہ رہنا
 قاصد لے چل مجھے بنی تک

۴۔ غزل مسکین - حضرت غوث اعظم محبوب سبحانی کی منفیت میں
 ۸ اشعار کی ایک غزل ہے۔ اس کے مصنف محمد نعیم مسکین شاہ
 حیدر آباد کے ایک بڑے صوفی اور شاعر و ادیب تھے۔ ان کی ایک کتاب
 مراقبات سلوک (۱۲۷۶ھ) کا مخطوط ادارے میں محفوظ ہے۔ (دیکھو نمبر ۲۰)
 مطلع - یا غوث اعظم امداد کیجے
 ہم سابرزوں کا دل شاد کیجے
 قطع - بے راہ و تش میں ہوں مافر
 مسکین کو ... امداد کیجے

(۲۶۳) مستدس اکبر [۱۶۷]

اوراق - ۷ - سطور ۱۶
 تقطیع - $\frac{1}{4} \times \frac{1}{4}$ - خط نستعلیق
 مصنف میر کاظم علی خاں شعلہ - سن تصنیف ۱۸۷۷
 کاتب مصنف - سن کتابت ۱۸۸۷
 یہ ایک طویل و جیدہ مدد ہے جس میں ۵۲ بندہ یعنی ۱۵۶
 اشعار ہیں۔ یہ مخطوط مصنف کا سہوہ ہونے کی وجہ سے بہت
 ہے۔ اس کے مصنف میر کاظم علی خاں شعلہ (۱۲۵۴ھ - ۱۳۰۸ھ)
 یہ احمد علی خاں شہید دہلوی (متوفی ۱۲۹۲ھ) کے فرزند تھے جو
 حضرت سکندر جاہ آصف جاہ ثالث کے عہد میں حیدر آباد آئے
 اور حضرت ناصر الاول آصف جاہ راج کے عہد میں خلعت و خط
 میرا لشرا سے سرفراز ہوئے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو محبوب الزمن
 جلد اول صفحہ ۵)

شعلہ کا سلسلہ نسب سر بلند خاں دلاور جنگ مبارز الدہ
 مبارز الملک صوبہ دکن گجرات تک پہنچتا ہے۔ حیدر آباد میں پیدا ہو

۵۔ غزل مسکین - یہ ایک نعتیہ غزل ہے جس میں ۹ شعر ہیں۔ مسکین
 کے حالات کے لئے دیکھو مخطوط نمبر ۱۷۲۔

مطلع - غجوں سے لی جاؤ معراج والے

تتنا یہ برلاؤ معراج والے

قطع - جدا ہو نہ خواہر سے مسکین بندہ

تتنا یہ برلاؤ معراج والے

۶۔ غزل دستگیر - ۸ اشعار کی ایک نعتیہ غزل ہے جس کے
 مصنف غیر معروف ہیں۔

مطلع - کیا بیاں وصف کرے بندہ ادنیٰ تیرا

نہ ہوا حال فرشتوں پر ہویدا تیرا

قطع - واسطہ دے کے حمد کا دعا کر حق سے

دستگیر تاج ہی حل ہوتا ہے عقدہ تیرا

۷۔ غزل نعتیہ - یہ ۱۰ اشعار کی ایک نعتیہ غزل ہے مصنف
 کا تخلص معلوم نہ ہو سکا ممکن ہے کہ بندہ تخلص ہو۔

نمایاں ہے۔ بطور ترکیب بند لکھا گیا ہے یعنی ہر بند کا آخری شعر پہلے بند کا ہم قافیہ ہے۔

آغاز :-

بیاں بے شید کا جب تک شکوہ و شوکت و فرہو
مکان تاشع اوصاف فریدوں سے منور ہو
جواغ بزم جاں تا ذکر اقبال سکندر ہو
جہاں تاجم اعظم کا سیماں کے مسخر ہو
شریک مہر تو فرمانروائے ہفت کشور ہو
اطاعت کا بھی حلقہ زیب کوش چرخ چنبر ہو
اعتتام :-

اثر جب تک دعائیں اور دعا جب تک رہے دل میں
ہو دل پہلو میں اور پہلو تن آرام مایل میں
تن آرام مایل تار ہے دنیا کی منزل میں
بنائے منزل دنیا طلسم افسار عاقل ہو
اپنی دولت دنیا دیں تم کو میسر ہو
توجہ کی نظر مبذول ہو شعلہ شاکر ہو
اس کے بعد دہرے سے دہرے بند شروع کئے گئے ہیں
بن کے اخیر اکبر علی خاں کی افریقہ سے کامیاب واپسی کی
مبارک باد دہی ہے اور تاریخ لکائی ہے۔ اس حصہ کا آخری
بند یہ ہے :-

ہو ذکر سخا سرکار کا مشہور عاتم سا
رہا نام دلاور شہرہ آفاق رستم سا
طلوع کو کب اجلاں ہو بارب کے دھم سا
مبارک دورہ ملک آپ کو ہو مہر عالم سا
یہ سال باز گشت اس طرح دل بولانا گرو
سفر سے تازہ آنا آپ کا یہ سعد اکبر ہو
۱۲۸۴ھ

دارالعلوم میں تعلیم و تربیت پائی اور مختلف محکموں میں ملازمت کی۔
ان کے دو فرزند درویش علی محمد اور نادر علی محمد بھی دکن کے
اچھے شاعروں میں شامل رہے ہیں ان کے پوتے حکیم میر کاظم علی
برقی ایک نوجوان خوش ذوق شاعر آج کل موجود ہیں اور یہ
مخلوطہ انہی کا عطیہ ہے۔ شعلہ کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھو
محبوب الزمان جلد اول صفحہ ۱۷۵ اور تزک محبوبیہ جلد دوم صفحہ ۱۹۹
شعلہ ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ اس سلسلے میں انہوں
نے میر اکبر علی خاں (اکبر جنگ اکبر الدہ اکبر الملک کوتوال بلوچستان) کی مدح لکھی ہے اور غالباً عید الضحیٰ کے موقع پر یہ سب سمدوح کی
خدا ت میں پیش کیا گیا ہے۔ میر اکبر علی خاں انگریزوں کی طرف سے
افریقہ کی لڑائی میں کارہائے نمایاں انجام دے کر اسی زمانہ میں
واپس ہونے لگے اور برطانوی حکومت سے ستارہ ہند یعنی سی آئی ای
کا اور حکومت نظام سے خاں بہادر کا خطاب حاصل کیا تھا۔
اس سلسلے میں ان تمام امور کا تذکرہ ہے۔ شاید اس زمانے
میں یہ خبر بھی مشہور تھی کہ اکبر علی خاں کو حکومت برطانیہ ان کی
اعلیٰ خدمات کے صلے میں کوئی ریاست بھی دے گی چنانچہ اس کی
طرح بھی اس سلسلے میں واضح اشارے ملتے ہیں۔ اور یقیناً بلکہ
شاعر اپنے سمدوح کو ایک فرماں روا کی طرح خطاب کرتا ہے۔
اکبر علی خاں کو ریاست تونہ علی البتہ ۱۴ سال بعد ۱۳۳۵ھ میں
وہ حیدرآباد کے کوتوال مقرر ہوئے اور اکبر جنگ کا خطاب ملا۔
اس کے ۱۵ سال بعد ۱۳۳۵ھ میں شاعر کی یہ آرزو بھی پوری ہوئی
کہ سمدوح کو دولہ اور ملک کے خطاب ملیں۔ چنانچہ وہ اکبر الدولہ اور
اکبر الملک بنائے گئے۔ اکبر جنگ کے تفصیلی حالات ان کی مطبوعہ
سوانح عمری میں درج ہیں اس لئے یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔
یہ سب خود مصنف کا مسودہ ہے۔ بلکہ جگہ حاشیہ پر
مصرعوں اور الفاظ میں تبدیلی کی گئی ہے اور کاٹ چھانٹ

باب چہارم - تذکیر و تائیت واحد و جمع - فصل اول
 مذم تبذیل - فصل دوم جمع کا عام قاعدہ
 فصل سوم اقسام تذکیر و تائیت -
 فصل چہارم - حالت - اسم - فصل پنجم
 رحلت و جمع اسما وغیرہ متبدلہ

بحث دوم - فعل کا بیان -

باب اول - فعل بناء ماضی -

باب دوم - اقسام فعل - نوع اول متعدی بنفسہ
 (چار تفصیل اور کئی نوع ہیں)

باب سوم - فعل مجازی - (کئی ذیلی عنوان ہیں)

بحث سوم - حروف کا بیان - (کئی ذیلی عنوان ہیں)

مقالہ دوم - مرکبات -

بحث اول - مرکب غیر کلامی -

نوع اول - توصیفی نوع دوم اضافی - نوع سوم

اعدادی - نوع چہارم امتزاجی -

بحث دوم - کلام و جملہ -

قسم اول اسمیہ - قسم دوم فعلیہ -

خاتمہ

فصل اول حال - فصل دوم تیز - فصل سوم توالج

(نوع اول کی چار قسمیں اور نوع دوم میں توالج کا

بیان) - فصل چہارم بعضے فوائد کا بیان -

۳۱ طرح پوری کتاب دو مقالوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے - اور جملہ

مباحث نہایت سادہ زبان میں پوری وضاحت کے ساتھ درج
 کئے گئے ہیں

آغاز :-

”یہ سادہ زبان ریختہ ہندی کی صحت و خوبیوں پر مشتمل ہے وہ مقالہ پر -

یہ نسخہ شعلہ کے نمبر ۷۰ میر کاظم علی برق موسوی کا عطیہ ہے جو
 شہبان ۱۳۵۱ھ میں ادارے میں داخل ہوا

(۲۶۵) ریختہ ہندی کی صرف نحو (۲۳)

اوراق ۳۶۰ - سطور ۱۱ -

تفلیح ۸ ۱/۲ x ۶ - خط نستعلیق - عنوان سرخی میں -

زمانہ تصنیف - قبل ۱۲۲۵ھ -

کاتب - عبدالکریم - سنہ کتابت ۱۲۳۸ھ -

یہ اردو نثر میں صحت و نحو پر ایک رسالہ ہے جس نے نہ صرف

اور سنہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا - غالباً ۱۲۲۵ھ سے قبل کی تالیف

ہے اور چونکہ اس موضوع کی ابتدائی اردو کتابوں میں سے ہے

اس لئے نہایت اہم ہے - مولف نے نہایت اضافہ اور اصولی

ترتیب پر یہ رسالہ مرتب کیا ہے - جس کی تفصیل یہ ہے :-

مقالہ اول - مفردات -

بحث اول - اسم کا بیان -

باب اول - تقسیم اسم - نوع اول جام - نوع دوم مصدر

نوع سوم مشتق - قسم اول اسم فاعل -

قسم دوم اسم مفعول - قسم سوم اسم حالیہ -

قسم چہارم اسم تفضیل -

باب دوم - اسم باعتبار تعین - تقسیم - نوع اول علم -

نوع دوم ضمیر - (قسم اول ضمیر فاعل -

قسم دوم ضمیر مفعول - قسم سوم ضمیر مضاف الیہ)

نوع سوم اشارہ - نوع چہارم اسما موصول -

باب سوم - تقسیم اسم باعتبار دلالت کرنے اور پر معنی کے -

قسم اول زواہد آخر قسم دوم زواہد اول -

(۲۶۶) ترجمہ آمدنامہ (۸۰۸)

اوراق ۲۸ - سطور ۱۲ -
تقطیع $\frac{1}{4} \times 11$ - خط نستعلیق -
اردو ترجمہ سرخ مد ثنائی میں -
زمانہ تصنیف قبل ۱۱۵۰ھ -

کاتب - سید عارف - سنہ کتابت ۱۲۳۱ھ -
برقام قلعہ کوڑہ -

یہ فارسی کی مشہور درسی کتاب ”آمدنامہ“ کا اردو ترجمہ ہے جس کے مصنف اور زمانہ تصنیف کا پتہ نہ چل سکا۔ اگرچہ ۱۲۳۱ھ میں یہ نسخہ نقل کیا گیا ہے لیکن زبان کے لحاظ سے غالباً وسط بارہویں صدی ہجری کی تالیف ہے۔ فارسی عبارت اوپر کی سطروں میں سیاہی سے لکھی گئی ہے اور نیچے کی سطریں (سرخ روشنائی میں) اردو ترقیہ درج ہے۔ لیکن یہ التزام آخر تک باقی نہیں ہے۔ صرف ابتدائی پانچ فصلوں کا (یعنی ابتدائی ۶۶ صفحات) ترجمہ ہے۔ بقیہ صفحات میں صرف فارسی ہے اردو کی جگہ خالی رہ گئی ہے۔ آغازی و اختتامی حصے (صرف اردو کی حد تک) یہاں درج ہیں۔

آغاز :-

آنا - آیا - آوے - آتا ہے - آیا تھا -
آتا تھا - آوے گا - چاہتا ہے آوے - سکتا ہے آوے -
آیا - کیوں آیا - کس واسطے آیا - آیا ہے - آ - مت آ -
آنے ہارا - آنے ہارے - آئے ہیں - آیا توں - آئے تم -

اختتام :-

سوگنا - سوگے - سوگنہارا - درد - کر - سکن - سکانا -
دس - دینا - قتل - کرم - خیال - علافہ - فصل ششم -

مقالہ اول مفردات - کلمہ وہ لفظ کہ موضوع ہووے واسطے
ایک معنی مفرد کے - یہ مثال ہے جن بہت پر :-

اختتام :-

”حال بغیر ماضی بعید و قریب کے اور ماضی طبعی کہ سوائے اتم کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور ماضی استمراری کو حال نہیں گردانتے ہیں“

ترجمہ :-

”تمت بالیہ العافیت بالمرور من الملک ابوباب انصور
تحت تمام شد شہر ربیع ۱۲۳۱ھ“

یہ کتاب دو فارسی خطوط (انشا و امان اللہ حسینی اور جامع التوفیق) کے درمیان درج ہے۔ سب کا کاتب ایک ہی عبدالکریم ہے جس نے ہر کتاب کے آخر میں کچھ کچھ ترقیہ لکھا ہے۔ ان تینوں ترقیوں سے پتہ چلتا ہے کہ کاتب نے چند ماہ کے اندر ہی تینوں کتابیں نقل کی ہیں۔ پہلی کتاب کے ترقیہ کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے کاتب کا نام اور جس دوست کی خاطر یہ کتابیں نقل کی گئی ہیں اس کا نام بھی معلوم ہوتا ہے۔

”بتاریخ بیت پنجم شہر ایقہ روز دوشنبہ وقت عصر سنہ
یک ہزار و دو صد و سی و ہشت ہجری بہ پاس خاطر بر خوردار
نور الابصار سعادت یار کا مکار گل روئے مدوت، ثمرہ دوحہ
فتوت، خال رخسارہ فوہی، غارہ عارض مجہلی، محب واثق،
دوست صادق، عزت آثار، فضیلت دثار، مرزا دلدار علی
طال اللہ عمرہ و اعز قدومہ از دست عامی عبد الکریم صورت
انجام پذیرفت“

سکنا سکے۔ سکھارا۔“

اس نسخے کے آخر میں کوئی ترقیم نہیں ہے لیکن اس جلد میں اسی کتاب کی جو دیگر فارسی کتب (طوطی نامہ سید محمد قادری اور انٹائمے صبیان) شامل ہیں ان کے بعد ترقیمے موجود ہیں۔ یہ ترجمہ آمد نامہ درمیان میں درج ہے۔ طوطی نامہ کے ترقیمہ کا اقتباس یہ ہے:-

”تاریخ پانزدہم شہر قادی الاول بوقت سیاس روز جمعہ کہ شہر کراچہ اندرون قلعہ برتولی زدی نواب علی القاب نوشتہ شد کہ کاتب ابن کتاب سید عارف ولد سید محمد ولد سید قاضی عبداللہ ولد سید مصطفیٰ السلسلہ ہجری“

(۲۶۷) کشف الخلاصہ [۸۰۹]

اوراق ۲۳۔ سطور ۱۰۔

تقطیع $\frac{1}{4} \times \frac{5}{8}$ خط نستعلیق۔

مصنف۔ حافظ شجاع الدین۔ سنہ تصنیف ۱۱۲۳ھ

کاتب۔ خان محمد۔ سنہ کتابت ۱۲۵۸ھ۔

حافظ میر شجاع الدین حسین کی اس اردو مثنوی کا ایک اور نسخہ ادارے میں محفوظ ہے۔ اس کے متعلق تفصیل کے لئے دیکھو مذکرہ ہذا مخطوطہ ۱۳۴ (۱۳۴۰)۔ یہ نسخہ اس کتاب کے مذکورہ مخطوطے سے چار سال قبل نقل ہوا ہے اور زیادہ صحیح اور مکمل ہے۔ اس میں تقریباً ۲۲۵ ابیات ہیں۔ کشف الخلاصہ مسائل فقہ میں ایک مستند کتاب ہے جس کی اکثر ابیات اب تک حیدرآباد کی رفیعہ خواتین کو یاد ہیں۔

غائر:-

سب شہا ہے حضرت رحمان کہ جان و عقل دوں دیا انسان کو
نسل سے اپنے ہمیں قرآن دیا اوس میں امر و نہی سب روشن کیا

اختتام:-

آل اہل بیت صاحب جمعین تابعین اور بعد تبع تابعین
بنی اہل سبہ و منات و بنین استجب مولائے رب العالمین
ترقیمہ:-

”تت نام شد کاومن نظام شد کتاب کشف الخلاصہ
تصنیف میر شجاع الدین کتاب رسالہ خلاصہ تمام بوقت
برآمدن جہاد گھڑی روز بروز پنجشنبہ و بتایخ نوزدہم
شہر ذی قعدہ ۱۲۵۸ھ ہجری۔ مکان سید علی مستاجر ولد
سید پیر در موضع چیکٹ امرطی۔ کاتب الحداد خان محمد
ولد محمد مولانا صاحب ساکن بیجا پور عرف تھبہ اندول
جوگی پیٹھ“

آخری ورق پر حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کی ایک فارسی غزل بھی
درج ہے جس کا مقطع یہ ہے:-

نعمت اللہ فقیہ حضرت او چاکر خواجہ ام خفی و علی

یہ نسخہ محمد دم صاحب کی ملک رہ چکا ہے جنہوں نے
۲۵ ربیع الاول ۱۲۶۵ھ کو اس کے مطالعہ کی تکمیل کی تھی

اور ورق ۲۲ پر بطور یادداشت اپنے مطالعہ کا دن اور بتایخ
درج کی ہے۔ یہ محمد دم صاحب غالباً وہی تافضی محمد دم ہیں جو
حضرت قادر جلی بنت عبدالسلام کے بڑے بھائی تھے اور
عام طور پر محمد دم صاحب کے عرف سے مشہور تھے اور جن کی مشیرہ
قادر جلی بی رحمہ کے متعلق فقہی نسخے ادارے میں راقم الحروف
نے بغور عطیہ داخل کئے ہیں۔

اوپر ہر جہد یوں سے آشنا ہو تھارتنا راز دارغاں بیٹھ میں او
کہا یک روز اوس نے علی خاں کو مراد خاں پڑے او بیسن خاں کو
اس مخطوطے کی آخری ابیات یہ ہیں
لگے تھے زخم جو مسجد میں اوس کو سو او ڈو روز کے کچے کچے سمجھو
سو اس پر گھادی ایسے لگے تین میاں محمود خاں غازی ہوئے ہیں
اس کے بعد بھی اس ورق کے حاشیہ پر اور پانچ پچھ ابیات
ہیں جو برابر پڑھی نہیں گئیں۔ یہ پورا مخطوطہ نہایت ناقص اور
شکستہ حالت میں حاصل ہوا ہے۔

(۲۶۹) بوستان خیال [۳۳۹]

۱۰۱۰ - سطور ۱۵ -

تفصیل ۵۰۰ - خط نستعلیق -

حاشیہ اور علامات سرخی میں -

مصنف - سراج الدین سراج اورنگ آبادی - سنہ تصنیف قبل ۱۱۷۸ھ

یہ شاہ سراج الدین سراج اورنگ آبادی (دیکھو تذکرہ ہذا)

مخطوطات مبرم ۱۷۷۰ء ۱۷۸۰ء کی ثانوی بوستان خیال کا

ایک ناقص المرفین نسخہ ہے لیکن نہایت احتیاط اور خاص
اہتمام سے خوش خط نقل کرایا گیا ہے۔ زمین میں رنگین پیل

بوٹے ہیں۔ اور کاغذ ادھنچ کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو سراج

کی زندگی کی یا اوخر بارہویں صدی ہجری کی کتابت ہے۔ اس

مخطوطے میں ۲۰۰ ابیات محفوظ ہیں۔ سراج نے اس ثانوی میں

زیادہ تر آپ بیتی لکھی ہے۔

آغاز:-

دو ہی بیخودی نے کیا تھا جہنم دو ہی کٹورل میں تھی غم کی دھوم
دو ہی آہ و زاری مرا کام تھا دو ہی حال کیا صبح کیا شام تھا

قاضی بلدہ کی صلح کی کوشش اور پھر سر کے کا بیان نہایت شرح و
بسط سے درج ہے۔ یہ دیوان اور دوسرے مسلمانوں میں جو جو
لوگ مفید اجل ہوئے ان کی نام بنام تفصیل اور کون کس کے
ہاتھ سے مارا گیا اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔ مصنف نے
اپنے ہم مذہبوں کی دلیری اور جوش و خروش کی خاص طور پر
نمائندگی کی ہے۔

یہ کتاب صرف اس لئے اہم نہیں ہے کہ اس میں ایک
خاص سرکہ کا اغاں با چشم دید بیان محفوظ ہے بلکہ اس لئے
بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ اس کے مطالعہ سے آج سے ٹھیک
۱۰۰ سال قبل کے حیدرآباد کی معاشرت اور تمدنی خصوصیات
بیش نظروں آتی ہیں۔ اس زمانے کے ہتیار، لباس، جنگ کے
طریقے، اخلاق و عادات، سیاسی حالات، مذہبی جوش اور فہمی
کرداریاں، غرض جملہ اچھے اور برے پہلو اس کتاب کے مطالعہ سے
دشنی میں آجاتے ہیں۔ خاص کر ہمدردی فرقے کے اکثر مخالفین
درہزگوں کے حالات کا تو یہ ایک بہترین مخزن ہے۔ اس
کتاب کے دیباچہ کے آغاز و اختتام کی ابیات یہ ہیں۔

آغاز:-

گر خدہ میں دو جہاں ہے او کوئی کر سکے ہمت کہاں ہے
پشتہ اڑ سکے عیش بریں تک نہ چپٹی جا سکے ہفتم زمیں تک
اختتام:-

نہیں تو یہاں نہیں چارہ کسی کا ہے یہ فضل و کرم صاحب ہی کا
ہاں سے ہے شروع قصہ شہیدان بیاں کرنا یوں میں از فضل سبحان
نسل قصہ کا آغاز ان ابیات سے ہوتا ہے:-

نمایک صوفی میاں بے دین یارو بصیتجا قاضی و صارور کا او
مصدق قاضی و صارور کے تیں جہنم میں گر پونچا دیئے ہیں
اس بات کا صوفی رکھا تھا چچا جس روز سے اس کا موٹھا

اختتام :-

کیوجہ شروع اپنے غم کا بیاں بغیر آگ جلنے لگی سب زباں
بہر آئے رے چشم آنسو سستی اوٹھا شعلہ دودہر موسیقی
اس کا ایک تلمی نسو جو ۱۹۵۵ء کا مکتوب ہے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ
میں بھی موجود ہے۔ پروفیسر لدی نے کلیات سراج میں اس کو
بھی شائع کر دیا ہے۔ یہ نسخہ محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک
معتمد شعبہ نسوان کا علیہ ہے۔

(۲۷۰) یلیٰ مجنوں [۷۱۴]

اورانی ۷۰ء - سطور ۱۵ -

تقطیع ۶ × ۹ ۱/۴ - خط نستعلیق -

ماسشیہ اور عنوانات سرخی میں -

مصنف - میر تقی زبا - تصنیف قریب ۱۱۹۰ھ -

کاتب - عبد المجید خاں - سنہ کاتب ۱۲۳۶ھ -

یہ تقریباً دو ہزار ابیات کی ایک مثنوی ہے جس میں یلیٰ مجنوں

کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف میر محمد حسن عرت

میاں حاجی ولد میر محمد حسین کلیم اردو کے مشہور شاعر میر تقی میر کے

بھانجے اور دہلی کے معروف شعرا میں سے تھے۔ ۱۲۰۹ھ میں ان کی

عمر چالیس سال کے قریب تھی لیکن اس وقت تک اس مثنوی یلیٰ مجنوں

کے علاوہ ایک ضخیم دیوان مرتب ہو چکا تھا وہ غزلوں اور مثنویوں کے

ساتھ ساتھ خمس اور سدس بھی لکھتے تھے۔ ان کا کلام دہلی میں

بہت مقبول تھا۔ مصحفی کے دوست تھے چنانچہ انھوں نے اپنے

تذکرہ ہندی (صفحہ ۱۷) میں ان کا ذکر اور نمونہ کلام درج کیا ہے۔

مثنوی کے اس نسخے میں حمد و نعت کے عنوانات شامل

نہیں ہیں۔ بلکہ اصل قصے سے مثنوی کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ معلوم نہ

ہو سکا کہ مصنف ہی نے اسی طرح مثنوی کا آغاز کیا تھا یا کاتب

نے ابتدائی حصہ نقل نہیں کیا۔ اس کا کاتب کم سواد ہے اکثر

الفاظ کا امل غلط لکھا ہے۔ چنانچہ آخری بیت کا آخری لفظ

بھی غلط معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ سے کتاب کے سنہ تصنیف

کے بارے میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے یہ بیت یوں لکھی ہے :-

یہ تیاج تب پائی میں ہم نشین کر کل دیگی جنت میں ہے آسٹین

جس سے حشر برآمد ہوتا ہے جو غلط ہے۔ اگر آخری لفظ

کو آستین پڑھیں تو سنہ تصنیف ۱۱۸۸ھ ہوتا ہے جو ایک حد تک

قرین قیاس ہے کیونکہ مصحفی نے اپنے جس تذکرہ ہندی میں

اس کا ذکر کیا ہے وہ سنہ ۱۱۸۸ھ میں شروع کیا گیا تھا۔ لیکن

آستین پڑھنے کے بعد بھی شعر کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔

بہر حال یہ شمالی ہند اور خاص کر دہلی کی قدیم ترین طویل

مثنویوں میں سے ہے اور میر حسن کی مثنوی "سحر البیان" (۱۱۹۹ھ)

سے قبل لکھی گئی ہے۔ اس لئے خاص اہمیت رکھتی ہے۔

اثنائے مثنوی میں مصنف نے اپنا تخلص بہت کم استعمال

کیا ہے۔ البتہ آخری عنوان سے قبل مجنوں کی وفات کا بیان

لکھ کر ایک جگہ لکھا ہے :-

شمس اپنخلی آتش بہ جاں زبان ہے آتش کا تیری زباں

اس کے بعد چار ابیات لکھ کر آخری عنوان یہ قائم کیا ہے :-

"داستان در بیان باز در خواب دیدن مجنوں و یلیٰ را میر تقی"

اس عنوان میں مصنف نے اپنے ایک خواب کا واقعہ لکھا ہے کہ

کس طرح اس نے یلیٰ اور مجنوں کو جنت میں اپنی کتاب پڑھتا ہوا

دیکھا تھا۔ ان سے جو سوال و جواب ہوا تھا اس کو بھی وضاحت

سے بیان کیا ہے۔

آغاز :-

عرب کی ولایت میں تھا ایک شاہ سکندر چشم اور دارا -

سید میرا حسینی چشتی نے تین گروے کے بعد ان کے فرزند امین الدین
نیانی کی مخالفت کا حال لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید
بعض لوگ ان کی خلافت و سجادگی سے ناراض تھے۔ لیکن

آخر کار سب قائل ہو گئے اور ان کی ذات سے خلق خدا کو بہت فیض پہنچا۔ اس حصہ کا اقتباس یہ ہے :-

ملح امین الدین

”عارف واصل“ اولیاء کے یقین، انبیاء کے جانشین،
 محمد کے دیں کے امین، علی امین الدین رحمۃ اللہ کے
 جلوس سول سجادہ شریف منور ہو، ہر مجلس کوں
 زیب و زلفی زیادہ تر ہو کی۔ منکراں ہو رہا لقاں
 انکار ہو رطانات۔ ایسے۔ ہر مومنوں ہو مقتداں
 ایمان ہو رافتقا دگھٹ کئے۔ نظم
 جلوی منکراں تھے سو ایمان کیا جو گرا تھے سو سیدی ماہ پائے
 جو ناقص ہے تھے سو کامل ہو جو کامل تھے سو مکمل ہوئے
 معصا تھے سو محقق ہوئے جے کوئی تھے عارف و عاشق ہوئے
 برس پیا کینے غلات و لی ابد لک اپس نالوں کر کر علی
 اپنی حیات کے وقت میں منجے بنارت کئے تھے جو نہاں لقا
 کتاب کوں ہندی زبان میں لیا دے تاہر کسی کوں سمجھ
 آوے۔ اس وقت مجھے بھایا میں تا آئکہ اُنو یکہ ہزار ستر
 پر آٹویں سال کوں رحلت کئے :-

مذکورہ بالا عبارت سے سبب تالیف بھی ظاہر ہو گیا کہ
 امین الدین ثانی کی فرمائش پر شمالی اتقیا کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے۔
 اب خود امین الدین سے متعلق اتنا بیان کر دینا ضرور ہے کہ وہ
 برانجی خدانا کے اکلوتے فرزند تھے اور کسر نفسی اور درویشی میں
 بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ اپنے والد کا گنبد (جو حیدر آباد میں
 محلہ کاروان کے قریب ”کرخی گنبد“ کے نام سے مشہور ہے)۔
 تیار کرایا اور صرف چار سال کے بعد اجمادی الاول ۱۱۸۸ھ
 میں لاؤلفوت اور اپنے والد کے پہلو میں دفن ہوئے۔ تذکرہ
 محبوب ذی المنن میں لکھا ہے کہ :-

”ہر دلی میں یگانہ کیا دوست کیا بیگانہ آپ کے
 نزدیک سب سادی تھے۔ بھوکوں کو کھانا تنگوں کو
 کپڑا دیتے تھے۔ یتیموں کی سرپرستی غریبوں کی دستگیری
 فرماتے تھے..... مدۃ العزبان سے لفظ میں نہیں
 نکالا۔۔۔۔۔۔ بجائے میں لفظ فقیر استعمال کرتے رہے۔ اپنے کو
 سب سے ذلیل سمجھتے رہے فرماتے تھے کہ فقیر محض ناہیز
 ملحق ہے“ (جلد اول ص ۱۳)

میرا یعقوب نے امین الدین ثانی کے تذکرے کے بعد ان کے
 بھانجے (یعنی میراں جی خدانا کے نواسے) شاہ میراں ثانی ابن
 سید حسین کا ذکر کیا ہے کہ وہ جب اپنے ماموں کی جگہ خلیفہ ہوئے
 تو میراں یعقوب نے یہ کتاب لکھ کر ان کی خدمت میں پیش کی
 شاہ میراں ثانی کا نام اس طرح لیا ہے :-
 عارف حق رسیدے عارفان کے نوریدے مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے کلیجے ترغی کے بین شاہ میراں
 ابن سید حسین سلم اللہ تعالیٰ :-

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ میراں ثانی اس وقت کم عمر تھے۔
 وہ بڑے شاہ حسینی کے لقب سے مشہور ہوئے اس لئے کہ خدانا
 کے بڑے نواسے تھے۔ اور اپنے مرشد اور ماموں کی اجازت
 سے دھول پیٹھ میں سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے دوسرے
 بھائی کو باہر (غالباً شہر سے) جانے کی اجازت دی گئی۔
 ذبحور ۱۱۸۸ھ میں وفات پائی (محبوب ذی المنن جلد دوم
 صفحہ ۸۶۰)

شاہ میراں ثانی کے بعد میراں یعقوب نے ایک اور بزرگ
 بابا ابراہیم خلیل کا ذکر کیا ہے کہ کتاب مکمل کر کے جب ان کے
 روبرو پیش کی تو وہ اس کے مطالعہ سے بہت خوش ہوئے۔
 میراں یعقوب شاید میراں جی خدانا کے بعد ان کے معتقد ہو گئے تھے

اس کے بعد ہی سبب تالیف اور موضوع کتاب کی نسبت میرا یعقوب نے یہ عبارت لکھی ہے :-

یو کتاب پیمیں فارسی تھا۔ رکن عماد، پیر معزوی حضرت سلطان العارفين خواجہ برهان الدین غریب کے مرید تھے۔

ان بھوت مدت تک بزرگان کے بھوت کتاباں پورہ ملے مطالعہ کئے تھے اس کتاباں تھے ہر یک بیان علامہ کرک یو کتاب فارسی لکھے ہیں۔ پور اس کا ناؤں شمایل الانقیاء کرکھے ہیں۔ یعنی پرہیزگاراں کے خصلتاں۔ پور اس تمام کتاباں میں جو کچھ دلیاں کا اقوال و احوال پور خصلتاں پور خارج کشف اپنے پیر کی زبان مبارک تھے سنے ہیں پور تلقین پائے ہیں سو بھی تمام اس کتاب میں دیا ہے۔ جو طالب کون اتنے کتاباں مطالعہ کرنا

پڑے پور آسانی سوں مطلب کون اپنڑے۔ نظم سکل پور ہاں علم ناسوت کے سکل موتیاں بھولوت کے لطیف چنبھے چنبھے ذہن کئی اوصاف ارجھوت کے

کئی دج اس دج میں ایک شمار جو آساں ہویں قرب ناہوت (دق ۳ و) اسی سلسلہ میں اصل کتاب کے ماخذوں کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔ یہاں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ شیخ رکن الدین بن عماد کا شانی مصنف نفائس الانفاس و شمائل الانقیاء دو دلائل الانقیاء ایک مشہور مصنف اور شیخ برهان الدین غریب کے مرید تھے۔ چنانچہ اول الذکر کتاب میں تو اپنے مرشد کے طوغلالت جمع کئے ہیں اور مؤخر الذکر میں ان کے بہت سے مقولات اور احوال محفوظ کر دئے ہیں۔ یہ کتاب ایک وسیع مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ اس کے ماخذوں کی تعداد سو سے زیادہ ہے جن کی فہرست اس دکنی ترجمے میں بھی میرا یعقوب نے تفصیل سے (کئی صفحات میں) لکھی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قدیم

زمانے میں بھی کیسے کیسے لائق مصنف اور محقق گزرے ہیں اور ان کے کتب خانے کیسے کیسے نوادر علم و فضل سے معمور رہا کرتے تھے۔ رکن الدین عماد کی فارسی شمایل الانقیاء کا ایک قدیم قلمی نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے اس کا ذکر تذکرہ فارسی محظوظات میں درج رہے گا۔

اردو ترجمے کے نام اور کتاب کے موضوع اور ترتیب کی نسبت خود مصنف نے یوں وضاحت کی ہے :-

اس کتاب کا ناؤں شمایل الانقیاء کرکھا گیا ہے۔ پور اس میں طریقت حقیقت کے علم پور مقامات کے چہار قسم پور پر یک بیان کیا گیا ہے۔

پہلا قسم۔ طریقت کے لوگاں کے افعال کے بیان میں۔ دو اگلے پچاس بیان سوں۔

دوسرا قسم۔ حقیقت کے لوگاں کے احوال کے بیان میں۔ دو اگلے تیس بیان سوں۔

تیسرا قسم۔ خدائے تعالیٰ کے وجود پور ذات کے صفات کے بیان میں، پور ازل پور ابد کے بیان میں،

پور عزت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے یک ذات کے صفت پور نسبت میں ہے۔ چہار بیان سوں۔

چوتھا قسم۔ نہایت نہایت کے اچنبھے پور ناؤں کیاں کے بیان میں پور وزاوا (وضع) کی حقیقت۔ ان کے رموزاں پور باریکیوں کے بیان میں۔ پور بہتر آدم کی پیدائش کی صفت میں، پور آدمیاں کی بڑائیاں پور انسان کیاں خصلتاں، پور انوکھا امیدواریاں، پور انوکھے حق میں خدا کیاں غنایتا

کے بیان میں ہے۔ تین بیان سوں۔

(۲۷۲) عشق نامہ (یوسف زلیخا) [۷۱۶]

اوراق ۱۲۷ - سطور ۱۲ -

تقطیع ۱/۲۵ - خط نستعلیق -

عنوانات - سرخی میں -

مصنف - نگار - سنہ تصنیف ۱۲۱۲ھ -

کاتب - حسین خاں - سنہ کتابت ۱۲۲۰ھ -

یہ ۳۰۲۰ (تین ہزار بیس) ابیات کی ایک ضخیم مثنوی ہے جس کو ایک غیر معروف شاعر نگار نے صرف دو ہفتوں میں منظوم کیا ہے۔ نگار تخلص کے ایک شاعر مرزا قطب علی بیگ تھے جن کا ذکر تذکرہ ”نجمہ نغز“ میں قاسم نے کیا لیکن لکھا ہے کہ وہ دوسروں کے شعرا پر نام سے پڑھتے تھے اور سنہ ۱۲۲۲ھ سے قبل وفات پائی۔ لیکن اس مثنوی کے مصنف خود ایک قادر الکلام شاعر معلوم ہوتے ہیں چنانچہ ایسی طویل مثنوی انہوں نے صرف دو ہفتوں میں ختم کی تھی۔ وہ لکھتے ہیں -

بہت خوبی سے دی انجام اس کو دو ہفتہ میں کیا اتمام اس کو (اورق ۱۲۶)

مثنوی کا آغاز حمد و نعت سے کیا ہے اور صحابہ کا ذکر نہیں ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید مصنف شیعی المذہب ہوں۔ انہوں نے نعت کے حصہ کو اس بیت پر ختم کیا ہے :-

نبی کی آل او پروار جانا اسی بارہ درے سے پار جانا (اورق ۳۱۰)

نعت کے بعد سبب تالیف میں لکھا ہے کہ میں تنہائی سے بیزار تھا

کہ جاتی لی یوسف زلیخا نظر پڑی - یہ مثنوی بہت پسند آئی

(اس کی بڑی تعریف لکھی ہے) - اور خیال آیا کہ تنہائی کا رفیق

قلم سے بہتر کوئی نہیں ہے چنانچہ اردو میں اس کا ترجمہ شروع کر دیا۔

مصنف نے اپنی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ البتہ حسب ذیل

ابیات میں اپنا تخلص استعمال کیا ہے :-

افسوس ہے کہ یہ محظوظ ناقص الاخر ہے۔ سنہ کتابت کا پتہ نہیں چل سکتا۔ غالباً اوائل تیرہویں صدی کی کتابت ہے۔ اس کتاب کا ایک اور قلمی نسخہ (مکتوبہ ۱۱۶۳) کتب خانہ آصفیہ (فن تصوف نمبر ۶۶۳) میں موجود ہے۔ اور اس کا محقر تذکرہ اردو شہ پارے (ص ۱۱) دکن میں اردو (ص ۱۱) اور اردو قدیم (ص ۱۱) میں شائع ہو چکا ہے۔

آغاز :-

”حمہ دشنا آفتاب اصفا کی کان“ ہو رسلتاں کے من بے حد
و بے پایاں ہو سرنا بکھانا اولیاء انبیا کی نیکیاں ہو
صفائاں ہو سفاں کی بھانت بے گنت ہو بے انت
اس ایک پاک ذات کوں واجب ہو رسل و ادوار ہے کہ
جنے پر یہ بیگاراں کی ٹولی کوں اپنی نزدیکی کی بڑائی دیا۔“

اختتام :-

”پہنچے تحقیق میں خدا ہوں۔ منجہ بان کوئی خدا نہیں۔
جو کوئی راضی نا اچھے میری تفساںوں ہو رصوری نہ کرے
میری بلا پر ہو رشکر“

یہ قلمی نسخہ محترمہ بشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک متحدہ شعبہ
نسوان ادارہ ادبیات اردو کا عطیہ ہے۔

رمضان المبارک تاریخ بیت و خیم کاتب الحروف
حسین خاں فراتیش بر محمد دفعدار آردہ کوٹوالی در
ماضی جانی صاحب فرنگی در اجرائی پتھر گمش کام
کر و حکم سالانہ جنگ بہادر ۱۲۸۵ ہجری
کتاب کے پہلے اور آخری اوراق پر عبدالرحیم خاں ۱۳۰۳
پرورش علی ولد حسین خاں ۱۲۹۶ ہجری محمد خاں ۱۲۷۸ ہجری
اور عبدالرحیم ولد عبدالکریم خاں ۱۳۱۰ ہجری کی ہر ہی ثبت ہیں۔

(۲۷۳) طوطا کہانی [۷۱۶]

اوراق ۸۷ - سطور ۱۱ -

نقش ۱/۵ x ۸/۸ - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں -

زمانہ تصنیف قریب ۱۲۲۰ھ

کاتب حسین خاں - سنہ کتابت ۱۲۸۰ھ -

طوطا کہانی ایک مشہور داستان ہے جو اصل میں سنسکرت
میں لکھی گئی تھی اور بعد کو دنیا کی اکثر بڑی بڑی زبانوں (مثلاً
انگریزی، جرمن، ترکی، فارسی، اور اردو) میں منتقل کی گئی اور
بہت مقبول ہوئی۔ یہ اصل میں ۷۰ کہانیوں کا مجموعہ ہے
جس کا غالباً پہلا ترجمہ ضیاء الدین نخشبی نے ۱۲۳۵ھ میں فارسی
میں کیا۔ لیکن اس کی زبان بہت مغلقت تھی اس لئے کئی اور
مصنفین نے اس کو آسان فارسی میں مرتب کیا جن میں ابوالفضل
اور سید محمد قادری کے ترجمے معروف ہیں۔ موخر الذکر نے نخشبی کے
۵۲ حکایات ہی میں سے صرف ۳۵ کو سلیس فارسی میں منتقل
کیا تھا۔

فارسی کے علاوہ اردو میں بھی کئی مصنفین نے اس کتاب یا

کیا تو نے نگار اب لطف ہے نام تو اپنے لطف سے اب دگر کام
نگار اب داستان کو ایک باری سنا جلدی کہ ہے کی انگاری
نگار اب خاموشی ہے تجھ کو بہتر بھلا ہے اب یہ قصہ مختصر (درق ۵)
اصل قصہ درق ۵ سے شروع ہوتا ہے اور اس کے جملہ عنوانات
اردو نشر ہی میں لکھے گئے ہیں۔ درق ۱۲۶ سے خاتمہ کتاب کا عنوان
شروع کیا ہے جس میں کتاب کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اور آخر
میں سنہ تصنیف اور تعداد ابیات اور مثنوی کا نام بھی ان
مسلل ابیات میں لکھ دیا ہے۔

ہزار اور دوسو اور دس اوتھے دو کیا انجام جب یہ داستان کو
گئے ابیات جو میں اس کے ایک بار ہوئے تب تین ہزار اور بیس اشعار
لکھی تھیں عشق سے جو اس کو خامہ لکھتا نام اس کا عشق نامہ
جاتی کی "یوسف زلیخا" کا دکنی شعر اسے بھی اس ترجمہ سے
ڈیڑھ دو سو سال قبل اردو میں ترجمہ کیا تھا۔ یہ مثنوی فارسی ادب
کی مقبول ترین کتب میں سے ہے۔ نگار کا یہ ترجمہ زبان و
انداز بیان کی وجہ سے میر حسن کی مثنویوں کے مقابلہ میں کوئی
اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کا مصنف کوئی مشہور یا پیشہ ور
شاعر نہیں ہے حالانکہ وہ اتنا قادر الکلام ہے کہ دو ہفتوں
میں تین ہزار سے زیادہ ابیات لکھ ڈالیں۔

آغاز :-

ابلیس عشق سے اپنے تو کر شاد رادل کر تو اپنا عشق آباد
عناصر کی یہ میری ہے جو ہستی بسا تو عشق کی اس بیچ بستی
اختتام :-

نگار اب خاموشی ہے تجھ کو بہتر بھلا ہے اب یہ قصہ مختصر کر
گئی آنکھوں سے نیند اب ناگہانی زباں کر بند بس کر یہ کہانی
ترجمہ :-

"تمام شد قصہ یوسف زلیخا بوقت سپہ روز یکشنبہ ۱۲۸۵ھ

سے بیان کئے ہیں کہ آگے کے زمانے میں ہند کے شہروں میں سے ایک شہر میں کوئی سوداگر تھا صاحب مال اور ہمت۔ اور نام اس کا مبارک تھا۔
اختتام :-

”میمون کہا کیا کیفیت ہے تو ہی بول۔ طوطا تمام احوال ہوا سو نچستہ کا کہا ایک جوان پر ابرمادے جانے میں شادک کے اول سے آخر تک میمون سے کہا۔ میمون اس وقت نچستہ کو نصیحت کیا۔“

ترقیمہ :-

”کاتب المردن حسین خاں برٹس میر محمد دفعہ علاقہ کوتوالی آوردہ علاقہ جانی صاحب فرنگی است۔ نمت تمام شد۔
بوقت دوپہر روز شنبہ بتاریخ بست نہم ربیع الثانی ۱۲۸۶ھ
اسی کاتب نے اور دو مخطوطے (عشق نامہ اور واسوخت آباد)
بھی نقل کئے ہیں جن کا ذکر مخطوطہ ۲۷۲ و ۲۷۴ میں درج ہے۔
اس کتاب کے سرورق کی پیشانی پر ”پرورش علی ولد
یلین خاں ۱۲۹۶ھ“ اور ”عبدالرحیم ولد عبدالکریم خاں
۱۳۱۰ھ“ کی ہر یہ ثبت ہیں۔

اس کی بعض کہانیوں کے ترجمے مختلف زبانوں میں کئے ہیں جن میں غواہی (۱۰۲۹) ابن نفاطی (۱۰۷۶) اور چند بخش حیدری (۱۲۱۶) بہت مشہور ہیں۔ ان کے علاوہ دو اور کوئی مصنفین نے بھی اس کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ لیکن دونوں کے نام معلوم نہ ہو سکے۔ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ میں ایک ترجمہ (اردو نثریں) محفوظ ہے جو علامہ میں کیا گیا تھا اور جس کا ذکر پروفیسر سروری نے فہرست اردو مخطوطات (۱۸۳-۱۸۴) میں تفصیل سے کیا ہے۔ اردوے قدیم میں بھی طوطا کہانی کی نسبت تفصیلی معلومات درج ہیں (۱۲۴)۔

ادارے کا زیر نظر مخطوطہ طوطا کہانی بھی دیکھنی نثر میں ہے۔ لیکن اس کی زبان نسبتاً بعد کی ہے اور اس کا مصنف جامعہ کے مخطوطے کے مصنف سے غالباً سو سال بعد کا ادیب ہے۔ افسوس ہے کہ اس مخطوطے سے مصنف کے نام کا پتہ چل سکتا ہے اور نہ زمانہ تصنیف کا۔

ادارے کی زیر نظر ”طوطا کہانی“ بھی سید محمد قادری کی فارسی کتاب کا اردو ترجمہ ہے چنانچہ اس میں بھی (۳۵) کہانیاں ہیں۔ لیکن ابتدا میں مصنف نے نہ حمد و نعت کی سرخیاں قایم کی ہیں اور نہ سبب تالیف ہی بیان کیا ہے۔ بلکہ بسم اللہ کے ساتھ ہی پہلی کہانی شروع کر دی ہے۔ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ کاتب نے نقل کرتے وقت ابتدائی حصے چھوڑ دیئے یا مصنف ہی نے ان کا خیال نہ رکھا۔ کاتب چونکہ مکہ سواد ہے اس لئے کتابت میں کئی غلطیاں ہیں۔

آغاز :-

”پہلی کہانی یہ کیفیت میمون اور نچستہ کی اور خرید کرنے میں میمون ایک طوطی کے۔ اور ایک تاجر کی طوطی کی کیفیت اور دنیا کی حکایت یوں ہے۔ دانایاں اور عقلمند اس طور

(۲۷۴) واسوخت آباد [۷۱۷]

اوراق ۳۵ - سطور ۱۲ -

تعلیق $\frac{1}{4} \times 8 \times \frac{1}{4}$ - خط نستعلیق -

عنوانات سرخی میں -

مصنف - ہمدی حسین خاں آباد - زمانہ تصنیف قبل ۱۲۶۸ھ

کاتب حسین خاں - سہ کثابت ۱۲۸۰ھ -

یہ ۱۲۶۹ ہندوں کا ایک طویل مدس ہے جو بطور واسوخت قلمبند کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف مرزا ہمدی حسین خاں آباد (متولد ۱۲۵۵ھ) خلف مرزا جعفر خاں لکھنوی ناسخ کے شاگرد تھے۔ دیوان، تہن واسوخت اور ایک مثنوی ان کی یادگار ہے۔ ایک دیوان نگارستان عشق ۱۲۶۲ھ میں مطبع مرقنوی لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔ بہارستان عشق میں ان کی وہ غزلیں شامل ہیں جو آتش و ناسخ کی ہم طرح ہیں۔ واسوخت نگار کی حیثیت سے بھی انھوں نے بڑی شہرت حاصل کی ہے۔

یہ واسوخت معاملہ بندی اور لطف زبان کے لحاظ سے بہت دلچسپ اور قابل قدر ہے۔

آغاز :-

عشق وہ آئینہ ہے جس کی صفالینت ہے
عشق ہر دیدہ خود میں کے لئے میرت ہے
عشق سے خاند خرابوں کے لئے زینت ہے
عشق کا روپ نرالا ہے نئی صورت ہے
عشق کا میل ہر اک دل کے لئے صیتل ہے
آخر کار صفاتی ہے غبار اول ہے

انقشام :-

مثل آباد رہا پاس سخن کا تازلیت
آنکھ اٹھا کر نہ کسی اور کو دیکھا تازلیت
فرق الفت میں نہ لایا دل شیدا تازلیت
دولت حسن کہ دل لکھوں کے لوٹا تازلیت
حاصل عمر نثار رو یا رے کر دم
شادم از دہ گئی خویش کہارے کر دم

ترقیمہ :-

”تنت تمام شد کار من نظام شد بوقت دو
گھڑی دن ماندہ این کتاب ”واسوخت“
تمام گردید۔ نوشتہ حسین خاں غریب خفیر
روز سہ شنبہ خواند میر محمد دفندار در نوکری
کو تواری علاقہ از طرف جانی صاحب فرنگی
آوردہ در تیاری سڑکاں تیار گردیدہ است
نوحۃ شد تحریر فی الذبیح دوا دہم جادی الاول ۱۲۸۵ھ“

ترقیمہ کے اوپر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واسوخت مطبع مصطفائی کاپور میں ۱۲۶۵ھ میں چھپ بھی چکا ہے۔

”الحمد للہ والمنة کہ واسوخت دل چپ رنگین

از تصنیفات سر دفتر اشترای متاخرین

مطلع دیوان خوش بیانی، مطلع سخن سنجی و

سخن دانی، آشنائے بحر مضامین استناد

مرزا ہمدی حسین خاں متخلص بہ آباد، بتاریخ

دہم ربیع الاول ۱۲۶۵ھ مجری در مطبع مصطفائی

محمد مصطفیٰ خاں خلف حاجی محمد روشن خاں درج

در شہر کاپور محلہ ہرکاپور محلہ طبع پوشیدہ“

کتاب کے آخری ورق کے نیچے پیر محمد ولد خان محمد اور عبد الرحیم ولد عبد اکرم کی ہرے ثبت ہیں۔ اسی کتاب کی لکھی ہوئی دو کتابوں (خطوط ۲۷۲ و ۲۷۳) کا تذکرہ پہلے گزر چکا ہے۔

(۲۷۵) کلیات سلطان (۳۳۸)

اوراق - ۱۱۳ - سطور ۱۷ -
 قطع ۹ × ۶ - خط نستعلیق -
 مصنف سلطان - زاد تصنیف قبل ۱۱۰۰ھ -
 سنہ کتابت - ۱۲۳۷ھ -

یہ ایک مشہور صوفی شاعر سلطان کا ضخیم کلیات ہے جس میں ۳۸۰۰ تین ہزار آٹھ سو سے زیادہ اشعار ہیں۔ لیکن تعجب اس کا ہے کہ اتنے ضخیم کلام میں بھی کہیں شاعر نے کوئی ایسی بات نہیں لکھی جس سے ان کے وطن، نام اور زمانے کا پتہ چل سکتا۔ ان کا کچھ اور کلام بھی ادارے میں موجود ہے جس کا ذکر اس تذکرے کے مخطوطہ نمبر ۲۰۶ (۲۷۵) کے بیان میں گزر چکا ہے۔

سلطان ایک بہت بڑے صوفی اور اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ ان کے مریدوں اور معتقدوں کی بعض کتابوں کے قلمی نسخے بھی ادارے میں موجود ہیں۔ بچپانچہ ”دالاملار“ (دیکھو مخطوطات نمبر ۱۷۰ و ۲۱۸) کا مصنف بھی ان کا مرید تھا۔ اور سبب تالیف کے بیان میں وہ لکھتا ہے کہ:-

”اے بھائی حق کی توفیق سوں ہو، اس

بادی شاہ سلطان کی مدد سوں ساکال ہو،

طالبان کے واسطے اوس بہت کے موتیاں چین کر

لیا یا ہوں“ (دیکھو تذکرہ ہذا حط ۲۶۱)

ان کے ایک اور مرید افضل (مصنف محی الدین نامہ) کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان میراں شاہ معروف کے خلیفہ تھے۔ (دیکھو تذکرہ ہذا حط ۲۶۱)۔

اسی طرح رفعتی (مصنف وصل نامہ) بھی سلطان ہی کے مرید تھے چنانچہ اپنی مثنوی میں ان کی مدح لکھی ہے۔ (دیکھو تذکرہ ہذا حط ۲۷۲)۔

ان معلومات کے علاوہ افسوس ہے کہ سلطان کی نسبت اور کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ ان کے کلام کے ذکر میں اس تذکرہ کے صفحہ ۲۴۷ پر جو لکھا گیا ہے کہ راقم الحروف کی نظر سے ان کا دیوان ملو کہ ڈاکٹر عبد اللطیف گزرا ہے وہ غالباً یہی دیوان ہے جو پروفیسر لطیف احمد صاحب فاروقی کی ملک تھا اور شاید انہی کے یہاں راقم الحروف نے اس کا مطالعہ کیا تھا۔

اس دیوان میں جو غزلیں ہیں ان کے مضامین مجازی اور حقیقی دونوں قسم کے عشق و عاشقی پر مشتمل ہیں۔ اکثر غزلوں کی زمینیں وہی ہیں جو کلیات محمد قلی قطب شاہ میں نظر سے گزرتی ہیں۔ اور زبان بھی قریب قریب اسی زمانے کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان محمد قلی کا دیوان اس صوفی سلطان کے مطالعے میں رہا ہے۔ اور یہ کہ وہ بھی عہد قطب شاہیہ کے شاعر تھے۔

سلطان کے کلام میں بختگی، مضامین میں تنوع، اور زبان پر قدرت ہے۔ وہ شاید صوفی اور شاعر ساتھ ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ بلکہ اس کلام کے پیش نظر تو وہ صوفی سے زیادہ شاعر ہی تھے۔ ادارے کے مخطوطہ نمبر ۲۰۶ میں ان کا جو کلام درج ہے وہ سب کا سب اس کلیات میں اپنی اپنی جگہ پر

از الف اول تھا ہونکتہ سلطان صفی
ابتدا ہو انتہا کا اسم آبی کر خفی (ورق ۱۱۲)
لیکن یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ یہ لفظ صفی نام کی مناسبت
سے لکھا ہے یا صوفی معانی کی صفت ظاہر کرنے کے لئے۔
آغاز :-

اوس پاک عشق بازگوں جب نہہ کا اثر ہوا
تب نور ذات چو شمع جو انہ تیغ بر ہوا
نس نور ذات نام رکھیا احمد و صفات
سود صفت زباں سستی کن کا اچھ ہوا
اختتام :-

ایہہ بھید باطن کر بظاہر عشق کا سلطان ہو
سین میں آخو کوں رکھیا ناؤں اپنا ندری
ایہہ صفت اپنی اب لکھن سلطان آئینہ محل آ
چرا کر چھبا خوش طرز کا بیٹھا صدر کر محمدی
ترقیمہ :-

در وقت المکتب بون الملک الوہاب بناریج
بیت ششم مع ۱۱۱۱ بروز شنبہ ۱۲۳۶ شمسوری
مطابق ۲۲ دسمبر ۱۸۵۲ عیسوی دہلی قصبہ ہولیور
در حال منصفی قصبہ دیور

سلطان کا کلیات کہ باب ہے اس کا نسخہ کسی اور
کتب خانے میں اب تک دستیاب نہیں ہوا اور نہ کسی
کتب میں اس شاخ کے حالات اس وقت تک شائع
ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ ایک نادر نسخہ ہے۔ یہ نسخہ
مولوی لطیف احمد صاحب فاروقی ایم اے۔ ایل ایل بی
کلچر فارسی دہلی اکادمی جامعہ عثمانیہ کی ملک تھا جس کو

موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کلام اتنا مقبول تھا کہ
لوگوں نے اپنی بیاضوں میں ان کی منتخب غزلیں نقل کر لی تھیں۔
محمد قلی قطب شاہ کی طرح سلطان نے بھی ہر ردیف میں
کئی کئی غزلیں لکھی ہیں۔ اور بعض غزلیں اس بادشاہ شاعر
کی غزلوں کی طرح اتنی طویل ہیں کہ قصیدہ سمجھی جاسکتی ہیں۔
مثلاً ورق ۹۳ پر تصوف میں ایک مسلسل غزل لکھی ہے جس میں
۳۴ شعر ہیں۔

سلطان خود بھی اپنے شاگردان محاسن سے واقف تھے۔
چنانچہ بعض مطلعوں میں خود ستائی بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً۔
اشعار کو ناؤں تھ سلطان بن مجھ نظم کوں
ہر جہ میں بازیکہ ہے معنی اسرار عشق (ورق ۶۵)
مجھ غزل سن تو نجمہ یک سلطان بیچھیا ہو گیا
نظم میرا سن کہے سب شعر گویا ہے لذیذ (ورق ۳۶ ب)
سخن معروف ترلو جوں جئے سلطان مسکین میں
ہر خلعت موافق ہر کسے ہم یار خوش گستاخ (ورق ۱۱ ب)
بعض غزلیں قطع بند ہیں اور کسی مناسب موضوع پر لکھی گئی ہیں۔
چنانچہ اس کلیات کے آخری حصے میں قصیدہ کے طور پر ۲۱ شعر کی
ایک غزل درج ہے جس کا مطلع ہے :-

عزیزاں مجھ نصیحت سن نہ ہو غافل ہے تن فانی

جہ لگ ہے بھیجہاں کوں نہ بھیجا ہے توجیرانی (ورق ۱۱)

غزلیات کے آخر میں ایک نظم بھی شامل ہے جس کے ہر بند میں
چار مصرعے ہیں۔ اور اس نظم میں حروف تہجی کے عارفانہ بھید
سمجھائے گئے ہیں۔ اس نظم کے حسب ذیل پہلے شعر میں اپنے
نام کے ساتھ ”صفی“ اس طرح لکھا ہے۔ کہ شاید یہ لفظ شاعر
کے نام کا جز ہو۔

انہوں نے ۱۹۳۸ء میں بمقام اوٹی کنڈ (کوہ نیلگری) ۱۱ ارے میں بطور عطیہ داخل کرنے کے لئے خریدا تھا۔ چنانچہ اس کے ابتدائی اور آخری اوراق پر موصوف کے دستخط ثبت ہیں۔ اس مخطوطے کے سرورق پر لکھا ہے۔

”تحفہ بخدمت مشفق ڈاکٹر سید محی الدین صاحب
قادیانہ اور برائے کتب خانہ مخطوطات ادبیات اردو
لطیف احمد خاں دہلی ۲۵ آذر ۱۳۵۳ھ“

=====

اردو مخطوطات

پیشہ و فنون
کتاب

مذکرہ اُردو مخطوطات جلد اول

ضمیمہ

۳۴۱	معطوبین مخطوطات
۳۴۵	مخطوطات کی فہرست بلحاظ زمانہ تصنیف
۳۶۱	تصریحات
۳۶۵	اشاریہ

۴۔ معطین مخطوطات

ادارہ ادبیات اردو کے فنی نسخوں کا کتب خانہ زیادہ تر علم دوست اصحاب کے ذاتی ایشاء اور عیووں پر مشتمل ہے۔ یوں تو ایسے معطین کی فہرست نہایت طویل ہے لیکن یہاں صرف ان اصحاب کے نام درج ہیں جن کی معطیہ قلمی کتب کو بیان تاکرہ اردو مخطوطات کی اس پہلی جلد میں شائع ہو رہا ہے۔ اسی طرح دوسرے اصحاب کے نام معہ صراحت مخطوطات آئندہ جلدوں میں شریک رہیں گے۔

مرتب تذکرہ ہذا پھر ایک بار حسب ذیل معطین کا منہاج ادارہ شکر ادا کرتا ہے کہ ان کی پیچیدوں کی وجہ سے جہاں کتب خانہ ادارہ اکثرہ بیشتر ناد مخطوطات کا نتیجہ بنتا جائے گا۔ خود ان معطین کا نام نیک زندگانی جاوید حاصل کر کے دوسروں کو بھی اسی قسم کے علوم و ایشاء کی ترغیب دلانا ہے گا۔

۲۰۸۔ کلام السملیل

۲۰۴۔ ناندرہ عقل و عشق

۲۱۰۔ وصل نامہ

۲۰۹۔ رسالہ وجودیہ

۲۱۲۔ محی الدین نامہ

۲۱۱۔ ذراقی مرزا

۲۱۴۔ ذراقی قادر

۲۱۳۔ بیاض ذراقی

۲۱۶۔ وصایا بے نئی

۲۱۵۔ دکنی منظومات

۲۱۸۔ درالاسرار

۲۱۷۔ نکت سلیمانی

۲۱۹۔ مرات المصلی

(۱) محترمہ نشیر النساء بیگم صاحبہ بشیر شریک معتمد شعبہ نسواں

۲۵۷۔ گلزار السالکین

۲۵۸۔ معالجات بندہ نواد

۲۵۹۔ کتب عروج

۲۶۰۔ طلسم اعظم

۲۶۱۔ مذہب عشق

۲۶۹۔ بونان خیال

۲۷۱۔ شمائل النقیار

۲۷۰۔ یعلیٰ محجوں

(۲) مولوی سید حمید اللہ حسینی صاحب بی اے۔ (۳) مولوی خواجہ حمید الدین ضا شاہد بی اے مدیر سب رس

۱۷۶۔ قصہ سبب پوش

۱۷۵۔ دیوان عابز

۱۷۸۔ منتخب دیوان مدینہ

۱۷۷۔ بیاض اشعار

۱۷۹۔ قصہ رسیا

۲۰۲۔ قصہ ہرنی کا

۲۰۴۔ کشف المعراج

۲۰۶۔ کلام سلطان

۲۰۰۔ مثنوی علی

۲۰۳۔ مناجات غفار

۲۰۵۔ کلام شعلی

تذکرہ اردو مخطوطات

(۹) نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز معاونِ اداہ

۱۹۳- چشمہ فیض	۱۹۵- دیوانِ عشر
۱۹۶- دیوانِ اول مزاج	۱۹۷- دیوانِ دوم مزاج
۱۹۸- دیوانِ سوم مزاج	

(۱۰) نواب عنایت جنگ بہادر معاونِ اداہ

۸- سیف الملوک	۱۷- چندریدن و ماہیار
۲۳- نامہ علی	۳۱- روضۃ الشہداء
۲۳- پنچمی باچھا	۴۰- روضۃ الاطہار
۶۱- محبوب القلوب	۶۹- سحر البیان
۷۹- کلیات سودا	۸۲- دیوانِ یغین
۸۲- قصیدہ صاحب	۸۷- دیوانِ میر
۸۸- کلیات ایمان	۹۲- چار درویش
۹۵- چار درویش	۹۷- غزب عشق
۱۰۰- روضۃ الشہداء	۱۰۱- چار درویش منظوم
۱۲۱- دینِ دبیک	۱۲۲- ایمانِ دہرین
۱۲۵- تناولی	۱۲۶- نظمِ انور
۱۲۷- مرغوب الطبع	۱۲۸- مرغوب الطبع
۱۲۹- چار درویش	۱۳۰- ہمیشہ بہار
۱۵۲- حکمہ حیدری	۱۵۶- آٹا دلی

(۱۱) مولوی میر سادات علی صفا رضوی ایم اے معتمد شعبہ تنقید

۶۷- نو بہار عشق ۶۸- سحر البیان

(۱۲) مولوی مرزا صامن علی صفا غازی صفوی رفیق اداہ

۲۲۶- تفسیر سیدہ اذاجا	۲۲۷- سحر البیان
۲۵۲- دیوانِ ناظم	۲۵۳- انتخاب کلام بیروشاہی
۲۵۳- آبِ حیات	۲۵۵- کلامِ بیرن و سید
۲۵۶- کلیات کاظم	

(۱۳) مولوی سید محمد صفا ایم اے لکچرار سٹی کالج و شریک معتمد امتحانات

۸۵- دیوانِ انشا

(۱۴) مولوی محمد عبدالحق صاحب محتسب بنولہ

۱۵۱- رسالہ اصلاح مسلمانان ۱۵۲- رسالہ شرک و عت

(۱۵) پروفیسر عبدالقادر صفا سوری ایم اے ایل ایل بی معتمد شعبہ امتحانات

۲۲۳- بچو لبین

تذکرہ اردو مخفیات

۱۵۷۔ لارڈ کپور اور قاضی	۱۷۳۔ اگر گل
۱۹۰۔ مناقب عادل	۲۲۵۔ ترجمہ شرح چغتائی
۲۳۴۔ تاریخ بدھ	۲۲۲۔ وفات نامہ زہرا
۲۴۴۔ بیاض اشعار	۲۴۴۔ کلام برہان
۲۴۵۔ کلام میرن	۲۴۶۔ بیاض نظم و نثر
۲۴۸۔ بہار گلشن	
<hr/>	
(۱۱) مولوی میر کاظم علی صاحب برق موسوی	
<hr/>	
۲۶۴۔ سدس اکبر	
<hr/>	
(۱۲) مولوی لطیف احمد صافا رومی ایم۔ ایل۔ ایل بی پورا جامعہ	
<hr/>	
۲۷۵۔ کلیات سلطان	
<hr/>	
(۱۳) مولوی محبوب علی خاں صاحب۔	
<hr/>	
۱۹۱۔ دیوان اول ناسخ	۱۹۲۔ دیوان دوم ناسخ
<hr/>	
(۱۴) مولوی سید محمد حسین صاحب جعفری بی۔ اے۔ اکن سابق ناظم تعلیمات	
<hr/>	
۳۷۔ دیوان ولی	
<hr/>	
۱۵۷۔ مناقب عادل	۱۷۳۔ اگر گل
۲۳۴۔ تاریخ بدھ	۲۲۲۔ وفات نامہ زہرا
۲۴۴۔ بیاض اشعار	۲۴۴۔ کلام برہان
۲۴۵۔ کلام میرن	۲۴۶۔ بیاض نظم و نثر
۲۴۸۔ بہار گلشن	
<hr/>	
(۱۵) صاحبزادہ میر محمد علی خاں صاحب میکش سابق مدیر سب س	
<hr/>	
۴۴۔ دعائے داؤد	
<hr/>	
(۱۶) مولوی سید محمد تقی صاحب رضوی بی۔ اے	
<hr/>	
۹۳۔ فوطی نامہ	۹۶۔ مذہب عشق
۹۸۔ گل باصنوبر	۱۵۵۔ پدمادوت
<hr/>	
(۱۷) ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور معتمد عمومی ادارہ	
<hr/>	
۴۶۔ دیوان داؤد	۱۱۹۔ وفات نامہ
۱۲۰۔ وفات نامہ	۱۳۳۔ چند نامہ
۱۳۸۔ تنبیہ النساء	۱۴۰۔ وفات نامہ خاتون جنت
۱۴۱۔ وفات نامہ خاتون جنت	۱۴۳۔ بکسر نامہ خاتون جنت
۱۴۸۔ باز و فاختہ	۱۶۲۔ رسالہ بے نماز
۱۸۰۔ چہار کرسی	۱۹۹۔ قصہ ابو نعیمہ
۲۲۱۔ ابراہیم نامہ	۲۲۲۔ کلیات محمد تقی قطب شاہ
۲۴۰۔ اسرار غوثیہ	۲۵۹۔ روضۃ الاقطاب
۲۵۱۔ چار گلزار	۲۶۲۔ مجموعہ مناجات
۲۶۳۔ مجموعہ مولود شریف	

(۱۸) مولوی نصیر الدین حسینی آ. بی. ٹی لکچرار گلبرگہ کالج

۱۰۶ - دہ مجلس

(۱۹) مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی موسس ادارہ

- | | |
|---------------------|----------------------|
| ۳۰ - جنگ نامہ | ۳۲ - رونق تہ الشہداء |
| ۴۵ - سر و شمشاد | ۴۶ - دیوان داؤد |
| ۸۹ - عاشقیہ میں دہن | ۱۰۶ - مثنوی نادر |
| ۲۰۰ - روپ سنگار | |

تذکرہ اردو مخطوطات جلد اول

مخطوطات کی فہرست بلحاظ زمانہ تصنیف

(۱) درمیان ۸۲۵ھ و ۱۰۰۰ھ
۱۵۹۰ء و ۱۶۳۹ء

نام مصنف	نام تصنیف	سنہ تصنیف	صنوع	صنف	نمبر تذکرہ	نمبر ترتیب	صفحہ
نواب بندہ نواز	پچکی نامہ	قبل ۸۲۵	نقوت	نظم	۲۲	۱۲۰	۶۸
شاہ عبداللہ	کسب محویت	۸۶۹ (۹)	"	"	۲۱	۱۲۰	۶۹
"	کسب عروج	"	"	"	۲۵۹	۸۰۳	۳۱۵
اشرف	نوسر مار	۹۰۹	سیر	"	۱	۱۲۳	۱۷
"	واحد باری	قرب " "	لفت	"	۲۳۷	۱۲۹	۲۸۴
فیروز	توصیف نامہ	قبل ۹۶۲	سیر	"	۱۱۰	۹۵۳	۱۲۴
برہان الدین جامی	ارشاد نامہ	۹۹۰	نقوت	"	۲	۱۲۴	۱۹
"	کلمۃ الحقائق	قرب " "	"	نثر	۲۷	۱۰۴	۵۳
"	منصود ابتدائی	" (۹)	"	"	۲۸	۱۰۴	۵۴

(۲) درمیان ۱۰۰۰ھ و ۱۰۵۰ھ
۱۵۹۰ء و ۱۶۳۹ء

عبدالملک	مولود نامہ	۱۰۰۹	سیر	نظم	۶	۱۲۷	۲۳
----------	------------	------	-----	-----	---	-----	----

۱۲۳	۶۵۱	۱۰۸	نظم	سیر	قریب ۱۰۰۹	نامه سلطان	عبدالملک
۲۶۷	۱۸۱	۲۲۱	"	"	۱۰۱۲	ابراہیم نامہ	عبدال
۲۶۸	۱۸۲	۲۲۲	"	کلام	قبل ۱۰۲۰	کیات قطب شاہ	محمد قلی
۲۵	۸۳	۸	"	قصہ	۱۰۳۵	سیف الملوک	غواصی
۲۵	۱۵۷	۱۶	"	موعظت	۱۰۳۵	تحفۃ المضاح	قطب رازی
۷۵	۵۱۵	۴۷	"	"	"	"	"
۳۷	۸۷	۱۷	"	قصہ	۱۰۴۸	پندربدن	مقیس
۱۲۲	۶۵۲	۱۰۹	"	سیر	۱۰۵۰	مدح میراں جی	کریم
۲۸۳	۲۴۶	۲۳۵	"	حکمت	"	حکمت بزرگ جہر	(۹)

(۳) درمیان ۱۰۵۰ھ و ۱۱۰۰ھ
۱۶۳۹ء و ۱۶۸۸ء

۲۵	۵۰۹	۲۰۲	نظم	پند و موعظت	درمیان ۱۰۲۰ ۱۰۶۷	پند و لہند	علی (۹)
۲۶۲	۳۷۰	(۸) ۲۲۰	"	سیر	قریب ۱۰۶۰	مرثیہ	ملک خوشنود
۶۲	۹۳	۳۸	"	تصوف	قبل ۱۰۷۰	بیک نامہ	میراں جی خاندان
۲۵۰	۲۵۹	۲۰۹	نثر	"	"	رسالہ وجودیہ	"
۱۵۲	۶۵۹	(۵) ۱۱۶	نظم	"	"	غزل	" (۹)
۲۶	۷۰	۹	"	نقہ	۱۰۷۲	قصہ ہندی	عبدی
۴۹	۱۱۷	۲۳	"	قصہ	۱۰۷۶	پھولین	ابن نشا ملی
۲۶۹	۱۸۰	۲۳۳	"	"	"	"	"
۳۲۹	۸۱۱	۲۷۱	نثر	تصوف و سیر	قریب ۱۰۷۸	شہا مل القیاء	میراں یعقوب
۲۷	۹۸	۱۰	نظم	سیر	۱۰۸۰	مراج نامہ	سید باقی
۲۵۹	۳۶۵	(۷) ۲۱۵	"	کلام	درمیان ۱۰۳۵ ۱۰۸۳	غزل	عبداللہ قطب شاہ
۲۵۷	{ ۳۶۳	۲۱۳	"	سیر	" ۱۰۶۷	مراثی	علی عادل شاہ شاہی
۲۶۳	{ ۳۷۰	(۷) ۲۲۰	"	"	" ۱۰۸۳	"	"
۲۵۲	۳۶۱	۲۱۱	"	"	قریب ۱۰۸۲	"	مرزا

مرزا	مراتی	قریب ۱۰۸۲	سیر	نظم	۲۲۰ ۱۶-۱۵-۱۳-۱ ۲۹-۲۶-۲۳-۲۰	۲۷۰	۲۶۳ ۲۶۶
ایمانی	نجات نامہ	۱۰۸۲	پند و غمت	"	۱۹	۵۰۷	۲۱
پند نامہ	پند نامہ	۱۰۸۶	پند	"	۱۲۳	۲۱۲	۱۵۸
شاہ راجہ	مرثیہ	قبل ۱۰۹۲	سیر	"	(۵) ۲۲۰	۳۷۰	۲۶۳
عابد شاہ	نگار ارسا بکین	"	نصوف	نثر	۲۵۷	۸۰۱	۲۱۳
" (۹)	معالمات بندہ نواز	"	طب	"	۲۵۸	۸۰۲	۲۱۲
سیوک	جنگ نامہ	۱۰۹۲	تاریخ	نظم	۳۰	۶۶	۵۷
فائز (فاضل)	رضواں شاہ	۱۰۹۲	نص	"	۲۶	۱۲۳	۵۱
شعلی	کلام	قریب ۱۰۹۷	نصوف	"	۲۰۵	۲۵۵	۲۲۵
معظم	گنج مغنی	"	"	"	۱۱۲	۶۵۵	۱۲۸
"	منظرہ عقل و عشق	"	"	"	(۱۹) ۲۲۰	۳۷۰	۲۶۵
" (۹)	"	"	"	"	۲۰۷	۲۵۷	۲۲۸
علی	مناجات	قبل ۱۱۰۰	مناجات	"	۷	۱۲۶	۲۲
"	مثنوی	"	نصوف	"	۲۰۱	۲۵۱	۲۲۳
سید	دعائے داؤد	"	مناجات	"	۲۳	۱۰۱	۷۰
فاروقی	چکی نامہ	"	نصوف	"	۱۱۳	۶۵۷	۱۵۰
مواہب	کشف المعراج	"	"	"	۲۰۳	۳۵۳	۲۲۵
سلطان	کلیات	"	"	"	۲۷۵	۳۳۸	۳۳۶
"	کلام	"	"	"	۲۰۶	۳۵۶	۲۲۷
مرتضیٰ	وصل نامہ	"	"	"	۲۱۰	۳۶۰	۲۵۱
افضل	محبی الدین نامہ	"	سیر	"	۲۱۲	۳۶۲	۲۵۲
غفار	مناجات	"	مناجات	"	۲۰۳	۳۵۳	۲۲۲
قادر	مجرۃ خاتون جنت	"	سیر	"	۱۳۲	۸۱	۱۷۶
"	مراتی	"	"	"	۲۱۲	۳۶۲	۲۵۷

۳۹	۸۴	۱۸	نظم	قصه	۱۱۰۰	قبل	چند ربدن و ماہیار	بلبل
۱۵۱	۶۵۸	۱۱۵	"	سیر	"	"	درج میراں	شیر میر
"	۶۵۹	(۴۵) ۱۱۶	"	تصوف	"	"	کلام	محمود
"	"	(۲) "	"	"	"	"	"	جعفر
۱۵۲	"	(۳) "	"	"	"	"	"	محمی
۲۶۴	۳۷۰	(۹) ۲۲۰	"	سیر	"	"	مرثیہ	روحی
۲۶۵	"	(۲۱) "	"	پند	"	"	رباعی	گوہری
۲۵۶	۳۶۴	(۱۰) ۲۱۳	"	سیر	"	"	مراثی	نثرف
۲۶۶	۳۷۰	(۲۶) ۲۲۰	"	"	"	"	"	"
۲۶۳	"	(۲) "	"	"	"	"	مرثیہ	مراد
"	"	(۶) "	"	"	"	"	"	قرآن علی
۲۵۵ و ۲۵۶	۳۶۳	۲۱۳	"	"	"	"	"	پیغمبر احمد
"	"	"	"	"	"	"	"	شیخ
"	"	"	"	"	"	"	"	قلندر
"	"	"	"	"	"	"	"	حیرت
"	"	"	"	"	"	"	"	مشہور
۲۵۵	۳۶۳	(۹) ۲۱۳	"	"	"	"	"	اشرف
۳۶۴ و ۳۶۶	۳۷۰	۲۲۰	"	"	"	"	"	حسین
"	"	"	"	"	"	"	"	صادق
"	"	"	"	"	"	"	"	محببت
۲۰۱	۱۹۰	۱۷۰	نثر	تصوف	"	"	درد الاسرار	مرید سلطان
۲۶۱	۳۶۸	۲۱۸	"	"	"	"	"	"
۲۰۲	۶۷۳	۱۷۱	"	"	"	"	ہدایت المومنین	؟
۲۵۹	۳۶۶	۲۱۶	"	پند	"	"	وصایا کے نبی	؟
۱۸۱	۹۷	۱۴۸	نظم	سیر	"	"	باز و فاختہ	؟

۲۴۴	۲۵۲	۲۰۲	نظم	سیر	۱۱۰۰	قبل	قصه هرئی کا	؟
۳۲۴	۸۰۸	۲۶۶	نثر	قواعد	"	"	ترجمہ آمدنامہ	؟

(۴) درمیان $\frac{۱۱۰۰}{۱۶۸۸}$ و $\frac{۱۱۵۰}{۱۶۳۶}$

۲۸	۳۰۱	۱۱	نظم	فقہ	۱۱۰۱	بدایات ہندی	ضعیفی
۳۳	۵۹	۱۳	"	"	"	"	"
۲۱	۱۲۶	۴	"	سیر	۱۱۰۲	قصیدہ معجزہ	جنونی
۲۲	" ب	۵	"	"	"	" (دیگر)	"
۴۸	۶۸	۲۳	"	"	۱۱۱۰	نامہ علی	عبد العلی
۳۴	۹۸ ب	۱۵	"	"	۱۱۱۱	وفات نامہ	دریا
۱۵۲	۹۱	۱۱۹	"	"	"	"	"
۱۵۵	۲۱۶	۱۲۰	"	"	"	"	"
۳۳	۱۰۹	۱۴	"	"	" (۹)	شمال النبی	عبد الحمز
۴۳	۵۰۸	۲۰	"	"	"	نورنامہ	عنایت
۴۴	۸۰	۲۱	"	"	"	"	"
۵۵	۵۱۰	۲۹	"	تصوف	۱۱۱۲	من لگن	بحری
۶۲	۹۳	۳۶	"	کلام	۱۱۱۵	دیلوان	ولی
۶۳	۱۱۲	۳۷	"	"	"	"	"
۲۱۰	۱۲۸ (ج)	۱۷۷	"	"	"	غزلیات	"
۲۰۶	۶۸۱	۱۷۴	"	سیر	"	مخمس	"
۷۶	۵۱۵ (ج)	۲۸	نثر	فقہ	۱۱۱۷ (۹)	توشہ عاقبت	منور بیگم
۳۱	۳۰۲	۱۲	نظم	پند	۱۱۳۰	پند نامہ لغمان	فتح شریف
۵۸	۱۲۰	۳۱	"	سیر	$\frac{۱۱۳۰}{۱۱۳۷}$	روضۃ الشہدا	ولی ویلوری
۵۹	۸	۳۲	"	"	"	"	"

۱۱۳	۴۰۲	۹۲	نظم	سیر	۱۱۳۰	روقتہ الشہداء	ولی و یلوری
۲۰	۱۲۵	۳	"	"	۱۱۲۰ قبل	وفات نامہ	امامی
۶۸	۵۱۳	۴۳	"	تقصوف	۱۱۴۳	اشارات الغافلین	عاشق
۶۰	۱۵۸	۳۳	"	"	۱۱۴۶	بیچھی باچھا	وجدی
۶۱	۵۸	۳۴	"	"	"	"	"
۶۲	۵۱۱	۳۵	"	"	"	"	"
۱۱۲	۴۰۱	۹۱	"	"	"	"	"
۲۸۶	۷۰۳	۲۳۷	"	"	۱۱۵۰ قبل	فتح عرفان	امام الدین عارف
۲۴۹	۳۵۸	۲۰۸	"	"	"	کلام	شیخ اسماعیل
۲۵۸	۳۶۵	۲۱۵	"	"	"	نظم	محمی الدین
۲۱۰	(۱۲۸) ۱۴۷	(۱۴) ۱۷۷	"	"	"	غزل	حیات
۲۷۲	۳۷۱	۲۲۶	نثر	تفسیر	"	تفسیر اذاجاء	؟
۲۶۰	۳۶۷	۲۱۷	"	طب	"	حکمت سلیمان	؟

(۵) درمیان ۱۱۵۰ و ۱۲۰۰

۶۱۷۸۶ ۶۱۷۳۷

۹۷	۵۱۹	۷۱	نظم	کلام	۱۱۶۱	دیوان	یقین
۱۰۰	۵۲۱	۷۵	"	"	"	"	"
۱۰۶	(۱۲۶) ۱۴۶	۸۳	"	"	"	"	"
۲۰۲	۷۰۸	۲۴۹	"	"	"	"	"
۲۸۷	۷۰۳	۲۳۹	"	"	"	غزلیات	"
۲۱۵	(۱۲۸) ۱۴۷	(۲۴) ۱۷۷	"	"	"	منتخب دیوان	عاشق
۱۶۹	۲۱۰	۱۳۳	"	"	۱۱۶۵	"	داؤد
۷۳	۵۱۵	۴۶	"	"	۱۱۶۸	دیوان	"
۲۱۲	(۱۲۸) ۱۴۷	(۱۹) ۱۷۷	"	"	"	غزل	"

۶۵	۱۲۲	۳۹	نظم	سیر	۱۱۴۳	روضۃ الاطهار	شیدا
۶۶	۵۱۲	۴۰	"	"	"	"	"
۷۲	۵۱۴	۴۵	"	قصه	۱۱۷۵	قبل سرو و شمشاد	سامی
۲۶۲	۳۶۹	۲۱۹	"	فقه	۱۱۷۵	قرب مرآت المصلی	!
۳۲۰	۳۳۹	۲۶۹	"	قصه	۱۱۷۷	قبل بوستان خیال	سراج
۹۹	۵۲۰ (ب)	۷۴	"	"	"	"	"
{ ۲۱۱	{ ۱۲۸ (ج)	{ ۱۷۷	"	کلام	"	"	"
{ ۲۱۲	{ ۳۰-۲۰-۶	{	"	"	"	"	"
۲۶۳	۳۷۰	(۳) ۲۲۰	"	"	"	"	"
۲۱۳	(ج) ۱۲۸	(۱۸-۱۹) ۱۷۷	"	"	۱۱۷۸	"	اخلاص
۲۰۶	(ب) "	۱۷۵	"	"	"	"	عاجز
۲۱۲	(ج) "	(۱۰) ۱۷۷	"	"	"	"	"
"	(د) "	(۱۵) ۱۷۷	"	"	۱۱۸۰	قرب محسن	تاسم
۹۸	(ب) ۵۱۹	۷۲	"	منقبت	۱۱۸۵	قبل قصیده	فغان
۷۶	۶۰	۴۹	"	عقاید	"	"	آگاه
۷۸	۶۱	۵۰	"	سیر	"	"	"
۸۰	(۱) ۶۲	۵۲	"	"	"	"	"
۸۱	(۲) ۶۲	۵۳	"	"	"	"	"
۸۲	(۳) ۶۲	۵۵	"	"	"	"	"
۸۳	(۵) ۶۲	۶۵	"	"	"	"	"
۸۴	(۳) ۶۲	۵۴	"	"	۱۱۸۶	"	"
۸۳	(۶) ۶۲	۵۷	"	"	"	"	"
۳۲۸	۷۱۴	۲۷۰	"	قصه	۱۱۹۰	قرب ییل مجنون	تجلی
۲۹۴	۷۰۶	۲۴۵	"	منقبت	"	قبل	میران
۳۰۹	۷۱۱	۲۵۵	"	"	"	"	"

۳۱۰	۷۱۱	۲۵۵	نظم	منقبت	۱۱۹۰	قبل	کلام	سید
۴۹	۱۳۲	۲۵	"	سیر	۱۱۹۱		تقصص الانبیا	غوثی
۹۱	۱۳۸	۶۴	"	"	"		ضیافت نامه	"
۲۸۸	۷۰۴	(۱۷)۲۳۹	"	کلام	۱۱۹۲	"	غزل	آبرو
۱۰۸	۴۴	۸۷	"	"	"	"	دیوان اول	میر
۲۸۸	۷۰۴	(۱۱-۱۰)۳۰۹	"	"	"		غزلیات	"
۳۰۸	۴۴۳	۲۵۳	"	"	"		انتخاب دیوان	"
۱۰۱	۵۲۳	۷۷	"	"	$\frac{۱۱۲۸}{۱۱۹۹}$	در بیان	دیوان	درد
۲۸۸	۷۰۴	(۱۲)۲۳۹	"	"	۱۱۹۳	قبل	غزل	شادان
۹۹	۵۲۰	۷۳	"	"	۱۱۹۴	"	دیوان	سودا
۱۰۲	۱۱۶	۷۸	"	"	"	"	کلیات	"
۱۰۳	۱۲۸	۷۹	"	"	"	"	"	"
۲۱۵	(ج) ۱۱۲۸	(۲۸-۲۷) ۱۷۷	"	"	"	"	غزلیات	"
۱۰۴	(پ) ۱۳۶	۸۰	"	"	"	"	فحش دیوان	"
۱۷۰	۱۳۰	۱۳۲	"	پند و غفلت	۱۱۹۵	"	تنبیہ النساء	رحمت اللہ
۱۷۲	۶۶۳	۱۳۵	"	"	"	"	"	"
"	۸۶	۱۳۶	"	"	"	"	"	"
۱۷۳	۶۶۴	۱۳۷	"	"	"	"	"	"
"	(پ) ۱۹۱	۱۳۸	"	"	"	"	"	"
۱۴۷	۶۵۴	۱۱۱	"	تصوف	"	"	فقر نامه	کامل
۲۷۰	۶۵	۲۲۴	نثر	تاریخ	۱۱۹۶	"	تاریخ هندوستان	؟
۱۲۱	۹۹	۱۰۲	نظم	"	۱۱۹۸		قصائد	پدا بیت
۳۱۰	۳۲۱	۲۵۶	"	کلام	۱۱۹۹		کلیات	کافظم
۹۵	۵۱۶	۶۸	"	قصه	"		سحر البیان	میر حسن
۹۶	۱۴۷	۶۹	"	"	"		"	"

۹۷	۵۱۸	۷۰	نظم	قصه	۱۱۹۹	سحرالبیان	حیرت
۱۱۸	۲۰۳	۹۹	"	"	"	"	"
۲۷۵	۲۷۳	۲۲۷	"	"	"	"	"
۲۹۸	۷۰۷	(۱۳) ۲۳۹	"	"	۱۲۰۰	قبل غزل	مولائی
۲۹۸	۷۰۷	(۱۵) ۲۳۹	"	"	"	مناجات	فلاهی
۲۳۰	۲۰۳	۱۹۰	"	منقبت	"	مناقب	عادل
۲۱۵	(ج) ۱۲۸	(۳۱) ۱۷۷	"	قصوف	"	مخمس	ذوقی
۲۹۳	۷۰۵	۲۲۲	"	کلام	"	منقبت کلام	برهان
۲۵۹	۳۶۳	۲۱۳	"	سیر	"	مرثیه	"
۱۳۰	۱۶۲	۱۰۳	"	تایخ	"	منظومات جویه	هدایت
۱۰۵	(د) ۱۳۹	۸۲	"	هزل	"	منقبت دیوان	صاحب قرآن
۲۸۷	۷۰۳	(۶) ۲۳۹	"	کلام	"	غزل	حسین
۱۰۰	۵۲۲	۷۹	"	"	"	منقبت کلام	منور
۲۹۳	۳۲۳	(۵) ۲۳۳	"	نعت	"	غزل	لطیف
۲۱۹	(د) ۱۲۸	۱۷۸	"	کلام	"	منقبت دیوان	مدینه
۲۹۲	۳۲۳	۲۳۳	"	منقبت	"	منقبت غوث اعظم	شکوه
۱۵۹	۶۶۱	۱۲۲	"	قصه	"	رساله احوال است	شمس
۲۹۷	۷۰۷	(۹) ۲۳۹	"	منقبت	"	مناقب	سکندر
۲۷۸	۷۰۱	۲۳۱	"	نعت	"	مطبوع صبیان	منفی
۲۸۷	۷۰۳	(۴) ۲۳۹	"	کلام	"	غزل	حمید
۲۱۰	(ج) ۱۲۸	(۱) ۱۷۷	"	"	"	ترجیع بند	حیرت
۲۱۱	"	(۲) "	"	"	"	"	کلمن
۲۱۲	"	(۱۳) "	"	"	"	غزل	حمی
۲۱۵	"	(۳۳) "	"	"	"	"	صاحب
۱۰۶	(د) ۱۳۹	۸۳	"	نعت	"	قصیده	"

۱۵۲	۶۶۰	۱۱۷	نظم	فقه	۱۲۰۰	قبل	کفایت الاسلام	؟
۱۸۰	۶۶۸	۱۳۷	نثر	پند و غزلت	"	"	رساله اعمال بد	؟
۲۱۷	(۵) ۱۲۸	۱۷۹	نظم	قصه	"	"	قصه رسبیا	؟
۲۲۰	۶۱۱	۱۹۹	نظم و نثر	کلام و انشا	"	"	قصه ابو شحبه	؟
۲۹۵	۷۰۷	۲۲۶	نظم و نثر	کلام و انشا	"	"	بیان نظم و نثر	مختلف شخرا

(۶) در میان ۱۲۰۰ و ۱۲۵۰
۶۱۸۳۵ ۶۱۷۸۶

۱۳۵	۱۶۲	۱۰۲	نظم	تایخ	۱۲۰۱	قبل	مجموعه نظمیں	افس (ہدایت)
۱۳۸	۱۷۲	۱۰۵	"	"	۱۲۰۳	قبل	دیوانچہ	" (")
۹۱	۱۳۹	۶۵	"	سیر	۱۲۰۴	"	ظفر نامہ	محمود
۱۳۹	۶۵۶	۱۱۳	"	موعظت	"	قریب	وصیت نامہ	مصطفیٰ
۲۹۱	۷	۲۲۱	"	قصوف	۱۲۰۶	قبل	شادی	عظیم الدین
۸۵	(۸) ۶۲	۵۹	"	سیر	"	"	من حیون	آگاہ
۸۴	(۷) ۶۲	۵۸	"	"	"	"	من مدین	"
۷۸	۶۲	۵۱	"	"	۱۲۰۷	"	ہشت بہشت	"
۸۷	۱۳۷	۶۱	"	"	"	"	محبوب القلوب	"
۸۸	۲۱۸	۶۲	"	"	"	"	ریاض الجنان	"
۹۰	۱۰۲	۶۳	"	"	"	"	"	"
۱۱۲	۱۳۲	۹۰	"	"	"	"	مراثی	"
۸۶	(۹) ۶۲	۶۰	"	"	۱۲۰۹	"	حاشیہ من درین	"
۱۱۱	۱۱۰	۸۹	"	"	"	"	"	"
۹۳	۵۱۷	۶۷	"	قصہ	۱۲۱۱	"	نوبہا عشق	نامی
۱۸۸	۱۷۲	۱۵۵	"	"	۱۲۱۱	"	پداوت	عزت
۳۲۲	۷۱۵	۲۷۲	"	"	۱۲۱۲	"	عشق نامہ	عشرت
۲۸۷	۷۰۴	۲۳۹	"	کلام	۱۲۱۳	"	غزل	نگار

۲۴۱	۱۰۷	۲۰۰	نظم	فن شعر	۱۲۱۵	روپ سنگھار	آگاہ
۱۱۳	۱۶۹	۹۳	نثر	قصہ	"	طوطی نامہ	حیدر بخش حیدری
۱۱۴	۱۵۳	۹۳	"	"	"	چہار درویش	میرامن
۱۱۴	۴۰۳	۹۵	"	"	"	"	"
۱۱۵	۱۲۱	۹۶	"	"	"	مذہب عشق	ہنال چند
۱۱۶	۱۵۱	۹۷	"	"	"	"	"
۳۱۸	۷۱۳	۲۶۱	"	"	"	"	"
۱۵۳	۷۱	۱۱۸	نظم	طب	۱۲۱۷	خوان نعمت	نعمت اللہ (۹)
۳۳۳	۷۱۶	۲۷۳	نثر	قصہ	۱۲۲۰	طوطی کہانی	۹
۱۱۰	۱۴۱	۸۸	نظم	کلام	"	کلیات	آیمان
۱۰۷	۲۱۵	۸۵	"	"	۱۲۲۳	دیوان	انشا
۱۰۸	۵۲۴	۸۶	"	"	"	کلیات	"
۱۷۵	۸۸	۱۴۰	"	سیر	۱۲۲۴	وفات نامہ خاتون خبت	۹
۱۷۶	۷۹	۱۴۱	"	"	"	"	۹
۲۵۹	۳۶۳	(۱۱) ۲۱۳	"	کلام	۱۲۲۵	کلام	کمر شاہ
۲۸۷	۷۰۴	(۳) ۲۳۹	"	"	"	"	"
۳۲۳	۲۳	۲۶۵	نثر	قواعد	"	ریختہ ہندی کی صرف و نحو	۹
۱۱۹	۸۵	۱۰۱	نظم	قصہ	"	چہار درویش	شوق
۲۵۹	۳۶۵	(۶) ۲۱۵	"	کلام	۱۲۲۹	ریختہ	معجز
۲۱۸	۶۸۰	۱۸۱	نثر	قصوت	۱۲۳۰	معذوبہ السالکین	سید امین
۱۷۴	۱۳۱	۱۳۹	نظم	فقہ	۱۲۳۲	کشف الخلاصہ	شجاع الدین
۳۲۵	۸۰۹	۲۶۷	"	"	"	"	"
۲۲۳	۶۷۲	۱۸۴	نثر	عقاید	۱۲۳۵	تقریبہ الایمان	محمد اسماعیل
۲۲۰	۶۷۰	۱۸۲	"	"	"	تقریبہ الصلوٰۃ	سید احمد
۲۲۲	۶۷۱	۱۸۳	"	"	"	رسالہ جہاد	۹

۲۲۵	۶۷۲	۱۸۵	نثر	عقاید	۱۲۳۵	قریب	ردہ بابیہ	ظہور علی
۲۲۹	۶۸۷	۱۸۹	نظم	کلام	۱۲۳۶	قبل	کہانی و قصہ	مودب
۱۹۶	۶۳	۱۹۲	"	فقہ	"	"	رسالہ بے نیاز	؟
۱۴۱	۸۲	۱۰۶	"	تاریخ	۱۲۳۸	"	قنوی نادر	نادر
۲۳۳	۱۱۲	۱۹۳	"	کلام	"	"	چشمہ فیض	فیض
۱۷۷	۶۶۵	۱۴۲	نثر	عقاید	"	"	فضیلت المسلمین	خرم علی
۱۸۲	۱۶۶	۱۵۲	"	"	"	قریب	شرک و بدعت	"
۱۷۸	۶۶۶	۱۴۵	"	موعظت	۱۲۳۹	"	قیامت نامہ	محمد عبداللہ
۳۲۶	۸۱۰	۲۶۸	نظم	تاریخ	۱۲۴۰	"	قصہ شہیداں	ناظم
۱۵۵	۱۴۲	۱۲۱	"	فقہ	۱۲۴۲	قبل	دین و دیک	الغت
۱۵۷	۱۰۳	۱۲۳	"	عقاید	"	"	ایمان و دین	"
۱۴۲	۷۲	۱۰۷	"	سیر	"	"	وہ مجلس	فاضل
۱۸۲	۶۳	۱۴۹	نثر	عقاید	"	"	سوالات گزین	محمد اوی (۹)
۲۸۰	۳۴۸	۲۳۳	"	حدیث	"	"	ترجمہ چہل حدیث	؟
۱۷۹	۶۶۷	۱۴۶	"	عقاید	۱۲۴۳	"	ہدایت المؤمنین	حسن تنوچی
۲۸۸	۷۰۲ (۱۵)	۲۳۹	نظم	کلام	۱۲۴۴	"	غزل	مستان
۲۰۸	۱۲۸ (۳)	۱۷۶	"	قصہ	"	"	قصہ سید پوش	رحمن شاہ
۱۶۰	۱۵۶	۱۲۵	نثر	"	"	"	تناولی	فقیر اللہ شاہ حیدر
۱۶۳	۱۵۵	۱۲۶	نظم	"	۱۲۴۷	قریب	نظم انور	"
۲۹۵	۷۰۷	۲۰۶	"	منقبت	"	"	محمس	"
۱۸۳	۱۶۵	۱۵۱	نثر	عقاید	۱۲۴۵	قبل	اصلاح مسلماناں	؟
۲۸۷	۷۰۲ (۲)	۲۳۹	نظم	کلام	"	"	غزل	ملک شاہ
۱۱۷	۱۶۹ پ	۹۸	نثر	قصہ	۱۲۴۸	"	گل باصنوبر	نیم چند
۱۶۲	۴۰۶	۱۲۷	"	"	"	"	مرغوب الطبع	حسین علیخان
۱۶۵	۱۴۶	۱۲۸	"	"	"	"	"	"

۱۶۵	۱۲۹	۱۲۹	نثر	قصه	۱۲۴۸	قریب	چادر و روش	حسین علیخان
۱۶۶	۱۳۳	۱۳۰	"	"	"	"	همیشه بهار	"
۲۴۵	۲۳۹	۲۲۸	"	طب	۱۲۴۹	قبل	کتاب ادویات	؟
۲۴۶	۲۳۸	۲۲۹	"	سائنس	"	"	مسائل طبیبی	؟
"	۲۴۶	۲۳۰	"	طب	"	"	بیان حکم کا	؟
۱۶۸	۹۶۲	۱۳۱	"	فقه	۱۲۵۰	"	ترتیب النکاح	شمس
"	(ب) ۱۳۸	۱۳۲	"	"	"	"	ترتیب نماز	"
۹۳	(ب) ۱۳۸	۹۶	نظم	موعظت	"	"	احوال قیامت	غلام سنجیک
۱۸۲	۹۶۹	۱۵۰	"	"	"	"	کتاب ہدی	مشتاق
۱۸۵	۵۶	۱۵۳	نثر	"	"	"	قیامت نامہ	؟
۱۹۳	(ب) ۲۰۸	۱۵۸	نظم	تصوف	"	"	چار کرسی طریقت	فقیر اللہ شاہ حیدر
۱۰۵	۱۳۶	۸۸	"	غلام	"	"	منتخب دیوان	نصیر
۱۹۳	۱۶۱	۱۵۹	نثر	سیر	"	"	وہ مجلس	؟
۲۸۸	۶۰۴	(۱۳) ۲۳۹	نظم	کلام	"	"	غزلیات	روشن
۱۹۶	۱۶۵	۱۶۳	نثر	تصوف	"	"	ادب عناصر الوجود	؟
۱۹۸	۱۶۹	۱۶۲	"	"	"	"	رمز محل	"
"	۱۶۶	۱۶۵	"	"	"	"	سرفت حق	"
۱۹۹	۱۶۸	۱۶۶	"	"	"	"	رسالہ وجودیہ	"
"	۱۶۹	۱۶۶	"	"	"	"	رسالہ چہل تن	"
۲۸۴	۲۰۰	۲۳۶	نظم	سیر	"	"	قصہ دانی علیہ	"
۲۰۵	۱۶۳	۱۶۳	"	قصہ	"	"	اگر گل	"
۲۹۹	۷۷	(۲۲) ۲۳۶	نثر	تصوف	"	"	نور نامہ	"
۲۱۶	۴۲	۱۸۰	"	فقه	"	"	چہار کرسی	اشرف الدین
۲۹۸	۷۰۷	(۱۶) ۲۳۶	نظم	کلام	"	"	غزل	عکرمبر
۲۳۹	۶۸۵	۱۸۸	"	فقه	"	"	محرمات شرعی	محمدی

۲۹۶	۷۰۷	(۶) ۲۳۶	نظم	کلام	۱۲۵۰	قبل	بزرگپایا	تظیر
۲۳۲	(ب) ۱۴۲	۱۹۱	"	"	"	قریب	دیوان اول	نسخ
"	(ج) "	۱۹۲	"	"	"	"	دوم	"
۲۹۶	۷۰۷	(۵) ۲۳۶	"	"	"	"	غزل	"
"	"	۲۳۶	"	منقبت	"	"	مجزا	وقار (۹)
۲۷۹	۱۹۱ و ۷۰۹	۲۳۲	"	موعظت	"	قبل	ترجمه کریم	"
۲۹۷	۷۰۷	(۷) ۲۳۶	"	منقبت	"	"	مناقب	نثار
۳۰۱	۷۸	۲۳۸	"	قصه	"	"	بهار گلشن	شوق
۲۹۸	۷۰۷	(۱۵) ۲۳۶	"	کلام	"	"	غزل	رسانا
۳۰۹	۷۱۲	۲۵۲	"	قصه	"	"	آب حیات	حیات (۹)
۳۰۸	۳۳۳	۲۵۳	"	کلام	"	"	انتخاب کلام	شاهی
۲۹۵	۲۹۷	(۱۲) ۲۳۶	"	منقبت	"	"	مناقب	امیر
۲۹۲	۳۴۴	(۴) ۲۳۳	"	"	"	"	مرثیه	"

(۷) درمیان ۱۲۵۰ و ۱۳۱۹ هـ
۶۱۸۳۵ و ۶۱۹۰۰

۲۷۲	۱۵۲	۲۲۵	نثر	بیت	۱۲۵۰	قریب	ترجمه شرح چینی	شاه علی
۲۳۳	۱۳۵	۱۹۲	نظم	لغت	۱۲۵۶	"	فیض جاری	فیض
۲۹۸	۷۰۷	(۱۸) ۲۳۶	"	کلام	"	"	غزل	"
۲۸۸	۷۰۳	(۹) ۲۳۶	"	"	۱۲۵۸	قبل	"	حسن
۱۹۱	۴۰۷	۱۵۶	"	قصه	۱۲۶۰	"	آماولی	حیدر بنی بادشاه (۹)
۱۹۲	۴۰۹	۱۵۷	نثر	"	"	"	لار و کپور	"
۱۸۶	۱۵۰	۱۵۲	نظم	سیر	"	"	حکایتی	مرزا
۲۸۹	۷۲	۲۴۰	نثر	"	"	"	اسرار غوثیه	"
۲۳۵	۱۰۰	۱۹۵	نظم	کلام	۱۲۶۱	قریب	دیوان اول	مرزاج

۲۲۸	۶۸۳	۱۸۰	نثر	قصه	۱۲۶۲	کشف الحاجه	نورالدين
۳۱۶	۳۲۰	۲۶۰	نظم	قصه	۱۲۶۳	طلسم اعظم	فضل
۳۳۵	۷۱۷	۲۷۲	"	مسدس	۱۲۶۸	قبل واسوخت	آباد
۲۰۰	۲۰۲	۱۶۸	"	قصه	۱۲۶۹	" قصه بادشاه روم	آدم
۲۰۱	۲۰۲ پ	۱۶۹	"	قصوت	"	" قصه	رضوان شاه
۲۱۹	۸۰۴	۲۶۲	"	"	۱۲۷۵	" مجموعه مناجات	قصه و ناقص
۲۹۱	۳۲۵	۲۳۲	"	کلام	"	قريب وفات نامه زهرا	کتبه
۳۳۰	۸۰۵	۲۶۳	"	"	"	" مجموعه مولود شريف	نورالدين مسعود و شکر
۱۷۷	۱۱۸	۱۲۳	"	سير	۱۲۷۶	قبل گلشن نامه خاتون جنت	"
۲۰۲	۷۵	۱۷۲	نثر	قصوت	"	" افيان سلوک	محمدنعمت مسكين شاه
۳۳۰	۸۰۵	۲۶۳	نظم	"	"	قريب کلام	"
۲۸۱	۱۲۵	۲۳۲	نثر	انشاء و تاريخ	"	" تاريخ بدر	واجد علی شاه
۲۳۹	۱۷۱ (ج)	۱۹۷	نظم	کلام	"	" ديوان دوم	مزارع
۱۹۲	۲۰۶	۱۶۰	نثر	قصوت	۱۲۷۹	" نکات الواصلين	سيد سلطان محمد الدين
۱۹۶	۲۰۸	۱۶۱	نظم	"	۱۲۸۱	قبل وجدان الحق	"
۳۰۵	۳۲۲	۲۵۲	"	کلام	"	" ديوان	نظم
۳۰۲	۷۱۰	۲۵۱	نثر	تاريخ	۱۲۸۰	" چهار گلزار	فضل الرحمن
۲۲۶	۶۸۲	۱۸۹	"	قصوت	۱۲۸۱	" حبیب المريدین	حبیب علی شاه
۳۲۱	۱۶۸	۲۶۲	نظم	تاريخ	۱۲۸۷	" مسدس اکبر	شعله
{ ۲۸۷	۷۰۲	{ ۲۳۹ (۷)	"	کلام	۱۲۸۸	" غزليات	لطيف
{ ۲۹۹	۷۰۷	{ ۲۴۰ (۲۰)	"	"	۱۲۹۱	" ديوان سوم	مزارع
۲۳۹	۱۷۱ (ب)	۱۹۸	"	"	۱۲۹۲	" سلام	دبير
۲۹۶	۷۰۷	۲۳۶	"	منقبت	"	" غزل	رضا
۲۸۸	۷۰۲	۲۳۹	"	کلام	"	" ديوان	شرف النساء
۲۹۹	۸۰۰	۲۴۷	"	"	۱۳۰۰	قريب مناقب	بهار
۲۹۶	۷۰۷	{ ۲۳۶ (۳)	"	منقبت	"	"	"

۲۹۲	۲۲۲ (۲)	۲۳۳	نظم	کلام	۱۳۰۰	تویب	غزل	آدب
۲۳۵	۱۰۰	۱۹۵	"	"	۱۳۱۳		دیوان رباعیات	عصر
۳۰۳	۷۰۹	۲۵۰	نثر	تاریخ	۱۳۱۹		روضه الاقطاب	رواقی علی

کتابخانه عمومی
جامعه اسلامی
تهران

۶۔ تصریحات

اس تذکرے کی طباعت کے اثناء میں معلوم ہوا کہ بعض امور مزید تشریح طلب ہیں یا بعض معلومات یا تاریخ کا اندراج غلط ہو گیا ہے اس لئے ان کی مختصر سی وضاحت درج ذیل ہے :-

(۱) تحفۃ النصائح (مخطوطہ نمبر ۱ صفحہ ۳۵) کے مصنف قطب الدین رازی کے حالات میں ان کے مرشد شاہ ابوالحسن کی نسبت جو معلومات درج ہیں اُن میں شاہ ابوالحسن قرنی قادری کا نام بھی قابل ذکر ہے یہ جنوبی ہند کے ایک بڑے صوفی اور بافیض بزرگ تھے اور محمد باقر آگاہ (دیکھو مخطوطات ۵۱ تا ۶۳) ان کے خاص معتقد تھے اور اپنی کتابوں میں ان کی مدح لکھی ہے۔

(۲) روضۃ الالہیاز (مخطوطہ نمبر ۳۹ صفحہ ۶۵) کے مصنف میرنوازش علی خاں شیدا کی ایک دوسری فتویٰ اعجاز احمدی کے بیان میں اس امر کا اظہار ضروری ہے کہ یہ ضخیم کتاب مطبع کربئی بنی سے ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں خاص اہتمام کے ساتھ (۸۱۴ صفحات میں) چھپ چکی ہے اور اس کا مطبوعہ نسخہ بھی ادارے میں محفوظ ہے۔

(۳) کسب محویت (مخطوطہ نمبر ۱۱ صفحہ ۶۶) کے مصنف شاہ صدر الدین کی تحقیق کے سلسلہ میں میسور کے اسی نام کے ایک مشہور مصنف کا تذکرہ ضروری ہے۔ ان کی بھی کئی کتابیں موجود ہیں اور پروفیسر سردی ان کی تحقیق و ترتیب میں مصروف ہیں۔

(۴) عقاید نامہ (مخطوطہ نمبر ۲۹ صفحہ ۷۶) کے مصنف آگاہ کاسنہ ولادت سہو کتابت سے ۱۱۵۵ھ چھپ گیا ہے۔ صبح ۱۱۵۵ھ ہے۔

(۵) ظفر نامہ (مخطوطہ نمبر ۶۵ صفحہ ۹۱) کے تذکرے میں اس کے مطبوعہ نسخے کا بیان چھوٹ گیا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۹۱۵ء میں مطبع قیومی کانپور سے ۱۵۶ صفحات میں چھپ چکی ہے۔ اس کا ایک نسخہ میرے یہاں موجود ہے۔ اس میں تقریباً چار ہزار ابیات ہیں۔ اور اس کے مرتب محمد قمر الدین نے مطبع کے وقت قدیم زبان و محاورہ کو غلط سمجھ کر اس میں نامناسب رو و بدل کر دیا ہے۔ چنانچہ اس کے آخر میں یہ نوٹ درج ہے :-
”بعض جا بغزوت اصلاح کردی۔ اور اکثر جا مطابق اصل اور محاورہ زبان مصنف کے رہنے دیا۔ اور بعض اشعار ناموزوں تھے اور بعض میں قافیہ نہ تھا۔ اس کو بنا دیا۔“

(۶) مدح میراں (مخطوطہ نمبر ۱۱۵ صفحہ ۱۵۰) کے مصنف شاہ میر کے حالات میں میسور کے شہ میر کا تذکرہ بھی پیش نظر ہونا ضروری ہے۔

(۷) تنبیہ النساء (مخطوطات نمبر ۳۴ تا ۳۸ صفحات ۱۷۰ تا ۱۷۳) کے مصنف خواجہ رحمت اللہ کے حالات زندگی ان کے ایک معتقد محمد نظام الدین قادری نے ۱۱۵۵ھ میں ایک فارسی کتاب عقیدۃ الطالبین میں قلمبند کئے تھے جو ۱۳۲۵ھ میں مولانا انوار اللہ خاں فضیلت جنگ مرحوم کی فرمائش پر مطبع یوسفی حیدرآباد سے ۸۸ صفحات میں شائع ہو چکی ہے۔
اسی سلسلہ میں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ خواجہ رحمت اللہ نے جس اودگیر میں قیام کیا تھا وہ بیدر کے قریب کا قلعہ اودگیر نہیں ہے۔ یہ جنوبی ہند کا ایک دوسرا مقام ہے جہاں کی لڑائی انگریزی تاریخوں میں مشہور ہے۔

(۸) تنبیہ النساء (مخطوطہ نمبر ۳۸ صفحہ ۱۷۳) کا یہ نسخہ ناقص الآخر نہیں بلکہ ناقص الاول ہے۔

(۹) وفات نامہ زہرا (مخطوطات نمبر ۱۲۰، ۱۲۱ صفحات ۱۴۵-۱۴۶) بمبئی میں ۱۲۶۱ھ میں دوسری فتویوں لعل و گوہر، قصہ تیمم انصاری، یلی مجنوں وغیرہ کے ساتھ چھپ چکا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ بھی ادارے میں موجود ہے۔ اس میں (۱۹۰) ابیات ہیں۔ لیکن ادارے کے مذکورہ مخطوطات میں ابیات کی تعداد کچھ زیادہ ہے۔

(۱۰) درر اسرار (مخطوطہ نمبر ۱۴۰ صفحہ ۲۰۱) خواجہ بندہ نوازؒ کی تصنیف نہیں ہے بلکہ ایک صوفی شاعر سلطان کی کتاب ہے اس کی کچھ وضاحت مخطوطہ نمبر ۲۱۸ میں درج ہے۔

(۱۱) چہار کرسی (مخطوطہ نمبر ۱۸۰ صفحہ ۲۱۴) کے مصنف اشرف الدین عرف دامو میاں کی نسبت یہ واقعہ غلط ہے کہ انہوں نے خطابت بودھن کی معاش منشی وقار الدین کو عطا کر دی تھی۔ وہ منشی صاحب موصوف کے ناموں تھے نہ کہ بھائی۔ وقار الدین مرحوم کو بودھن کی خطابت اپنے بڑے بھائی سے حاصل ہوئی تھی۔

(۱۲) مجذوب السالکین (مخطوطہ نمبر ۱۸۱ صفحہ ۲۱۸) کے تذکرے میں حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے سفر تندر کا جو واقعہ درج ہے اس میں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت تک حضرت سید علی ساگرؒ سلطان شکر آسان کا وصال نہیں ہوا تھا۔

(۱۳) نظم شادی (مخطوطہ نمبر ۲۲۱ صفحہ ۲۹۱) کے مصنف شاہ عظیم الدین نے ۱۲۱۲ھ میں ایک فتویٰ قصہ "بیر العلم" لکھی تھی جس میں ۲۵۰ ابیات ہیں۔ اور یہ فتویٰ ۱۲۶۱ھ میں چند اور قصوں کے ساتھ بمقام بمبئی طبع ہو چکی ہے اور یہ مطبوعہ نسخہ ادارے میں محفوظ ہے۔

(۱۴) واسوخت آباد (مخطوطہ نمبر ۲۷۲ صفحہ ۳۳۵) کے تذکرے میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اس مصنف کے دو اور واسوخت مجموعہ شعلہ جوالہ کی جلد اول کے صفحات ۲۳۵ تا ۲۶۱ میں مطبع منشی نوکشور سے ۱۲۸۵ھ میں چھپ چکے ہیں۔ ان میں پہلا واسوخت بہت طویل ہے

کیونکہ اس میں ۹۸ بند ہیں۔ یہ مطبوعہ مجموعہ بھی ادارے میں محفوظ ہے۔

(۱۵) خطوط نمبر ۱ تا ۱۴ مولوی خواجہ حمید الدین صاحب شاہد بی اے میرسب رس و
مہتمم ادارہ کا عطیہ ہیں۔ ان فوس ہے ان کتابوں کے تذکرے میں اس واقعہ کا اندراج سہواً نہ ہوگا۔
اگرچہ بعد کو معینین کی فہرست میں ان کو شریک کر لیا گیا ہے۔

اشعار

اس تذکرے میں اشخاص، مکتب و رسائل اور مقامات کے نام اس کثرت سے آئے ہیں کہ ان کے اشاریہ کی ترتیب ایک مشکل کام تھا لیکن مولوی محی الدین احمد صاحب شعلہ فی اے جامعہ عثمانیہ لائی مبارک باد ہیں کہ انھوں نے کئی ماہ کی محنت کے بعد اس کو مکمل کر لیا جس کے لئے منجانب ادارہ ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

آصف جاہ سادس پرمحبوب علی خاں م۔ ۱۰، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۶ -

(1)

آباد میر محمد حسین خاں - ۱۰/۲۲/۳۲۵/۳۵۹ - آگاہ محمد باقر - ۵۸۵/۶۰۴/۹۳/۱۱۱/۱۲/۱۳۱

آب حیات (آزاد) - ۹۸۰ - ۴۵۱۶۲۸۲۵۹۲۲۵۲۲۲

۱۳۰۸ - ۱۳۰۹ - (شوی) - ۳۵۹ - ۳۶۰ - ۳۶۱ - ۳۶۲ - ۳۶۳ - ۳۶۴ - ۳۶۵ - ۳۶۶ - ۳۶۷ - ۳۶۸ - ۳۶۹ - ۳۷۰ - ۳۷۱ - ۳۷۲ - ۳۷۳ - ۳۷۴ - ۳۷۵ - ۳۷۶ - ۳۷۷ - ۳۷۸ - ۳۷۹ - ۳۸۰ - ۳۸۱ - ۳۸۲ - ۳۸۳ - ۳۸۴ - ۳۸۵ - ۳۸۶ - ۳۸۷ - ۳۸۸ - ۳۸۹ - ۳۹۰ - ۳۹۱ - ۳۹۲ - ۳۹۳ - ۳۹۴ - ۳۹۵ - ۳۹۶ - ۳۹۷ - ۳۹۸ - ۳۹۹ - ۴۰۰ - ۴۰۱ - ۴۰۲ - ۴۰۳ - ۴۰۴ - ۴۰۵ - ۴۰۶ - ۴۰۷ - ۴۰۸ - ۴۰۹ - ۴۱۰ - ۴۱۱ - ۴۱۲ - ۴۱۳ - ۴۱۴ - ۴۱۵ - ۴۱۶ - ۴۱۷ - ۴۱۸ - ۴۱۹ - ۴۲۰ - ۴۲۱ - ۴۲۲ - ۴۲۳ - ۴۲۴ - ۴۲۵ - ۴۲۶ - ۴۲۷ - ۴۲۸ - ۴۲۹ - ۴۳۰ - ۴۳۱ - ۴۳۲ - ۴۳۳ - ۴۳۴ - ۴۳۵ - ۴۳۶ - ۴۳۷ - ۴۳۸ - ۴۳۹ - ۴۴۰ - ۴۴۱ - ۴۴۲ - ۴۴۳ - ۴۴۴ - ۴۴۵ - ۴۴۶ - ۴۴۷ - ۴۴۸ - ۴۴۹ - ۴۵۰ - ۴۵۱ - ۴۵۲ - ۴۵۳ - ۴۵۴ - ۴۵۵ - ۴۵۶ - ۴۵۷ - ۴۵۸ - ۴۵۹ - ۴۶۰ - ۴۶۱ - ۴۶۲ - ۴۶۳ - ۴۶۴ - ۴۶۵ - ۴۶۶ - ۴۶۷ - ۴۶۸ - ۴۶۹ - ۴۷۰ - ۴۷۱ - ۴۷۲ - ۴۷۳ - ۴۷۴ - ۴۷۵ - ۴۷۶ - ۴۷۷ - ۴۷۸ - ۴۷۹ - ۴۸۰ - ۴۸۱ - ۴۸۲ - ۴۸۳ - ۴۸۴ - ۴۸۵ - ۴۸۶ - ۴۸۷ - ۴۸۸ - ۴۸۹ - ۴۹۰ - ۴۹۱ - ۴۹۲ - ۴۹۳ - ۴۹۴ - ۴۹۵ - ۴۹۶ - ۴۹۷ - ۴۹۸ - ۴۹۹ - ۵۰۰ - ۵۰۱ - ۵۰۲ - ۵۰۳ - ۵۰۴ - ۵۰۵ - ۵۰۶ - ۵۰۷ - ۵۰۸ - ۵۰۹ - ۵۱۰ - ۵۱۱ - ۵۱۲ - ۵۱۳ - ۵۱۴ - ۵۱۵ - ۵۱۶ - ۵۱۷ - ۵۱۸ - ۵۱۹ - ۵۲۰ - ۵۲۱ - ۵۲۲ - ۵۲۳ - ۵۲۴ - ۵۲۵ - ۵۲۶ - ۵۲۷ - ۵۲۸ - ۵۲۹ - ۵۳۰ - ۵۳۱ - ۵۳۲ - ۵۳۳ - ۵۳۴ - ۵۳۵ - ۵۳۶ - ۵۳۷ - ۵۳۸ - ۵۳۹ - ۵۴۰ - ۵۴۱ - ۵۴۲ - ۵۴۳ - ۵۴۴ - ۵۴۵ - ۵۴۶ - ۵۴۷ - ۵۴۸ - ۵۴۹ - ۵۵۰ - ۵۵۱ - ۵۵۲ - ۵۵۳ - ۵۵۴ - ۵۵۵ - ۵۵۶ - ۵۵۷ - ۵۵۸ - ۵۵۹ - ۵۶۰ - ۵۶۱ - ۵۶۲ - ۵۶۳ - ۵۶۴ - ۵۶۵ - ۵۶۶ - ۵۶۷ - ۵۶۸ - ۵۶۹ - ۵۷۰ - ۵۷۱ - ۵۷۲ - ۵۷۳ - ۵۷۴ - ۵۷۵ - ۵۷۶ - ۵۷۷ - ۵۷۸ - ۵۷۹ - ۵۸۰ - ۵۸۱ - ۵۸۲ - ۵۸۳ - ۵۸۴ - ۵۸۵ - ۵۸۶ - ۵۸۷ - ۵۸۸ - ۵۸۹ - ۵۹۰ - ۵۹۱ - ۵۹۲ - ۵۹۳ - ۵۹۴ - ۵۹۵ - ۵۹۶ - ۵۹۷ - ۵۹۸ - ۵۹۹ - ۶۰۰ - ۶۰۱ - ۶۰۲ - ۶۰۳ - ۶۰۴ - ۶۰۵ - ۶۰۶ - ۶۰۷ - ۶۰۸ - ۶۰۹ - ۶۱۰ - ۶۱۱ - ۶۱۲ - ۶۱۳ - ۶۱۴ - ۶۱۵ - ۶۱۶ - ۶۱۷ - ۶۱۸ - ۶۱۹ - ۶۲۰ - ۶۲۱ - ۶۲۲ - ۶۲۳ - ۶۲۴ - ۶۲۵ - ۶۲۶ - ۶۲۷ - ۶۲۸ - ۶۲۹ - ۶۳۰ - ۶۳۱ - ۶۳۲ - ۶۳۳ - ۶۳۴ - ۶۳۵ - ۶۳۶ - ۶۳۷ - ۶۳۸ - ۶۳۹ - ۶۴۰ - ۶۴۱ - ۶۴۲ - ۶۴۳ - ۶۴۴ - ۶۴۵ - ۶۴۶ - ۶۴۷ - ۶۴۸ - ۶۴۹ - ۶۵۰ - ۶۵۱ - ۶۵۲ - ۶۵۳ - ۶۵۴ - ۶۵۵ - ۶۵۶ - ۶۵۷ - ۶۵۸ - ۶۵۹ - ۶۶۰ - ۶۶۱ - ۶۶۲ - ۶۶۳ - ۶۶۴ - ۶۶۵ - ۶۶۶ - ۶۶۷ - ۶۶۸ - ۶۶۹ - ۶۷۰ - ۶۷۱ - ۶۷۲ - ۶۷۳ - ۶۷۴ - ۶۷۵ - ۶۷۶ - ۶۷۷ - ۶۷۸ - ۶۷۹ - ۶۸۰ - ۶۸۱ - ۶۸۲ - ۶۸۳ - ۶۸۴ - ۶۸۵ - ۶۸۶ - ۶۸۷ - ۶۸۸ - ۶۸۹ - ۶۹۰ - ۶۹۱ - ۶۹۲ - ۶۹۳ - ۶۹۴ - ۶۹۵ - ۶۹۶ - ۶۹۷ - ۶۹۸ - ۶۹۹ - ۷۰۰ - ۷۰۱ - ۷۰۲ - ۷۰۳ - ۷۰۴ - ۷۰۵ - ۷۰۶ - ۷۰۷ - ۷۰۸ - ۷۰۹ - ۷۱۰ - ۷۱۱ - ۷۱۲ - ۷۱۳ - ۷۱۴ - ۷۱۵ - ۷۱۶ - ۷۱۷ - ۷۱۸ - ۷۱۹ - ۷۲۰ - ۷۲۱ - ۷۲۲ - ۷۲۳ - ۷۲۴ - ۷۲۵ - ۷۲۶ - ۷۲۷ - ۷۲۸ - ۷۲۹ - ۷۳۰ - ۷۳۱ - ۷۳۲ - ۷۳۳ - ۷۳۴ - ۷۳۵ - ۷۳۶ - ۷۳۷ - ۷۳۸ - ۷۳۹ - ۷۴۰ - ۷۴۱ - ۷۴۲ - ۷۴۳ - ۷۴۴ - ۷۴۵ - ۷۴۶ - ۷۴۷ - ۷۴۸ - ۷۴۹ - ۷۵۰ - ۷۵۱ - ۷۵۲ - ۷۵۳ - ۷۵۴ - ۷۵۵ - ۷۵۶ - ۷۵۷ - ۷۵۸ - ۷۵۹ - ۷۶۰ - ۷۶۱ - ۷۶۲ - ۷۶۳ - ۷۶۴ - ۷۶۵ - ۷۶۶ - ۷۶۷ - ۷۶۸ - ۷۶۹ - ۷۷۰ - ۷۷۱ - ۷۷۲ - ۷۷۳ - ۷۷۴ - ۷۷۵ - ۷۷۶ - ۷۷۷ - ۷۷۸ - ۷۷۹ - ۷۸۰ - ۷۸۱ - ۷۸۲ - ۷۸۳ - ۷۸۴ - ۷۸۵ - ۷۸۶ - ۷۸۷ - ۷۸۸ - ۷۸۹ - ۷۹۰ - ۷۹۱ - ۷۹۲ - ۷۹۳ - ۷۹۴ - ۷۹۵ - ۷۹۶ - ۷۹۷ - ۷۹۸ - ۷۹۹ - ۸۰۰ - ۸۰۱ - ۸۰۲ - ۸۰۳ - ۸۰۴ - ۸۰۵ - ۸۰۶ - ۸۰۷ - ۸۰۸ - ۸۰۹ - ۸۱۰ - ۸۱۱ - ۸۱۲ - ۸۱۳ - ۸۱۴ - ۸۱۵ - ۸۱۶ - ۸۱۷ - ۸۱۸ - ۸۱۹ - ۸۲۰ - ۸۲۱ - ۸۲۲ - ۸۲۳ - ۸۲۴ - ۸۲۵ - ۸۲۶ - ۸۲۷ - ۸۲۸ - ۸۲۹ - ۸۳۰ - ۸۳۱ - ۸۳۲ - ۸۳۳ - ۸۳۴ - ۸۳۵ - ۸۳۶ - ۸۳۷ - ۸۳۸ - ۸۳۹ - ۸۴۰ - ۸۴۱ - ۸۴۲ - ۸۴۳ - ۸۴۴ - ۸۴۵ - ۸۴۶ - ۸۴۷ - ۸۴۸ - ۸۴۹ - ۸۵۰ - ۸۵۱ - ۸۵۲ - ۸۵۳ - ۸۵۴ - ۸۵۵ - ۸۵۶ - ۸۵۷ - ۸۵۸ - ۸۵۹ - ۸۶۰ - ۸۶۱ - ۸۶۲ - ۸۶۳ - ۸۶۴ - ۸۶۵ - ۸۶۶ - ۸۶

آپ محمد بن عبد اللہ علی خاں - ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱ - ابراہیم خستہ آبادی - ۱۵۷

آتش - ۳۹۰۴۸۱ - ابراهیم خلیل - بابا - ۳۳۳۰

آدم - ۳۵۹ (۲۰۰۶) - ابراہیم عادل شاہ ثانی - ۲۶۸، ۲۶۹، ۳۶، ۳۷

آرام دل۔ ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳۔ ابراہیم قطب شاہ۔ ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸۔

آرزو۔ سراج الدین علی خاں۔ ۹۹۔ ابراہیم نامہ۔ ۳۴۶/۲۴۷۱۹۸

آزاد۔ میر غلام علی بکراجی۔ ۴۴۳۔ ابن نشا ملی۔ ۱۰۹۹ھ، ۱۲۵۰ھ، ۱۲۹۹ھ، ۱۳۳۳ھ، ۱۳۴۴ھ۔

آئندہ مفتی صدر الدین خاں۔ ص ۸۳۔ ابو الحسن قرنی قادری۔ ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

آصف الدولہ - ۳۱۶ ابوالحسن قطب شاہ ۱۵۱۶ء ۲۶۳/۲۶۴

آصف جاہ اول - نظام الملک - ۱۷۹۹ء تا ۱۸۰۶ء - ۳۵ -

۴۰۳ - آصف جاہ ثانی - میر نظام علی خاں ۶۵، ۷۲، ۱۱۱، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۸،
ابوالحسن نوری۔

۱۳۲ ابو الفضل - ۳۳۳

بہصفا چاہ ثالث میرا کر علی خاں گندھارہ ۱۸۲۵ء، ۱۸۳۴ء، ۱۸۶۷ء، ۱۸۸۲ء
ابوالفضل سید۔ ۱۲

٣١٦ - البراءة المعالي - ٣١٧ - ٣٢١ - ٣٢٦ - ٣١٧

آصف جاہ راج نا مراد الدولہ - ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸،

آصف ماه سالج - ۲۹۰ - ۲۹۰۴/۲۹۵/۲۹۶

۱۸۵۱۸۴	ابوسعید اسماعیل شہر پوری	۱۸۵۱۸۴	اردو شہ پارے -	۲۵۴۶۱۹۲۵۴۰
۲۰۳	ابوسعید ابوالخیر -	۲۰۳		۱۲۵۲۱۴۴۱۳۵
۲۸۹	ابوسعید سہارک -	۲۸۹		۲۱۲۲۸۸۲۶۴
۱۳۲	اہیت جنگ	۱۳۲	اردو سے قدیم	۱۵۶۱۵۸۲۰
۱۹۱۱۰۰	آٹولی -	۳۵۸۱۹۲۱۹۱۱۰۰		۲۲۲۵۳۲۵۰
۳۱۲۳۱۰	اجالاشاہ -	۳۱۲۳۱۰	اردو جہاں سہراب جنگ میں الدولہ شیر الملک	۱۲۲۱۲۰۱۱۱
	احترام الدولہ (دیکھو اعتصام الملک)			۳۶۱۳۳۱۳۰
۱۳۵۱۳۱	اعتصام جنگ ظفر الدولہ -	۱۳۵۱۳۱		۱۹۹۱۹۳۱۹۳
۱۶۹	احسان اللہ بیگ خان مرزا	۱۶۹	ارشاد الطالبین -	۱۹۵
۴۵	احکام فقہ -	۴۵	ارشاد نامہ -	۲۰۱۹۱۸۱۵
۲۱۵	آٹھ (۹)	۲۱۵		۳۲۵
۲۳	احمد آباد -	۲۳	ارشاد (ج)	۹۶
۲۰۲	احمد خیر الدین	۲۰۲	ارکٹ	۱۱۹۳۱۹۱۵۸
۲۴۲۲۴۰	احمد شاہ	۲۴۲۲۴۰	اژدر نامہ	۱۰۹
۳۰۵	آحمد - شیخ خواجہ غلام احمد	۳۰۵	اسپرینگر	۲۸۸۱۹۰۲۲
۱۵۴۱۵۶	احمد علی	۱۵۴۱۵۶		۴۲۹۴۴۲۹۲
۱۹۴	احمدی بیگم -	۱۹۴	آسہ - میر مصطفیٰ علی -	۲۳۶
۳۵۴۹۳۲	احوال قیامت -	۳۵۴۹۳۲	اسد اللہ سید	۱۴۴
۱۶۸۵۴	احوال میت -	۱۶۸۵۴	اسد علی مرزا -	۱۰۲
۳۵۲۲۱۳۲۱۰۹	اخلاق -	۳۵۲۲۱۳۲۱۰۹	اسد علی خرم	۳۲۰۳۱۹
۳۶۰۲۹۲۲	ادب - محمد شریف	۳۶۰۲۹۲۲	اسرار توحید	۲۲۴
۳۰۳۲۴۲	ادھونی	۳۰۳۲۴۲	اسرار غوثیہ -	۲۵۸۲۸۹۸
۲۴۵	ادھور	۲۴۵	استغنیاء جنگ - میر فتح اللہ خاں -	۱۶۳۱۶۱۱۱۵
۲۵۳۲۵۳۲۵۱۲۵۹	ادب نبرائیوریسی -	۲۵۳۲۵۳۲۵۱۲۵۹	اسلام آباد چانگام -	۲۲۸۲۲۴
۱۱۵۱۱۳	ارباب نثر اردو -	۱۱۵۱۱۳	اسمعیل -	۲۵۰۲۲۹۹
۳۵۴۱۹۴۶	اربع عناصر الوجود -	۳۵۴۱۹۴۶	اسیر - منظر علی خاں بکنوی -	۳۰۶

۳۲۲-	اکبر جنگ۔ اکبر علی خاں اکبر الملک	۳۵۰'۷۸'۶۰-	اشادت الغافلین۔
۱۸۷'۱۸۶-	اکبر علی خاں	۹۹-	اشتقاق۔
۶۷-	اگت پوری	۱۱۰-	اشیاق نامہ۔
۳۵۰'۲۵۵'۱۱-	اگر گل۔	۲۸۵'۲۸۴'۲۸۳'۱۷'۱۱'۸-	اشرف۔
۷۶-	البور	۳۲۵-	اشرف۔
۲۷۷'۲۷۵-	الفت خاں	۳۲۸'۲۵۵'۰-	اشرف۔
۱۵۸-۱۵۵'۷'۵-	الفت جمعی شہ	۳۵۷'۲۱۸'۲۱۷'۵'۳۶۳'۲۳۰-	اشرف الدین عرف دامو میاں۔
۳۵۶-			اتصغر سوامی پرشاد۔
۶۵-	اللہ کمی بیگم۔	۳۵۶'۱۸۳'۷-	اصلاح مسلمانان ارسال۔
۷۶-	اللہ دیر دی بیگ خاں	۱۰۳-	اصح الدین
۴۲-	انرو باد	۱۴۲'۱۴۱-	انفوی
۳۵۰'۲۸۶'۶-	۱۔ ام الدین	۱۱۸'۱۱۳-	انصام الملک۔ مخترم بیگ احترام الدولہ
۱۳۵-	امام جنگ۔	۳۶۱'۷۵-	انجاز احی
۲۷۲'۱۰۵-	امام علی۔	۱۰۹-	انجاز عشق
۱۵۴'۳۵'۲۱'۲۰'۷-	امامی۔	۱۴۲'۱۴۱-	اعظم جاہ نواب ارکاٹ۔
۳۵۰-		۱۴۱-	اعظم نگر مداس
۱۳۱-	امجد الدولہ	۱۴۲-	اعظم الملک۔
۲۷۱-	امیر الامرا نجف خاں	۲۵۷'۱۳۱-۱۲۹'۹'۸-	افق (ہدایت)
۷۶-	امیر (ارکاٹ)	۳۵۴'۱۴۰-	
۱۷۵'۱۷۴'۳۳-	امیر الدین۔	۱۱۶-	افسوس۔ سید نیر علی (شیر علی)
۱۷۴-	امیر اللہ فانی	۲۵۴'۲۵۳'۲۴۷'۷-	افضل۔ محمد افضل قادری
۳۰۳'۲۹۰-	امیر تیرہ شمس الدین	۳۴۷'۳۳۶-	
۲۹۵'۲۹۳'۲۹۲-	امیر غلام عبدالقادر۔	۲۹۰'۲۳۸-	اکبر الدین صدیقی
۲۹۸-		۲۷۰'۱۹۲-	اکبر بادشاہ
۳۵۸'۲۹۵'۲۹۲'۱۰-	امیر۔ ج	۳۲۹-	اکبر بادشاہ ثانی
۲۵۵'۲۴۰'۲۱۸'۳۸۳'۲۷۷'۶۶-	امین	۲۸۲-	اکبر جاہ

۳۴۴'۴۲'۴۱'۶	ایمانی - محمد امین	۲۴۵'۲۴'۴	امین الدین -
۱۳۲	ایلیچ پور	۲۵۰'۱۵۰'۱۲۸'۵۳	امین الدین اعلیٰ
۵۹	ایلوورہ	۲۶۵	
۳۵۵'۱۸۶'۱۱۱'۱۱۰'۹	ایمان - شیر محمد خان	۳۳۰	امین الدین ثانی
۳۵۶'۲۲۰'۱۵۴'۴	ایمان درین -	۲۲۶	امین الدین قادری
۱۳۱	ایلووارہ	۱۰۰'۴۹	انتخاب کلام سنور
(ب)		۱۰	انتخاب کلام تیروشاہی
۱۳۴	ایوانی	۲۸۲	انجن نرنگی علوم قدیمہ
۳۰۳	بارہ بکلی	۳۲۵	اندول جوگی پیٹھ
۲۵۳	بارہ ماسہ	۹۵'۹۲'۵۸'۵۴'۳۸	انڈیا آفس لائبریری
۳۴۸'۱۸۱'۴	بازوفاختہ (قصہ)	۲۵۸'۲۵۲'۲۴۱'۲۴۰	
۲۸۸	باغ ادم	۲۸۲	
۶۰	باغ جاں فزا	۲۵۳'۱۰۸'۱'۴۹	انشاء میرانشاء اللہ خان
۱۴۲'۸۹'۸۱	باقر حسین خان	۳۵۵	
۲۸۶'۲۵۸	بالاپور	۳۲۴	انصار امان اللہ حسینی
۱۴۰'۱۲۵'۱۲۱	بالاجی	۳۲۵	انشائے صبیان
۲۰۳	بایزید بطنی	۱۴۰	انوارا تعندار
۳۱۰	ببرجنگ		انوار اللہ خان (دیکھو فضیلت جنگ)
۹۰'۸۶	بلیو تک نیوٹو علی	۳۳۸	ادنیٰ کنڈ
۲۲۹'۴	بھو	۱۵۱'۹	ادنیٰ
۲۲۶	بحر الاسرار	۱۶۸'۱۵۹'۱۴۸'۱۴۴	ادوگیر
۵۵'۳۵	بحر الدین قاضی	۴۴۴'۴۳'۴۹'۴۴'۴۲	اورنگ آباد
۳۴۹'۵۶'۵۵'۳۵'۶	بحر علی - قاضی محمود	۴۴۴'۴۱۳'۲۴'۱۴۵'۱۱۹	
۶۶	بدل الدین حسینی	۵۶'۵۵'۲۹'۲۴'۲۶	اورنگ زیب عالمگیر
۲۸۳'۴۸۱	بدر عالم	۲۰۶'۱۲۸'۴۶'۴۳	
۲۹۰'۲۸۹	بدیع الدین رفاہی سید شاہ	۲۴۱'۲۴۰	

۱۴۸-	بنگادوں۔	۸۸'۸۶'۵۳'۵۳'۳۷	برٹش میوزیم
۲۸۲'۲۵۴-	بوم ہارٹ	۲۲۳'۳۲۲	برق۔ میر کاظم علی موسوی۔
۳۵۹'۲۹۶'۲۹۵-	بہار	۳۵۶'۲۵۵'۹'۸-	برہان۔
۳۶۳'۳۰۶'۲۰۰'۶۱'۵۸-	بجی	۵'۱۹'۵'۳۳'۲۰'۵	برہان الدین جام۔
۲۲۹-	بنارس	۲۴۵'۲۱۸'۱۵۲-	
۳۳۱-	بندہ	۳۳۱'۳۰۴	برہان الدین غریب
۱۶۳'۱۶۰'۱۵۰'۶۸'۵	بندہ نواز خواجہ سید محمد حسینی	۱۳۶-	برہان الدولہ امام علی خاں
۲۲۶'۲۱۹'۲۱۸'۲۰۱		۲۹۰-	برہان اللہ حسینی۔
۲۵۴'۲۶۸'۲۶۱'۱۲'۱۲		۲۹۳'۲۵۶'۹	برہان۔ سیدی
۳۶۳'۲۲۵'۳۱۵-		۳۵۳-	
۳۰۲-	بنگلہ پرشاد۔	۱۶۹	برہان بن عاشق
۲۲۱-	بنگلور	۲۸۸-	برہان پور
۱۸۵'۱۸۴-	بنول	۱۹۰-	بریلی۔
۲۱۸'۲۱۴'۱۳۲'۱۳۱	بودھن	۳۳۰-	بڑے شاہ حسینی
۳۶۳'۳۰۵'۳۰۲-		۳۰۷-	بزم دندان۔
۳۵۱'۳۲۸'۳۲۷'۱۰	بوستان نیال۔	۱۱۵-	بسات جنگ شہنشاہ الملک میر محمد شریف خاں
۲۹۴-	بوعلی قلندر	۹۹-	بغت خاں۔
۱۲۹'۱۰۵-	ہادر شاہ ابو ظفر	۱۹۵-	بستان طریقت
۲۷۱'۲۷-	ہر شاہ عالم	۲۰-	بشارت الذکر۔
۳۳۵-	ہزارستان عشق	۱۰۹	بشن سنگھ۔
۳۰۱-	ہزار عشق۔	۳۳۸'۳۱۸'۳۱۶'۳۱۴	بشیر۔ بشیر النساء بیکم
۳۵۸'۳۰۱'۱۰-	ہزار گلشن	۳۳۲'۳۲۹	
۷۹-	ہجرتہ المنی فلی	۳۱۸-	بکادلی
۳۸-	ہرام حسن بانو	۳۲۶'۲۷۷-	بلاقی۔ سید
۳۱۴-	ہرام وکل اندام	۳۲۸'۳۱۴'۳۹'۱۰-	بیل
۲۳-	بھوج	۲۰۶'۱۶۱'۷۳-	بلخ۔

۶۷ -	بیمیری	۲۹۶'۹ -	بیاض
۳۳۶'۳۳۶'۳۳۳ -	پیر محمد خاں	۲۱۰'۱۰'۹ -	بیاض اشعار
۳۰۷ -	پیماؤ میکش	۱۹۶'۱۵۹'۱۵۵'۱۵۲ -	جینہ
(ت)		۱۹۷ -	
۹۹ -	تباہ عبدالحی	۱۵۱'۹ -	بیاض دکنی
۱۷۵ -	تاج الملوک دیکاولی	۲۵۷'۱۰ -	بیاض غزلیات
۲۲'۳۶'۲۰ -	تاریخ اولیائے دکن	۲۶۲'۹ -	بیاض قدیم
۳۵۹'۲۸۲'۲۸۱'۱۱ -	تاریخ بدر	۲۵۵'۸ -	بیاض مرثی
۳۵۲'۲۷۰'۸ -	تاریخ ہندوستان	۲۹۵ -	بیاض نظم و نثر
۱۸۷'۱۸۶'۱۲۰'۱۱۰ -	تجلی علی شاہ	۲۵۷'۲۷۰'۱۱ -	بیان رحم کا
۳۵۱'۳۳۰'۳۲۸'۱۰ -	تجلی میر محمد حسن میاں صاحب	۳۲۵'۲۲۵ -	بیجا پور
۲۳۶ -	تجلی	۱۷۱ -	بیلگونی
۷۷ -	تحفہ احباب	(پ)	
۶۰ -	تحفہ عاشقاں	۳۱۶'۳۱۵ -	پاپا لعل
۳۵۱'۲۲۱'۷۹'۷۷'۸ -	تحفۃ النساء	۲۲۹ -	پنہری
۷۹ -	تحفۃ الاخبار	۲۲۰ -	پٹن
۳۶۱'۳۲۶'۷۵'۳۶'۳۵'۶ -	تحفۃ النصاب	۳۵۲'۱۸۸'۱۰ -	پرماوت
۲۳۶ -	تحفۃ شافعیہ السید میرز داری	۳۳۳'۳۳۳'۳۳۳'۳۳۳ -	پردش علی خاں
۲۲۳ -	تذکرۃ الاخوان	۱۸۱'۱۷۷'۱۷۳ -	پلانگ
۶۸ -	تذکرۃ الاصغیا	۱۲۹ -	پنتھو لعل
۷۰ -	تذکرۃ الاعراس	۲۵۰'۱۱۲'۶۲'۶۰'۶ -	پنہی باجھا
۷۰'۶۹ -	تذکرۃ الانساب	۶۲ -	پنہی نامہ
۷۰ -	تذکرہ اولیائے بیجا پور	۳۲۶'۲۲۳'۲۷۷'۲۷۷'۲۷۷ -	پند دل بند
۷۰'۶۷'۶۴'۶۳'۶۲'۶۱'۶۰ -	تذکرہ اولیائے دکن	۳۲۹'۳۳'۲۹'۶ -	پند نامہ نعمان
۲۵۰'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷ -		۳۲۷'۲۲۵'۱۵۸'۷ -	پند نامہ
۲۵۰'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷ -		۲۶۹'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷'۱۷۷ -	پچو لین
۲۸۶'۲۶۳'۲۵۲ -		۳۲۶'۲۷۰ -	

۱۷۹۱ء - ۱۷۸۸ء	تنبیہ النساء	۲۰۷	مذکرہ تنہا
۱۲۷۳ء - ۱۲۸۰ء		۲۹۸	مذکرہ سرور
۱۳۱۱ء	مختزل آفاق	۲۰۷	مذکرہ خواجہ اورنگ آباد
۱۹۶۱ء	توحید ملحق	۳۱۰	مذکرہ طوریش
۳۷	توزک اسمعیہ	۱۸۸	مذکرہ شوق
۳۲۹ء - ۳۵۵ء	توشہ عاقبت	۱۷۲	مذکرہ فتوت
۳۲۵ء - ۳۲۸ء	توصیف نامہ	۳۱۰	مذکرہ قاسم
۳۰۷	تھانہ لون	۳۲۸	مذکرہ ہندی مصفی
۱۳۷	تہر جنگ	۳۵۷	ترتیب الکاح
۱۰۴	تہر علی	۳۵۷	ترتیب نماز
۲۷۱ - ۲۷۰	تیسور گورکان	۲۲۹ - ۳۲۵	ترجمہ آمد نامہ
(ط)		۳۵۶	ترجمہ چہل حدیث
۲۳	ٹاٹ شاہ	۳۵۸	ترجمہ شرح چغنی
۱۳۷۱ - ۱۳۶۶ء	ٹپو سلطان	۳۷۹	ترجمہ کریا
۲۹۹ - ۲۸۱ء		۷۶	ترنا ولی
(ث)		۲۹۳	ترکیندہ
۱۲۳	ثبات جنگ	۳۲۲	تزک محبوبیہ
۲۳۷	ثناء اللہ پانی پتی	۲۷۵	تسلیم شاہ
(ج)		۳۰۱	تصدق حسین خاں
۳۲۲	جامع القوانين	۳۵۰	تفسیر سورہ اذا جاء
۳۳۳ - ۳۳۲	جانی	۱۱	تفضل حسین
۰۹	جذب القلوب	۳۵۵	تقویت الایمان
۳۲۸ - ۱۵۱ء	جغز	۷۵ - ۷۳	تکلیف کاظمی
۲۳۵	جغزینی قادری	۱۳۰	تمنا - اسد علی خاں
۳۳۵	جغز غالب - مرزا	۶۴	تہذیبات عین القضا
۱۰۵	جغز علی زلی	۱۱	تہذیب
		۱۹۲ - ۱۶۲	
		۳۵۶ - ۱۹۲	

۳۴۵'۳۰۱'۱۵۰'۶۸'۵	چکی نامہ بندہ نواز	۱۳۴۰'۱۳۲'۱۲۳	جگتیاں
۲۵۰'۶۸'۶۴'۶۲'۵	خدا نما	۳۵۱'۸۳'۸۲'۱۹'۷	جگ سون
۳۴۶		۲۹۰	جلال الدین غازی - سید
۳۴۷'۱۵۰'۷	چکی نامہ فاروقی	۱۹۵	جمال الدین قادری
۲۱۵'۲۰۷'۷۶	چغتستان شہرا	۲۱۸	جمال مغربی
۲-۳'۲۷۲	چنپاسل	۲۵۲	جنگ نامہ اشرف
۳۰۰	چند اسماء نقابائی	۳۴۷'۵۷'۸	جنگ نامہ محمد صیف
۳۴۶'۲۱'۳۹-۳۰'۱۰	چندر بدن و ماہیار	۲-۳	جنتی
۳۴۸		۳۴۹'۲۴'۲۲'۲۱'۷	جنونی گجراتی
۱۸۶'۱۶۳'۱۰۶'۱۰۵	چند دلال	۱۷۴	جوہر النظام
۳۴۶		۱۰۹	جوش عشق
۱۳۲	چنور	۳۰۷	جوش میکش
۳۶۳'۳۵۷'۲۱۷'۵	چهار کرسی	۱۰۹	جوش یاروں
۱۶۱'۱۲۰'۱۱۹'۱۱۱'۱۰	چهار درویش	۱۱۱	جہان پور بیگم
۱۶۲-۳۵۵'۱۶۲		۲۷۰	جہانگیر بادشاہ
۳۰۱'۱۶۶		۳۲۹	جے پور
۲۰۰'۱۹۹'۷	چہل تن (رسالہ)	۳۲۹	جے سنگھ
۳۱۶	چھوٹے لعل		(جج)
۱۸۶	چھوٹتر	۲۲۷	چانگام
۳۲۵	چیکٹ ماٹری	۳۵۷'۱۶۵'۱۱	چار درویش
۱۸۶	چیتا پٹن	۳۵۷'۱۹۴'۱۹۳۶	چار کرسی طلیقت
		۳۵۹'۳۰۵'۱۰۴'۸	چار گلزار
۱۲۴'۹۹'۹۸	حاتم - شاہ ظہور الدین	۱۷	چاندور
۱۴۴	حافظ دکنی	۵۸	چٹ پیٹھ
۳۵۴'۱۱۱'۸۶'۵	حاشیہ من درین	۱۳۳'۱۳۲	چٹیاں
۹۳	حامد علی خاں	۲۵۶'۲۳۳'۹	چشمہ و قیض

۱۴۲ -	حنیف اللہ خاں	۱۷۱ -	عبدش خاں
۳۰ -	حفیظ سید ڈاکٹر	۳۲۱/۳۲۰ -	حبیب
۶۷ -	حق نا۔	۲۸۱/۲۸۲ -	حبیب الدین احمد
۲۲۰/۲۲۳ - ۳۵۵ -	حقیقت الصلوٰۃ	۲۲۶/۲۲۱/۳۵۹ -	حبیب المریدین
۲۸۳/۲۶۶ -	حکمت بزرگ جہر	۲۶۶/۲۶۴/۳۲۱ -	حبیب علی رضوی (شاہ)
۲۶۰/۳۵۰ -	حکمت سلیمان	۳۵۹ -	
۲۸۴ -	حلیہ	۲۱۲/۳۵۳ -	حسامی
۱۴۹ -	حزہ احمد	۱۸۹ -	حضرت۔ مرزا جعفر علی
۱۸۶/۱۸۷/۳۵۸ -	حکماء حیدری	۲۲۶ -	حضرت نامہ
۲۴۴/۲۵۱/۲۶۱ -	حمید اللہ حسینی	۱۹۴ -	حسن - امام
۲۱۲/۳۰۹/۳۵۸ -	حیات	۱۰/۹۵ - ۹۷ -	حسن۔ میر غلام حسن۔
۱۱/۶/۱۱۰/۱۶۲ - ۱۶۴ -	حیدر۔ فقیر اللہ شاہ	۲۸۷/۲۸۸/۳۵۸ -	حسن۔ محمد حسن خاں
۱۹۱/۱۹۲/۲۰۸ - ۲۹۵ -		۷۶/۷۸/۷۹ -	حسن علی کرانی
۲۹۶/۳۵۷ -		۷۷/۱۷۹ - ۳۵۶ -	حسن قنوجی
۲۸۷/۲۸۷ - ۳۵۳ -	حیدر۔ میر حیدر شاہ دکنی۔	۱۶/۱۹/۵۹/۱۰۴/۱۹۴ -	حسین امام۔
۲۶۶/۱۷۶/۲۸ -	حیدر حسن۔ آغا	۲۶۶/۲۹۵/۲۹۱ -	
۱۲۸/۲۷۱/۳۱۵ -	حیدر علی خاں	۲۶۴/۳۲۸/۳۵۳ -	حسین۔
۱۳۸ - ۱۴۰ -	حیدر علی بیگ	۱۰/۱۱/۱۶۰/۱۶۲/۱۹۱ -	حسینی بادشاہ
۱۱/۱۱۳/۱۱۷/۳۳۴ -	حیدری۔ حیدر بخش	۱۹۳/۱۹۴/۱۹۵/۲۰۹/۲۱۸ -	
۳۵۵ -		۲۳۳/۲۳۶ -	
۲۵/۲۶/۳۶/۵۵/۶۴ -	حیدر آباد	۲۳۲/۳۳۳/۳۳۵ -	حسین خاں۔
۵۸/۹۲/۹۶/۱۱۳/۱۱۵ -		۱۱/۱۶۴/۱۶۵/۱۶۶/۳۵۱ -	حسین علی خاں
۱۱۷/۱۱۹/۱۲۱/۱۲۹/۱۳۴ -		۳۵۷ -	
۱۳۷/۱۴۲/۱۶۱/۱۶۴/۱۶۹ -		۲۶۴/۲۸۷ -	حسینی
۱۷۲/۱۷۳ - ۱۸۶ -		۹۹ -	حضرت
۲۰۶/۲۲۶/۲۲۲/۲۲۱ -		۱۳۱ -	حضرت جنگ

۱۱/۱۵۳/۳۵۵ -	خوان نعمت	۲۲۱/۲۳۳/۲۵۶/۲۶۸
۳۱۷ -	خوب اللہ شاہ -	۲۷۱/۲۸۲/۲۸۶/۲۸۷
۹۱ - ۹۳ -	خورشید النساء	۲۹۷/۳۰۴/۳۰۹/۳۰۹
۲۳۸ -	خورشید جاہ -	۳۲۱ -
۹/۲۶۲/۲۶۴ -	خوشنود - ملک	۲۱۰/۲۱۱/۲۵۵/۲۵۶
۱۲۶ -	خیالی - طا	۳۴۸/۳۵۳ -
۱۶۱/۱۶۳ -	خیر الدین خاں	(خ)
۲۲۴ -	خیر الدین مراد آبادی	۲۵۲
	خیر النساء (دیکھو فاطمہ)	۲۷۸/۲۸۵ -
(۲)		۲۲۵/۳۳۶ -
۹/۴۳/۲۱۰/۲۱۳/۳۵۰ -	داؤد - مرزا	۲۰۵ -
۸۸۳/۲۹۵/۲۹۶/۳۵۹ -	دبیر سلامت علی	۴۰۷ -
۱۱۶/۲۰۱/۲۶۱/۳۳۶/۳۴۸ -	درالاسرار -	۵/۶۲/۶۴/۶۸/۱۴۴
۲۹۱ -	دربیان روح	۱۵۰/۱۵۲/۱۹۹/۲۵۰/۳۲۹ -
۹/۱۰۱/۱۰۱ - ۳۵۱ -	درد - خواجہ میر	۳۳۱/۳۴۶ -
۷۹ -	درمنشود	۳۰۷ -
۷/۳۴/۳۵/۳۵۱/۱۵۵ -	دربیا -	۷/۱۷۷/۱۷۸/۲۵۶ -
۱۹۹/۳۴۹ -		۲۱۲/۲۴۳/۲۴۸/۲۸۲
۱۰۹ -	دربائے عشق -	۲۸۵/۲۹۰/۲۹۱ -
۱۰۷ -	دربائے لطافت	۳۰۳/۳۰۴ -
۷/۳۳۰/۳۲۱/۳۵۹ -	دشگیر	۷۵/۷۶ -
۶/۷۰/۳۴۷ -	دعائے داؤد	۳۰۱ -
۵/۲۴۲/۳۳۲ -	دکن میں اردو	۲۰۶ -
۲۵۸ -	دکنی منظومات	۱۰۹ -
۱۳۱/۱۳۳ -	دلاور جنگ فرنگی -	۲۱۸
۳۴۴ -	دلاور علی - مرزا -	۳۱۹ -
		خواجه عارف گنج بخش -
		خواجه مظفر
		خان فاضل
		خان باری
		خان محمد
		خان محمد - حاجی
		خانہ خوار
		خداآباد - شاہ میراں جی حسینی
		خدیجہ سلطان (دیکھو شہر بانو)
		خرابات میکش
		خرم علی
		خرد - امیر
		خلد آباد
		خلیل اللہ خاں
		خیر عشق
		خواب نامہ
		نواب و خیال
		خواجہ عارف گنج بخش -
		خواجہ مظفر

(۲)	۱۷۳/۱۷۷-۱۸۱	دوست محمد - مرزا -
۳۲۰/۲۹۸/۱۵	۲۱۹	دولت آباد -
۷۶	۲۲۹	دولت رام -
۱۶۹/۱۵	۱۳۳-۱۳۱/۱۲۳	دولت رائے -
۳۵۳/۲۱۵	۱۰۳/۱۰۲	دولہاراٹے -
(۳)	۱۲۴	دولہ سٹیلہ -
۷۸	۳۲۷	دھارور -
۱۶۱/۲۲	۳۵۷/۳۵۲/۱۹۳/۱۲۲/۸	دھمجلس -
۳۱۵-۳۱۳/۲۶۳/۲۶۲/۲۱۸/۳۵	۳۰۹/۳۰۸/۲۷۱/۲۷۰/۱۰۷/۱۰۵	دہلی -
۳۲۷	۱۳۲۸	
۱۵۱	۵۵/۵-۳۵۶/۲۲/۱۵۸	دین دیک -
۳۵۱/۸۳/۷۹/۷	۳۵۸/۱۸۱/۱۳۸/۹	دیوانچہ -
۱۱۰ - ۱۰۸	۳۵۵/۱۰۷/۹	دیوان انشا -
۳۶۱-۷۵/۳۶	۳۵۰/۷۷/۹	دو دو -
۱۲۸	۳۵۲/۱۰۱/۹	درد -
۳۲۹/۳۰۶	۳۵۲/۱۰۸/۹۹/۹	سودا -
۱۲۷	۳۵۹/۲۹۹	شرن -
۷۶	۳۵۱/۲۱۳/۲۰۶/۹	عاجز -
۳۲۹	۳۶۰/۲۳۵/۱۰	عصہ -
۲۲۳	۳۵۹/۳۵۸/۲۳۹-۲۳۷/۱۰	مزاج -
۲۵۸/۲۳۷/۲۳۶/۳۵	۳۵۲/۱۰۸/۹	میر -
۵۸	۲۳۲/۱۰	ناتھ -
۲۷۳/۲۷۲	۳۵۹/۳۰۵	ناظم -
۱۲۷	۳۴۹/۶۳/۶۲/۹	ولی -
۲۹۹	۳۵۰/۳۰۲/۱۰۶/۱۰۰/۹۷/۹	یقین -
۱۷۳/۱۷۰/۱۶۱/۱۶۰/۱۴۸/۱۴۷/۹		رحمت اللہ - خواجہ

۱۷۸/۱۱۳	نہاں خاں مندوڑی	۱۷۸/۱۱۳	سراج الدین بنیدی	۱۷۸/۱۱۳
۱۰۸	زور۔ مرزا احمد علی بیگ	۱۰۸	سراج الدولہ	۲۷۱
۱۷۹/۱۵۵/۷۰/۵۴/۱۷	زور۔ سید محی الدین قادری	۱۷۹/۱۵۵/۷۰/۵۴/۱۷	سراج الملک	۹۴
۲۲۳/۲۱۸/۱۷۵		۲۲۳/۲۱۸/۱۷۵	سربلند جنگ	۲۳۳
۲۶۷/۲۵۲/۲۶۹		۲۶۷/۲۵۲/۲۶۹	سرخس	۲۳
۱۳۳/۱۲۱	نور آور جنگ۔	۱۳۳/۱۲۱	سردار الدولہ	۱۱۱
۳۰۱	زہر عشق	۳۰۱	سردار الملک گھانسی میاں	۱۸۶
۲۶/۲۵	زین العابدین	۲۶/۲۵	سر فراتہ خاں	۲۲۶
۶۸	زینت المریدین	۶۸	سرور صوفی	۲۳۲
(س)			سرور	۲۹۸
۵۸	سات گدہ	۵۸	سرور۔ اعظم الدولہ	۱۵۶
۲۳۶	سابقہ۔ عبدالرحمن خاں۔	۲۳۶	سروری۔ پیدشاہ بران السیدی	۲۹
۶۱/۵۸/۲۸/۳۷/۲۹/۲۷	سانا جنگ	۶۱/۵۸/۲۸/۳۷/۲۹/۲۷	سروری۔ عبد القادر	۱۷۴/۵۸/۵۷/۴۴/۳۱/۲۷/۱۲
۲۶۷/۲۶۹		۲۶۷/۲۶۹		۳۹/۱۶۳۳۲/۳۲۸/۲۹۱/۷۷/۷۷
۲۰/۱۰۹	سانی نامہ	۲۰/۱۰۹	سرور و شمشاد	۳۵۱/۸۲/۱۰
۳۵۱/۷۳/۷۳/۱۰	ساتی۔ سید غلام قادر	۳۵۱/۷۳/۷۳/۱۰	سستی پنو	۱۸۹
۳۷۳/۷۲۹/۲۱۹/۲۱۸/۱۷	سانگرہ سلطان شکل آسان	۳۷۳/۷۲۹/۲۱۹/۲۱۸/۱۷	سدادت	۱۳۶
۲۳۳	سبحۃ الرحمان	۲۳۳	سعادت علی رضوی	۹۵
۹۹	سجادہ	۹۹	سعد اللہ شاہ	۲۰۲
	سجاد علی (دیکھو میکش)۔		سعدی	۲۷۹/۲۷۵/۲۷۳
	سحر البیان		سفر امامہ اعظم جاہ	۱۲۱/۹
	سنہادی۔ شمس الدین		سکندر آباد	۱۸۶/۸۵
	سندھوٹ		سکندر خلیفہ	۲۵۳-۲۹۷
	سراج۔ سراج الدین اوٹنگ آبادی۔		سکندر عادل شاہ	۲۹۷/۲۹۵/۲۸۸/۵۵
			سکندر ہیللا	۲۰
			سکینہ بیگم	۳۰۰

۲۴۳	سیوطی۔ جلال الدین	۲۵۰	شرح تہذیبین القضاۃ
۲۴۷	سیوک۔	۲۴۳	شرح جغتوی
(ش)		۲۵۰	شرح مرغوب القلوب
۳۳۵	شاد۔ ہمارا جمہ کشن پرشاد	۱۳۱	شرف الدولہ
۳۵۲	شادوں۔ ہمارا جمہ چندو لال	۲۵۲	شرف الدین قادری
۳۵۲	شادوں۔ لالہ بسواں لال	۱۲۲	شرف الملک
۲۹۸	شاہ تسلیم	۲۵۹	شرف۔ شرف النساء
۱۱۳	شاہ جہاں آباد	۲۳۷	شرف۔ روشن علی
۲۷۰	شاہ جہاں بادشاہ	۲۵۵	شرف۔
۱۱۹	شاہ جہاں نامہ	۳۵۶	شرب و بدعت (رسالہ)
۱۲۶	شاہ جی صدر جہاں	۹۶	شریف الدین یوسف
۱۱۰	شاہ عالم بادشاہ	۳۵۹	شعلہ۔ میر کاظم علی خاں
۲۷۲	شاہ علی	۲۴۵	شعلی
۳۲۹	شاہ عنایت	۲۵۵	شفیع
۳۵	شاہ محمد قادری نور دریا	۲۵۹	شفیق۔ لکھی نارائن صاحب
۳۶۲	شاہ میر۔ شاہ میاں قادری	۲۱۵	
۱۳۷	شاہ نور	۱۱۰	شکر اللہ۔ شیخ محمد
۳۵۹	شامی (ج)	۲۹۲	شکوہ۔ شکوہ علی
۳۰۸	شامی۔ شاہ قلی خاں	۲۹۲	شکوہ۔ محمد رضا
۲۱۳	شامی۔ علی عادل شاہ	۳۲۹	شامل آقبا
۲۵۲		۳۲۹	شامل النبی
۲۵۵	شہاب الدین۔ میر	۳۳	شامل محمدی
۳۵۵		۱۲۹	شہباز پرشاد
۱۳۲	شہباعت جنگ		شمس الحق (دیکھو میکش)
۱۳۹	شجرۃ الاتقیا	۱۸۶	شمس الدولہ
۳۰۷	شراب الصالحین	۱۲۰	شمس اللامرا

۱۳۰ -	شیخ قاسم حکیم	۳۰۲/۲۴۳/۲۴۳/۲۳۴/۲۳۴	
۵۹ -	شیخ نعل		شمس العشاق (دیکھو میراں جی)
۱۵۹ -	شیخ انگ	۲۰۲ -	شمس الہندسہ
۱۸۵/۴ -	شیخ محمد	۵۶ -	شمس اللہ قادری
۱۵۲/۱۵۱/۱۴۹ -	شیخ محمود جعفری	۲۲ -	شمس تبریزی
۱۵۹/۱۵۸	شیخ مستان	۳۵۴/۳۵۳/۱۶۸/۱۵۹/۵ -	شمس فہم الدین
۱۵۱/۱۴۹ -	شیخ مصطفیٰ	۷۳ -	خمش د
۳۶۶/۳۵۱/۱۶۹/۶۶/۶۵/۸ -	شیدائے میر نواز شہ علی خاں	۲۳۶ -	شور
۲۰/۳۷ -	شیراز	۳۰۱/۱۹۰/۱۸۸/۱۰ -	شوق قدرت اللہ
۲۷۰ -	شیر شاہ	۳۰۱/۱۶۶/۱۲۱/۱۱۹ -	شوق میر علی خاں
۳۳۲/۹۴/۹۳ -	شیریں خرو	۶۹ -	شہاب الدین سہروردی
۱۲۹ -	شیو پرشاد	۶۸ -	شہاب الدین قاضی دولت آبادی
(ص)		۱۵۰ -	شہاب الدین قریشی
	صاحب - (دیکھو شفیق)	۲۶۴/۲۵۶ -	شہر بانو خدیجہ سلطان
۳۵۳/۱۰۶/۱۰۵/۹ -	صاحب قرآن	۳۲۸/۱۹۵/۱۹۲/۱۵۱/۱۵۰/۸ -	شہ میر
۳۲۸/۲۶ -	صادق	۳۶۲ -	شہید میرا علی خاں میر الشعراء
۶۷ -	صادق شاہ حسینی - سید محمد	۲۳ -	شیخ احمد کھٹو
۲۳۶ -	صادم جنگ	۱۷۸/۱۷۳/۱۷۲/۱۶۰/۵۱ -	شیخ احمد
۱۵۶ -	صع وطن	۱۸۱ -	
۳۲۱/۳۲۰ -	صدر الدین خلیب	۳۵۰/۲۲۹ -	شیخ سلیمان
۳۲۵/۳۱۶/۳۱۵/۶۷/۶۶/۶ -	صدر الدین شاہ	۱۹ - ۱۷ -	شیخ اشرف
۳۶۱ -	صدیقی - عبد المجید	۱۴۷ -	شیخ پورہ
۱۲۹ -	صراط مستقیم	۱۵۲/۱۵۱ -	شیخ جعفر
۲۲۱ -	صفا - ذوالفقار علی خاں	۶۲ -	شیخ حیدر
۱۸۷/۱۸۶ -	صفی	۱۷ -	شیخ ضیاد
۳۵۳/۲۷۸/۷۴/۱۱ -	صفیر - محمد حبیب الدین	۲۲ -	شیخ فرید

۲۵۸ -	خلیل الدین	۳۰۵ -	محمد بنشی عبدالصمد
ع		۲۴۱، ۱۲۰ -	مصمصام الملک
۱۹	قائد	۱۲۱ -	مصمصام جنگ
۳۲۴، ۳۱۵ - ۳۱۳، ۱۱۵	عابد شاہ	۱۳۳ -	صولت جنگ
۹۶ -	عابد - غلام عابد	۲۲۲ -	صہبائی - امام بخش
۱۵۹	عابد - قاضی زین العابدین	(رض)	
۳۵۱، ۲۱۲، ۲۰۸، ۲۰۶ -	عاجز - عارف الدین خاں	۱۳۲ -	ضابطہ جنگ
۹۹ -	عارف -	۳۱۳، ۳۰۹، ۳۰۵، ۲۷۵ -	ضامن علی غازی صفوی
۳۵۰، ۲۸۶، ۶ -	عارف - امام الدین حسینی	۲۸۵، ۳۳۳، ۳۲۹ -	ضیائی - شیخ داؤد
۳۵۲، ۲۳۱، ۲۳۰، ۷ -	عادل	۱۷ -	ضیاء الدین غزنوی
۳۰۹ -	عادل پور		ضیاء الدین محمد
۳۵۰، ۱۶۹ -	عاشق - میر بخش عاشق علی خاں	۳۳۳، ۳۳۴ -	ضیاء الدین غنشی
۳۰۲ -	عاشق - بنگلہ پرشاد	۳۵۲، ۹۱، ۸ -	ضیافت نامہ
۳۵۰، ۱۶۹، ۶۸، ۹، ۶ -	عاشق	(ط)	
۷۸ -	عائشہ	۱۲۳، ۱۳۹ -	طاج - سراج الدین
۲۷۲، ۱۹۴، ۷۱ -	عباس	۸۸ -	طبری - محب الدین
۲۷۳ -	عباس - سید عباس قادری	۲۶۳، ۳۱۴ -	طبعی
۲۷۶ -	عبید - عبدالامین	۱۹۰، ۳۱۷ -	طبقات سخن
۳۲۶، ۲۲۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۲۳۸، ۷ -	عبید - عبدالملک	۱۰، ۳۱۶، ۳۱۸، ۲۵۹ -	طسسم اعظم
۲۸۶، ۲۵۸، ۱۷۴، ۷۴، ۷۲، ۳۶ -	عبید الجبار خاں	۱۱، ۳۳۳، ۳۳۴ -	طوطا کہانی
۲۷۰ -	عبدالحسین	۱۱، ۲۵۵، ۸۵، ۱۱۳، ۱۱۴ -	طوطی نامہ
۳۰۸، ۱۸۵، ۱۸۴ -	عبدالحق	۳۲۵ -	
۲۲۵، ۲۲۴، ۲۲۱، ۲۲۰، ۵ -	عبدالحی	(ظ)	
۳۱۸، ۲۹۱ -	عبد الرحمن	۷۰ -	ظفر - بہادر شاہ
۳۲۶، ۳۳۴، ۳۳۳ -	عبد الرحیم خاں	۸، ۹۱، ۹۳، ۱۲۹، ۲۸۷، ۲۵۲ -	ظفر نامہ
۳۲۵ - ۳۲۰، ۱۷۵، ۱۵۵، ۱۵۴ -	عبد السلام - حافظ	۶، ۲۲۵، ۳۵۶ -	ظہور علی

۱۱۹-	عبدالسلام خاں	۳۲۶/۲۶۸/۲۶۷ء	عبدال
۴۰-	عبدالشکور	۳۲۶/۲۶۷ء	عبدی
۳۲۹/۲۸۱ء	عبدالعلی	۳۵۴/۱۸۹/۱۰	عبرت
۲۲۱/۲۲۰	عبدالغفار	۱۸۸-۱۹۰	عبرت - ضیاء الدین
۲۰۵-	عبد الغفور	۱۹۹/۲۹۴/۳۰۲-۳۰۵	عثمان غنیؓ
	عبدالقاد جیلانی (دیکھو نوٹ اٹلم)	۳۰۶-	عرشی - امتیاز علی
۱۱۶-	عبدالقاد در عرب شاہ صاحب	۲۲۱-	عروض سیفی
۱۴۸	عبدالقاد خاں	۱۱۵/۱۶۵-	عزت اللہ
۲۶۲-۲۲۳/۵۱	عبدالقادہ - شیخ ولد شیخ احمد	۱۳۰-	عزت یار خاں محی الدولہ
۳۳۴/۳۲۶/۳۲۳	عبد الکرم	۹۹-	عزالت
۳۳۶-		۲۲۷-	عزیز اللہ
۳۳۳-	عبد الکرم خاں	۲۳۶/۲۳۷-	عزیز - مرزا عزیز بیگ
۳۳۶/۲۴۷-	عبد اللطیف	۲۳۷/۲۴۰-	عزیز - عزیز یار جنگ
۸۰-	عبد اللہ	۱۰/۱۸۸/۱۹۰-۳۵۴	عشرت - میر غلام علی
۵۰-	عبد اللہ بن عباس	۷۴-	عشق - جمال اللہ
۲۳۶-	عبد اللہ خاں	۱۰/۳۳۲-۳۵۴	عشق نامہ
۲۲۴-	عبد اللہ خاں علوی	۱۶۹-	عشقی
۱۳۳-	عبد اللہ سدی	۱۰/۱۰۸/۲۳۴-۳۰۵	عصر - میراج علی
۲۵۲-	عبد اللہ بن وجیہ الدین	۳۶۰-	
۳۵۶/۱۸۵/۱۷۸	عبد اللہ محمد	۶۲/۶۱-۲۸۶	علار - شیخ فرید الدین
۳۵۸/۱۵۰/۲۵۱/۱۴	عبد اللہ قلمب شاہ	۲۷۰-	عظیم آباد
۳۲۶/۳۱۴/۲۵۷		۶/۱۵۹/۲۹۱/۳۶۴	عظیم الدین
۳۲۹/۳۲۸	عبد المجید خاں اکوڑی	۲۵۹-	عظیم الدولہ
۳۲۹/۳۳۷-	عبد المحمد	۱۴۱-	عظیم جاہ - محمد علی خاں
	عبد الملک (دیکھو عبد)	۶/۷۹/۷۷/۱۰۸/۳۵۱-۳۶۴	عقاید نامہ
۲۱۸-	عبد الواعد	۷۹-	عقاید (رسال)
		۳۶۴-	عقیدۃ الطالبین

عقیل	۱۴۳-	عمدة الملك، میرقاں	۳۷۰-
علائی	۲۹۵-	عمده بیگم	۱۹۷-
علم آب	۲۷۲-	عمده مفتخبہ	۱۹۰/۱۵۶-
علم القرات	۱۷۴-	عمہ نگر	۲۱۷-
علم برنگ	۲۷۲-	عمری، رقی	۲۴۰/۱۹۹/۱۰۶/۹۸/۴۸/۲۱/۱۸-
علم مناظر	۲۷۲-		۳۰۴/۲۰۲/۲۹۴-
علم ہوا	۲۷۲-	غریباں - سید	۱۴۱-
علوی - بیرامہ علی	۳۰۷-	غایت اللہ - شیخ	۱۶۷/۱۶۶-
علی مرتضیٰ		غایت اللہ حسینی - سید شاہ	۲۹۰-
		غایت جنگ غایت حسین	۶۱/۵۹/۲۸/۴۱/۳۸/۲۶/۱۲-
			۱۱۸/۱۱۱/۱۰۶/۱۰۴/۹۶/۸۸/۶۶-
			۱۸۲/۱۶۷-۱۶۲/۱۵۸-۱۵۶/۱۲۱-
			۲۸۳/۲۷۳/۲۳۰/۱۹۳/۱۸۸-
			۳۰۲/۲۹۹/۲۹۵-۲۹۲-
علی		غایت (دیکھو شاہ غایت)	
علی آباد	۲۰۴-	غیر	۳۲۹-
علی ابراہیم خاں	۱۶۹-	غیر سدی	۱۳۳-
علی اکبر	۱۹۴/۱۴۳-	عباد الشرا	۳۲۰/۱۹۰-
علی بخش	۳۰۷-	عین القضا	۲۳-
علی بھائی	۲۰۰-	عینی	۷۳-
علی زحمی	۳۴۷/۲۴۶-	(غ)	
علی عادل شاہ (دیکھو شاہی)		غائب	۳۰۶/۲۰۸/۷۰-
علی نامہ	۱۵۶-	غایتہ الاحسان	۲۴۳-
عماد الدین محمد	۳۲۴-	غزالی امام محمد	۲۰۳/۴۳-
عماد شاہ	۲۴۹-	غفار	۳۴۷/۲۴۴/۶-
عمدة الامرا	۹۴/۹۳/۷۶-	غلام احمد - حکیم	۲۳۶-

۱۷۱	فاطمہ بیگم	۱۹۷۱/۱۷۱/۵۵	غلام احمد الدین حاجی میاں
۷۸	فاطمہ خراسانیہ	۱۳۳	غلام امام خاں
۷۵	فاطمہ صغریٰ	۹۹ - ۹۷	غلام حسین
۳۴۷/۵۲/۵۱/۱۰	فایزیا غایض	۳۰۹	غلام حسین ولد لطیف
۷۹	فتح الہاری	۳۵۷/۲۹۹/۹۳/۷	غلام دستگیر
۷۹	فتح المتعال	۱۲	غلام رسول
۱۱۵	فتح اللہ خاں اسفندیار جنگ	۲۰۴/۱۵۶/۱۳۲	غلام علی
۲۴۹/۳۳-۲۹/۶	فتح شریف بلخی	۵۹	غلام علی بیگ
۷۳	فتوت	۱۱۷/۱۱۴/۱۱۳	غلام قنبر
۴۰/۳۷	فتوحات عادل شاہی	۳۰۵	غلام محمد شاہ قادری
۲۸۰/۲۷۳	فخر الدین خاں	۲۷۲/۱۸۴/۹۲	غلام محمد الدین
۷۰	فخر الدین شاہ	۱۸۹	غلام مصطفیٰ خاں
۲۷۳/۲۷۱	فخر الدولہ	۳۵۳/۲۹۸	غلامی - شاہ غلام محمد
۱۱۶	فدوی علی خاں	۱۵۰/۸۵/۳۷/۳۴/۲۵/۱۰	غواصی
۱۱۰	فراق نامہ	۳۳۴/۳۳۶	
۷۷	فراید و عقاید	۹۰/۸۸/۸۷/۸۴/۸۰/۷۸	غوث اعظم
۹۷	فرحت اللہ بیگ	۲۵۸/۲۵۴/۱۵۰/۱۴۷/۱۴۳	
۲۷۰	فرخ سیر بادشاہ	۳۲۱/۳۱۰/۳۰۰/۲۹۲/۲۸۹	
۲۰۷/۱۱۰	فرہاد و شیریں	۲۱۵	غوث نامہ
۳۰۱	فریب عشق	۳۵۲/۹۱/۵۱/۴۹/۸	غوثی
۳۷	فردوسی استرآبادی		(ف)
۲۶۴	فصیح الدین	۳۴۷/۱۵۰/۶	فاروقی
۲۲۵	فضل الرسول	۳۵۶/۲۴۳/۲۴۲/۸	فائق
۳۵۹/۳۰۴/۸	فضل الرحمن	۲۹۵/۲۹۴	فاضل بیگ
۳۵۹/۳۱۸/۳۱۶/۱۰	فضل حسین	۲۳۱/۱۹۳/۱۷۶/۱۷۵/۱۴۳	فاطمہ زہرا
۳۰۶	فضل حق خیرآبادی	۲۹۱/۲۶۹/۲۵۷/۲۵۶ ۲۹۴/۲۹۲	

(ق)

رق	تعارف	تاریخ	تاریخ
۳۰۶	فصل حق خیر آبادی	۱۰۴	۳۰۳
۱۰۴	فصل علی خاں	۱۹۳	۳۰۳
۱۹۳	فصلی	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فضیلت جنگ انوار اللہ خاں	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فطرت	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فقاں اثر علی خاں	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فقر نامہ	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فقیر شمس الدین	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فقیر اللہ شاہ (دیخو حیدر)	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فقد ہندی	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فگار مرزا قطب علی بیگ	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فوائد القواعد	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فورٹ ولیم کالج	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فہرست اردو محظوظات جامعہ عثمانیہ	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فہرست کتب خانہ جاشا خان اودہ	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیاض مشرف جنگ	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیاض (کاتب)	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیروز	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیروز جنگ	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیروز شاہ	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیض اللہ خاں	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیض شمس الدین محمد	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیض جباری	۳۰۳	۳۰۳
۳۰۳	فیض سخن	۳۰۳	۳۰۳

۲۹۱	کتاب ہدی	۳۵۷/۱۸۳/۷
۳۴۹/۲۲/۲۱/۷	کتاب خانہ آصفیہ	۸۸/۸۶/۷۲/۵۲/۹۱/۵۱
۳۴۶/۳۶/۳۵/۶	کتاب خانہ جامعہ عثمانیہ	۳۴۲/۲۶۹/۲۵۰/۲۳۵/۱۲۰
۲۶۸/۲۶۳	کتاب خانہ شاہان اودہ	۳۳۴/۲۲۸
۲۰۴	کتاب خانہ مختاریہ	۲۹۴/۵۱
۳۴۸/۲۵۶/۲۵۵	کثیر	۷۲
۳۶۲/۱۷۷/۱۶۶	کردار علی شاہ قادری	۳۵۹/۲۹۱/۷۸
۳۲۹	کرم - مرزا رسول بیگ	۲۵
۲۸۹/۲۱۹/۱۶۱/۱۶۱/۱۷	کر نول	۲۳۷/۲۳۶
۳۶۳/۲۹۰	کیم	۲۲۲/۲۲۵/۱۴۸/۱۴۷/۷۶
۱۸۵/۱۸۰/۱۷۸/۱۷۳/۷	کریم داد خان	۲۴۷
۳۵۷/۳۵۶/۱۸۶	کڑپہ	۳۴۶/۲۳۶/۱۴۴/۸
۲۰۷	کسب عروج	۱۳۲
۲۳۶	کسب محویت	۳۲۵/۱۴۸
(ک)	کشف الحاجۃ	۳۴۵/۳۱۵/۶
۲۱/۲۰	کشف الخلاصہ	۲۹۱/۲۳۵/۳۱۵/۶۶/۶
۵۳	کشف السالکین	۳۵۹/۲۲۷/۵
۳۱۰/۹ - ۳۱۳/۳۵۲	کشف المعراج	۳۵۵/۳۲۵/۱۹۴/۱۷۴/۵
۲۷۶	کشکول کلیم اللہ	۱۹۵
۱۷۲/۱۶۹/۱۶۸	کفایت الاسلام	۳۲۷/۲۲۵/۷
۱۶۴	کلام اسماعیل	۲۲۶
۳۵۲/۱۷۰/۱۴۸/۱۴۷/۶	کلام برہان	۳۵۲/۱۵۲/۵
۳۶۲/۳۳۵/۲۸۲	کلام سلطان	۳۵۰/۲۶۹/۹
۶۹	کلام شغلی	۲۹۳
۲۲۵		۳۴۷/۲۴۷/۹
۳۵۷/۲۷۵/۱۱		۳۴۷/۲۴۵/۹
قصیدہ کثیر		
قصیدہ معجزہ		
قطب رازی		
قطب شاہ		
قطب الدین قاری		
قلندر		
قمر الدین		
قمر الدین خاں مندوڑی		
قندہار شریف		
قیامت نامہ		
قیس		
قیس - خواجہ بدیع اللہ		
کابل		
کار - ایم ڈبلیو		
کاظم - کاظم علی		
کالنجہ		
کالے خاں		
کامروپ (قصہ)		
کامل		
کانپور		
کتاب الاعراس		
کتاب التوحید		
کتاب ادویات		

۲۹۴'۹	کلام میرن	۲۶۴'۲۵۶	کیمبرج
۲۸۱'۲۲۸	کلمتہ	(گ)	
۳۴۵'۵۴'۵۳'۵	کلمتہ الحقائق	۱۱۷	گرچن سین - بابو
۳۵۵'۱۰۸'۹	کلیات انشاء	۳۵۶'۱۱۷'۱۱	گل باصنوبر
۳۵۵'۱۱۰'۹	کلیات ایقان	۱۶۱'۱۶۰'۷۴'۷۳	گلبرگ
۵۶'۵۵	کلیات بحر	۱۸'۱۱۶'۱۱۵	گل بکا دلی
۸۰	کلیات عالی	۲۹۱	گلست گلشن معانی
۳۲۸	کلیات سراج	۳۰۲	گلستہ محسنی
۳۴۷'۳۳۹-۳۴۷'۹	کلیات سلطان	۱۱۷	گلستہ نشاط
۳۵۲'۱۰۳'۱۰۲'۹	کلیات سودا	۲۰۸	گل رعنا
۳۵۲'۳۱۳-۳۱۰'۹	کلیات کائنات	۱۸۷'۱۸۶'۲۹'۱۲۱'۱۱۳'۴۴	گلزار آصفیہ
۳۴۶'۳۳۶'۲۶۸'۹	کلیات محمد تقی	۳۴۷'۳۱۴'۳۱۳'۵	گلزار اساکین
۳۰۶	کلیات ولی	۳۵۹'۱۷۷'۸	گلشن نامہ
۳۲۸'۹۹	کلیم میر محمد حسین	۶۷	گلشن آباد
۲۶۶'۶۹	کلیم اللہ جہاں آبادی	۱۳۵	گلشن بہار
۲۱۸	کمال بیابانی	۵۳	گلشن عشق
۲۸۷'۲۵۶'۲۵۵'۱۰'۸	کثر	۲۰۷	گلشن گفتار
۳۵۵	کنند لال	۱۱۵'۶۰	گل و صنوبر
۲۳۰'۲۲۹	کنف گری	۱۶۱'۱۱۵-۱۱۳	گلبرگ ست - جان
۳۱۰	کوٹ - جرنیل	۳۵۰'۲۸۶'۶	گلچ عرفان
۲۷۱	کوٹلیگر	۳۴۷'۱۴۹'۱۴۸'۶	گلچ محفی
۱۳۱	کولاس	۵۳'۳۱	گوا
۲۲۱	کبانی وقصہ	۵۵'۳۵	گوگی
۳۵۶'۲۲۹'۱۰	کشمیر میٹ	۲۶۴'۲۶۳'۷۲'۴۹'۳۸'۳۶	گوگنڈہ
۱۶۳	کیشی کی کہانی	۳۵۷'۲۹۸'۲۹۵	گوہر
۱۰۷		۱۲۲	گوہر شتا (قصیدہ)

(م)	۱۲۶	گوہر سخن (قصیدہ)
۱۲۵	۳۲۸/۲۶۵	گوہری
۱۰۷	۲۷۸	گویند رام
۲۲۷	۱۲۵/۱۲۱ - ۱۳۴/۱۳۳	گھن پورہ
۲۷۵/۹۶		
مبارز الدولہ - صاحبزادہ	(ل)	
۲۲۱	۱۹۱/۱۸۲ - ۱۶۳/۱۶۱	لاڑ لے حسینی
۴۲	۳۵۸/۱۹۴ - ۱۹۰/۱۱	لاڑ و کپور
مبارز الملک - سرینند خاں لاو جنگ	۲۷۱/۲۱۳ - ۲۱۰/۲۰	لاہور
۳۲۱		
مبارز الدولہ	۳۰۱	لذت عشق
۱۳۶	۲۰۶	شکر خاں نصیر جنگ رکن الدولہ
۲۴۳/۶	۳۵۳/۱۹۰	لطیف مرزا علی
۲۲۹	۲۹۵/۲۹۳ - ۲۹۲/۲۸۷ - ۹۲	لطیف غلام علی خاں
۲۶۵	۳۵۹/۲۹۹	
۳۵۶/۱۸۹ - ۱۸۱	۳۳۸ - ۳۳۶	لطیف احمد فاروقی
۳۶۳/۳۵۵ - ۲۱۹/۲۱۸ - ۶	۳۲۷	عل خاں
۲۲۶	۱۸۱/۳۶۳ - ۲۰۷/۱۸۱	عل و گوہر
۱۳۰	۳۰ - ۳۲	لقمان
۳۵۹/۳۱۹ - ۷	۲۰۰	لقمان جی
۳۵۹/۳۲۰ - ۷	۹۰/۱۰۷ - ۱۰۷/۱۰۷ - ۲۲۳	لکھنو
۳۳۲	۲۹۴/۲۷۱ - ۲۲۹/۲۲۴	
۳۱۸	۲۹۶/۳۱۰ - ۳۳۵	
۱۹۰ - ۱۸۸/۱۶۳	۳۲۲	لمحہ - میر نواز بخش علی
۲۲۸/۲۶۶ - ۲۶۴	۱۰/۹۳ - ۱۸۱/۱۹۱ - ۳۱۷/۳۱۷	لیلیٰ محبوس
۲۲۱	۳۲۸ - ۳۳۰ - ۳۳۱/۳۳۳	
محبیت نامہ		
۲۹۳/۲۸۸ - ۲۰۷/۱۸۷ - ۱۶۹		
۳۲۲/۳۲۱ - ۳۱۹		

۳۱۴-	محمد فضل		
۲۲۹-	محمد اکبر	۸۴۸-۳۵۴۰۰۴۱۸۸۸-	محبوب القلوب
۴۴-	محمد پناہ	۲۵۹۲۵۸۲۵۶۲۲۹	محبوب ذی المنن
۱۹۱۴-	محمد جعفر	۳۳۰-	
۶۴۱۲-	محمد حسین جعفری		محبوب سبحانی (دیکھو غوث اعظم)
۱۹۱۴-	محمد حسین قاضی		محبوب علی خاں (دیکھو صفیہ سادس)
۱۵۰-	محمد حسین	۱۱۹۱۱۳-	محمّد الدولہ
۹۳-	محمد حسین - حافظ	۱۱۸۱۱۳-	محمّد م جنگ
۲۸۸۹۲۵۸-	محمد صنیف	۲۲۹۶-	نورات شرعی و تعزیر
۳۲۵-	محمد ربّ شمس خاں	۳۲۸۱۵۲۹-	محرّمی
۲۲۳-	محمد سلطان	۹۹-	محسن
۹۸-	محمد شاہ بادشاہ	۹۶-	محسن علی
۳۰۹۲۰۴-	محمد صدیق خاں	۴۴۳۹۳۲۳۲۱۱۸-	محمد (رسول اللہ)
۲۴-۲۱-	محمد سارف	۱۴۴۶۱۵۹۵۴۴۸۴۲۵-	
۱۴۸۶-	محمد عبداللہ	۱۱۱-۹۵-۹۱۸۸۸۱۴۹-	
۱۱۹-	محمد علی	۱۵۹۱۵۵۱۴۹۱۴۳۱۴۰-	
۲۴۶-	محمد علی - ڈاکٹر	۱۴۹۱۴۴-۱۴۳۱۴۱۱۶۹-	
۲۲۱	محمد علی - سید	۲۰۱۱۹۴۱۸۹۱۸۵۱۸۰-	
۲۲۴۲۲۶۲۲۰-	محمد علی شاہ - حافظ	۲۲۹۲۲۴۲۱۰۲۰۶۲۰۵-	
۲۰۵۲۰۴-	محمد علی صدیقی	۲۵۳۲۵۱۲۳۶۲۳۰-	
۱۱۰۱۰۸-	محمد علی - میر	۲۴۰۲۶۹۲۶۴۲۵۹۲۵۶-	
۳۱۸-	محمد عمر	۲۸۴۲۸۳۲۸۰۲۴۴۲۴۳-	
۵۱۴۹-	محمد فرید	۳۰۰۲۹۹۲۹۲۲۹۱-	
۲۶۸۲۶۳۲۵-	محمد قطب شاہ	۹۲-	محمد ابن حنیفہ
۱۶۲۱۵۱۱۴۴-۱۲۵۱۳۴۱۴۹	محمد قلی قطب شاہ	۳۱۶-	محمد اجل
۳۳۶۳۱۳۲۸۳۲۶۹۲۶۸		۳۵۵۲۲۶-۲۲۱۶-	محمد اسماعیل شہید
۳۴۶۳۳۴-		۲۵۵۲۲۸۲۲۴-	محمد اشرف چالگامی

محمد حسن	۳۰۴ - ۳۰۱	دارج النبوة	۷۹ -
محمد مخدوم	۳۲۵ -	درج شاہ میراں جی	۱۴۲'۸ -
محمد رفیع	۷۶ -	درج میراں	۳۶۲'۳۴۸'۱۵۰'۸ -
محمد مصطفیٰ خاں	۳۳۵ -	درج وحید الدین	۲۰۶'۸ -
محمد مولانا	۳۲۵ -	دراس	۱۹۴'۱۴۲'۱۴۱'۹۳'۵۸'۵۲ -
محمد نظام	۱۴۰ -		۲۸۸'۱۹۵ -
محمد نقی رضوی سید	۲۲۶'۲۸۸'۲۸۷'۲۸۶ -	دراس میں اردو	۱۴۱'۹۳'۵۰ -
محمد نقی	۱۱۵'۱۱۴'۲۳۴'۲۳۵ -	مگل	۴۴'۴۳ -
محمد نگر	۱۲۷ -	مدینہ	۱۴۳'۱۴۱'۱۸۱'۲۰۸'۲۰۹'۲۱۶'۲۵۳ -
محمد نواز	۵۱'۲۹ -	مدینہ	۴۸ -
محمد وزیر شاہ	۱۲۰'۱۱۹ -	مدیور	۳۳۷ -
محمد ہادی	۲۵۶'۱۸۲'۷ -	مذہب عشق	۳۱۸'۱۱۶'۱۱۵'۱۱ -
محمد ہاشم	۱۱۱ -	مرات الاذکار	۳۱۵ -
محمدی	۲۵۷'۲۲۹'۷۷ -	مرات المصلی	۲۵۱'۲۶۴'۵ -
محمود (الطفرنامہ)	۳۵۴'۵۲'۹۱'۸ -	مرات المعرف	۱۹۵ -
محمود (قطب شاہی)	۳۴۸'۱۵۱'۴۵'۹ -	مراتی آگاہ	۳۵۴'۲۴۱'۱۱۲'۸ -
محمود خاں	۳۲۷ -	مراتی قادر	۳۴۷'۲۵۷'۸ -
محمود شاہ بہمنی	۲۴۹ -	مراتی مرزا	۲۶۶ - ۲۶۳'۲۵۲'۸ -
محی الدین بادشاہ سالک (دیکھو)	{	مراد	۳۴۸'۲۶۳ -
سلطان محی الدین قادری		مراد خاں	۱۲۸'۱۲۷ -
محی الدین	۳۵۰'۲۵۹'۲۵۸'۹ -	مراد خاں بوڑھے	۳۲۷ -
محی الدین عبدالقادر جیلانی (دیکھو غوث اعظم)		مراقبات سلوک	۳۵۹'۳۲۱'۲۰۴'۶ -
محی الدین قادری (دیکھو زور)		مرتضیٰ	۲۴۷'۲۴۶'۲۵۴ - ۲۵۱'۲۴۷'۶ -
محی الدین نامہ	۳۴۷'۳۳۶'۲۵۳'۲۴۷'۸ -	مرتضیٰ حسینی علوی	۲۵۲ -
مختار الدولہ	۱۶۱ -	مرتضیٰ قادری	۲۵۳'۲۵۲ -
مخدوم جی شیخ محمد برہم محی الدین ثانی	۱۴۷'۱۴۶'۱۴۴ -	مرزا - بیجا پوری	۳۴۶'۲۶۳'۲۵۷'۲۵۲'۸ -

مرزا محمد مرزا	۱۸۶۸ء/۱۸۷۱ء/۲۶۲۲۶۸-۳۵۸	منظر جنگ	۲۷۱-
مرشد آباد	۲۸۷/۳۷۱	منظر علی خاں صاحبزادہ	۱۱۵-
مرغوب المص	۱۶۲۱/۱۶۵۱/۱۶۹۱۶۶-۳۵۶	منظر نگر	۳۰۷-
مربع سخن	۲۳۸۱/۱۰۶۱/۱۰۸۱۷۵	منظر مرزا جان باباں	۲۰۸/۲۰۴/۹۹/۹۸-
	۲۳۳/۱۸۷/۱۸۶/۲۳۹	منظر علی عتیر جان	۱۶۳-
	۳۰۷/۲۳۵	معالجات بندہ نواز	۳۳۷/۳۱۲/۱۱-
مرآج حکیم مظفر الدین خاں	۲۳۶-۳۵۸/۳۲۰-۳۵۹	مرآج خاں - محمد باہ خاں	۱۳۰-
مسائل طبیعی	۲۷۱/۲۷۷-۳۵۷	مسند جنگ	۴۲:
مستان	۲۸۸-۳۵۶	منظر	۳۵۵/۲۵۸/۹
مسدس اکبر	۳۲۱/۹-۳۵۹/۳۲۳	مجرور خاتون جنت	۳۲۷/۱۷۶/۸-
مسعود	۳۲۰-۳۵۹	مراج النبوة	۷۹-
مسعود خاں	۱۲۴-	مراج نامہ	۳۲۶/۷۷۶/۲۵۱/۲۷۷/۷۷۷-
مستکین - محمد نعیم مسکین شاہ	۲۰۷/۷۷۶/۲۰۴/۲۰۵/۳۲۰	معرفت حق	۳۵۷/۱۹۸/۶-
	۳۲۱-۳۵۹	معروف کرنی	۲۰۳-
مسلم بن عقیل	۱۲۳/۱۹۴-	معروف - سید شاہ	۲۵۲-
مشاہیر قندھار دکن	۱۰۹/۲۹۰-	مستظم	۳۲۷/۱۶۵/۱۲۹/۱۲۸/۶-
مشتاق	۱۸۲/۷-۱۸۳	معین	۳۰۹/۳۰۸-
مشکوٰۃ النبوة	۱۲۶-	معین شاہ	۱۲۰-
مشہور	۲۵۵/۳۲۸-	معین الدین - سید	۲۹۰-
مشیر الملک (دیکھو اسطوچاہ)		معین الدین چشتی	۲۲۶-
مصباح النور	۳۱۵-	مفرح القلوب	۸۸-
مقتدی - غلام جہانی	۹۶/۹۷/۱۰۵/۲۱۷-۳۲۸	مقصود ابتدائی	۳۲۵/۵۴/۵-
مصطفیٰ	۱۲۹/۷-۳۵۴	مقیب - مرزا محمد	۴۰-۳۷/۱۰-
مفتون	۹۸-	مکاتیب خائب	۳۰۶-
مطبوع صبیان	۱۱/۲۷۸/۳۵۳-	مکھن لعل	۱۰۳/۱۰۴-
مطلوب الطالبین	۱۷-	مکین - مرزا فاخر	۱۸۹-

۲۰۔	منقبت الایمان	۳۱۹۔	ملک پور
۸۷۷۷۔	منقبت محبوب سبحانی	۳۴۶'۲۶۴'۲۶۲۔	ملک خوشنود (دیکھو خوشنود)
۳۴۹'۳۱۵'۵۵۷۔	من لکن	۹۲۔	ملکہ مصر
۳۵۱'۸۳'۸۲۷۔	من مومن	۳۵۶'۲۸۷۔	منگ شاہ سائیں
۳۵۳'۳۱۸'۱۰۱'۱۰۰'۹۔	منور۔ منور علی	۳۴۷'۲۴۷۔	منامات علی
۳۴۹'۷۶'۷۵'۵۔	منورنگیم	۳۴۷'۲۴۴'۷۔	منامات غفار
۶۴'۶۳۔	منورہ لعل	۳۴۷'۲۴۸'۷۔	منظرہ عقل و عشق
۳۵۱'۱۸۱'۷۔	من ہرن	۱۷۴۔۱۷۰۔	مناقب شجاعہ
۳۲۶۔	منیر الملک	۲۳۰'۷۔	مناقب عادل
۳۴۷'۲۴۵'۷۔	مواہب	۲۵۲۔	منقب اللہ باب
۳۵۵'۲۲۹'۱۰۔	مودب	۲۷۲۔	منقب البصر
۲۳۹'۱۰۷۔	موسیٰ	۱۰۴'۹۔	منقب دیوان سودا
۶۳۔	موسیٰ رضا خاں	۳۵۳'۱۰۵'۹۔	منقب دیوان صاحب قراں
۳۵۳'۲۹۸'۲۹۵۔	مولائی	۳۵۰'۱۶۹'۹۔	منقب دیوان عاشق
۳۴۵'۱۴۲'۲۴۷۔	مولود نامہ	۳۵۳'۲۱۶'۹۔	منقب دیوان مدینہ
۳۰۷۔	میخانہ عشق	۳۵۷'۱۰۵'۱۰۔	منقب دیوان نصیر
۱۰۹'۱۰۸'۹۹'۷۷'۷۷'۱۰'۹۔	میر۔ میر تقی میر	۲۷۱۔	مندراج
۳۰۷'۲۸۸'۲۸۷'۲۰۸'۱۸۶۔		۳۵۴'۸۶'۸۳'۷۹'۷۔	من چیون
۳۵۲'۳۲۸'۳۰۹۔		۸۷'۸۶'۸۴'۸۳'۷۹'۷۔	من دین
۳۷۔	میرا برائیم	۳۵۴'۲۴۲'۱۱۱۔	
۱۱۴'۱۱'۱۰۔	میرامن	۳۵۱'۸۳'۸۱'۸۰'۷۔	من دیک
	میراں جی حبیبی (دیکھو خاندان)	۳۱۸۔	منرد۔ جارج فلپ
۱۵۲'۱۵۱'۱۴۴'۲۰'۱۹۔	میراں جی شمس العشاق	۲۷۵۔	منصب علی۔ حافظ
۲۹۰'۲۱۸۔	میراں جی رناعی۔ سید شاہ	۲۱۵۔	منصور نامہ
۵۷۔	میراں حبیبی۔ سید	۳۹۔	منطق الطیر
۳۳۰۔	میراں ثانی عرف بڑے صاحب	۱۳۰'۸۔	منظومات ہجو یہ

میراں شاہ معروف	۳۲۶'۲۵۴'۲۴۷	ناصر الدولہ (دیکھو تصفیہ راج)
میراں حسین شاہ	۳۱۵	ناصر الدین شاہ
میراں صاحب	۱۸۲'۱۷۲	ناصر جنگ شہید
میراں قادری	۲۴۵'۱۵۰	ناٹھن
میراں محی الدین	۱۴۴	ناظم - نو: پیر یوسف علی خاں ۳۰۵'۱۴ - ۳۵۹'۳۰۷
میراں یعقوب	۳۲۹'۵ - ۳۲۶'۳۳۳	ناقص - خواجہ محمد
میر گلہ امیر الامرا	۱۲۷	ناکو شریف
میر حسن	۲۷۵'۱۱۸'۹۷'۹۵'۱۰	نام - خواجہ سمیع اللہ
میر حسن	۳۵۲'۳۲۸'۲۸۸	نامہ علی
میر حسن	۳۷	نامہ حضرت سلطان
میر سید جمال	۴۱	ناقی - غلام احمد الدین قاسم جنگ
میر عالم - ابوالقاسم	۳۲۶'۱۸۶	ناکیر
میرن - میاں میرن سبزواری	۳۱۰'۳۰۹'۲۹۵'۲۹۴'۹	نصرت نگر
میرور	۱۵۱	نصرت
میسور میں اردو	۲۸۷'۳۷۱'۲۴۱'۲۱۵'۱۳۶	نشار
میکش شمس الحی سبکی سوج بھاتھوکی	۳۶۲	نجات نامہ
میلش صاحبزادہ میر محمد علی خاں	۳۱۵'۲۹۳	نجم الدولہ
	۳۰۹'۳۰۵	نجم الدین حضرت میاں
	۷۱	نڈا
	(ن)	
ناتی	۹۹'۹۸	نذر محمد
نادر	۳۵۶'۱۴۱'۹	نرسا پور
نادر جنگ فرانسیسی	۱۳۳'۱۳۱	نزل
نادر شاہ	۲۷۲'۲۷۰'۱۴۰'۱۳۳	نسق - قادر حسین
نارنول	۲۵۳	نسیم الکلام
ناتج - امام بخش	۲۹۶'۲۹۵'۲۳۲'۱۰	نصاب العارفین
	۳۵۸'۳۳۵'۳۱۷	نصرتی

نصیحت المسلمین	۱۷۷۷-۳۵۶/۱۸۰	نور اللہ قادری	۱۹۵/۱۹۱
نصیر الدین خاں	۲۵۹/۱۵۰	نور دریا	۲۵۰/۳۵
نصیر الدین شیخ محمد	۳۵	نورس نامہ	۲۶۷
نصیر الدین میاں کالے	۷۰	نورنامہ	۳۵۷/۳۲۹/۲۹۹/۳۵۷
نصیر الدین محمد	۱۲۳	نوسر ہار	۱۷۸-۳۲۵/۲۸۵/۲۸۲/۱۹
نصیریہ شاہ نصیر الدین	۳۵۷/۱۰۵/۱۰	نوحی	۷۳
نظام الدین اورنگ آبادی	۷۰/۶۹	نہال چند	۳۱۸/۱۶۰/۱۱۶/۱۱۵/۱۱
نظام - نظام الدین احمد	۲۳۶	نیلور	۲۲۹
نظام القلوب	۶۹	نہم چند	۳۵۶/۱۱۷/۱۱
نظام الملک (دیکھو تصفیہ اول)			
نظام علی خاں " " ثانی			
نظامی	۹۴/۹۳	واجد علی شاہ	۳۵۹/۲۸۲/۲۸۱/۱۳۱/۱۱
نظم نور	۱۹۳/۱۶۳/۱۶۱/۱۶۰/۱۰	واجد پاری	۳۲۵/۲۸۲/۱۱
نظم شادی	۳۵۶/۲۹۶/۱۹۴	واسوخت آباد	۳۶۳/۳۵۹/۳۳۵-۳۳۲/۱۰
نظیر اکبر آبادی	۳۵۸/۲۹۶	والاجاہ	۷۷/۷۶
نعت اللہ	۱۵۳/۱۲/۱۱	وجدان الحق	۳۵۹/۱۹۶/۱۹۴/۶
نعت اللہ حسینی شاہ	۳۲۵/۴۵	وجدی	۳۵۰/۱۲۰/۱۱۹/۱۱۲/۶۲/۶۰/۶
نفس الانفس	۲۳۱	وجیبہ اللہ حیدری	۵۹
نکات الواصلین	۳۵۹/۱۹۶-۱۹۴/۱۹۱/۶	وجیبہ اللہ خاں	۲۲۲
نکتہ واحد	۲۰	وجہی	۲۱۳/۱۵۲/۱۴۵
نگارستان عشق	۳۳۵	وجیبہ الدین گجراتی	۲۵۲/۲۰۶
نگر کرؤل	۶۹	ورنگل	۱۹۲/۱۹۱/۱۶۳-۱۶۱
ننگل	۳۱	وزارت علی خاں	۱۱۷/۱۱۳
نوبہار عشق	۳۵۴/۳۰۱/۹۵/۹۳/۱۰	وزیر آصف یاد الملک	۲۳۷-۲۳۵
نور الدین چانگامی	۳۵۹/۲۲۸/۲۲۷/۵	وزیر محمد امین خاں	۲۷۱
		وصال العاشقین	۲۱۵

(۹)

۱۰۹	ہجو اکول	۳۴۸'۲۵۹'۶	وصایاے نبیؐ
۱۰۹	ہجو نامہ	۳۴۴'۳۳۶'۲۵۱'۶	وصل نامہ مرتضیٰ
۳۵۴'۱۳۵'۸	ہجو یہ نظمیں	۱۹۵	وصل نامہ سلطان محی الدین
۱۲۱'۸ - ۱۳۲'۱۳۰'۱۳۸	ہجو بیت	۲۰	وصیت الہادی
۳۵۲		۳۵۴'۱۲۹'۴	وصیت نامہ
۴۲	ہجو بیت اللہ خان	۱۵۵'۱۵۳'۳۵'۴۴'۲۰'۴	وفات نامہ
۳۴۸'۲۰۲'۱۸۰'۱۷۹'۱۷۳'۴۵	ہجو بیت المؤمنین	۳۵۰'۳۴۹	
۳۵۶		۲۱۵	وفات نامہ ذوقی
۴۴	ہجو بیت نامہ	۳۵۵'۲۹۱'۴۷'۱۷۵'۴۹'۸	وفات نامہ زہرا
۳۴۹'۳۳-۲۸۰'۵	ہجو بیت ہندی	۳۶۳'۳۵۹	
۳۵۴'۲۶۴'۲۴۱'۸۹-۴۴'۴	ہشت بہشت	۳۵۸'۲۹۶'۲۹۵	وقار
۲۸۴	ہجو بنگلی	۳۰۵ - ۳۰۳'۲۱۴'۱۹۴	وقار الدین خطیب
۳۰	ہجو بھلی	۲۹۹	ولزلی - لارڈ
۲۴۰	ہجو بیلون بادشاہ	۱۶۵'۱۶۴	ولایت علی خاں
۳۵۴'۱۶۴ - ۱۶۴'۱۱	ہجو ہمیشہ بہار	۲۲۱	ولایت علی عظیم آبادی
۳۰۰	ہجو ہنگنڈہ	۱۶۹'۹۹'۴۴'۴۳'۶۴-۶۳	ولی - اورنگ آبادی
۳۱۴	ہجو ہوس - مرزا تقی	۳۴۹'۲۱۳-۲۱۰'۲۰۹'۲۰۶	
		۱۱۸'۱۱۳'۶۵'۶۰-۵۸'۸	ولی ویلوری
		۳۵۰'۳۴۹	

(ی)

۳۱۰'۲۹۴	یادگار شعرا	۴۶	ویلور
۳۴۸'۲۵۵'۸	یتیم احمد	(۵)	
۳۳۴'۳۳۳	یلین خاں	۲۴۰	بارون خاں شروانی
۲۲۴	یعقوب صاحب	۱۵۴	بارون رشید
۲۱۵'۱۰۶'۱۰۰'۹۸'۱۰۹	یقین - انعام اللہ خاں	۲۵۴	ہاشم علی
۳۵۰'۳۰۲'۲۸۹'۲۸۴'۲۱۶		۹۳'۴۵'۴۳'۶۰'۵۸'۵۴	ہاشمی - نصیر الدین
۹۹'۹۸	یک رنگ	۲۴۳'۲۳۰'۱۴۸'۱۴۳'۱۴۱'۱۳۱'۹۴	

یورپ میں دکنی خطوط ۱۲۰۷ء، ۱۲۲۰ء، ۱۲۵۳ء، ۱۲۵۶ء

-۱۳۲

یکوناز جنگ

-۲۶۳

یوسف علی خان (دیکھو تاظم)

یوسف زلیخا

-۳۳۳-۳۳۲/۲۷

پیشکش کا نام و نامہ
مکتبہ
(مکتبہ)



